خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی جنگی حکمت عملی اور تدبیرات کا عسکری تجزیہ

تین سو سے زیادہ جنگوں اور مہمات پر محیط منفرد و مستند کتاب

حصہ دوم

فتوحات فلسطین و شام

مصنف

میجر (ر) امیر افضل خان

مدیر و ناشر

ارشد قریشی

بانی تصوف فاؤنڈیشن

تصوف فاؤنڈیشن المعارف لاہور

۱۴۱۹ھ

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

DATA ENTERED

یاایھا النبی حرض المؤمنین علی القتال

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) مومنین کو جنگ (جہاد) کی ترغیب دو۔ (فرمانِ الٰہی)

تصوف فاؤنڈیشن

۱۹۹۷ء

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قَالَ اللّٰہ تَعَالیٰ فِی الْقُرْاٰنِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ

کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ وَھُوَ کُرْہٌ لَّکُمْ

تم (لوگوں) پر جنگ (جہاد) کو فرض کر دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناپسند ہے۔ (فرمانِ الٰہی)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

لِیْ حِرْفَتَانِ اَلْفَقْرُ وَالْجِھَادُ

میرے دو ہُنر (ہتھیار) ہیں فقر اور جہاد۔ (فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

تصوف فاؤنڈیشن

Marfat.com

Marfat.com

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی جنگی حکمت عملی اور تدبیرات کا عسکری تجزیہ

تین سو سے زیادہ جنگوں اور مہمات پر محیط منفرد و مستند کتاب

حصہ دوم

فتوحات فلسطین و شام

مصنف

میجر (ر) امیر افضل خاں

مدیر و ناشر

ارشد قریشی

بانی تصوف فاؤنڈیشن

تصوف فاؤنڈیشن المعارف ... لاہور

۱۴۱۹ھ

Marfat.com

شاہکار کتب جہاد

۲۹۷،۹۲
خ ۶۹ ا
۱۵۸۳۳۰
جلد ۱ تا ۲

شمارہ (۴)

مدیر و ناشر

ابونجیب حاجی محمد ارشد قریشی

بانی تصوف فاؤنڈیشن ۷۵۹۹۵۴۳

جملہ حقوق محفوظ

ناشر ——— تصوف فاؤنڈیشن ۲۴۹-این سمن آباد

طابع ——— زاہد بشیر پرنٹرز-لاہور-

ایڈیشن ——— ۲۰۰۲ء / ۱۴۲۲ھ (۵۰۰)

قیمت ——— مجلد [redacted] روپے

تقسیم کار ——— المعارف گنج بخش روڈ، لاہور، پاکستان-

آئی ایس بی این ۹۶۹-۵۰۶-۰۳۹-۰

Marfat.com

11-09-92

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بو لہبی

گیارہ ستمبر کو امریکہ کے تجارتی (ورلڈ ٹریڈ سنٹر) اور دفاعی (پینٹا گون) مراکز کی تباہی مکافاتِ عمل کا نتیجہ تھی لیکن امریکہ نے اس واقعہ کو بہانہ بنا کر دہشت گردی کے خاتمہ کی آڑ لے کر ایک طویل المیعاد نظریاتی و عسکری جنگ کا آغاز کر دیا ہے۔ وہ اسے صلیبی جنگ' تہذیبوں کا تصادم' آزادی کی جستجو یا دہشت گردی کے خلاف جنگ کوئی بھی نام دے' درحقیقت یہ کفر اور اسلام کی جنگ ہے۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے پانچ ہفتہ کی شدید ترین بمباری اور خون ریزی کے بعد افغانستان کو تباہ اور طالبان کی اسلامی حکومت کا خاتمہ کر دیا ہے۔ امریکہ پہلے ہی یہ واضح کر چکا ہے کہ یہ سلسلہ افغانستان پر نہیں رکے گا بلکہ ساٹھ ممالک پر محیط ہوگا۔ اسلامی ممالک کی تعداد ستاون ہے اس میں فلسطین' چیچنیا اور کشمیر شامل کر لیں تو یہ تعداد ساٹھ ہو جاتی ہے۔ گویا اس جنگ کے اہداف نامزد کئے جا چکے ہیں۔ امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف اس جنگ کے عرصہ کا تعین نہیں کیا ہے لیکن امریکہ کے پالیسی ساز یہود نواز حلقے جنگ کو پچاس سال پر محیط دیکھتے ہیں۔ ظاہر ہے پچاس سال افغانستان جیسے ملک کو فتح کرنے یا دہشت گردوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے درکار نہیں ہیں بلکہ یہ عرصہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے عمل کو روکنے اور عالم اسلام میں روز افزوں جذبۂ جہاد کو سرد کرنے کے لئے مطلوب ہے۔ ایٹمی پاکستان اسلام کا قلعہ اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا عنوان ہے اس لئے براہ راست اس یلغار کی زد میں ہے۔ عالم اسلام اتحاد اور جہاد سے لیس ہو کر ہی اس یلغار کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ لیکن جہاد صرف جذباتی عمل نہیں ہے بلکہ ایک خاص ماحول کی پیداوار ہوتا ہے۔ یہ ماحول اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک امت کا ہر فرد یا اکثریت اسلام کے عطا کردہ نظام حیات کے مطابق پوری زندگی بسر نہ کرے۔ گیارہ ستمبر کے بعد دنیا بدل گئی ہے مسلم امہ کو بھی بدلنا ہوگا' اسلام اور عالم اسلام کی بقا کے لئے اب جہاد ناگزیر ہو گیا ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "لِیْ حِرْفَتَانِ اَلْفَقْرُ وَالْجِهَادُ" کی تعمیل میں تصوف فاؤنڈیشن نے فقر و تصوف کے ساتھ ساتھ اب جہاد و فن حرب پر بھی کتابیں شائع کرنے کا عزم کیا ہے۔ پہلے مرحلے میں "شاہکار کتب جہاد" سلسلہ کی حسب ذیل تین کتابوں کا سیٹ جو چھ جلدوں پر مشتمل ہے شائع کیا جا رہا ہے ان کتابوں کے مصنف اس موضوع پر اتھارٹی اور یہ کتابیں بلاشبہ شاہکار کتب ہیں۔

(۱) جہاد: جہاد اور فن حرب کے متعلق قرآن مجید کے رہنما و عالمگیر اصول از بریگیڈیر گلزار احمد

(۲) رسول اللہؐ کی جنگی حکمت عملی اور تدبیرات کا عسکری تجزیہ از میجر امیر افضل خاں

(۳) خلفائے راشدینؓ کی جنگی حکمت عملی اور تدبیرات کا عسکری تجزیہ (چار جلدیں) از میجر امیر افضل خاں

جہاد اور فن حرب پر یہ شاہکار کتب ملٹری اور جہادی ٹریننگ کے لئے بہترین نصاب ہے۔ حالات کا تقاضا ہے کہ جہاد اور فن حرب کو تعلیمی اداروں اور دینی مدارس کے نصاب میں شامل کیا جائے اور موجودہ حالات سے نبرد آزما ہونے کے لئے مسلم امہ کو جہاد کے لئے تیار کیا جائے۔ یہاں یہ ذکر ضروری ہے کہ پہلی کتاب "جہاد" تیس سال پہلے شائع ہوئی تھی۔ "رسول اللہؐ اور خلفائے راشدینؓ کی جنگی حکمت عملی اور تدبیرات کا عسکری تجزیہ" پر مشتمل باقی پانچ کتابیں بھی بیس سال قبل آرمی ایجوکیشن پریس نے آرمی کے لئے شائع کی تھیں۔ اب تصوف فاؤنڈیشن ان نایاب اور لازوال کتابوں کو منظر عام پر لا رہا ہے۔ انتہائی محدود وسائل کی وجہ سے یہ کتابیں محدود تعداد میں شائع کی جا رہی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کتابوں کی وسیع اشاعت ہو اور جہاد اور فن حرب پر مزید کتابیں شائع کی جائیں۔ اس سلسلے میں دردمند مخیر حضرات کو تعاون کی دعوت ہے۔ آخر میں ان دوستوں اور عزیزوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ان کتابوں کی اشاعت میں مدد کی ہے اللہ تعالیٰ اس کار خیر کو ان کے لئے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین۔ وما علینا الا البلاغ۔

ارشد قریشی

بانی تصوف فاؤنڈیشن لاہور

یکم رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ/۱۷ نومبر ۲۰۰۱ء

Marfat.com

بسلسلۂ جلالِ مصطفیٰ ﷺ

خلفائے راشدینؓ کی جنگی حکمتِ عملی اور تدبیرات کا تجزیہ

کتاب دوم

فتوحاتِ فلسطین و شام

ریٹائرڈ میجر امیر افضل خان

آرمی ایجوکیشن پریس

Marfat.com

Marfat.com

اسلام کے

غازیوں اور شہیدوں

کے نام

به آں گروه که از ساغر وفا مستند
سلام ما به رسانید ' ہر کجا ہستند

Marfat.com

Marfat.com

خلفائے راشدینؓ کی جنگی حکمتِ عملی اور تدبیرات کا تجزیہ

○

فہرستِ مضامین

		صفحہ
	پیش لفظ	۱
۱- پہلا باب	ابتدایہ	۷
۲- دوسرا باب	خلیفۂ اوّل کی شام وفلسطین کی فتوحات کی حکمتِ عملی	۱۹
۳- تیسرا باب	جناب خالدؓ بن ولید کا شام کی طرف کوچ	۳۹
۴- چوتھا باب	جنگ اجنادین	۵۷
۵- پانچواں باب	جناب صدیق اکبرؓ کی وفات - اور فاروقِ اعظمؓ کی خلافت (یرموک کی پہلی جنگ)	۸۳
۶- چھٹا باب -	دمشق کا محاصرہ اور فتح	۱۰۵
۷- ساتواں باب	فحل، حمص اور باقی علاقوں میں فوجی کارروائیاں	۱۲۹
۸- آٹھواں باب	یرموک کی جنگ کے لئے طرفین کی تیاری	۱۴۷
۹- نواں باب	جنگِ یرموک	۱۷۹
۱۰- دسواں باب	فتح بیت المقدس	۲۲۷
۱۱- گیارھواں باب	بلادِ شام کی دیگر فتوحات	۲۴۱
۱۲- بارھواں باب	فتوحاتِ عراق وایران اور شام وفلسطین کے بڑے بڑے واقعات اور اُن کا تسلسل	۲۶۵
۱۳- اشاریہ		۲۷۵

Marfat.com

Marfat.com

خلفائے راشدینؓ حصہ دوم

○

نقشہ جات

۱- نقشۂ اوّل - جناب صدیق اکبرؓ کی فتوحاتِ شام کے لئے حکمت عملی اور اہل لشکر کے مقصود - ۱۱ ر

۲- نقشۂ دوم - جناب خالد بنؓ ولید کا عراق سے یرموک کی طرف کوچ کا راستہ - ۴۲ ر

۳- نقشۂ سوم - اجنادین کی جنگ - کوچ کا راستہ اور محلِ وقوع - ۵۸ ر

۴- نقشۂ چہارم - شام اور اردن کی فتوحات - ۹۶ ر
(یرموک اور فحل کی پہلی جنگیں - اور دمشق کا محاصرہ) -

۵- نقشۂ پنجم - شام سے مسلمانوں کو نکالنے کے لئے ہرقل کی تجویز - ۱۵۲ ر
(یرموک کی دوسری جنگ کی تیاری) -

۶- نقشۂ ششم - یرموک کا میدانِ جنگ - طرفین کی صف بندی - ۱۶۴ ر

۷- نقشۂ ہفتم - یرموک کی جنگ - دوسرے دن کی کارروائی - دو مرحلے - ۱۸۴ ر

۸- نقشۂ ہشتم - یرموک کی جنگ - تیسرے دن کی کارروائی - دو مرحلے - ۱۹۰ ر

۹- نقشۂ نہم - یرموک کی جنگ - چوتھے دن کی کارروائی - دو مرحلے - ۱۹۴ ر

۱۰- نقشۂ دہم (الف) - یرموک کی جنگ - چھٹے دن کی کارروائی - پہلا اور دوسرا مرحلہ - ۲۰۶ ر

۱۱- نقشۂ دہم (ب) - یرموک کی جنگ - چھٹے دن کی کارروائی - تیسرا اور چوتھا مرحلہ - ۲۱۲ ر

۱۲- نقشۂ یازدہم - یرموک کے میدان جنگ کے آخری لمحات - ۲۱۴ ر

۱۳- نقشۂ دوازدہم - شمالی شام - اور جزیرہ کا علاقہ (محلِ وقوع) - ۲۴۴ ر

۱۴- نقشۂ سیازدہم - شمالی شام - مشہور شہر اور پرانے قافلوں کے راستے - ۲۴۸ ر

۱۵- نقشۂ چہاردہم - جزیرہ کے علاقے کی تفصیلات - ۲۵۳ ر

Marfat.com

Marfat.com

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تعارف

زیر نظر کتاب خلفائے راشدینؓ کی جنگی حکمتِ عملی و تدبیرات کے تجزیہ پر مبنی سلسلۂ کتب کی دوسری کتاب ہے۔ اس کتاب میں فاضل مصنّف نے جس بالغ نظری سے فتوحاتِ شام و فلسطین کے واقعات اور مضمرات پر بحث کی ہے، وہ اسلامی تاریخ پر مصنّف کے مکمّل عبور کا ثبوت ہے۔ اسلامی تاریخ میں جنگِ اجنادین اور جنگِ یرموک کو خصوصی اہمیّت حاصل ہے۔ مصنّف نے دونوں جنگوں کو نہ صرف واقعاتی طور پر تفصیل سے بیان کیا ہے بلکہ یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نتائج کے لحاظ سے ان دونوں جنگوں کو اسلامی تاریخ میں ایک فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے۔ ان جنگوں میں مسلمانوں نے "حکمتِ عملی کی پسپائی" اختیار کر کے "تدبیراتی طور پر" جو جارحانہ عمل اختیار کیا، مصنّف نے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ ہرقل اپنے زمانے کا ایک تسلیم شدہ جنگی حکمتِ عملی کا ماہر مانا جاتا ہے لیکن مسلمانوں کے مقابلے میں اُسے اس طرح شکست ہوئی کہ وہ ایشیا کو آخری سلام کر کے قسطنطنیہ (استنبول) پہنچ گیا۔ مصنّف اس بات کا تفصیلی جائزہ پیش کرتا ہے کہ مسلمانوں نے موسم اور اپنے "دوست" ریگستان کو اپنے حق میں استعمال کر کے اور دشمن کو اس کے "دوست" سمندر سے دُور لا کر کس طرح اپنے سے تین گنا لشکر کو شکست دے کر اپنی بہتر حکمتِ عملی و تدبیرات کا ثبوت دیا۔

مصنّف نے اسلام کے پہلے پچیس سالوں کی تمام فتوحات اور مشہور واقعات کا خلاصہ اس کتاب کے بارھویں باب میں پیش کر دیا ہے جو آئندہ تحقیق کرنے والوں کے لئے یقیناً مفید ثابت ہوگا۔

بریگیڈیئر عبدالمجیب

ڈائریکٹر آرمی ایجوکیشن

Marfat.com

Marfat.com

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیشِ لفظ

حرفِ تشکر

سب تعریفیں اللہ تبارک و تعالےٰ کے لئے ہیں اور اُس کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ حضور پاک حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے عظیم رفقاءؓ کی زندگی کے عملی پہلوؤں کی جھلک کے حصہ دوم کو پیش کر رہا ہوں۔ اس سلسلہ کے حصہ اول میں گذارش کر دی گئی تھی کہ دراصل یہ سب کچھ جلالِ مصطفےٰؐ کا ہی سلسلہ ہے جو جاری و ساری ہے۔

اُس پیشِ لفظ میں یہ بھی بیان کر دیا گیا تھا، کہ کاروانِ حق رواں دواں ہے اِس لئے اِس حصے کے لئے کسی مفصل پیش لفظ کی ضرورت نہیں ہے "جلال مصطفےٰؐ" میں حضورؐ پاک کی ذاتی کمانڈ اور آپؐ کے مقرر کردہ لشکروں کے سالاروں کی کارروائیوں اور دیگر غلامانِ محمدؐ کی عملی زندگیوں کی ایک جھلک ہے کہ آپؐ کے زمانے میں مجاہدینِ اسلام نے کس طرح آپؐ کے احکام کی پیروی کی۔ اور دینِ فطرت کے لحاظ سے زندگی کے مقاصد کیا ہیں۔ یعنی حضورؐ پاک کے غلاموں نے حضورؐ پاک کی نگرانی میں اسلام کے فلسفۂ حیات پر عمل پیرا ہو کر ہمارے لئے ایک نمونہ پیش کیا۔ حضورؐ پاک کی وفات کے بعد آپؐ کے رفقاءؓ نے اندرونی خلفشار کو دور کر کے کاروانِ حق کو صراطِ مستقیم پر رواں دواں رکھا۔ اور دن رات ایک کر کے ایران و عراق میں اللہ کے احکام کا نفاذ کیا۔ اِس کا ذکر اس سلسلے کے حصۂ اول میں ہو چکا ہے اور موٹے لفظوں میں نتیجہ یا ماحصل یہ ہے کہ تلوار کو اپنے پاس رکھو۔

وہ قوم جس نے گنوایا متاعِ تیموری   نہ فقر کے لئے موزوں نہ سلطنت کے لئے۔ اقبالؒ

حصہ دوم کی وضاحت

حصہ دوم میں فتوحاتِ شام و فلسطین کے بارے میں حکمتِ عملی اور تدبیرات کا جائزہ پیش

Marfat.com

کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ کس طرح روم کا شہنشاہ ہرقل ایشیا سے بستر باندھ کر ملک شام کو الوداع کہتا ہوا قسطنطنیہ (استنبول) چلاگیا۔ آگے کیا ہوا۔ وہ بھی ہماری تاریخ کا حصہ ہے کہ ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ پر بھی اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا، گو بلقان اور مشرقی یورپ میں مسلمان دو سو سال پہلے داخل ہو چکے تھے۔ اور مغرب سے سپین میں داخلہ، اسلام کی پہلی صدی میں ہی ہو گیا تھا۔ اور وسط یعنی سسلی اور بحیرہ روم سے داخلہ بھی اسلام کی دوسری صدی میں شروع ہو گیا تھا۔ البتہ بارھویں اور تیرھوی صدی عیسوی میں اہل یورپ نے صلیبیوں کے روپ میں شام اور فلسطین پر کئی یلغاریں کیں اور یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔ اِس سے ظاہر ہے کہ حق و باطل کی ٹکر جاری ہے۔ اور ہوتا یہ ہے کہ جیسے ہی ہم بھول جاتے ہیں کہ یہ دُنیا اللہ تعالےٰ نے اہلِ حق کے لئے پیدا کی ہے تو باطل اُٹھ کر ہمارے ساتھ ٹکر لے لیتا ہے۔ یہ حصہ ہمیں ہماری اِس ذمہ داری کی یاد دہانی کراتا ہے۔

جہاں تمام ہے میراثِ بندۂ مومن ❖ میرے کلام پہ حُجّت ہے نکتہ لَولاک۔ اقبالؒ

حصّہ سوم اور چہارم

اِس سلسلہ کی تیسری کتاب فتوحاتِ مصر افریقہ اور خلفائے راشدینؓ کے زمانے کی باقی فتوحات کا جائزہ ہے۔ اور چوتھی کتاب اندرونی خلفشار اور اُن بنیادی کمزوریوں کی نشاندہی کرے گی جو اہلِ اسلام میں وقتاً فوقتاً داخل ہوتی رہیں۔ اور خاص کر خلیفۂ سوم اور خلیفۂ چہارم کے زمانے میں اِس اندرونی خلفشار نے کاروانِ حق کے مقاصد کے پھیلاؤ کو کتنا نقصان پہنچایا۔ ساتھ ہی اسلامی فلسفۂ حیات کے مطابق موجودہ زمانے میں اُمّتِ واحدہ کے تصور کو عملی شکل و صورت دینے کے سلسلے میں کچھ تجاویز بھی ہیں۔

فتوحات شام و فلسطین

فتوحاتِ شام و فلسطین کی بنیادی حکمتِ عملی کے تانے بانے حضور پاکؐ کے زمانے ہی میں باندھے گئے تھے۔ حصّہ اوّل میں فتوحات کی حکمتِ عملی کے بیان کے وقت اُن تمام کارروائیوں کا بھی اکثر ذکر ہے، جو عراق کے محاذ پر صرف اِس لئے کی گئیں کہ اُن کارروائیوں سے شام کی فتوحات میں آسانی ہو گی۔ اِس کتاب میں کوشش یہ کی گئی ہے کہ تمام واقعات کے جائزوں کی بنیاد کو "جلال مصطفےٰؐ" کے واقعات اور پہلی کتاب

Marfat.com

کے بیانات سے منسلک کیا جائے۔ تاکہ پوری حکمتِ عملی کی بنیاد اور دو محاذوں کے واقعات کے باہمی روابط آسانی سے سمجھ میں آسکیں۔ اور دینِ فطرت کے جنگ کے مقاصد کی وحدتِ فکر اور وحدتِ عمل کو قائم رکھا جاسکے کیونکہ وحدت کی وجہ ہی سے ہم اُس زمانے میں زندہ قوت تھے۔

پُرانے مورخین

پُرانے مورخین نے شام و فلسطین کی جنگی کارروائیوں کو کسی صحیح تسلسل سے بیان نہیں کیا اول خود مختار لشکروں کی تعداد زیادہ تھی۔ اُن لشکروں کے لئے جو امدادی دستے بھیجے گئے اُن کو بھی بعض مورخین نے ایک الگ لشکر تصور کر لیا۔ اِس کے علاوہ ذمہ داریوں میں تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ خود مختار طور پر لشکروں نے جو کارروائیاں کیں اُن کے تسلسل کو صحیح طور پر نہ بیان کیا گیا کہ بڑی کارروائیاں تمام لشکروں نے مل کر کیں۔ یرموک کے علاقہ سے دو دفعہ پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ شمالی شام اور دمشق کو بھی ایک دفعہ خالی کرنا پڑا۔ اور حمص سے اوپر والے شام کے علاقوں کو بھی ایک دفعہ چھوڑنا پڑا۔ یرموک کے میدان میں دو دفعہ لڑائیاں لڑی گئیں۔ دمشق اور فحل بھی دو دفعہ فتح ہوئے وغیرہ۔ سن ہجری کا اُس وقت تک تعین نہیں ہوا تھا کہ یہ کام سولہ ہجری میں ہوا۔ زیادہ واقعات اُس سے پہلے کے ہیں تو اِس لئے صحیح سال پر بھی کچھ اختلاف ہو گیا۔ لیکن یہ اختلافات نہ اتنے زیادہ ہیں کہ ہماری تاریخ پر کوئی شک کیا جائے اور نہ اتنے مشکل ہیں کہ صحیح صورت پر نہ پہنچا جاسکے۔ ہم نے اپنے جائزوں کے ذریعے سے حالات کو تسلسل دے دیا ہے

ایک اور چیز جس سلسلہ میں کافی مورخین جذبات کی رو میں بہہ گئے ہیں۔ وہ جناب خالدؓ بن ولید کی جگہ جناب ابو عبیدہؓ بن جراح کا سپہ سالارِ اعظم کے رتبہ پر تعین ہے۔ بلکہ کئی مبصرین تو اِس حد تک چلے گئے کہ عملی طور پر جناب خالدؓ ہی سپہ سالارِ اعظم رہے اور جناب ابو عبیدہؓ برائے نام سپہ سالار تھے۔ یہ بڑی زیادتی ہے۔ جناب ابو عبیدہؓ عشرۂ مبشرہ میں شامل ہیں اور اُن کا مقام جناب خالدؓ کی نسبت بہت بلند ہے چنانچہ ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ اسلام کے دونوں عظیم فرزندوں کو اپنے مقام پر دکھایا جائے اور اِس سلسلہ میں واضح ثبوت اور جائزے بھی پیش کئے گئے ہیں۔ اِس کے علاوہ شام کی مہمات کو شروع کرتے وقت مورخین جناب خالدؓ بن سعید کی ذمہ داریوں سے سبکدوشی کے معاملات کی گہرائی میں نہیں گئے تو اِس کا صحیح جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

Marfat.com

تاریخ طبری

حصہ اوّل میں بھی یہ بات واضح کردی گئی تھی کہ ہمارے پاس پرانی سے پرانی تاریخ جس سے استفادہ کیا جارہا ہے، طبری کی ہے واقدی یا اُس سے پہلے کی تاریخوں کے اُردو اور انگریزی ترجمے نہ مل سکے۔ لیکن اور کتابیں ہیں جو پرانے مورخوں کے حوالے سے لکھی گئیں ہیں، وہاں پر کافی مواد مل جاتا ہے اور حالات کی چھان پھٹک ہوسکتی ہے۔ طبری نے جو واقعہ جہاں سے جیسا ملا لکھ دیا، ایک ایک واقعہ کو کئی دفعہ لکھا گیا ہے اور اکثر جگہوں پر ان بیانات میں اختلافات ہیں۔ ایسی جگہوں پر طبقات ابن سعد سے بھی مدد لی گئی ہے کہ تاکہ صحیح صورت حال کا پتہ چل سکے۔

اختلافات

اوپر والے بیان سے یہ تاثر بھی پیدا ہوسکتا ہے کہ ہماری ساری تاریخ اور خاص کر شام و فلسطین کی تاریخ اختلافات سے بھری پڑی ہے۔ نہیں یہ بات بالکل ہی نہیں۔ بنیادی اور ٹھوس واقعات میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اِس پہلو کو "جلالِ مصطفےٰ" [۱] میں تاریخ اور راویؒ کے عنوان کے تحت پہلے ہی کھل کر بیان کردیا گیا ہے کہ دراصل کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ اختلافات، تفصیل اور وقت کے بارے میں ہیں۔ اور تاریخ کے بامقصد مطالعہ کا مدعا بھی یہی ہونا ہے، کہ صحیح حالات کا کھوج لگایا جائے اور جائزے و تبصرے بغیر کسی لگی لپٹی کے کسی مقصد کے تحت پیش کئے جائیں۔ ہم نے حصہ اول میں یہ واضح کردیا تھا کہ ہمارے سامنے قرآن پاک اور حضورؐ پاک کی سنت ہے اور ہمارا یہ یقین ہے کہ حضور پاکؐ کے رفقاء کا ہر عمل قرآن پاک اور حضور پاکؐ کی سنّت کے مطابق تھا اور اِسی پیمانے کو ہمیشہ مدنظر رکھا گیا جہاں معاملہ بالکل دنیادی قسم کا تھا وہاں پیمانہ بھی دنیاوی مقرر کیا گیا اور اپنے تجزیہ اور تبصرہ کو حرفِ آخر نہیں سمجھا گیا، بلکہ اُس کو ایک "رائے" کا نام دیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی دوسرے لوگوں کی "رائے" بھی لکھ دی اور فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیا کہ جو چیز اُن کو صحیح معلوم ہو اُس پر یقین کرلیں۔

---

[۱] صفحہ گیارہ

Marfat.com

زماں و مکاں میں اختلاف

پہلے گذارش کر دی گئی ہے ، اور آگے بھی یہ وضاحت کھل کر کی گئی ہے کہ "مکاں" میں معمولی اختلاف یا مکاں کے معاملات کے جو صحیح تجزیئے نہیں ملتے ۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ جغرافیہ صحیح نہیں تھا۔ یعنی اُس زمانے میں جغرافیے میں اتنی ترقی نہ ہوئی تھی ، اور نقشوں کا رواج بالکل نہ تھا۔ چنانچہ ہم نے اِس کتاب میں پندرہ نقشے دیئے ہیں ۔ کہ مکاں کے معاملات سمجھ میں آسکیں ، اور اختلافات کو بھی نقشوں کی مدد سے دور کیا جائے ۔ "زماں" یا وقت میں اختلاف اِس وجہ سے ہے کہ سولہ ہجری ، تک مسلمانوں کا کوئی اپنا سن نہیں تھا ۔ واقعات یا سالوں کو کبھی ابرہہ کے مکہ مکرمہ پر حملے کے سال کی مدد سے گنتے ـــ کبھی حضورؐ پاک کی نبوت کے اعلان سے ۔

کبھی مسلمانوں کی مدینہ میں ہجرت کی تاریخ سے اور کبھی حضور پاکؐ کی وفات کی تاریخ سے ۔ چنانچہ حضرت علی رضؓ سے مشورہ کے بعد جناب فاروقِ اعظم رضؓ نے سولہ ہجری ربیع الاول کے مہینے سے مسلمانوں کے لئے اپنا ایک سن اور زماں کا حساب کتاب نافذ کر دیا ۔ اِس میں ایک خاص پہلو بھی تھا کہ اہلِ حق کی تاریخ مدینہ کی ہجرت سے شروع ہو کہ اسلام ایک اجتماعی دین ہے ۔ لَیْسَ الاِسْلَام اِلّا بالجمَاعت اور مدینہ میں ہجرت کے بعد اہلِ حق کا کارواں مل کر صراطِ مستقیم پر رواں دواں ہوا اور جگہ جگہ پر اللہ اور رسولؐ کا نام بلند ہونا شروع ہوا ۔ تو "زماں" اور "مکاں" میں رابطہ کی بنیاد اُس دن سے پڑی ۔ لیکن جو واقعات اُس سے پہلے ہو چکے تھے اُن کے مہینے تو لوگوں کو موسم کی وجہ سے کچھ یاد تھے اور چاند کی تاریخیں بھی اکثر جگہوں پر یاد رہیں ۔ لیکن سن ہجری کا تعین کرنے میں بعض دفعہ ایک سی جیسے واقعات کی وجہ سے کچھ راویوں نے الگ الگ بیان دے دیئے ہیں اور خاص کر اُن مقامات کی فتوحات کے بارے میں کچھ شکوک و شبہات پیدا ہو گئے ، جہاں کارروائی دو دفعہ کرنا پڑی ۔ ہماری یہ کوشش ، ہوگی کہ "زماں و مکاں" کو ملا کر حساب کر کے اپنا تجزیہ آپ کے سامنے پیش کر دیا جائے ۔ اور انشاءاللہ یہ اختلافات ختم ہو جائیں گے ۔

دو محاذوں میں رابطہ

اِس حصہ میں خاص کوشش یہ کی گئی ہے کہ جب کسی بڑے واقعہ کو بیان کیا گیا ہے تو ساتھ یہ

Marfat.com

بھی لکھ دیا ہے کہ عراق و ایران کے محاذ پر اُس زمانے میں کیا ہوا یا کیا ہو رہا تھا اور حصہ اول کے باب کا بھی ساتھ ہی حوالہ دیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں بارہویں باب میں تمام مشہور واقعات کا خلاصہ بھی ہے، اور ہر واقعہ کی تاریخ بھی وہاں تسلسل سے دی گئی ہے کہ دونوں محاذوں کی حکمتِ عملی سمجھ میں آسکے۔ اور جو لوگ آئندہ اِن مضامین کا گہرا مطالعہ کرنا چاہیں اُن کے لئے یہ ایک "اشاریہ" یا "حوالہ" بھی ہے۔ کتاب کے شروع میں تاریخوں کو دینے کی بجائے آخر میں دینے کا یہ مقصد تھا کہ قارئین پہلے واقعات اور اُن کے جائزوں کو سمجھ لیں اور پھر اِس "اشاریہ" یا حوالہ سے استفادہ کریں۔

کوشش آپ لوگوں کے سامنے ہے، آیئے مل کر حضورؐ پاک کے دربار میں حاضر ہوں اور نشانِ راہ کے تلاش کی عرض کریں :-

وہ لذتِ آشوب نہیں بحرِ عرب میں
پوشیدہ جو ہے مجھ میں وہ طوفان کدھر جائے
اِس راز کو اب فاش کر اے روحِ محمدؐ
آیاتِ الٰہی کا نگہبان کدھر جائے۔ اقبالؒ

مصنّفِ کتاب

Marfat.com

پہلا باب

ابتدایہ

ہماری کتابوں کے سلسلہ کے اِس حصّہ کا تعلق فتوحاتِ شام و فلسطین سے ہے، اور اِن فتوحات کے لئے جس حکمت عملی کا تعین کیا گیا یا جن تدبیرات کو اپنایا گیا، اُن کا جائزہ بھی پیش کیا جائے گا اور کچھ تبصرے بھی ہوں گے۔ شام و فلسطین کے علاقے قسطنطنیہ کے بادشاہ کے باجگذار تھے۔ قرآن پاک میں اِس سلطنت کے لئے اہلِ روم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اور جلال مصطفٰیؐ کے پانچویں باب میں یہ وضاحت کردی گئی تھی، کہ اہل عرب سارے یورپین لوگوں کو یا تو اہلِ روم کہتے تھے یا یونانی۔ اسلام کی دوسری اور تیسری صدی کے بعد سے مسلمانوں نے بحیرۂ روم کے کناروں سے دور بسنے والے یورپ کے لوگوں کو فرنیک وغیرہ کے نام سے موسوم کرنا شروع کردیا تھا۔

اِس کی وجہ یہ ہے کہ قبل از مسیح یا اِس کے بعد بھی اہلِ یورپ کا باہر کی دنیا کے ساتھ تعلق سلطنتِ روم کے ذریعے ہوا، جس کا دارالخلافہ موجودہ روم تھا۔ یا سکندر یونانی کی وجہ سے باہر کی دنیا کے ساتھ واسطہ پڑا، کہ وہ ایشیا اور افریقہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ چنانچہ جنگِ موتہ میں جناب جعفر طیارؓ نے جو رجز یہ شعر پڑھے اُن میں اہلِ روم کو یونانی کہہ کر پکارا گیا تھا۔ اُس زمانے میں باقی یورپ تو اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا اور اُن کی اُس زمانے کی تاریخ جنگلی اقوام کے تمدن کی کہانی ہے۔ صرف وہ ملک جو بحیرۂ روم کے کنارے پر آباد تھے، اُن کا دنیا کے ساتھ واسطہ پڑتا تھا۔ فرانس کا کچھ حصہ چونکہ بحیرۂ روم کے ساحل پر تھا۔ تو یہاں سے شارلیمان کے عہد سے اہلِ یورپ میں کچھ جان آئی۔ اور یہ اسلام کی دوسری صدی یعنی

---

[1] جلال مصطفٰیؐ صفحہ ۲۰۸ سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

ہارون الرشید کا زمانہ تھا۔ موجودہ ترکی یا اناطولیہ البتہ کافی عرصہ سلطنتِ قسطنطنیہ کا حصّہ رہا، اِس لئے اِس علاقے کو مسلمان چھوٹا روم کہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا جلال الدین کو بھی رُومی کہا گیا۔ حالانکہ آپکی مثنوی پہلوی زبان یا فارسی زبان میں ہے۔ لیکن چونکہ آپ کا قیام قونیا میں رہا اور وہیں دفن ہیں اور یہ مقام اناطولیہ میں ہے اِس لئے مولانا جلال الدینؒ[1] رومی بن گئے۔

صہیب رُومیؓ

حضور پاکؐ کے ایک عظیم صحابی صہیبؓ رومی تھے۔ حالانکہ آپ موصل میں پیدا ہوئے، لیکن وہاں سے کسی وجہ سے اُن کو موجودہ اناطولیہ میں کسی جگہ بیچ دیا گیا اور آپ وہاں کی زبان بولتے تھے۔ پھر اللہ کی رحمت آپ کو حضور پاکؐ کی خدمت میں لے آئی اور رومی کے نام سے پہلے شخص ہیں جو اسلام کی آغوش میں داخل ہوئے۔ حضور پاکؐ کے صحابہ میں اہلِ عجم میں سے سلمان فارسیؓ، بلال حبشیؓ، اور صہیب رومیؓ کے مقامات ایک الگ مضمون ہیں۔ اور ایک صاحب ابو وائلہؓ ہندی بھی تھے۔ لیکن ہماری کتابیں اُن کی سوانحعمری کے بارے میں خاموش ہیں۔ بہرحال ہم یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ اُس زمانے میں ہمارے لئے تمام اہلِ یورپ اور اناطولیہ کے لوگ اہلِ روم ہی تھے۔

اہلِ یورپ کا احساسِ کمتری

ظاہر ہے کہ قسطنطنیہ کا بادشاہ اپنے آپ کو شہنشاہِ روم ہی کہتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو روم کی پُرانی سلطنت کا جانشین ہی سمجھتا تھا۔ اور ہم تو قرآنِ پاک کی رُو سے اِن لوگوں کو اہلِ روم ہی کہیں گے۔ لیکن یورپ کے تاریخ دانوں نے اِس بادشاہ یا حکومت کا نام بعد میں بازنطینی یعنی چھوٹا روم رکھ دیا۔ وجہ یہ تھی کہ یہ سلطنت بعد میں ہمارے ہاتھوں مٹ گئی۔ اور اہلِ یورپ نہیں چاہتے کہ اُن کی کسی سلطنت کو، جس سے اُن کے آبا و اجداد کا تعلق رہا ہو۔ سلطنتِ روم کہا جائے کہ یورپ کے تمام ممالک اپنے آپ کو اٹلی کی سلطنتِ روم کا ہی جانشین سمجھتے ہیں۔ اور تمام یورپین ملکوں کے بادشاہوں

ع[1] جلال مصطفٰےؐ صفحہ ۳۶۱ دیکھیں

Marfat.com

نے اپنا نام روم کے بادشاہ سیزر (CEASER) کے نام پر رکھا۔ زار روس یا قیصر[1] جرمنی کے الفاظ سیزر کی بگڑی ہوئی شکلیں ہیں۔ اور انگریزی لفظ "C" کو کسی نے "س" بنالیا اور کسی نے "ز" یا "ق" یہ لفظ اہلِ یورپ کو اتنا پسند ہے کہ ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزوں کی ملکہ نے بھی "قیصرۂ ہند" کا لقب اختیار کیا۔ اور یہ لقب انگریزوں کے بادشاہوں نے ۱۹۴۷ء تک اپنائے رکھا۔ دراصل اہلِ یورپ "خاندانی" طور پر رومن ہیں۔ روہی اُن کا طرزِ حکومت اور تمدن ہے۔ مذہب عیسائیت اُن کا نجی معاملہ بھی ہے اور حکومت پر صلیب کا کچھ اثر رکھا جاتا ہے۔ لیکن اہلِ اسلام دونوں لحاظ سے اُن کے دشمن ہیں۔ یعنی تہذیب و تمدن دونوں کی طرف سے تہذیب یعنی مذہب کے لحاظ سے ہم نے اُمتِ واحدہ کا تصور دے کر عیسائیت کو ختم کر دیا اور یہی بات دین کی ہے کہ اِس لحاظ سے اُن کے تمدن کو ہم نے باطل فلسفہ قرار دے دیا۔ اِس لئے انہوں نے قسطنطنیہ کی سلطنت کا نام اپنی تاریخوں میں بازنطینی یا چھوٹا روم رکھ دیا کہ اُن کا تہذیب و تمدن ہمارے سامنے سرنگوں ہو گیا تھا، افسوس کہ ہم اِس دشمنی اور تعصب کو نہیں سمجھتے اور آج اہلِ یورپ کے آگے ہر معاملہ میں ہاتھ پھیلا رہے ہیں۔ حالانکہ علامہ مرحوم فرما گئے ؎

سوال مے نہ کروں ساقیِ فرنگ سے میں
کہ یہ طریقہ رندانِ پاکباز نہیں

ٹکراؤ کی بُنیاد

بہرحال ہم اپنی کتاب میں وہی لفظ استعمال کریں گے جو قرآنِ پاک میں ہیں۔ یعنی قسطنطنیہ کی حکومت والوں کو اہلِ روم ہی کہیں گے اور ان کے ساتھ ٹکراؤ کی بنیاد اُسی دن پڑ گئی، جب حضورِ پاک نے مسلمان قاصدوں اور سفیروں کے ذریعے روم کے بادشاہ اور اُس کے باجگزار اُمرا کو اسلام میں آنے کی دعوت دی۔ ملکِ شام کے جنوبی علاقوں کے عیسائی قوم کے علاقے میں بھی ایک نیم خود مختار بادشاہ تھا جس کا نام شرجیل بن عمرو تھا۔ یہ وادی بلقا یعنی موجودہ اردن میں عمان کے قریب

---

[1] جلالِ مصطفےٰ کے صفحہ ۱۹۸ سے بھی استفادہ کریں۔

Marfat.com

قیام پذیر تھا۔ اُس کو بھی حضور پاکؐ نے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی لیکن اُس مردود نے مسلمان سفیر جناب حارث رضؓ بن عمیر کو شہید کرا دیا تھا۔

تبصرہ

قارئین! ہم جناب حارثؓ بن عمیر کو سلام کہتے ہیں۔ آپ ہمارے پہلے بین الاقوامی شہید ہیں اور اِن کی شہادت رنگ لائی چنانچہ چند سال بعد اُس سارے علاقے میں اللہ اور رسولؐ کا نام بلند ہونا شروع ہو گیا تو اُن کی شہادت گاہ پر شوق کی نگاہ ڈال کر ہی ہم اِس کتاب کی ابتدا کر رہے ہیں۔

شاہِ روم کی طرف سفیر

شاہِ روم یا قیصرِ روم کا نام ہرقل تھا اور اُس کی طرف حضور پاکؐ نے جناب ضیارضؓ بن خلیفہ کو سفیر کے طور پر بھیجا۔ روایت ہے کہ ہرقل اُن دنوں اپنے ایشیائی دار الخلافہ انطاکیہ[ع۱] (ANTIOCH) میں مقیم تھا جو موجودہ ترکی میں ہے کچھ مورخین کے لحاظ سے ہرقل بیت المقدس میں آیا ہوا تھا کہ ایرانیوں کے خلاف اُس کو جو فتوحات نصیب ہوئی تھیں تو اِس سلسلہ میں وہ متبرک مقامات کی زیارت اور شکریہ ادا کرنے آیا ہوا تھا۔ اور یہ روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انہی دنوں میں اُس کو خواب میں کچھ اشارہ ہوا تھا کہ سرزمین عرب سے اُٹھنے والے لوگوں کے ہاتھوں سے اُس کی رسوائی ہوگی۔ اور جیسے ہی ہرقل کو جناب ضیاؓ بن خلیفہ کے ذریعے حضور پاکؐ کا خط ملا تو وہ عجیب و غریب تذبذب میں گرفتار ہو گیا اور اپنی پولیس کے بڑے افسر کو حکم دیا کہ مکہ یا مدینہ کا کوئی عرب ملے جو پیغمبر اسلام کو جانتا ہو، اور کسی اور غرض سے ادھر آیا ہوا ہو اُس کو پکڑ کر میرے دربار میں لے آؤ۔ جناب ابو سفیان جو اُس وقت تک اسلام نہ لائے تھے بیت المقدس میں جانی پہچانی شخصیت تھے۔ وہ تجارت کی غرض سے اکثر ادھر جاتے رہتے تھے۔ اُن دنوں صلحِ حدیبیہ کی وجہ سے قریش کے قافلے پھر تجارت کی غرض سے بلادِ شام میں جانا شروع ہو گئے تھے۔ چنانچہ پولیس والے ابو سفیان

ع۱ نقشہ د د از دہم اور سہ از دہم سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

کو چند ساتھیوں سمیت پکڑ کر لے گئے اور ہرقل کے دربار میں پیش کر دیا۔

ابوسفیان اور ہرقل کی گفتگو۔

جو کہانی ہم بیان کر رہے ہیں، خود ابوسفیان اس کہانی کے راوی ہیں، لیکن ان سے یہ کہانی جناب عبداللہ رضؓ بن عباس رضؓ نے سنی اور ہماری تاریخ کا حصّہ بن گئی۔ جیسے ہی ابوسفیان کو ہرقل کے دربار میں پیش کیا گیا ہرقل نے تنبیہہ کی کہ وہ ہر بات کا جواب صحیح دے ورنہ اُس کی خیر نہیں بادشاہ کے دربار میں سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنے والے موجود ہوتے ہیں اور ایک جھوٹ پر پردہ ڈالنے کے لئے کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔

ابوسفیان کہتا تھا، کہ جھوٹ بولنے کا تو اُس کا بھی ارادہ نہ تھا اور شاید اُس کو ہمت بھی نہ ہوئی لیکن ہرقل کو کچھ فکرمند دیکھتے ہوئے ابوسفیان خود بخود بول اٹھا، کہ یہ نیا پیغمبرؐ کوئی اتنا بڑا آدمی تو نہیں کہ اُس سے کوئی ڈر یا فکر ہو لیکن ہرقل نے ابوسفیان کو کہا کہ خاموش رہو۔ اور اپنے آپ بات مت کرو۔ صرف سوالوں کا جواب دو۔

ہرقل :۔" اُنؐ کا شجرہ ونسب کیسا ہے"؟

ابوسفیان :۔" وہ اعلیٰ حسب ونسب کے ہیں اور اُن کا تعلق ہمارے خاندان کے ساتھ ہے"!

ہرقل :۔ کیا اُنؐ کے خاندان میں سے کبھی کسی اور نے نبوت کا دعویٰ کیا؟

ابوسفیان :۔" نہیں"

ہرقل :۔" کیا اُنؐ کے خاندان میں سے کسی کے پاس کوئی حکومت تھی جو اُنؐ سے لے لی گئی ہو؟

ابوسفیان :۔" نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں"۔

ہرقل :۔" اُنؐ کو جاننے والوں کا کردار کیسا ہے؟

ابوسفیان: زیادہ تر وہ کمزور اور غریب لوگ ہیں۔ اُن میں نوجوان لونڈیاں اور غلام بھی ہیں۔

ہرقل :۔" تم مجھے یہ بتاؤ کہ آیا وہ لوگ اُنؐ کے ساتھ محبت کرتے ہیں اور چمٹے رہتے ہیں یا کسی نے اُن کو چھوڑ دیا ہے؟"

ابوسفیان :۔" اُنؐ کے کسی پیروکار نے اُن کو اب تک نہیں چھوڑا"۔

Marfat.com

ہرقل ۔"اُن کی اور آپ کی جنگوں کے نتائج کیا ہوتے ہیں ؟"

ابوسفیان ۔" مختلف اوقات میں مختلف[۱]"

ہرقل ۔" کیا وہ دھوکا بازی کرتے ہیں ۔ یا اپنے قول کے پکے ہیں ؟"

ابوسفیان ۔" وہ دھوکا بازی بھی نہیں کرتے اور قول سے بھی نہیں پھرتے ۔"

اِن سوالات کے جوابات سننے کے بعد ہرقل نے تمام گفتگو کا جائزہ لیا ۔ اور کہنے لگا کہ" جہاں پر وہ بیٹھا ہے ، اِس جگہ پر جلد اُن کے پیروکار قبضہ کرلیں گے اور کاش کہ ہرقل کو ایسے عظیم انسان کے پاؤں دھونے کی سعادت نصیب ہوتی ۔"

ضیاءؓ بن خلیفہ کا تجزیہ

جناب ضیاءؓ بن خلیفہ کا تعلق قبیلہ کلب سے تھا اور اُن کا قبیلہ دومۃ الجندل تک پھیلا ہوا تھا جناب عبدالرحمٰنؓ بن عوف پہلے قریش ہیں جنہوں نے بنو کلب کے ایک سردار[۲] اصبغ کی بیٹی تماضرؓ سے شادی کی اور جناب ضیاءؓ بھی اسی قبیلہ کے ایک سردار تھے ۔ یہ قبیلہ شام کی سرحدوں تک پھیلا ہوا تھا اور گو جناب ضیاءؓ اُس وقت نو مسلم تھے ، لیکن آپ کی خاندانی شرافت اور قبیلہ کے اثرات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضور پاکؐ نے آپ کو قیصر روم کو اسلام کی آغوش میں آنے کی دعوت کے لئے سفیر بنا کر بھیجا ۔

ابن اسحٰق نے آپ کے تاثرات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور ماحصل یہ ہے کہ ہرقل اسلام کی طرف مائل ہوگیا تھا ۔ اور ایک تقریر کے ذریعے اپنے امراء اور فوجی جرنیلوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی ۔ لیکن جب اس میں ناکامی ہوئی ، تو پینترا تبدیل کردیا کہ وہ تو ان لوگوں کا امتحان لے رہا تھا ۔ تو ہمارے لحاظ سے حُبّ دنیا اور تخت ، اُس بے چارے کے لئے صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے میں رکاوٹ بن گئے ۔ بہرحال

---

[۱] مورخین کے لحاظ سے ابوسفیان کے مختصر جواب کا مطلب یہ تھا کہ بدر میں مسلمانوں کو فتح ہوئی ۔ احد میں قریش کو اور خندق میں معاملات بین بین ہی رہے ۔ بہرحال یہ مورخین کا تجزیہ ہے اور شاید ابوسفیان کا یہ مطلب ہو ۔ لیکن ہمارے لحاظ سے ہر جنگ میں قریش نے ناکامی دیکھی اور حدیبیہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے فتح مبین کا نام دیا ہے ۔

[۲] جلال مصطفےٰ صفحہ ۳۲۰ سے استفادہ کریں ۔

Marfat.com

جناب ضیارؓ کے مطابق ہرقل نے انہیں ایک بڑے پادری دغاتیر کے پاس بھیجا جس نے جناب ضیارؓ کی باتیں سننے کے بعد اعلان کر دیا کہ بخدا یہ وہی احمدؐ ہیں جس کا ہماری کتابوں میں ذکر ہے۔ اور اعلان کرکے کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ پڑھ لیا۔ یہ دیکھ کر سب چھوٹے پادریوں نے اُن پر حملہ کرکے اُن کو شہید کر دیا۔ اور دغاتیرؓ نے لذتِ شوق سے بہت جلد دیدار پاکؐ حاصل کرلیا۔

جغرافیائی اور زمینی پہلو

بلادِ شام و فلسطین جغرافیائی لحاظ سے یا سیاسی طور پر دو الگ الگ ملک بھی رہے ہیں، اور اکثر ان میں سیاسی وحدت بھی رہی۔ موجودہ اردن کو بھی ہمیشہ سے، ان علاقوں یا ملکوں کا حصّہ ہی سمجھا جاتا رہا۔ انتظامی طور پر البتہ اردن ایک الگ صوبہ یا انتظامی علاقہ رہا۔ موجودہ لبنان کا تاریخی طور پر کبھی بھی کوئی الگ وجود نہیں رہا۔ بیسویں صدی کے شروع میں پہلی جنگِ عظیم کے بعد اہلِ یورپ کی بندر بانٹ کے طور پر اور مسلمانوں کے حصے بخرے کرنے کے لئے اِس کو ایک الگ ملک بنا دیا گیا اسی زمانے میں اعلانِ بلفور کے مطابق فلسطین میں ایک یہودی ریاست قائم کرنے کا بھی فیصلہ ہوا۔ آج اسرائیل کا ملک اِس علاقہ میں اہلِ اسلام کے لئے ایک ناسور بنا ہوا ہے اور لبنان بھی اُسی ڈگر پر چلنے والا ہے۔

بہرحال یہ سب آباد علاقے ہیں اور کہیں کہیں ریگستان بھی ہے ایک طرف بحیرۂ روم کی معتدل آب وہوا کا اثر ہے، سردیوں میں تو شمال کی سرد ہواؤں سے بھی کچھ پہاڑوں کی وجہ سے بچاؤ حاصل ہوجاتا لیکن گرمیوں میں صحرا کی گرمی سے کوئی بچاؤ حاصل نہیں کہ جنوب میں یہ سب عرب کے صحرائی علاقوں سے ملے ہوئے ہیں۔ شمالی پہاڑوں کی وجہ سے جو دریا بنتے ہیں وہ تو دجلہ اور فرات ہیں جو عراق میں چلے جاتے ہیں۔ لیکن اپنے اندرونی پہاڑوں کی وجہ سے جگہ جگہ چھوٹے دریا موجود ہیں جن میں سے کچھ بحیرۂ مردار اور بحیرہ طبریہ میں گرتے ہیں یہ دونوں جھیلیں ہیں اور بحیرہ مردار کا پانی سطح سمندر سے بھی کافی نیچے ہے۔

زمین زرخیز ہے۔ ہر قسم کی کھیتی باڑی کی جاتی ہے، اور کی جاتی تھی۔ پھل کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی زندگی کی تمام سہولتیں جس طرح آج موجود ہیں اُس زمانے میں بھی میسر تھیں۔ ذرائع آمد ورفت بھی اچھے تھے اور لوگ خوشحال اور آسودہ حال تھے۔ دمشق شاید دنیا کا پرانا شہر ہے جو صدیوں سے اِسی طرح آباد تھا، بیت المقدس کو بھی اتنی ہی وقعت حاصل تھی بلکہ مذہبی لحاظ سے زیادہ وقعت کا حامل تھا۔

Marfat.com

فحل جابیہ، حمص، حلب، قناسرین، غزہ۔ جافہ، بیروت، انطاکیہ، قساریہ، طرابلس، بیر شیبہ، عمان عقبہ، طبریہ، رملہ اور بیسان وغیرہ کے شہر جو آج بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں، اُس زمانے میں بھی آباد تھے۔ اور ساحلی علاقے کے شہر مثلاً غزہ، جافہ، قساریہ، انطاکیہ، طرابلس اور بیروت وغیرہ اُس زمانے میں بھی سمندری تجارت کے لئے بندرگاہوں کے طور پر استعمال ہوتے تھے۔

تاریخی پہلو

ہم ملکِ شام کی بہت پرانی تاریخ میں نہیں جائیں گے۔ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اسحٰقؑ کی اولاد اِسی علاقے میں آباد تھی۔ پھر حضرت یوسفؑ کے زمانے میں اس خاندان کا بڑا حصہ مصر چلا گیا۔ لیکن کچھ لوگ اس علاقے میں ضرور باقی رہے ہوں گے، کہ حضرت لوطؑ جو حضرت ابراہیم کے رشتہ دار تھے وہ بھی اِسی علاقے میں ہو گزرے ہیں۔ فرعونِ مصر کے زمانے میں البتہ مصر میں گئے ہوئے بنی اسرائیل، جو حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کا ہی دوسرا نام ہے، حضرت موسےٰؑ اور حضرت ہارونؑ کی قیادت میں واپس فلسطین کے علاقے میں آگئے۔ حضرت داودؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت عیسےٰؑ حضرت یحیٰؑ اور حضرت ذکریاؑ سب اسی علاقے میں آباد رہے اور دینِ حنیف کا پیغام دیا۔

ہماری دلچسپی البتہ حضور پاکؐ کے زمانے سے چند سال پہلے کے حالات سے ہے اور وہ یہ ہے کہ بلادِ شام و فلسطین، سلطنتِ روم کا حصہ تھیں۔ اور جو لوگ تاریخ کا مطالعہ برائے تاریخ میں دلچسپی رکھتے ہیں، اُن کے مطالعہ کے لئے البتہ وہاں بہت بڑا اور وسیع "میدان" موجود ہے بے شمار آثارِ قدیمہ موجود ہیں اور پرانی تہذیب و تمدن کے اُجڑنے یا سلطنتوں کے ختم ہونے پر کافی تاریخی "مواد" موجود ہے۔ لیکن ہم اپنے آپ کو صرف وہاں تک محدود رکھیں گے جس تاریخ کے تانے بانے ہمارے حق اور باطل کی لڑائی، کے سلسلہ میں ہمارے لئے کچھ مددگار ثابت ہوں۔ چنانچہ حضور پاکؐ جب مکہ ہی میں تھے تو اہل روم، ایرانیوں سے شکست کھا گئے تھے لیکن حضور پاکؐ کو مدینہ میں ہجرت کئے ابھی دو سال ہی ہوئے تھے کہ اہلِ روم نے ایرانیوں سے اپنی شکست کا بدلہ لے لیا۔ اس کا ذکر قرآنِ پاک کی سورۂ روم میں ہے۔

اول واقعہ کا ذکر ہے اور پھر پیشگوئی ہے جو اُسی زمانے میں جلد ہی پوری ہوگئی۔ اور اس واقعہ

Marfat.com

کا ذکر جلالِ مصطفیٰؐ کے پانچویں باب میں بھی کر دیا گیا ہے۔ اب نقشہ اول اور نقشہ دوم وغیرہ سے اور زیادہ مطالعہ کیا جا سکتا ہے کہ اُس زمانے کی دنیا کی دو عظیم ترین سلطنتوں کی آپس میں حدود فراض کے مقام پر ملتی تھیں، یہ وہی مقام ہے جس کا ذکر حصّہ اوّل میں ہو چکا ہے اور وہاں پر جناب خالدؓ نے دونوں سلطنتوں کی سرحدی چوکیوں کی ملی جلی فوج کو ذی قعد ۱۲ ہجری میں شکست دی۔

عرب جواب مسلمان تھے اُن کے ساتھ روم کی سلطنت کی واضح حدود نہ تھیں سلطنتِ روم کی جنوبی حد پر غسانی قبائل کی حکومت تھی اور یہ لوگ اہلِ روم کے باجگذار تھے۔ یہ لوگ عرب تھے اور یمن سے ہجرت کر کے وہاں آباد ہوئے تھے، وہاں نصرانی مذہب اختیار کر لیا۔ اِن کے حاکم شرجیل کا ذکر بھی ہو چکا ہے جس نے مسلمان سفیر جناب حارثؓ بن عمیر کو شہید کیا تھا۔ لیکن جناب صدیق اکبرؓ کے زمانے میں اِن کا ایک حاکم تھا جبلہ جو مسلمانوں کی یلغار کے بعد علاقوں کو چھوڑ جاتا تھا اور جب رومی جوابی حملہ کرتے تھے تو اُن کے ساتھ ہوتا تھا۔ جنگِ یرموک میں اِس کی کارروائیوں کا مفصل ذکر آئے گا۔

شام و فلسطین کے جنوبی علاقوں میں زیادہ تر عرب قبائل آباد تھے۔ شمال میں کرد، دروز، ترکمان اور آرمینیا کی نسل کے لوگ آباد تھے۔ جنوبی فلسطین میں مصر کے لوگ بھی آباد تھے، اور ساحلی علاقوں میں قبرص اور یونان سے آ کر بھی کئی لوگ آباد ہو گئے تھے۔ اِس لئے شام و فلسطین کی آبادی بھی ملکِ عراق کی طرح کئی "قومیتوں" سے تعلق رکھتی تھی۔

رُومی افواج

عیسائی بادشاہ کی اپنی بھی فوج تھی اور سلطنتِ روم نے اہم مقامات پر اپنی باقاعدہ فوج بھی متعین کی ہوئی تھی۔ اِس فوج میں روم کی سلطنت کے ہر حصّہ کے لوگ شامل تھے۔ شام کی اُن "قومیتوں" کو چھوڑ کر، جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، روم کی فوج میں شمالی آرمینیا کے کافی لوگ تھے۔ موجودہ اناطولیہ، یونان اور بلقان کی سلاو قوم کے لوگ بھی اہلِ روم کی افواج میں کثرت سے شامل تھے اور اہلِ روم کی فوج بھی ایرانی فوج کی طرح ایک باقاعدہ اور پیشہ ور فوج تھی ویسے

؎۱ پندرھواں باب۔

Marfat.com

ہرقل یا روم کی سلطنت کو حضور پاک ؐ کے زمانے سے پہلے ملکِ عرب سے کبھی کوئی خطرہ محسوس نہ ہوا تھا۔ اور ہرقل فوجی حکمتِ عملی اور تدبیرات کا ماہر تھا۔ وہ اِس کا عملی نمونہ بھی پیش کر چکا تھا کہ جب اہلِ ایران قسطنطنیہ کے محاصرہ کی تیاریاں کر رہے تھے تو ہرقل ایک طرف سے نکل کر مدائن پہنچ گیا اور ایرانیوں کو شکست دیکر اپنے کھوئے ہوئے علاقے واپس لے لئے۔

جنگ موتہ

حضور پاکؐ نے البتہ اپنے زمانے میں حکمتِ عملی کے طور پر ایران و عراق کی نسبت شام و فلسطین کے علاقوں کو زیادہ اہمیت دی۔ جلالِ مصطفےٰؐ کے پانچویں باب میں جنگِ موتہ کے وجوہات اور نتائج کا مکمل جائزہ پیش کیا گیا ہے کہ حضور پاکؐ اِس طرف سے زیادہ فکرمند تھے۔ اول تو یہ علاقے مدینہ کے نزدیک تھے۔ دوم اِن علاقوں کے لوگوں کے ساتھ مسلمانوں کا اہلِ کتاب ہونے کی وجہ سے رشتہ تھا کہ ہمارے حضور پاکؐ بھی دینِ ابراہیمی یا حنیف کا پیغام ساری دنیا کو دینے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اہلِ کتاب میں سے یا تو لوگ دغاتیرؓ پادری کی طرح جلد اسلام لے آتے تھے۔ لیکن اگر مخالفت پر اُتر آتے تو جھگڑا اُس حد تک پہنچ سکتا تھا جس حد تک حضرت عیسٰیؑ کی بعثت پر ہوا۔ اور بعد میں یہودیوں نے مدینہ شریف میں ہمارے آقاؐ کی ہر بات کی مخالفت کی ایسی صورت میں اہلِ حق پہلے روز سے باطل کا مقابلہ طاقت کے ساتھ کر رہے تھے اور یہودیوں کے علاوہ اب نصرانیوں کے ساتھ بھی مخالفت شروع ہو چکی تھی۔ نصرانیوں نے مسلمان سفیر کو شہید کر دیا تھا۔ اس لئے حفظ ما تقدم کے طور پر حضور پاکؐ نے آٹھ ہجری میں اہلِ حق کو موتہ بھیجا کہ وہاں پر لاتعداد رومی لشکر اور غسانی قبائل اکٹھے ہو کر مدینہ شریف پر یلغار کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ جنگ موتہ میں غلامانِ محمدؐ نے عظیم قربانی دیکر اہلِ روم اور غسانی قبائل پر واضح کر دیا کہ مسلمانوں کے ساتھ لڑائی مول لینا آسان کام نہیں ہے۔

تبوک کی مہم (جلالِ مصطفےٰؐ آٹھواں باب)

حضور پاکؐ نے البتہ مسلمانوں کو ہمیشہ چوکنا رکھا، کہ اہلِ روم کسی طرح سے شمال کی طرف

Marfat.com

سے مسلمانوں کے خلاف کوئی پہل کاری نہ کرسکیں چنانچہ نو ہجری میں آپ ؐ نے تیس ہزار کے ایک لشکر جرار کے ساتھ تبوک کی طرف کوچ کیا کہ خبر ملی تھی کہ رومی کسی جنگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس مہم کے بہت اچھے نتائج و اثرات ظاہر ہوئے ۔ اور اہل روم کو مسلمانوں کے علاقوں کو تاخت و تاراج کرنے کی ہمت نہ ہوئی ۔

جناب اسامہ رضؓ کی مہم

حضور پاک ؐ نے اپنی وفات سے پہلے جناب اسامہ رضؓ بن زید رضؓ کے ماتحت ایک عظیم لشکر تیار کیا اور حکم دیا کہ وہ لشکر موتہ تک جائے ۔ یہ لشکر بعد میں خلیفہ اول جناب صدیق اکبر رضؓ نے بھیجا اور پہلی کتاب کے پہلے باب میں جناب اسامہ رضؓ کی کارروائی، مہم کی حکمت عملی، اور نتائج پر تفصیل کے ساتھ تبصرہ کیا گیا ہے ۔ وہاں یہ ثابت بھی کیا گیا ہے کہ اِس مہم کی کتنی ضرورت اور اہمیت تھی ۔ اور اس کارروائی سے کتنے دُور رس نتائج نکلے ۔

تبصرہ و اسباق

یہ مختصر باب کئی لحاظ سے بڑا دلچسپ ہے ۔ علاقے کے ضروری تاریخی اور جغرافیائی پہلو کے علاوہ، قیصرِ روم اور ابو سفیان رضؓ کا مکالمہ بڑا دلچسپ ہے ۔ اسلامی فلسفہِ حیات کی جھلکیاں سچ اور جھوٹ میں تمیز ہرقل کی شخصیت آنے والے واقعات کا جائزہ وغیرہ سب پہلو مختصر طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں، جن میں کافی عملی اسباق موجود ہیں ۔

عہ جلال مصطفےٰ ا صفحہ ۲۹۳ سے استفادہ کریں ۔

Marfat.com

۱۷-۱

نقشہ اوّل۔ جناب صدیق اکبرؓ کی فتوحات، شام کے لئے حکمت عملی اور اہل لشکر کے مقصود۔ صفر ۱۳ ہجری

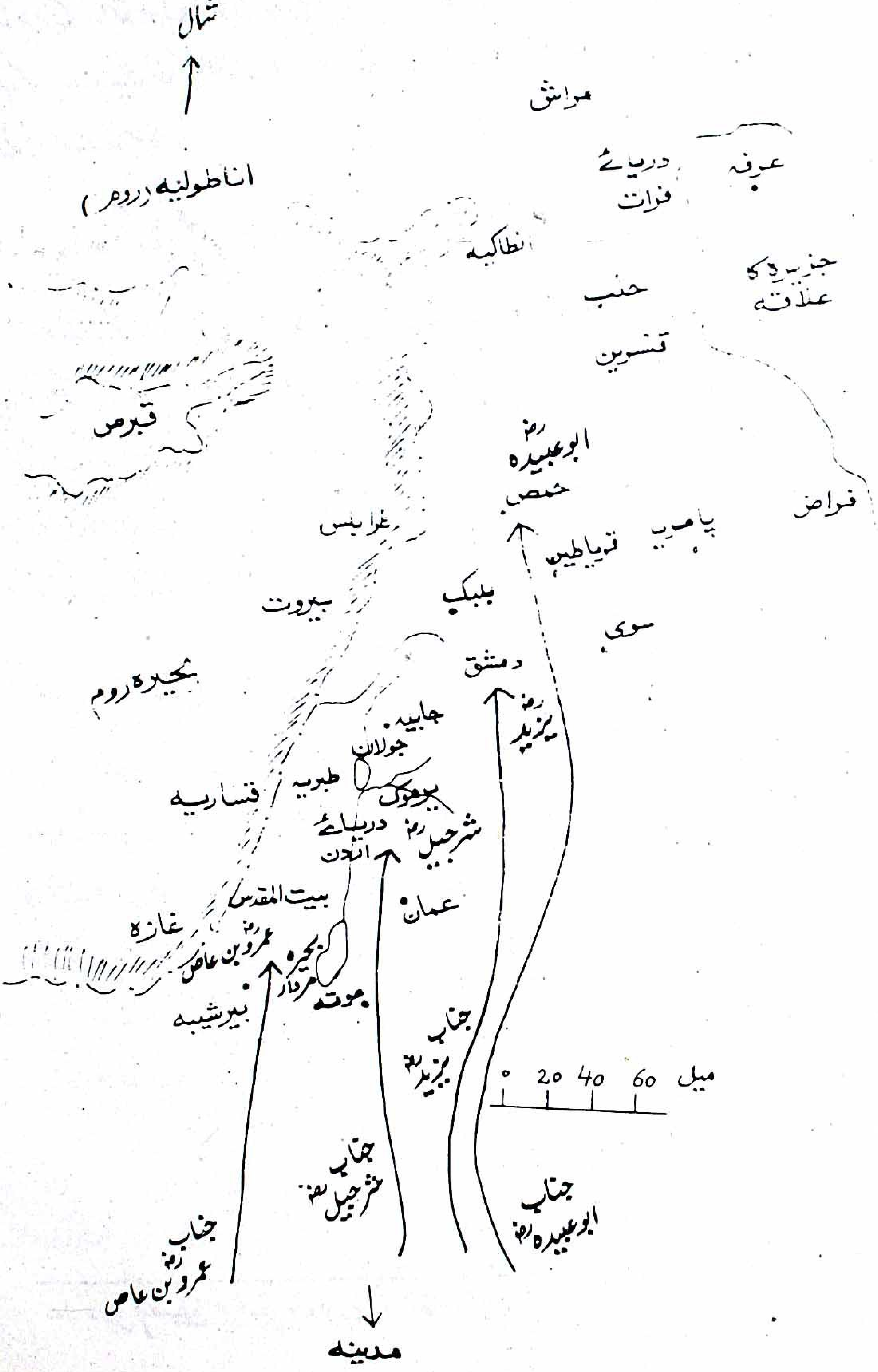

Marfat.com

دوسرا باب

خلیفۂ اول کی شام و فلسطین کی فتوحات کی حکمت عملی

خلیفۂ اول نے جناب اسامہ رضؓ بن زید رضؓ کے لشکر کو بے شک حضور پاکؐ کے حکم کی بجاآوری کے طور پر بلاد شام کی طرف بھیجا تھا، لیکن آپؓ تمام حکمت عملیوں سے بھی آگاہ تھے، اور گو آپؓ نے شام کی بجائے پہلے عراق کے محاذ کو ترجیح دی لیکن عراق کی فتوحات سے پہلے ذو قصہ کے مقام پر جمادی الثانی گیارہ ہجری میں جن گیارہ لشکروں کی تشکیل کی گئی اور پہلی کتاب کے دوسرے باب میں اس کی تفصیل ہے اُن میں سے دو لشکر انہی دنوں بلادِ شام کی سرحدوں کی طرف بھیجے گئے اور یہ اُس زمانے کی بات ہے کہ جب حضور پاکؐ کی وفات کے دو ماہ بعد جناب صدیق اکبر رضؓ مرتدین کے قلع قمع میں مصروف تھے۔ یہ دو لشکر جناب عمروؓ بن عاص اور جناب خالد رضؓ بن سعید کے تھے جناب عمروؓ کا لشکر دومۃ الجندل کے گرد و نواح میں تھا اور شام کی جنوب مشرقی سرحدوں کی دیکھ بھال میں مصروف تھا۔ جناب خالدؓ بن سعید کا لشکر شام کی جنوب مغربی سرحدوں پر تھا اور ان کی نگہداشت موتہ کے نیچے سے ایلہ (عقابہ) کے علاقہ تک تھی۔

جناب صدیق اکبر رضؓ ایک ساتھ دو محاذ نہیں کھولنا چاہتے تھے۔ لیکن جب باقی آٹھ لشکر مرتدین کے قلع قمع پر لگے ہوئے تھے اور گیارہواں لشکر تشکیل نہ ہوا تھا تو اُس زمانے میں بھی جناب عمروؓ اور جناب خالد رضؓ شام کی سرحدوں پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھے جہاں حصۂ اول میں مرتدین کے قلع قمع کو دوسرے تیسرے اور چوتھے ابواب میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے وہاں پر ان دو لشکروں کی کارروائی کا بھی ذکر ہے کہ یہ دونوں لشکر دیکھ بھال میں مصروف تھے، حربی مظاہرے کر رہے تھے اور آج کل کی فوجی اصطلاح کے مطابق دشمن کو اُس کے علاقے میں (CONTAIN) کئے ہوئے تھے، یعنی زوردار دیکھ بھال ہو رہی تھی۔ جناب صدیق اکبر رضؓ کا حکم تھا کہ دشمن کے علاقے میں زیادہ دُور اندر تک نہ جانا۔ بلکہ اُس طرف اپنے محاذ کے دکھلاوے کا اظہار کرنا اور دشمن کی خبر رکھنا مخبری کا جال بچھانا وغیرہ اور کسی ملک پر حملہ کرنے سے پہلے اس ملک کے حالات کا جاننا اور وہاں پر مخبری

Marfat.com

کا جال بچھانا ضروری ہوتا ہے۔

یمامہ کی جنگ کے بعد شوال گیارہ ہجری میں جناب صدیق اکبر رضؓ نے جناب شرجیل رضؓ بن حسنہ کو بھی اُسی علاقہ میں بھیج دیا۔ (حصہ اول چوتھے باب میں اِس کا سرسری ذکر موجود ہے)۔ جناب عمرو رضؓ بن عاص کی ذمہ داری بڑے وسیع علاقے میں تھی اور دومتہ الجندل کے لیے جناب عیاض رضؓ بن غنم کے ماتحت ایک اور مہم تیار کی جارہی تھی جس کا ذکر حصہ اول [1] میں کر دیا گیا ہے جناب عمرو رضؓ بن عاص کے باقی علاقے کو جناب شرجیل رضؓ اور جناب عمرو رضؓ میں بانٹ دیا گیا تھا اِس کے دو ماہ بعد جب ذوالحجہ گیارہ ہجری میں یمن اور حضرموت کے علاقوں میں مرتدین کا قلع قمع ہو گیا تو جناب عکرمہ رضؓ بن ابوجہل اور ولید رضؓ بن عقبہ [2] کو دستے مہیا کر کے جناب خالد رضؓ بن سعید کی مدد کے لئے بھیج دیا گیا بعض مورخین نے ولید رضؓ بن عقبہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ خود مختار طور پر لشکر کے کمانڈر تھے اور بنو قضاعہ کے علاقہ میں جناب عمرو رضؓ بن عاص سے آدھا علاقہ لے کر ان کی ذمہ داری میں دے دیا گیا۔ لیکن آگے کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ خالد رضؓ بن سعید کے ماتحت تھے اور اُن کی ماتحتی ہی میں شروع کی جنگوں میں شریک ہوئے۔ بہرحال علاقے نزدیک نزدیک تھے اور تھوڑی غلط فہمی ہو سکتی ہے۔ لیکن ہمارا مقصد یہ ہے کہ دومتہ الجندل سے لے کر چھ اسلامی لشکر یا دستے اِس طرح جگہ جگہ ڈیرے ڈالے ہوئے تھے کہ مغرب میں ایلہ یا عقابہ کا علاقہ بھی اُن کی نگاہ کے سامنے تھا —— یہ تھی خلیفہ اول کی حکمتِ عملی جو بارھویں ہجری میں شام کی سرحدوں کے ساتھ جنم لے رہی تھی۔ جناب عیاض رضؓ بن غنم، جناب شرجیل رضؓ بن حسنہ، جناب عمرو رضؓ بن عاص، جناب ولید رضؓ بن عقبہ، جناب عکرمہ رضؓ بن ابوجہل اور جناب خالد رضؓ بن سعید جیسے عظیم صحابہ خود ہی کیا کچھ کم تھے کہ اِس دوران جب جناب خالد رضؓ بن ولید عراق کی فتوحات کے لیے رواں دواں تھے۔ تو شام کے محاذ کی آجکل کی فوجی زبان کے مطابق "(RECCE-IN-FORCE)" ہو رہی تھی یعنی بہت زوردار دیکھ بھال کی جارہی تھی۔ اور راستے مجاہدین کی اذانوں کے اثرات الگ ہوں گے:-

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا (اقبال رحؒ)

---

[1] تیرھواں باب [2] حضرت عثمان رضؓ کے اخیافی بھائی جن کا ذکر پہلی کتاب میں بھی ہو چکا ہے۔

Marfat.com

خلیفۂ اوّل کے احکام

خلیفۂ اول نے فیصلہ کرلیا تھا کہ پہلے وہ عراق کا محاذ کھولیں گے اور اس سلسلہ میں اُن کی اِس ترجیح "کا جائزہ پہلی کتاب کے دوسرے اور ساتویں باب میں پیش کردیا گیا ہے۔ آپؓ یہ چاہتے تھے کہ جب تک عراق میں حیرہ تک کے علاقے فتح نہ ہو جائیں اور مشرقی محاذ پر حیرہ کے ساتھ دومۃ الجندل والے راستے سے رابطہ قائم نہ ہوجائے اِس وقت تک شام کے محاذ پر کوئی ایسی کارروائی نہ کی جائے کہ دو محاذوں پر جنگ کے شعلے بھڑک اُٹھیں۔ نقشۂ دوم کے مطالعہ سے یہ پالیسی اچھی طرح سے واضح ہوجاتی ہے

جناب خالدؓ بن سعید کی جلد بازی

جناب عمروؓ بن عاص بڑے منجھے ہوئے سیاست دان تھے۔ اور فوجی معاملات کے بھی ماہر تھے اُن کے مشاہدات اور جائزے بڑی بلندی کے حامل ہوتے تھے، اِس لئے انہوں نے خلیفۂ اول کے احکام پر سختی کے ساتھ عمل کیا وہ حالات کے نتائج سے پوری طرح باخبر ہوتے تھے۔ جناب خالدؓ بن سعید کو گو اسلام لانے میں جناب عمروؓ بن عاص پر فوقیت حاصل تھی اور آپ کو حضور پاکؐ نے کئی دفعہ وفود[1] کی مہمانداری کے فرائض بھی سونپے تھے لیکن آپ فوجی کارروائی میں کچھ جلد بازی کر گئے شاید جوشِ جہاد میں معاملات کی تہ میں نہ جا سکے۔ اول تو آپ کمک کے مل جانے سے بہت خوش تھے۔ اور پھر اُن کو کچھ اور کمک ملنے کی اُمید تھی۔ خلیفۂ اول نے واضح کردیا تھا کہ عراق کی مہم کے دریائے فرات کے مغربی کنارے پر کامیابی کے ساتھ مکمل ہونے کے بعد اہل اسلام شام و فلسطین میں آگے بڑھیں گے چنانچہ اُن کو کچھ خیال ہوگیا کہ جس طرح عراق کے محاذ پر جناب خالدؓ بن ولید کامیاب ہو رہے ہیں، اِسی طرح شام کے محاذ پر اللہ تعالےٰ نے اُن (خالدؓ) کے لئے کامیابیاں لکھ دی ہیں۔ اِس لئے انہوں نے شام کے محاذ پر آگے بڑھنے کے لئے خلیفۂ اول سے اجازت مانگی۔ یعنی اُن کو یقین ہوگیا تھا کہ مسلمانوں کی ہر محاذ پر کامیابی

---

[1] جلال مصطفےٰؐ کے صفحہ ۲۸۲ اور ۲۹۰ سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

کے لئے کسی "خالد" کی ضرورت ہے۔

جناب صدیقِ اکبرؓ دُور رس نگاہ کے ذریعے معاملات کو بھانپ چکے تھے اور ان کو معلوم تھا کہ بلادِ شام پر اللہ اور رسولؐ کا نام بلند کرنے کا وقت آگیا تھا۔ اور اسی وجہ سے وہ بھرپور تیاری میں مصروف تھے۔ جناب خالدؓ کا اضطراب دیکھ کر آپ نے اُن کو محدود پیش قدمی کی اجازت ضرور دی۔ لیکن ساتھ ہی یہ فرمایا کہ اپنی حفاظت کا خیال رکھنا اور دشمن کے اندر اتنا دور تک بھی نہ گھس جانا۔ کہ حالات قابو سے باہر ہو جائیں۔ فوجی لحاظ سے گشتی دستوں کی جگہ لڑاکا دستوں کو بھی استعمال کیا جاتا ہے کہ دشمن کے بارے میں مزید خبر حاصل ہو سکے اور جناب صدیق اکبرؓ کا بھی اُوپر والی سطح تک یہی مدعا تھا لیکن جناب خالدؓ کچھ زیادہ دور تک غیروں کے علاقے میں چلے گئے۔

رومیوں کا ردِ عمل

اہلِ روم کے طریقِ کار ایرانیوں سے بالکل مختلف تھے۔ اہم مقامات یا چھاؤنیوں میں وہ لوگ۔ اور فوج محدود تعداد میں رکھتے تھے۔ بڑے لشکر اندرونی علاقوں میں ایک جمگھٹ کے طور پر ہر وقت ایک مُٹھی میں اکٹھے کیے جا سکتے تھے۔ وہ کسی بڑے لشکر کو اِس طرح نہ بھیج دیتے تھے جس طرح ایرانیوں نے سلاسل، ثنیٰ یا دلجہ وغیرہ کی جنگوں میں کیا۔ وہ دشمن کے بارے میں پہلے مکمل خبر حاصل کرتے تھے۔ دشمن کے ارادوں سے آگاہ ہوتے تھے اور مکمل چھان بین کے بعد کسی بڑے لشکر کو اپنی مرضی کے وقت اور مرضی کی زمین پر دشمن کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اِس پہلو کا مطالعہ ضروری ہے، اور قارئین ایرانیوں کے ردِ عمل کا رومیوں کے ردِ عمل کے ساتھ ضرور موازنہ کریں تو کتاب کے اگلے حصّہ کی لڑائیوں کا مطالعہ آسان ہو جائے گا۔ بہرحال اہل روم چھاؤنیوں یا اہم مقامات پر ضرورت کے مطابق جو دستے رکھتے تھے۔ ان میں مقامی لوگ زیادہ ہوتے تھے اور بلادِ شام میں یہ کام زیادہ تر غسانی قبیلہ کے لوگ کرتے تھے۔ رومن فوج کا سپہ سالار اعظم باہان تھا اور وہ دمشق کے علاقے میں مقیم رہتا تھا اور اُس کے ساتھ جنگ یرموک میں ہمارا براہ راست واسطہ بھی پڑے گا۔ لیکن شروع زمانے میں اُس کا کام تمام علاقوں پر کڑی نگاہ رکھنا تھا۔ اور وہ اپنی تمام چھاؤنیوں اور فوجی چوکیوں کے ساتھ رابطہ قائم کیے ہوئے تھا۔ اُس کو یہ بھی معلوم تھا۔ کہ جناب خالدؓ بن سعید کا لشکر چند ہزار مجاہدین

Marfat.com

کا تھا۔

جناب خالدؓ بن سعید کی پیش قدمی

۱۲ ہجری کے آخر میں جب جناب خالدؓ کو محدود پیش قدمی کی اجازت ملی تو آپ تیما کے مقام پر مقیم تھے آپؓ وہاں سے آگے بڑھے اور وادی بلقا سے اِس طرح آگے گذرے کہ بحیرہٗ مُردار آپؓ کے مغرب کی طرف رہ گیا۔ روایت ہے کہ آپ رضؓ نے دریائے یرموک کو بھی پار کر لیا اور دمشق کے نزدیک مرج الصفر تک پہنچ گئے۔ نقشہ چہارم پر ان مقامات کے مطالعہ سے ظاہر ہو گا کہ آپ تقریباً ڈیڑھ سو میل پیش قدمی کر گئے۔ ممکن ہے آپؓ اتنے زیادہ اندر نہ گئے ہوں اور کوئی سو میل کا سفر کر کے وادی یرموک تک ہی پہنچے ہوں۔ بہر حال باہان حالات سے باخبر تھا اور اُس نے مسلمانوں کو محصور کرنے کی کوشش کی اور اِس کام کے لئے اُس نے ایک لشکر بھیج دیا۔ پہلی ہی کوشش میں جناب خالدؓ کا بیٹا اور چند مجاہدین رومیوں کے نرغے میں آ گئے جو کسی جگہ پانی کی تلاش میں پھر رہے تھے۔ رُومیوں نے اُن پر قابو پا لیا اور اُن کو شہید کر دیا۔ ایک مجاہد زندہ بچ گیا اور اُس نے جا کر خالدؓ بن سعید کو حالات سے باخبر کیا۔

اب بہتر تو یہ تھا کہ جناب خالدؓ حالات کا جائزہ لے کر کسی مقصد کے تحت کوئی کارروائی کرتے لیکن جوشِ انتقام میں انہوں نے چند سواروں کو ساتھ لیا اور حادثہ کے مقام کی طرف چل پڑے کہ رومیوں کے ساتھ دو دو ہاتھ ہو جائیں لیکن جب وہ حادثہ والی جگہ پر پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہاں رومیوں کا ایک لاؤ لشکر موجود تھا اور انہوں نے جناب خالد رضؓ کو بھی گھیرے میں لینے کی کوشش کی۔ جناب خالدؓ کے پاس نفری زیادہ نہ تھی اور انہوں نے رومی لشکر کے گھیرے سے نکل کر ایک طرف کنارہ کشی کر لی۔ لیکن دشمن نے اُن پر حملہ پہ حملہ شروع کر دیا۔ اور سخت دباؤ ڈالا بلکہ اُن کا تعاقب شروع کر دیا جو ذی المرۃ کے مقام تک جاری رہا۔ دشمن شاید کچھ اور بھی کر لیتا لیکن جناب عکرمہ رضؓ بن ابو جہل جو خالدؓ کے لشکر میں تھے، حالات کو بھانپ گئے اور انہوں نے جناب خالدؓ کی جگہ باقی لشکر کی کمانڈ سنبھال لی۔ اور وہ رومی لشکر جو جناب خالد رضؓ کا تعاقب کر رہا تھا جناب عکرمہؓ نے اُن پر عقب سے حملہ کر دیا۔ اِس لئے دشمن چوکنا ہو گیا اور جناب خالد رضؓ کا تعاقب بند کر دیا۔

Marfat.com

جناب عکرمہ رضؓ کو بھی اب پسپائی کر کے اپنے علاقے یا اپنے دوست ریگستان کے علاقے میں داخل ہونا تھا، لیکن انہوں نے بڑے اچھے طریقے سے یرموک کے علاقے کے عقب سے نکل کر ریگستان کو استعمال کرتے ہوئے اپنے باقی ماندہ لشکر کو بچالیا اور واپس تیما آ گئے پھر باقی اسلامی لشکروں کے ساتھ رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جناب ولیدؓ بن عقبہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ بات تو صرف اتنی تھی اور لڑائی میں ایسے حادثات بھی ہوتے رہتے ہیں۔ اور کئی اَن ہونی باتیں بھی ہوتی ہیں لیکن کئی مورخین نے اس سب کو جناب خالدؓ بن سعید کا فرار قرار دیا کسی نے اس واقعہ کو اُن کی کم دلی پر محمول کیا وغیرہ۔ لیکن اگر ٹھنڈے دل سے سوچیں تو یہ صرف جلد بازی تھی اور حالات کا جائزہ صحیح طور پر نہ کیا گیا تھا۔ اور بے سوچے سمجھے انتقام لینے کی کوشش کی، اس لئے حالات نہ سنبھل سکے۔

جناب فاروقؓ اور جناب علیؓ کا تجزیہ

جناب عمر فاروقؓ اور جناب علی المرتضٰیؓ پہلے ہی سے اِس خیال کے حامی تھے، کہ جناب خالدؓ بن سعید از خود بڑے بہادر اور با اخلاق ہیں۔ اونچے پایہ کے مسلمان ہیں۔ لیکن سپہ سالاری کے مشکل کام سے عہدہ برانہ ہو سکیں گے اور انہوں نے جناب ابوبکرؓ کے سامنے اِس رائے کا اظہار کر دیا تھا۔ لیکن جنابؓ صدیق اکبرؓ اُن کو ایک موقع دینا چاہتے تھے۔ اب حالات بھی تبدیل ہو چکے تھے۔ جناب خالدؓ بن سعید کا لشکر کچھ بٹ گیا اور اِس طرح اِن کے نام اور عزت کو بھی دھچکا لگ گیا تھا۔ لہٰذا خلیفہ اول نے شام کو فتح کرنے کے لئے ایک تبدیل شدہ حکمتِ عملی کا بھی فیصلہ کر لیا تھا۔ اِس لئے جناب خالدؓ بن سعید کو سپہ سالاری سے سبکدوش کرنا پڑا۔ لیکن جناب خالدؓ بن سعید شام کی باقی تمام جنگوں میں ایک مجاہد کی حیثیت سے ضرور حصّہ لیتے رہے اور بہادری کے جوہر دکھاتے رہے۔ جنگ یرموک میں سخت زخمی ہوئے اور اُس کے چار ماہ بعد شمالی شام کی ایک جھڑپ میں شہید ہو گئے۔ تفصیل آگے ساتویں باب میں موجود ہے۔

خلیفۂ اوّل کی تنظیمِ نو اور نئی حکمتِ عملی

پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ حیرہ کی فتح کے بعد اور جناب خالدؓ بن ولید کی دریائے فرات کے مغربی کنارے کے علاقوں میں کامیاب فوجی کارروائیوں کی وجہ سے جناب صدیق اکبرؓ نے اندازہ لگا لیا تھا

Marfat.com

کہ شام و فلسطین میں اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا نام بلند کرنے کا وقت آگیا تھا۔ خلیفۂ اول نے بارہ ہجری میں حج ادا کیا اور جناب خالدؓ بن ولید نے بھی پوشیدگی میں یہ حج ادا کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں یار غارؓ اور اللہ کی تلوارؓ کی ملاقات ہوئی ہوگی۔ کیونکہ جناب خالدؓ کی پوشیدگی عام لوگوں سے تھی، کہ دشمن کو خبر نہ مل جائے کہ وہ محاذ پر موجود نہیں ہیں۔ ہم نے حصہ اول میں یہ جائزہ اور تبصرہ کھل کر پیش کر دیا تھا کہ ہمارے لحاظ سے مورخین اور مبصرین کی یہ حاشیہ آرائی غلط ہے کہ جناب خالدؓ نے خلیفۂ اول کی اجازت کے بغیر حج ادا کیا اور خلیفۂ اول نے بعد میں اُن کو اِس سلسلہ میں کوئی تنبیہ کی۔ حصہ اول کے پندرھویں اور سولھویں ابواب میں اِس کی تفصیل موجود ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ تنبیہ تین ماہ بعد کی گئی، اور وہ بھی ایسے وقت جب جناب خالدؓ کو ایک اور بہت بڑی ذمہ داری سونپی جا رہی تھی۔ جناب ابوبکرؓ کے یہ الفاظ کہ خالدؓ آئندہ ایسا مت کرنا" جناب خالدؓ کو اپنی حفاظت کے ہدایت تھی نہ کہ حج پر آنے سے روکنے کی ہدایت۔

تو یہ بھی ممکن ہے کہ خلیفۂ اول اور جناب خالدؓ کے درمیان آئندہ کی حکمت عملی اور فتوحاتِ شام کے سلسلے میں کوئی گفتگو بھی ہوئی ہو۔ اور جناب خالدؓ نے فتوحات عراق کے بعد مسلمانوں کے لشکروں کی تعیناتی اور عراق کے مفتوحہ علاقوں کے بارے میں حالات سے واقف کیا ہو۔ کیونکہ حج سے واپسی کے فوراً بعد محرم تیرہ ہجری میں جناب صدیق اکبرؓ نے تمام مسلمانوں کو بھرپور جہاد میں شرکت کی دعوت دی اور مدینہ شریف میں متعدد لشکروں اور مجاہدین کو تیاری کے احکامات صادر فرمائے۔

اسلامی سپہ سالار

دراصل دو سالار لشکر، جناب عمروؓ بن عاص اور جناب شرجیلؓ بن حسنہ تو پہلے ہی سے شام کی سرحدوں کے ساتھ دیکھ بھال کے کاموں میں مصروف تھے۔ اِن کے علاوہ دو اور عظیم صحابہ جناب ابو عبیدہؓ بن جراح اور جناب یزیدؓ بن ابو سفیان رضی اللہ مدینہ شریف میں مجاہدین کو اکٹھا کرنے میں مصروف تھے۔ کچھ مورخین اور مبصرین نے چاروں لشکروں کے بارے میں لکھا ہے، کہ یہ لشکر مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔ لیکن یہ لوگ جب تفصیل میں جاتے ہیں تو صرف یزیدؓ بن ابو سفیانؓ کے لشکر کی مدینہ سے روانگی کے منظر اور خلیفۂ اول کی ہدایات کا ذکر کرتے ہیں۔ یا جناب ابو عبیدہؓ کے چوتھائی لشکر کی روانگی کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ بات بالکل بھول جاتے

Marfat.com

ہیں کہ جناب عمروؓ بن عاص، جناب شرجیلؓ بن حسنہ اور جناب خالدؓ بن سعید کے جو لشکر شام کی سرحدوں پر متعین تھے وہ کہاں گئے۔ یا کچھ مہمل بیانات ہیں جن کا آگے ذکر آئے گا۔ یہ مورخین جناب عمروؓ بن عاص اور جناب شرجیلؓ بن حسنہ کی مدینہ سے روانگی کا بھی کچھ ذکر کرتے ہیں لیکن یہ نہیں لکھتے کہ مدینہ سے کوئی لشکر بھی ساتھ گیا یا نہ گیا۔ اور جیسے جناب یزیدؓ بن ابوسفیانؓ کو اپنی ذمہ داری کے علاقے میں پہنچاتے ہیں۔ ساتھ ہی جناب عمروؓ بن عاص کو بھی اپنے لشکر سمیت اپنی نئی ذمہ داری کے علاقے میں پہنچا دیتے ہیں

جائزہ اور تبصرہ

تمام حالات کے تلنے بانے کچھ اِس طرح ملتے ہیں کہ خلیفۂ اول نے جب شام کو فتح کرنے کے لئے حکمت عملی وضع کر لی تو صرف ایک ہی لشکر مدینہ شریف میں تیار ہوا اور وہ جناب یزیدؓ بن ابوسفیانؓ کا تھا۔ چونکہ دومتہ الجندل کے علاقے میں کوئی خطرہ باقی نہ رہ گیا تھا۔ اِس لئے اِس علاقے کے نزدیک دونوں لشکروں یعنی عمروؓ بن عاص اور شرجیلؓ بن حسنہ کے لشکروں کو نئی ذمہ داری دے دی۔ جناب عمروؓ بن عاص کو مصر پسند تھا، اور اس کی تفصیل آگے تیسری کتاب میں آئے گی، اِس لئے انہیں فلسطین کے ایسے علاقوں میں تعین کیا گیا جو مصر کے نزدیک تھے۔ جناب شرجیلؓ، جن کی ذمہ داری کی تفصیل آگے آتی ہے، کہ اُن کو بھی شام کے علاقے میں ایک مقصود دے دیا گیا۔ البتہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ دونوں سالار مدینہ شریف آئے اور وہاں پر نئے حالات کے مطابق اُن کو اُن کی نئی ذمہ داری سے آگاہ کیا گیا اور کمک کے ساتھ آپ اپنے لشکروں میں واپس پہنچ گئے اور وہاں سے اپنے لشکروں کو ساتھ لے کر نئے مقصودوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

جناب ابوعبیدہؓ، جنہوں نے سپہ سالار اعظم کا کام بھی کرنا تھا۔ وہ مدینہ شریف سے ایک دستہ کے ساتھ سب سے آخر میں چلے۔ اور معلوم یہ ہوتا ہے، کہ اُنہوں نے جنابِ خالدؓ بن سعید کے لشکر کی کمانڈ بھی سنبھالنی تھی، اور ایسا ہوا کہ واقعات اِس کے ثبوت میں جاتے ہیں۔ جناب عکرمہؓ بن ابوجہل اور جناب ولیدؓ بن عقبہ جو جناب خالدؓ کے لشکر میں تھے بعد میں جنگ یرموک تک ہمیشہ سے اُس لشکر کے حصہ میں رہے۔ جس کی کمانڈ جناب ابوعبیدہؓ ذاتی طور پر کرتے رہے۔ ویسے جناب خالدؓ کا لشکر کچھ تیتر بتر بھی ہو گیا تھا۔ اور ممکن ہے کہ کوئی ایک آدھ مجاہد کسی دوسرے لشکر میں شامل ہو گیا ہو۔ کہ کچھ مورخین نے لکھ دیا

Marfat.com

کہ لشکر کا ایک حصہ جناب یزیدؓ بن ابو سفیانؓ کے پاس چلا گیا تھا۔ بہر حال جناب خالدؓ بن سعید از خود ایک مجاہد کی طرح اپنی شہادت تک جناب ابو عبیدہؓ کے لشکر میں شامل رہے۔ اور واقعات کا تسلسل کچھ اس طرح آگے چلتا ہے۔

حضرت عمروؓ بن عاص

پہلے دومتہ الجندل سے لے کر تبوک کے علاقے میں بنو قضاعہ اور بنو کلب کے قبائل کے علاقوں میں متعین تھے۔ جمادی الثانی بارہ ہجری میں جناب خالدؓ بن ولید اور جناب عیاضؓ بن غنم نے دومتہ الجندل میں تمام قبائل کی سرکوبی کر کے وہاں کے حالات بہتر کر دیئے تو اس کے کچھ عرصہ بعد خلیفۂ اول نے جناب عمروؓ بن عاص کو لکھا کہ اپنے علاقوں کے نظام کو سولین حکام کے حوالے کر دیں اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیکر اپنے لشکر میں شامل کریں۔ چنانچہ جناب عمروؓ بن عاص نے عمرؓ بن العذری کو اس علاقے کا حاکم اعلیٰ مقرر کیا اور خود لشکر اکٹھا کرنے میں لگ گئے اور آپ کو اگلے احکام کا انتظار بھی تھا۔ اور ذمہ داری میں تبدیلی بھی تھی۔ کہ مشرقی علاقوں کی بجائے جناب عمروؓ بن عاص کو مغرب کی طرف کوچ کرنا تھا۔ اور خلیج عقابہ کے نزدیک ایلہ کے مقام کو اپنا مرکز بنانا تھا یہ وہی مقام ہے جہاں پر حضورؐ پاک نے مہم تبوک کے وقت اپنے لشکر کے ایک حصہ کو بھیج کر ایلہ کے سردار کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔ جناب عمروؓ بن عاص کے لئے احکام یہ تھے کہ وہ ساحلی علاقوں میں غزہ اور درمیانی علاقوں میں اجنادین سے آگے نہ بڑھیں اور انہی علاقوں میں اسلام کی قوت کو مضبوط کریں۔

تبصرہ:-

خلیفۂ اوّل کے اِس طریقِ کار میں خاص مقصد پنہاں تھا۔ آپ سمندر کے کنارے کسی ساحلی جنگ یا سمندری جنگ سے اُس وقت تک دور ہی رہنا چاہتے تھے۔ جیسے عراق کی مہم میں اُبلہ کی فتح کے بعد وہاں سے آگے خلیج فارس کے کنارے کی طرف پیش قدمی نہ کی گئی، یہی اصول یہاں بھی لاگو تھا۔ اِس کے علاوہ درمیان میں اجنادین سے آگے بیت المقدس کا مقام تھا۔ اور وہاں پر فوری حملہ کرنے سے تمام عیسائی طاقتوں کے ساتھ ایک کھلم کھلا بہت بڑے تصادم کو دعوت دینا تھی۔ اور ایسی کاروائی کے لئے بڑی طاقت کی ضرورت تھی۔ لیکن ایک راز کی بات بھی تھی۔ بیت المقدس بھی کعبہ شریف کی طرح اللہ تعالےٰ کا گھر ہے

۱؎ تفصیل کے لئے جلال مصطفےٰؐ کے صفحہ ۲۶۵ پر نقشہ اور صفحہ ۲۷۲ سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

بے شک اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اہل حق قوت کے ساتھ اُس کے گھر میں داخل ہوں اور اس پہلو کی جلالِ مصطفےٰ[1] کے چھٹے باب میں وضاحت کردی گئی ہے۔ اب جناب ابوبکر صدیق رض بھی حضور پاکؐ کی سنت پوری کرنا چاہتے تھے کہ مکہ کی طرح بیت المقدس میں بھی کوئی زیادہ جنگ و جدل نہ ہو۔ اور کسی حکمت عملی کے تحت وہ جگہ بھی اپنے آپ "جھولی" میں گر جائے۔ اگلے احکام اور دوسرے سپہ سالاروں کو جو ذمہ داریاں سونپی گئیں اُن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ بیت المقدس سے پہلے دمشق اور باقی شمالی علاقوں کو فتح کرنا چاہتے تھے، تاکہ بعد میں دو، یا زیادہ اطراف سے بڑھ کر آسانی سے بیت المقدس میں داخل ہوسکیں۔ اس سلسلے میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ میں داخل ہونے کے طریق کار سے رہنمائی حاصل کی جا رہی تھی کہ آپؐ مکہ میں چار اطراف سے داخل ہوئے اور یاد رکھیں کہ صحابہ کرام رض ہر وقت اور ہر جگہ یہ سوچتے تھے کہ حضور پاکؐ کی سنت یا طریق کار کیا ہے۔ کیونکہ اُن کو معلوم تھا کہ یہ سب کچھ حضور پاکؐ کے طفیل ہے:۔

۵ وہ دانائے سُبل ختم الرسلؐ مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا۔ (اقبالؒ)

اِس کے علاوہ یہاں پر یہ بیان بھی ضروری ہے کہ جناب عمرو رض بن عاص[2] بہت سنجیدہ اور ٹھنڈے مزاج کے فوجی ماہر تھے۔ آپ تدبر اور سیاست میں اسلام سے پہلے بھی عرب کے چوٹی کے لوگوں میں شمار ہوتے تھے اسلام میں داخل ہونے کے بعد حضور پاکؐ کے سامنے عاجزی کی حالت یہ تھی کہ آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی اور فرماتے تھے کہ "بخدا مجھ میں ہمت نہ تھی کہ حضور پاکؐ کے چہرۂ مبارک کے جمال و جلال کی جھلک کو برداشت کرسکوں"۔ اِس وفاداری اور عاجزی نے اُن کے مقامات کو بہت بلند کر دیا تھا اور آپ فلسطین کے علاقے میں ذمہ داری کے لئے موزوں ترین شخص تھے۔ آپ کے ساتھ جو پہلے دستے موجود تھے اُن کی تعداد کوئی چار ہزار کے قریب تھی۔ مدینہ سے کمک کے بعد آپ کے لشکر کی تعداد سات ہزار کے قریب ہوگئی تھی۔

ب۔ جناب شرجیل رض بن حسنہ

ذی قعد گیارہ ہجری میں جیسے ہی جنگ یمامہ ختم ہوئی جناب شرجیل رض اپنے لشکر کے ساتھ

---

[1] صفحہ ۲۱۹ اور ۲۲۰۔ [2] جلال مصطفےٰؐ صفحہ ۱۳۲، ۱۷۵، ۲۰۴، ۲۶۱، ۳۲۷ اور ۳۷۹ سے استفادہ کریں

Marfat.com

شام کی سرحدوں پر متعین تھے کہ اُن کو مدینہ بلا کر اور کمک دی گئی۔ اور جس علاقے کی دیکھ بھال میں آپ معروف تھے۔ اُسی علاقے سے آپ کو آگے بڑھنا تھا آپ کو اُردن کا علاقہ دیا گیا اور آپ نے معان صوتہ والے راستے کی بجائے مشرق میں ریگستانی علاقے سے ایک راستہ اختیار کر کے پہلے عمان جانا تھا اور پھر وادئی یرموک تک کا علاقہ آپ کی ذمہ داری تھی۔ نقشہ اول کا مطالعہ اس سلسلہ میں مددگار ثابت ہو گا۔

ج۔ جناب یزیدؓ بن ابو سفیانؓ

یزیدؓ کے لشکر کو البتہ مکمل طور پر مدینہ میں تیار کیا گیا۔ آپ کے چھوٹے بھائی جناب معاویہؓ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ یہ صفر تیرہ ہجری کا واقعہ ہے۔ اور واقدی نے جناب یزیدؓ کے لشکر کی مدینہ شریف، سے روانگی کے منظر کو بڑے پیارے انداز میں بیان کیا ہے کہ اول جناب صدیقِ اکبرؓ نے جناب یزیدؓ کو ہدایات دیں، جو انہی ہدایات کے مشابہ تھیں۔ جو حضور پاکؐ لشکر کے سالاروں کو دیا کرتے تھے۔ اگر بے شک اللہ کے نام پر جہاد کرو۔ لیکن حد سے تجاوز مت کرنا اور نہ ہی عورتوں بچوں اور بوڑھوں پر ہاتھ اُٹھاؤ۔ بلکہ دشمن کی لاشوں کو بھی تہس نہس نہ کرنا۔ اور لوگوں کی مذہبی درسگاہوں اور عبادت گاہوں کے متولیوں کو بھی نہ قتل کرنا اور نہ ہی عبادت گاہوں کی بے حرمتی کرنا اس کے ساتھ ہی خلیفۂ اول نے حکم دیا کہ جہاں پر جاؤ وہاں تین شرطیں دہرانا۔" اول ہماری باجگذاری اختیار کرو تاکہ علاقے میں اللہ کے احکام نافذ کریں۔ دوم اگر یہ منظور نہیں تو جزیہ یا ٹیکس دو تاکہ ہم اُس رقم سے تمہارے علاقوں کا نظم و نسق ٹھیک کریں اور تمہاری حفاظت کر سکیں۔ اور یہ بھی منظور نہیں تو پھر تلوار فیصلہ کرے گی۔"

تمام مورخین کو اس سے اتفاق ہے کہ جناب صدیق اکبرؓ نے ہر سپہ سالار کو ایسی ہدایات ضرور جاری کیں، تب ذمہ داری سونپی۔ البتہ جناب یزیدؓ کے لشکر کے سلسلے میں ابو یوسف کے مطابق جناب صدیق اکبرؓ دو میل تک اہلِ لشکر کے ساتھ پیدل چلتے گئے۔ جناب یزیدؓ بار بار گزارش کرتے تھے کہ وہ مراجعت کریں تو یارِ غارؓ نے فرمایا۔" اے سالارِ لشکر! میں نے اللہ کے حبیبؐ سے یہ سنا ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کے لئے جب چلا جائے اور پاؤں خاک سے آلودہ ہوں تو ایسے

Marfat.com

پاؤں کبھی دوزخ میں نہ ڈالے جائیں گے۔"

سُبحان اللہ یہ مجاہدین کی شان ہے۔ لہٰذا ہمیں ہمیشہ جہاد کے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں کہ اللہ کے راستے پر نکلے ہیں۔ "مادرِ وطن" وغیرہ قسم کی غیر اسلامی اصطلاحوں کو استعمال نہ کیا جائے۔

جناب یزیدؓ بن ابو سفیانؓ کو جناب شرجیلؓ کے علاقے یعنی معان، موتہ، عمان اور یرموک سے گزر کر دمشق جانا تھا۔ لیکن وہ راستے ہی میں الجھ گئے جس کا ذکر آگے آئیگا۔

د۔ جناب ابو عبیدہؓ بن جراح

پہلے بیان شدہ تین لشکروں اور اس لشکر کو شامل کر کے چاروں لشکروں کی طاقت کی کشش کا مرکز جناب امین الامت حضرت ابو عبیدہؓ تھے۔ آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ جلال مصطفےٰؐ میں آپ کا ذکر مبارک [1] کثرت سے کیا گیا ہے اور اس سلسلہ کی کتابوں کے حصۂ اوّل کے پہلے باب میں وہ ذکر ہے جہاں آپ جناب صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی معیت میں سقیفہ بنی ساعدہ گئے اور حضور پاک کی وفات کے بعد مسلمانوں کے انتشار کو ختم کرا کر وحدت کی بنیاد رکھنے میں اپنے دونوں عظیم ساتھیوں کا ہاتھ بٹایا۔ آپ کا یہ کارنامہ ہماری تاریخ کا ایک سنہری باب ہے لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ آپ ذاتی بہادری میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے اور فوجی تدبیرات میں دنیا کے بڑے بڑے سپہ سالار آپ کے سامنے بچے نظر آتے ہیں۔ اسلامی لشکر کے سپہ سالاروں میں جناب علی المرتضےٰؓ، جناب خالدؓ بن ولید اور جناب ابو عبیدہؓ کے مقامات اتنے بلند ہیں کہ ہر ایک کی فوجی فراست پر کئی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں

جناب ابو عبیدہؓ ملک شام کے چاروں لشکروں کے سپہ سالارِ اعظم بھی تھے انہیں بھی وہی راستہ اختیار کرنا تھا جو شرجیلؓ بن حسنہ اور جناب یزیدؓ بن ابو سفیانؓ کو کرنا تھا اور جناب یزیدؓ کے دمشق پر قبضہ کے بعد آپ کو حمص کی طرف پیش قدمی کرنا تھی اور وہاں پر اگلے احکام کا انتظار کرنا تھا۔ ہر لشکر کی نفری تقریباً سات ہزار بتائی جاتی ہے۔ اور چاروں لشکروں کے اپنے اپنے مقصود نقشہ اول پر دیئے گئے ہیں اور یہی

---

[1] جلال مصطفےٰؐ صفحہ ۳۳، ۵۹، ۷۳، ۹۴، ۲۳۰، ۲۲۹، ۳۳۰ اور ۳۳۱ سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

مقصود تمام ترجیحات میں اُتم طور پر ذہن میں موجود رہیں کہ جنگ کے مقاصد کو ذہن میں رکھ کر ہی سب کچھ کیا جاتا ہے۔ لیکن اُس کے لئے کچھ مقصود دیئے جاتے ہیں۔ اسلام میں جنگ کا مقصد تو اللہ اور رسول ؐ کے قانون کا نفاذ ہوتا ہے۔ البتہ کارروائی کے لئے مقصود ضرور دیئے جاتے ہیں۔

بلادِ شام میں سپہ سالاروں کی کارروائیاں

نئے مقصودوں کے تحت اور اپنے لئے ایک اور جہان پیدا کرنے کے لئے چاروں لشکر رواں دواں تھے جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ پہلے جناب یزید رضؓ کا لشکر مدینہ شریف سے نکلا۔ اُس سے چند دن یا ایک ہفتہ بعد جناب ابو عبیدہ رضؓ کا دستہ نکلا۔ باقی لشکروں کی کمک پہلے یا بعد میں رواں دواں ہوتی رہی اردن کے علاقے میں اہلِ روم کوئی بڑا لشکر نہ رکھتے تھے اور اُنکے بڑے لشکر یرموک سے آ رہے تھے تاکہ ضرورت کے وقت فلسطین یا اردن بھیجے جا سکیں لیکن اب اہلِ روم دو محاذوں پر مسلمانوں کی پیش قدمی دیکھ رہے تھے ایک طرف جناب عمرؓو بن عاص اور دوسری طرف جناب یزید رضؓ تقریباً ایک ہی وقت پیش قدمی کر رہے تھے جناب شرجیل رضؓ کو گاردن میں ہی رہ جانا تھا لیکن چونکہ انہوں نے موتہ والا راستہ استعمال نہ کیا اِس لئے وہ تو ریگستان سے ہوتے ہوئے یرموک کی وادی میں پہنچ گئے۔ لیکن جناب یزید رضؓ اور جناب عمرؓو دونوں اُلجھ گئے۔ بلکہ جناب یزید رضؓ کو اپنا رُخ بھی تبدیل کرنا پڑا اور آپ بحیرۂ مُردار کے ساتھ پہلے درہ مواب کے علاقے میں دشمن کے ساتھ اُلجھ گئے اُس دشمن کو تو آپ رضؓ نے غزہ یا فلسطین کے علاقوں کی طرف بھگا دیا۔ لیکن آگے بھی دریائے اُردن کے ساتھ ساتھ آپکا دشمن کے ساتھ تصادم ہوتا رہا۔ لیکن جب جناب شرجیل رضؓ آگے نکل گئے تو جناب یزید رضؓ کے سامنے سے بھی دشمن خود بخود بھاگ گیا۔

اِسی دوران جناب ابو عبیدہ رضؓ پہنچے تو انہوں نے بھی جناب شرجیل رضؓ والا راستہ اختیار کیا اور وہ بھی وادیٔ یرموک میں پہنچ گئے۔ لیکن چونکہ جناب یزید رضؓ ابھی تک اُلجھے ہوئے تھے اور اُن کے دمشق کو فتح کرنے کے بعد جناب ابو عبیدہ رضؓ کو آگے حمص کی طرف بڑھنا تھا۔ اِس لئے جناب ابو عبیدہ رضؓ بھی جناب شرجیل رضؓ کے ساتھ ہی وادیٔ یرموک میں رُک گئے۔ البتہ جناب عمرؓو بن عاص زیادہ پیش قدمی نہ کر سکے۔ اُن کو جو خبریں موصول ہو رہی تھیں اُن کے حساب سے اُن کا آگے بڑھنا بڑا خطرناک تھا کہ اُس طرف لاتعداد دشمن کے اکٹھا ہونے

Marfat.com

کی خبریں مل رہی تھیں۔ نقشہ اول سے ان حالات کا مطالعہ کرنے سے ظاہر ہو گا کہ مسلمانوں کا ایک قدم وادیٔ یرموک میں تھا اور دوسرا قدم پچھلی طرف عقابہ کی وادی میں تھا، جس کو عرباۃ کی وادی بھی کہتے ہیں۔

اہل روم کا ردِ عمل

ظاہر ہے کہ اہل روم، مسلمانوں کی اہل ایران کے ساتھ تمام تر جنگوں کے نتائج کا غور سے مطالعہ کر رہے ہوں گے۔ اور اب انہیں مسلمان، ایران کی جنگوں سے کچھ فارغ بھی نظر آئے ہوں گے۔ پھر مسلمان لشکروں کی بلادِ شام کی طرف پیش قدمی کوئی چھپی ہوئی بات بھی نہ تھی پہلے خالد رضی بن سعید کا لشکر بھی ملکِ شام میں کافی اندر تک چلا گیا تھا اور اہل روم نے سخت ردِ عمل والی کارروائی کی تھی۔ حکمتِ عملی کے تحت اہل روم کے لئے فلسطین کا ملک یا صوبہ، ملک شام سے زیادہ اہمیت کا حامل تھا۔ اس علاقے کے ساتھ اُن کا سمندر کے ذریعے بھی رابطہ تھا۔ روحانی یا مذہبی طور پر بھی فلسطین کا علاقہ زیادہ اہم تھا۔ اس لئے انہوں نے زیادہ فوج اسی علاقے میں مختلف مقامات پر رکھی ہوئی تھی جن میں بیسان، طبریہ، قساریہ، بیت المقدس، رملہ اور بیر شیبہ وغیرہ کے مقامات شامل تھے یہی وجہ تھی کہ ایسی فوج کے کسی دیکھ بھال والے دستے کیساتھ جناب یزید رضی کا ٹکراؤ بحیرہ مردار کے نچلے علاقوں میں ہو گیا اور جناب یزید رضی اپنی منزل کی طرف تیزی کے ساتھ نہ جا سکے۔ اِن جھڑپوں کے بعد اہل روم کی افواج نے فرار بھی مغرب یعنی فلسطین کی طرف کیا اور جناب عمرو رضی بن عاص تو زیادہ آگے بڑھ بھی نہ سکے۔ ظاہر ہے کہ رومیوں کی طاقت کی کشش کا مرکز فلسطین اور بیت المقدس کا علاقہ تھا جناب عمرو رضی بن عاص اس علاقے میں اکیلے تھے۔ وہ فکرمند ہوئے اور جناب ابو عبیدہ رضی سے امداد کی درخواست کی۔

جناب ابو عبیدہ رضی کا تجزیہ

جناب ابو عبیدہ رضی یرموک سے تھوڑا آگے اور بصریٰ کے قلعہ سے نیچے جابیہ کے مقام تک

Marfat.com

پہنچ چکے تھے وہ ادھر ہی رُک گئے اور تینوں لشکروں یعنی اپنے لشکر کے علاوہ جناب شرجیل رضؓ اور جناب یزیدؓ کے لشکروں کی کمانڈ بھی سنبھال لی اور پیش قدمی روک دی جناب ابو عبیدہؓ کو خیال تھا کہ اہل روم اول تو جناب عمروؓ بن عاص کے لشکر پر بھرپور وار کریں گے اور اُس کے بعد تینوں لشکروں کی عقب سے ناکہ بندی کر کے اُن پر بھی سامنے سے سخت حملہ کریں گے لیکن ایسا کرنے کے لئے کافی لشکروں اور کسی خاص تجویز کی ضرورت تھی۔ اور اُس کے لئے وقت چاہیے تھا۔ رومیوں کو کمک کی بھی امید تھی اور وہ اپنی طاقت کو بڑھانے میں لگے ہوئے تھے۔ جناب ابو عبیدہؓ فکرمند بالکل نہ تھے۔ جناب عمروؓ بن عاص بھی اپنے دوست ریگستان کو اپنے عقب میں رکھے ہوئے تھے اور باقی تینوں لشکر بھی اپنے دوست ریگستان کو اپنے دائیں اور عقب دونوں سمتوں میں رکھے ہوئے تھے۔ وہ کسی جال میں تو نہ پھنس سکتے تھے۔ لیکن وہ پہل کاری اہل روم کو نہیں دینا چاہتے تھے۔

ممکن طریقے

اب مسلمانوں کے لئے کئی ممکن طریقے تھے جو وہ اپنا سکتے تھے۔ ایک یہ تھا کہ وہ یرموک سے طبریہ یا فحل کے راستے اپنا رخ فلسطین کی طرف موڑ دیتے۔ اور شمال کی طرف سے فلسطین کی ناکہ بندی کرتے۔ اور جو فوج جنوبی فلسطین میں موجود تھی اُس کا قلع قمع کر دیتے۔ یہ مشکل تجویز تھی، کیونکہ اوپر سے فلسطین میں داخل ہونے والی فوج پہاڑوں اور وادیوں میں محدود ہو کر رہ جاتی۔ اور مکمل ناکہ بندی بھی مشکل تھی کیونکہ سمندری راستے تو رومیوں کے لئے کھلے تھے لیکن زیادہ خطرہ یہ تھا، کہ اپنی فوج منتشر ہو جاتی۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ تمام فوجیں اپنے ریگستانی علاقے میں چلی جاتیں اور رومی لشکروں کو اپنی طرف کھینچ کر ریگستان میں تباہ و برباد کیا جاتا اس چال میں خطرہ یہ تھا کہ رومی شاید چال میں نہ آتے، اور اپنے لئے لمبے عرصے تک غیر آباد علاقوں میں گذارہ مشکل ہو جاتا۔ اور یہ ایک پسپائی ہوتی، کہ خلیفہ اول اِس کی اجازت دینے کو تیار نہ تھے۔ شام پر لشکرکشی ہو چکی تھی، اب پہل کاری ہاتھ میں رکھنا ضروری تھی۔ تاکہ دشمن کے لشکر کو ضرور برباد کیا جائے کہ معاملات آگے بڑھ سکیں

خلیفہ اول سے مشورہ

جناب ابو عبیدہؓ نے خلیفہ اول کو حالات سے آگاہ کیا اور اپنی سوچ سے بھی، کہ کیا

Marfat.com

مختلف طریقے ہو سکتے ہیں۔ خلیفہ اول حالات کو بھانپ گئے۔ وہ جناب ابو عبیدہؓ کی شان، تدبر حربی قابلیت وغیرہ سب چیزوں کو اچھی طرح سمجھتے تھے اور اُن کو معلوم تھا کہ امین الامت تمام معاملات اور حالات پر مکمل طور پر حاوی ہو سکیں گے۔ لیکن اپنے مجاہدین کی حوصلہ افزائی اور دشمن کی دل شکنی کے لئے اگر جناب خالدؓ بن ولید کو ایسے کام پر لگایا جا سکے، تو وہ اور بہتر ہوگا۔ جناب خالدؓ بڑی بڑی جنگوں میں فتوحات حاصل کر چکے تھے اُن کی حربی خوبیاں سب لوگوں پر ظاہر تھیں۔ اور اس میں شک نہیں تھا کہ یارِ غارؓ تو جناب امین الامتؓ کو اچھی طرح سمجھتے تھے لیکن اہلِ لشکر یا باقی اُمرا یہ بات نہ سمجھتے تھے کیونکہ جناب ابو عبیدہؓ نے اُس وقت تک کسی بڑی جنگ میں کمانڈ نہ کی تھی۔

جنابِ خالدؓ کی نئی ذمہ داری

جناب خالدؓ بن ولید اِن دنوں عراق میں بالکل فارغ بیٹھے تھے، اور شام کی سرحدوں تک حربی مظاہرے بھی کر چکے تھے۔ خلیفہ اول کی عراق کی فتوحات کی حکمتِ عملی کا پہلا مرحلہ ختم ہو چکا تھا بلکہ اِس حکمتِ عملی کو اِتنا آگے بڑھا دیا گیا تھا کہ عراق و شام دونوں محاذوں کے لشکر اور اکا دُکا مجاہدین بھی ایک دوسرے کی "باہمی امداد" کے قابل ہو چکے تھے۔ اِس لئے بہتر یہی تھا کہ اللہ کی تلوار، جو میان سے باہر آ چکی تھی اُس کو بھی استعمال کیا جائے۔ کیونکہ جناب خالدؓ کا نام[1] از خود لاکھوں کے لشکر کے برابر ہو چکا تھا۔

اِس لئے جناب صدیق اکبرؓ نے ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعے جناب خالدؓ کو حکم دیا کہ وہ جلدی سے شام کے محاذ پر پہنچ کر کمانڈ سنبھال لیں اور آدھا لشکر اپنے ساتھ شام لے جائیں اور آدھا لشکر جناب مثنیٰؓ بن حارث شیبانی کے پاس چھوڑ کر عراق کے محاذ کی سپہ سالاری اُن کو سونپ دیں۔ لشکر کی بانٹ اور جناب خالدؓ اور جناب مثنیٰؓ کی الوداعی کو حصّہ اول کے سولھویں باب میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا۔

---

[1] نام والی بات اس زمانے میں بھی ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں افریقہ میں رومیل کا نام کئی ڈویژنوں کے برابر ہو گیا تھا۔ اور جنوب مشرقی ایشیا میں ایک جاپانی سپاہی ایک دستہ کے برابر ہو گیا تھا۔ دینِ فطرت کے مجاہد اگر اپنے فلسفہ پر عمل کریں تو وہ تو ہمیشہ سے قرآن پاک کے مطابق، دس سپاہیوں کے برابر ہیں۔

Marfat.com

ہے۔ چنانچہ جناب صدیق اکبرؓ نے جناب ابو عبیدہؓ کو بھی اطلاع دی کہ وہ جناب خالدؓ کا انتظار کریں۔ وہ سپہ سالار اعظم ہوں گے۔ اور اُن کے آنے تک جناب ابو عبیدہؓ حفظ ماتقدم کے طور پر کوئی کارروائی کر سکتے ہیں۔ لیکن رومیوں کے ساتھ کسی فیصلہ کن لڑائی میں اپنے آپ کو نہ الجھائیں۔

تبصرہ

جناب صدیق اکبرؓ نے عراق و ایران کے محاذ پر جو کچھ حاصل کرنا تھا وہ کر چکے تھے۔ اُن کے لحاظ سے اب وقت آگیا تھا کہ شام و فلسطین میں اہل روم کے ساتھ بھی دو دو ہاتھ کر لیں۔ اور اِس سلسلہ میں انہوں نے جو تجاویز مرتب کیں وہ یہ تھیں کہ اردن سے گزر کر پہلے شام کو فتح کیا جائے اور فلسطین کو بعد میں فتح کیا جائے۔ اِن ترجیحات کے وجوہات بیان کر دیئے گئے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ تین لشکر یرموک سے آگے گزر کر بصریٰ کے مقام کے نزدیک پہنچ چکے تھے۔ صرف جناب عمرو رضؓ بن عاص کا لشکر فلسطین کے جنوبی علاقے میں موجود تھا اور دشمن پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ موجودہ فوجی لحاظ سے اس کو (HOLDING) کی کارروائی کہیں گے۔ HOLDING اور CONTAINING میں جو فرق ہے واضح ہے کہ CONTAINING میں بھی نگاہ تو کڑی رکھی جاتی ہے لیکن آگے سے زیادہ رکاوٹ پیدا کرنے کی شاید سکت نہ ہو۔ HOLDING میں کڑی نگاہ کے علاوہ آگے سے سخت رکاوٹ کی کارروائی بھی کی جاتی ہے اور یہ ایک متحرک دفاع بھی ہو سکتا ہے

یہاں موازنہ کے طور پر یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ اہلِ روم مسلمانوں کی حکمتِ عملی اور تجاویز یا ساز پر اِس طرح نہ ناچ رہے تھے جس طرح عراق کی مہم کے وقت ایرانیوں نے جناب خالدؓ کے ساز پر ناچنا شروع کر دیا تھا اور جس کی تفصیل کتابِ اول میں دی جا چکی ہے۔ اہلِ روم ردِعمل کے طور پر جو کارروائی کرنے کا ارادہ کر رہے تھے وہ بڑی مدبرانہ چال تھی اور مسلمانوں کے لئے بہت ہی پرخطر تھی۔ چنانچہ مسلمانوں کو نہ صرف اپنی پیش قدمی کی تجاویز کو تبدیل کرنا پڑا، بلکہ شام کے محاذ کے لئے عراق سے کمک منگوانے کے علاوہ کمانڈ میں بھی تبدیلی کرنا پڑی۔ اِس سلسلے میں مسلمانوں کی کارروائی جو اُنہوں نے رومیوں کے ردِعمل کے خلاف کی، اگلے باب میں تفصیل کے ساتھ بیان کی جائے گی۔

Marfat.com

اب سمجھنے والی بات یہ ہے کہ اہل روم کی کارروائی مسلمانوں کی پیش قدمی کے خلاف ایک صحیح ردعمل تھا اور مسلمانوں کی مزید کارروائی اور تجاویز میں تبدیلی رومیوں کے ردعمل کے خلاف ایک مزید صحیح ردِعمل تھا۔ اور یہ مزید ردعمل اِس وجہ سے ہو سکا کہ مسلمانوں کی تجاویز "لچکدار" تھیں اور مسلمانوں نے اپنے آپ کو آنے والے وقت کے لئے لچکدار پالیسی کے تحت تیار رکھا ہوا تھا۔ یہ نکتہ بڑا اہم ہے۔ تبدیلی کر لینے سے پالیسی کی "لچکداری" کی خصوصیت پہنا دینے کی زبانی جمع تفریق کوئی معنی نہیں رکھتی با مقصد تبدیلی اور با مقصد لچکداری (FLEXABILITY) کے لئے بڑی فراست کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر یہ مومن کی فراست کے تحت ہو تو پھر سونے پر سہاگہ ہوتا ہے۔ فوجی حکمتِ عملی اور تدبیرات کا یہی بڑا اور صحیح فارمولا ہے کہ اول دشمنوں کو اپنے ساز پر نچانا اور ساتھ ہی دشمن کے تمام ردعملوں کے خلاف مزید منصوبہ بندی کے لئے تیار رہنا۔ علاوہ اُس تیاری کے لئے اپنے پاس ذرائع بھی موجود رکھنا اور اگر ہم اپنے آپ کو ایسے حالات کے لئے تیار رکھنا چاہتے ہیں تو پھر یہ یاد رکھنا ہوگا:۔

آخر امیرِ عسکرِ ترکی کے حکم سے — "آئینِ جنگ" شہر کا دستور ہو گیا
ہر شئے ہوئی ذخیرہ لشکر میں منتقل — شاہین گدائے دانہ عصفور ہو گیا۔ (اقبالؒ)

ایک اور نکتہ یہ ہے۔ کہ آخر کار مسلمانوں نے حضرت عمرؓ کے زمانے میں شام اور فلسطین کو اِسی طریقہ و تجویز کے تحت فتح کیا جس کا جنابِ صدیقِ اکبرؓ تعین کر گئے تھے۔ یعنی حکمتِ عملی وہی رہی۔ صرف وقت زیادہ لگ گیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ دشمن کے ردعمل کو مزید ردعمل کے ذریعہ رد کرنا پڑا۔ اُس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کئی دفعہ مفتوحہ علاقوں کو چھوڑنا پڑا۔ مثال کے طور پر یرموک کے مقام کو پہلے ہی مرحلہ میں چھوڑنا پڑا۔ اِس کا ذکر اگلے باب میں آئے گا۔ لیکن یرموک کو بھی بعد میں دو دفعہ فتح کرنا پڑا۔ اور یرموک پر قبضہ تو شاید تین دفعہ کرنا پڑا۔ لیکن یرموک کے مقام پر جنگیں دو دفعہ ہوئیں۔ اگر پہلے مرحلہ پر یرموک کی وادی کے نزدیک بصریٰ کے مقام والی جنگ کو بھی شمار کر لیا جائے تو پھر یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یرموک کے مقام پر جنگیں بھی تین ہوئیں۔ دو جنگیں البتہ رجب کے مہینہ میں ہوئیں۔ ایک رجب تیرہ ہجری میں اور دوسری رجب پندرہ ہجری میں۔ اس لئے اُن دو جنگوں کو اکثر لوگوں نے ایک جنگ بنا کر پیش کیا۔

ہم جس نکتہ کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ دشمن کے ردِعمل کو رد کرنے کے لئے تجاویز میں جو تبدیلیاں آئیں اور حکمتِ عملی کے تحت جن مفتوحہ علاقوں کو چھوڑنا پڑا، اُن سب کارروائیوں کو نقشۂ اول

Marfat.com

دوم اور سوم کی مدد سے سمجھنے کی ضرورت ہے اور ہر مقام کے محلِ وقوع کو یاد رکھنا ہو گا تو تب ہی واقعات کھل کر سامنے آئیں گے ۔ ورنہ ہم یا تو پرانے زمانے کے مورخوں کی طرح بھول بھلیوں میں الجھ جائیں گے، یا کئی نئے مبصرین کی طرح جنگ کو ایک جنگی مشق بنا کر سارے مقامات کو ویسے ہی فتح کر لیں گے اور زمان و مکان والے پہلو کو بھول جائیں گے

اسباق

۱۔ جو لوگ جناب صدیق اکبرؓ کی حکمتِ عملی کو مومن کی فراست سے مطالعہ کریں گے۔ اُن کے سامنے ایسے راز کھُل کر آشکارا ہوں گے کہ وہ خود بھی حیران ہو جائیں گے اور یارِ غارؓ کی شان کے بارے میں اُن کو کچھ سوجھ بوجھ حاصل ہونا شروع ہو جائے گی۔ ہمارے آقاؐ فرما چکے ہیں "کہ وہؐ اپنے رفقاءؓ میں سے سب کے احسانات کا بدلہ دے چکے ہیں۔ لیکن صدیق اکبرؓ کے احسانات کا بدلہ نہ دے سکے"۔ یہ نکتہ اتنا دقیق اور عمیق ہے کہ ہم گنہگاروں کے لئے اِس کو سمجھنا ناممکن ہے کہ حضور پاکؐ جو سب کچھ اپنی نگاہ سے کر سکتے تھے اور اُن کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ تھا، اس معاملہ میں آ کر کیوں رُک گئے۔ احسانات کا بدلہ دینا نہ چاہتے تھے یا کیا راز تھا۔ تو راز تو راز دان ہی سمجھ سکتا ہے اور حضور پاکؐ کی شان کو جس طرح یارِ غارؓ سمجھتے تھے وہ بھی ایک راز تھا اور یہ راز جس سینہ میں راز کے طور پر رہ سکا اس کا احسان بھی راز ہے۔ یا جناب علی کرم اللہ وجہٗ تھے کہ علم کے شہر کا دروازہ ہوتے ہوئے بھی بعض دفعہ مشیتِ ایزدی کے تحت خاموش ہو جاتے تھے۔ یا فاروقِ اعظمؓ تھے جن کو یہ خیال بھی نہ آیا کہ حضور پاکؐ کبھی وفات پا کر اُن کی آنکھوں سے اوجھل بھی ہو سکتے ہیں۔ یا عثمان غنیؓ تھے جن کی شان میں خود ہمارے آقاؐ نے فرمایا کہ بخدا آج اگر میرے گھر کوئی اور بیٹی ہوتی تو میں جناب عثمانؓ کے عقد میں دیتا۔ اب حضور پاکؐ کے ان عظیم رفقاءؓ کے بارے میں علامہ اقبالؒ کے شعر کا یہ مصرع ہمیشہ یاد رہے کہ :-

"تو اُسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ"

۲۔ تو سبق یہ ہے کہ حضور پاکؐ کے رفقاء کی سیرتوں میں اپنے لئے نشانِ راہ کو تلاش کرنا چاہیئے۔ فوجی حکمتِ عملی۔ مقاصد کا تعین۔ مقصودوں کی نشان دہی، لچکدار پالیسی۔ مکمل ذرائع کو اکٹھا اور پاس رکھنا۔ تیز پیش قدمی، چوکنا رہنا۔ ہر وقت کارروائی کرنا۔ تن من کو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے احکامات کے تابع رکھنا۔ اور ہر وقت یہ خیال کہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے نام کو بلند کرنے میں لگے رہیں۔ اور پھر اپنی ذات کو

Marfat.com

اِن اصولوں پر قربان کر دینا۔ ہمارے لئے سینکڑوں عملی سبق ہیں۔ جو لوگ صرف علم کے چکر میں رہتے ہیں یا عقل کے گھوڑے دوڑاتے رہتے ہیں۔ اُن کے سامنے بڑی رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں ہمیں ہر وقت اللہ تعالٰے سے "دل بینا" طلب کرنا چاہیئے۔ اور یہ حضور پاکؐ کی غلامی اور آپؐ کے رفقاء کی غلامی سے حاصل ہوتا ہے۔ ؎

؎ عقل گو آستاں سے دور نہیں اس کی تقدیر میں حضور نہیں
دِل بینا بھی کر خدا سے طلب آنکھ کا نور دل کا نور نہیں؛
علم میں بھی سرور ہے لیکن یہ وہ جنت ہے جس میں حور نہیں (اقبالؒ)

۳۔ اکثر راوی اِس بات پر متفق ہیں کہ جناب صدیق اکبرؓ کی خلافت میں جو دو حج ہوئے اُن میں گیارہ ہجری میں حج کے موقع پر جناب فاروق اعظمؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا گیا اور بارہ ہجری میں حج کے موقع پر آپ خود خانہ کعبہ تشریف لے گئے۔ بلکہ وہاں پر حضور پاکؐ کے خطبہ حجۃ الوداع کی یاد میں خوب روئے بھی۔ ظاہر ہے جناب خالدؓ جنہوں نے پوشیدگی میں حج کیا، اُن کی خلیفۂ اول کے ساتھ پوشیدگی میں کوئی ملاقات بھی ہوئی ہوگی۔ کہ اُس کے تین ماہ بعد صفر تیرہ ہجری میں جناب صدیق اکبرؓ نے جناب خالدؓ کو شام میں بھیج دیا۔ اور جناب خالدؓ کے نام کو استعمال کیا۔ فوجی حکمت عملی کے لحاظ سے یہ صحیح کارروائی ہے۔ بلکہ اِس کے لئے امن کے زمانے میں تیاری کی ضرورت ہے۔ اول نام اللہ اور رسولؐ کا ہے لیکن کچھ اللہ اور رسولؐ کے فدائیوں کو تیار کرنا ضروری ہوتا ہے اور امن کے زمانے میں اُن کے نام سے دشمن کے دلوں میں ہیبت ڈالی جاتی ہے۔ مضمون بڑا وسیع ہے یہاں اشارہ کافی رہے گا۔

؎ سرِ خاکِ شہیدے برگہائے لالہ می پاشم کہ خونش بانہالِ ملت ما سازگار آمد۔ (اقبالؒ)

Marfat.com

تیسرا باب

جناب خالدؓ کا شام کی طرف کوچ (نقشہ دوم)

پہلی کتاب کے سولھویں باب میں فاتحینِ عراق کا ملک عراق کو الوداع کہنے کا ذکر تفصیل سے ہو چکا ہے۔ یورپ کے مبصرین اور فوجی ماہرین فتح کے اختتامی مقام کو نہ تلاش کر سکے۔ کلاسوٹز، لیڈل ہارٹ فُلر وغیرہ تمام نئے اور پرانے ماہرین کی تمام تر کوششیں یہاں آکر ختم ہو جاتی ہیں۔ کوئی کہتا ہے، فتح سے شکست نکلتی ہے۔ کوئی فتح کے اثرات و ثمرات کے غلط استعمال کے چکر میں پڑ جاتا ہے۔ لیکن دین فطرت میں فتح کا اختتامی مقام موجود رہے گا کہ قافلہ حق رواں دواں ہے :-

دما دم رواں ہے یم زندگی ہر اک شئے سے پیدا رمِ زندگی۔ (اقبالؒ)

اسلام میں ایک فتح سے دوسری فتح پیدا ہوتی ہے اس میں ملک اور علاقے فتح نہیں کئے جاتے بلکہ لوگوں کے دل فتح کئے جاتے ہیں۔ ملکوں کے نام تو صرف پہچان کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ ورنہ اسلام کسی جغرافیائی حدود کا قائل نہیں اور نہ ہی اسلام میں جغرافیائی وطن کا کوئی تصور ہے۔ وطن کا تصور صرف اِس حد تک ہے کہ وہ ایک مستقر ہے جہاں اللہ اور رسولؐ کا نام بلند کرنے والے رہتے ہیں۔ لیکن ایسا مستقر جہاں اللہ کی فوج رہتی ہو اور دنیا وجہان والے اُن کا نام سُن کر کانپ جائیں۔ اسلام میں ایسے جغرافیائی حدود والے وطن کا کوئی تصور نہیں جس کی دھرتی کی پوجا کی جائے۔ اور وطن کو اللہ کا شریک بنا دیں۔ اور "حب الوطنی" کے چکر میں ایسی بدعتوں کا شکار ہو جائیں کہ اسلام کی بنیادی اصولوں سے ہی ہٹ جائیں اور علامہ فرما گئے ہیں :-

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے

جو پیرہن اِس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے۔

اور پھر یوں ہمارے لئے صراطِ مستقیم کی بھی نشاندہی کرتے ہیں :-

بازو ترا توحید کی قوّت سے قوی ہے

اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے (اقبالؒ)

بہرحال ہم حصہ اول میں بیان کر چکے ہیں کہ جناب خالدؓ اپنا لشکر آدھا آدھا بانٹ چکے تھے اور جناب

Marfat.com

مثنیٰؓ کو عراق کی سپہ سالاری بھی سونپ چکے تھے۔ لیکن بنو بکر کا یہ بیٹا اور اسلام کا ایک عظیم فرزندِ ارجمند اللہ کی تلوارؓ سے الگ نہ ہونا چاہتا تھا۔ اُس کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اپنے محسن اور سپہ سالار سے اِس دنیا کی زندگی میں آخری دفعہ کہاں پر بغل گیر ہو۔ قارئین! کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم ابھی چند اور لمحے اسلام کے اِن دو عظیم فرزندوں کے ذکرِ جمیل سے لطف اندوز ہونے کی کوشش کریں۔

جناب خالدؓ نے ابھی تک یہ فیصلہ نہ کیا تھا کہ وہ شام کے لیے کونسا راستہ اختیار کریں گے حیرہ سے دریا کے ساتھ ساتھ چل کر فراض کے مقام تک سے جناب خالدؓ خود اور اُن کے لشکر کے کئی مجاہد واقف تھے اور فراض کی فتح کا ذکر پہلی کتاب کے پندرھویں باب میں ہو چکا ہے۔ فراض کے مقام سے آگے کسی رہنما کی ضرورت پڑتی۔ حیرہ سے دومۃ الجندل والا علاقہ اور راستہ بھی جناب خالدؓ اور اُن کے مجاہدین نے دیکھا ہوا تھا۔ کہ حصہ اول کے تیرھویں باب میں دومۃ الجندل کی مہم کا ذکر ہے۔ دومۃ الجندل سے تبوک تک کا علاقہ بھی جناب خالدؓ، حضور پاکؐ کی تبوک کی مہم[1] کے دوران دیکھ چکے تھے۔ اِن تمام راستوں کو سمجھنے کے لیے نقشہ دوم سے استفادہ کریں، تو ظاہر ہوگا کہ دومۃ الجندل والا راستہ بہت لمبا تھا اور اُس راستے سے خالدؓ کی پیش قدمی کسی فوجی اہمیت کی حامل نہ ہوتی بلکہ ایسا نظر آتا، کہ جناب خالدؓ بھی مدینہ سے ایک اور کمک والا لشکر لے آئے ہیں۔

جنرل گلب کا تجزیہ

جنرل گلب نے اپنی کتاب "عربوں کی فتوحات" میں جناب خالدؓ کے لیے جو دومۃ الجندل والے راستے کا تعین کیا ہے، وہ دومۃ الجندل اور موتہ کے درمیان ایک قراقر کے نام کے گاؤں کی وجہ سے غلطی کر گیا ہے۔ وہ قراقر جو خالدؓ کے راستہ میں آتا تھا اور نقشہ دوم میں دکھایا گیا ہے وہ حیرہ سے صرف سو یا ڈیڑھ سو میل ہے۔ اور جو قراقر جنرل گلب نے سمجھ لیا وہ حیرہ سے چار سو میل سے بھی زیادہ دور ہے۔ پھر تمام مورخین متفق ہیں کہ جناب مثنیٰؓ، جناب خالدؓ کے ساتھ قراقر تک آئے۔ تو دومۃ الجندل سے بھی دو سو میل دور اتنا سفر جناب مثنیٰؓ کیسے کر سکتے تھے، جب عراق میں اُن کی ذمہ داری تھی۔ اوپر والا قراقر تو

---

[1] تفصیل کے لیے جلال مصطفےٰؐ کے صفحہ ۲۶۵ اور ۲۷۲ سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

مضیخ اور فراض کے درمیان تھا اور جناب مثنیٰ رض کی عملداری میں آتا تھا۔

اور اگر جناب خالد رض دومۃ الجندل والا راستہ استعمال کرتے تو وہاں سے تبوک اور موتہ کی طرف کوچ کرتے اور جنرل گلب نے جو قراقر سے شمال کی طرف جناب خالد رض کو سوئی اور پامریا کی طرف کوچ کرا دیا وہ جبل ہولن کے مشرقی صحرا میں تھا اور وہ اُس نے اس لئے کیا کہ خالد رض دمشق کے پاس سے شمال سے آکر جنوب کی طرف کوچ کر رہے تھے۔ جنرل گلب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳۳ پر جو نقشہ بنایا ہے اُس کا فاصلہ نو سو میل بنتا ہے۔ اور اتنا لمبا سفر کرنے کے لئے کم از کم ڈیڑھ ماہ کی مدت درکار تھی گو جنرل گلب اُس علاقہ میں رہ چکا ہے اور زمان و مکان کے بارے میں اس کے دوسرے تجزیئے کافی صحیح ہیں لیکن یہاں وہ بھول گیا اور چونکہ وہ تجزیہ کی تفصیل میں نہیں جاتا تھا اس لئے یہاں غلطی ہو گئی۔

ممکن راستوں کے جائزے

فراض والا راستہ مقابلتاً چھوٹا تھا۔ لیکن اس راستے سے جناب خالد رض ملک شام کی ایسی حدود میں داخل ہو جاتے کہ یہ معلوم کرنا مشکل ہو جاتا کہ کس جگہ کتنے دشمن کے ساتھ واسطہ پڑے گا اور دشمن کی فوجی چوکیاں کہاں کہاں ہوں گی۔ یہ سب معلوم کرنا بھی مشکل ہو جاتا۔ بہرحال جناب خالد رض ملک شام میں شمال ہی کی کسی سمت سے داخل ہونا چاہتے تھے، کہ اُن کے داخلے سے بھی فوجی اہمیت کی کوئی افادیت حاصل ہو جائے۔ یعنی کوچ یا حرکت کے بھی کچھ "عطیات" یا ثمرات مل جائیں لیکن ایسے ثمرات حاصل کرتے وقت اپنے بڑے مقصد کو تم طور پر اپنے ذہن میں رکھنا پڑتا ہے مگر اصل مقصد یہ تھا کہ تیزی سے پیش قدمی کر کے مسلمان لشکروں کی شام میں کمانڈ سنبھالنا اور اس لئے جناب خالد رض کسی "درمیانے" راستہ کی تلاش میں تھے اور کچھ اچنبھے کی کارروائی بھی کرنا چاہتے تھے کہ ملک شام میں دشمنوں کو بھی حیران کر دیں اور اپنوں کے پاس بھی ایسے وقت پہنچیں اور ایسی جگہ پر جاکر جمگھٹ کریں کہ مسلمان مجاہدین خوش ہو کر نعرہ تکبیر کی صدا بلند کر دیں کہ ان کو اللہ تعالٰے نے ایسی صورت میں کمک پہنچائی جس کے دیدار سے ان کی لذت شوق کے سامنے تمام علم بودے نظر آئیں۔

ے علم کی حد سے پرے بندۂ مومن کے لیے
لذتِ شوق بھی ہے نعمتِ دیدار بھی ہے (اقبالؒ)

Marfat.com

درمیان والا راستہ

چنانچہ جناب خالدؓ نے حیرہ سے دریا کے ساتھ ساتھ سندوہیہ جانے کی بجائے، ریگستان کے بیچ میں عین التمر کا رُخ کیا ایرانیوں سے اپنی کارروائی یا مقصد کو چھپانا بھی مقصود تھا گو ایسا کچھ عرصہ کے لئے ہو سکتا تھا۔ بہرحال جناب مثنیٰؓ بھی ساتھ تھے آپ جب عین التمر پہنچے تو جناب خالدؓ نے دومۃ الجندل والے راستہ کا خیال ہی دل سے نکال دیا۔ قارئین کے لئے بہتر رہے گا کہ وہ ساتھ ہی نقشہ دوم سے استفادہ کریں جس میں تینوں راستے الگ الگ دکھائے گئے ہیں۔ درمیان والے راستے کو نمبر ایک راستہ کے طور پر دکھایا گیا ہے۔ دومۃ الجندل والے کو نمبر دو کے طور پر اور فراض والے کو نمبر تین کے طور پر۔ اس سے آگے ہم زیادہ بیان درمیان والے راستہ کا ہی کریں گے کہ اللہ کی تلوار کے مصنف جنرل اکرم کے مطابق بھی جناب خالدؓ نے درمیان والا راستہ ہی اختیار کیا۔

عین التمر سے قراقر تک ایک ریگستانی راستہ جاتا تھا اور قراقر سے سوئی تک آگے پانچ دن کا سفر تھا سوئی کے قریب ایک چشمہ تھا اور اُس کے بعد سفر آسان تھا۔ گو قراقر تک اپنا مفتوحہ علاقہ تھا لیکن مئی کا مہینہ تھا اور شاید اُس سال بارشیں بھی کم ہوئی تھیں۔ اور جناب خالدؓ کسی رہنما کی تلاش میں تھے آخر قبیلہ طے کے رافعؓ بن عمیرہ[۱] نے درمیانی راستوں کی کچھ نشاندہی کی۔ جناب رافعؓ نے مشورہ دیا کہ عین التمر سے سیدھا قراقر جانے کی بجائے مضیخ اور عمیج القصر والا راستہ اختیار کیا جائے کہ اُس راستے میں پانی کی کوئی تکلیف نہ ہوگی اور یہ بھی چار پانچ دن کا سفر تھا اور اس طرح قراقر پہنچ کر مکمل تیاری کے ساتھ سوئی کا سفر کیا جائے کہ وہ اجاڑ اور بیابان علاقے کا سفر ہے۔ جناب مثنیٰؓ ساتھ تھے۔ ان کا دل نہ چاہتا تھا کہ اپنے عظیم رہنما سے الگ ہوں۔ پہلے مضیخ یا قصر سے الگ ہونے کا ارادہ تھا لیکن آخر قراقر تک وہ بھی ساتھ ہی رہے کہ اللہ کی تلوارؓ اور مجاہدین کے ریگستان میں داخل ہونے کے نظارہ سے لطف اندوز ہوں۔ اور جناب مثنیٰؓ کی نظر اُس قافلے کے سالار پر جمی ہوئی تھی کہ آپ اب اُن کو آخری بار دیکھ رہے تھے۔

؎ منزلِ راہرواں دور بھی ہے دشوار بھی ہے
کوئی اِس قافلہ میں قافلہ سالار بھی ہے۔ (اقبالؒ)

---

[۱] رافعؓ بن عمیرہ اِس مہم کے بعد ہماری تاریخ کا ایک درخشاں ستارہ بن گئے اور اُن کو جناب خالدؓ کی دامادی کا شرف بھی حاصل

Marfat.com

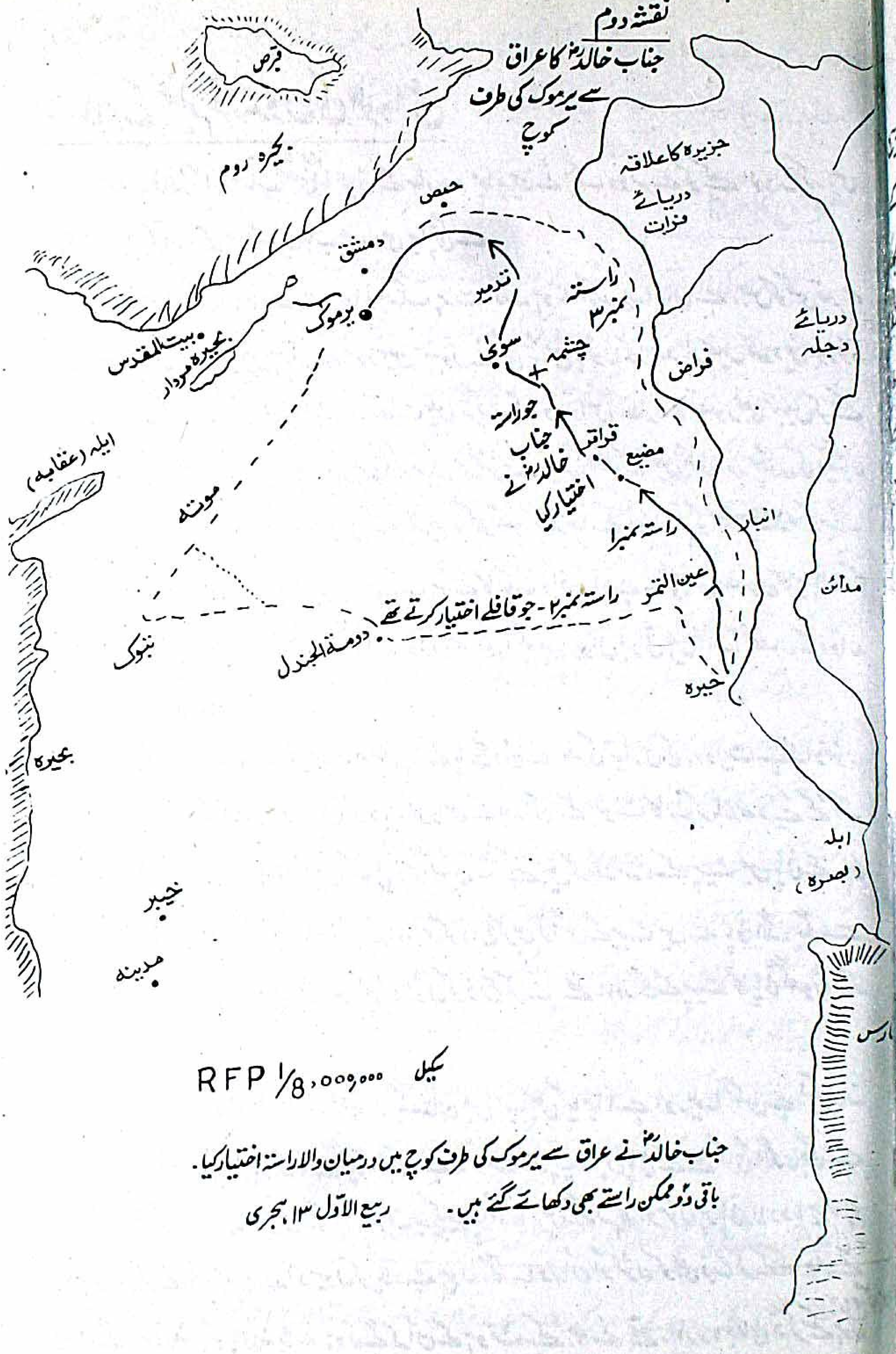

جناب خالدؓ نے عراق سے یرموک کی طرف کوچ میں درمیان والا راستہ اختیار کیا۔
باقی دو ممکن راستے بھی دکھائے گئے ہیں۔ ربیع الاول ۱۳ ہجری

Marfat.com

اسلام کے عظیم فرزندوں کی الوداعی

جناب خالدؓ اور جناب مثنیٰؓ یا عراق کے سارے مجاہدین نے ایک دوسرے کو کیسے الوداع کہا اِس کی جھلک پہلی کتاب کے سولھویں باب میں دی جا چکی ہے۔

مجاہدین کا الگ دوسرے سے محاذِ جنگ پر سے الگ ہونا، ایک ایسا بیان ہے، جس کو کسی قلم سے لکھنا کسی کے بس کی بات نہیں ہمارے مورخین جنہوں نے سُنی سُنائی باتوں کے بعد تاریخیں لکھ دیں اور خود یہ نظارہ نہ دیکھا اور نہ عملی طور پر ایسے واقعات میں شرکت کی، وہ تو اس نظارہ کا تصور بھی نہیں کر سکتے جناب حافظ شیرازیؒ نے اپنے دیوان میں اور میاں محمد بخشؒ نے "سیف الملوک" میں بُلبل اور پھول کی ایک کہانی لکھی ہے۔ اُس میں اِس محبت اور جدائی کی شرطِ قدیم کا کچھ تصور باندھا ہے اور راقم کو ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ کی فائر بندی کے دوران اپنے ساتھیوں سے الگ ہونے کا ایک واقعہ یاد ہے۔ تو اس مضمون کا یہاں ختم کرنا ہی بہتر ہوگا۔ کہ اس وقت زبان گُنگ ہوتی ہے اور آنکھیں رواں ہوتی ہیں۔ اب آنکھوں کے رواں ہونے کی کہانی کون سمجھے۔

چنانچہ جناب خالدؓ نے قراقر کے مقام پر اگلے پانچ دن کے سفر کی تیاری کی۔ روایت ہے کہ اونٹوں کو کچھ دن پیاسا رکھ کر اُن کو خوب پانی پلا دیا۔ اور اس کے بعد اُن کے ہونٹ کاٹ کر باندھ دیئے گئے، کہ وہ جُگالی نہ کر سکیں۔ اور ان کی دُمیں کھول دی گئیں۔ کہتے ہیں کہ اونٹ کے پیٹ میں پانی کے لئے الگ جگہ ہوتی ہے اور اگر وہ جگالی نہ کرے اور اس کو ذبح کریں تو اُس کے پیٹ میں سے پانی الگ جگہ سے نکال سکتے ہیں۔ اور ہر پڑاؤ پر اہلِ لشکر کچھ اونٹوں کو ذبح کرتے تھے۔ اور اُن کے پیٹ کا پانی گھوڑوں کو پلا دیتے تھے۔

جنرل گلب کے لحاظ سے یہ طریقہ ریگستان میں اب بھی کیا جاتا ہے اور ایسا ممکن ہے لیکن اللہ کی تلوار کے مصنف جنرل اکرم کے لحاظ سے یہ ناممکن ہے کہ اُونٹ کے پیٹ میں پانی کے لئے کوئی الگ جگہ ہے ہم اِس بحث کو آگے نہ بڑھائیں گے اور صرف یہ کہنے پر اکتفا کریں گے کہ کچھ اونٹوں پر پانی لاد دیا ہوگا جو شام کو اُتار کر کے گھوڑوں اور آدمیوں کو پلا دیتے ہوں گے۔ اور اُن اُونٹوں کو بھی ذبح کر کے کھا جاتے ہوں گے اور اُونٹوں کو پانی نہ پلاتے ہوں گے کہ اُن کے ہونٹ کٹے ہوئے تھے۔ اور وہ جگالی نہ کر سکتے ہوں گے

Marfat.com

اور وہ بغیر پانی پئے پانچ دن گذارہ کر گئے ہوں گے۔ جنرل گلب نے اپنی عمر کا بڑا حصہ ریگستان میں بدوؤں کے ساتھ گذارہ تھا۔ اُس کے مشاہدہ کو رد کرنا بھی مشکل ہے۔

سوٰی کا مقام

چار دن کی اَن تھک کوشش کے بعد جناب خالدؓ کا لشکر سوٰی سے ایک منزل پر پہنچا۔ ایک اور مجاہد جناب محرز بن حریش کو بھی علاقے کی کچھ واقفیت تھی انہوں نے مشورہ دیا تھا کہ صبح کے تارے کو اپنی دائیں طرف والے ابرو کے اوپر رکھ کر سفر شروع کیا جائے اور پھر دن کے وقت اسی سمت کے آگے نشانات مقرر کر کے سفر کو رواں دواں رکھا جائے، تو ضرور سوٰی پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ یہی طریقہ اپنایا گیا سوٰی سے ایک منزل پر پہنچے تو رافعؓ کو پانی تلاش کرنے کے لئے کہا گیا۔ اُن کی آنکھیں چُندھیا چکی تھیں انہوں نے کہا کہ دو پستان نما ٹیلوں کو تلاش کیا جائے۔ وہ ٹیلے مل گئے تو رافعؓ جنہوں نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی ہوئی تھی، کہنے لگے، کہ مجھے ادھر لے چلو۔ اور وہاں پہنچ کر کہا کہ اب ادھر ایک جھاڑی نما درخت تلاش کرو۔ سب نے کہا کہ ادھر کوئی درخت نہیں ہے۔ رافعؓ نے کہا کہ تلاش کرو کہ ادھر سے کبھی کوئی درخت کاٹا گیا ہو اور اُس کے تنے کا کوئی حصہ موجود ہو۔

آخر بڑی تلاش کے بعد ایک درخت کا تنا مل گیا۔ رافعؓ نے کہا کہ مجھے اُدھر لے چلو اور جب رافعؓ ادھر پہنچے تو کہنے لگے یہاں سے ریت ہٹاؤ۔ پہلے ریت ہٹائی تو نیچے سے گیلی مٹی آئی لیکن زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ وہاں سے پانی فوارے کی طرح بہہ نکلا جس کو دیکھ کر تمام مجاہدین نے نعرۂ تکبیر کی صدا بلند کی۔ دراصل ریت کے کسی طوفان کیوجہ سے چشمہ کے اُوپر ریت کی تہہ جم چکی تھی اب ریت ہٹائی گئی تو تمام اہل لشکر نے خوب پانی پیا اور جانوروں کو بھی پلایا۔ رافعؓ نے جناب خالدؓ سے عرض کی کہ اے سالار آج سے تیس سال پہلے میں چند سال کا بچہ تھا کہ اپنے والد کے ساتھ یہاں سے گذرا تھا۔ جناب خالدؓ نے رافعؓ کے مشاہدہ اور یادداشت کی داد دی اور اس کے لئے جناب خالدؓ سمیت تمام مجاہدین نے دعا کی۔

جناب خالدؓ کا اسلامی لشکروں کے ساتھ رابطہ

اب ایک دن کے سفر کے بعد جناب خالدؓ سرزمین شام میں داخل ہو گئے۔ اُدھر باقی اسلامی

Marfat.com

لشکر بھی یرموک کے علاقے میں بصریٰ کے نزدیک دیرہ اور جابیہ کے علاقوں میں پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔ جناب خالدؓ نے ایک تیز رفتار شتر سوار کو اسلامی لشکروں کی تلاش کے لئے بھیجا تاکہ وہ جناب ابوعبیدہؓ کو خالدؓ کے لشکر کے کوچ کی سمت اور باقی حالات سے آگاہ کرے اور اُس قاصد کو یہ پیغام بھی دیا کہ جناب خالدؓ مرج الراحت والا راستہ استعمال کریں گے اور مسلمان مجاہد اُن کے ساتھ رابطہ قائم کریں۔ نقشہ دوم سے ظاہر ہوگا کہ جناب خالدؓ پہلے شمال کی سمت کوچ کر رہے تھے۔ تدمیر یا قریاطلین سے اُن کا رُخ جنوب کی طرف تبدیل ہونا تھا۔ لیکن اُن کی حرکت کی شکل وصورت کو پھر بھی ایسا رہنا تھا کہ ریگستان اُن کے ایک بازو پر رہے۔ وہ ملک شام کے اندر دُور دُور تک گھس جانے کا کوئی ارادہ نہ رکھتے تھے۔ پس جہاں کہیں راستہ میں دشمن ملا تو اُس کا قلع قمع ضرور کیا۔

اُن کی فتوحات کی خبریں دور دور تک پہنچ چکی تھیں۔ انہوں نے راستہ میں قبیلہ بَرا کی بستی مضیخ کو سر کیا۔ اور التمر کے مقام پر چھاپہ مارا۔ آگے رحانتیں، علمین اور الکسب کے مقامات کو سر کیا۔ دمشق کی وادی پر خالی نگاہ ڈالی، کہ آگے مرج الراحت کے مقام سے انہوں نے ریگستان کی بجائے جبلِ حورن یا جبل دروز کے علاقے میں داخل ہونا تھا۔ یہ خطرناک علاقہ تھا کہ وہاں سے لاوا نکلتا تھا۔ بہرحال مرج الراحت سے گزرتے وقت جناب خالدؓ نے ایک اونچے مقام پر اپنے علم کو گاڑ دیا۔ بعد میں مسلمان مجاہدین جب دوسری اور تیسری بار وہاں سے گزرے تو انکو یاد تھا کہ جناب خالدؓ نے پہلی دفعہ فلاں مقام پر علم گاڑا تھا چونکہ جناب خالدؓ کے اس علم کا نام العقاب تھا تو اسکا نام آج بھی سَنِیۡتُ الۡعُقَاب ہے۔ روایت ہے کہ یہ وہی علم تھا جو بدر کی جنگ کے وقت جناب علی کرم اللہ وجہہ نے اُٹھایا ہوا تھا۔ اِس کو حضور پاکؐ کا علم بھی کہتے تھے اور اس کا رنگ سیاہ تھا۔ قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کے جھنڈوں کے رنگ اکثر سیاہ ہی ہوتے تھے۔

جناب خالدؓ کی ٹوپی

مورخین، العقاب کے علاوہ ایک سُرخ رنگ کی ٹوپی کا بھی ذکر کرتے ہیں جو جناب خالدؓ نے سرزمین شام میں داخل ہوتے وقت پہنی ہوئی تھی۔ اِس میں جناب خالدؓ نے حضور پاکؐ کے سر کے تراشے ہوئے بال سِلا رکھے تھے۔ روایت ہے کہ حضور پاکؐ ایک دن بال کتروا رہے تھے اور جو بال گرتے جاتے تھے۔ جناب

Marfat.com

خالدؓ اٹھالیتے تھے۔ حضورؐ پاک نے پوچھا "اے ابا سلیمان! ان بالوں کے کیا کرو گے"۔ تو خالدؓ نے عرض کی۔ یارسول اللہؐ ان کو سی کر اپنی سر کی ٹوپی میں رکھوں گا"۔ حضور پاکؐ مسکرا دیئے اور فرمایا "اے ابا سلیمان! جب تک یہ ٹوپی آپ کے سر پر رہے گی، آپ کو کبھی بھی کوئی شکست نہ دے سکے گا"۔

اس علَم اور ٹوپی کا ذکر اس لئے ضروری تھا کہ قارئین اس پہلو کو سمجھیں کہ جناب خالدؓ سرزمین شام میں کیا کیا ہتھیار ساتھ لے کر داخل ہو رہے تھے اس ٹوپی کا مفصل ذکر تو آگے جنگ یرموک کے دوران آئے گا۔ لیکن ہم جس نکتہ کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہمارے لئے حضور پاکؐ کی غلامی ہی سب کچھ ہے اور ابلیس کی ہر وقت یہ کوشش ہوتی ہے کہ ہمارے عقیدوں سے حضور پاکؐ کی غلامی والی بات کو ختم کر دے علامہ اقبالؒ کی مشہور نظم جس کا عنوان "ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام ہے" وہاں شیطان اپنے پیروکاروں کو یہ حکم دیتا ہے:۔

ے وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا

روحِ محمدؐ اُس کے بدن سے نکال دو۔

فکر عرب کو دے کر فرنگی تخیلات

اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو"

مرج الراحت کا تصادم

جناب خالدؓ رواں دواں تھے۔ جناب خالدؓ کا مرج الراحت کے مقام پر دشمن کے ساتھ تصادم ہوگیا جناب خالدؓ نے دشمن کو بھگا دیا۔ لیکن اُس کا تعاقب نہ کیا۔ واقدی نے اس تصادم کو لڑائی کی شکل دے کر ایک لمبی چوڑی کہانی بنا دیا۔ اللہ کی تلوار کے مصنف جنرل اکرم نے واقدی کے اس بیان کو دمشق کی فتح اور محاصرہ سے پہلے مرج الراحت کی بجائے مرج الصفر کی جنگ کا نام دے دیا ہے کہ ان کا خیال ہے کہ یہ جنگ اجنادین کی فتح کے بعد اور یرموک کی پہلی جنگ کے بعد ہوئی۔ مرج کے دو مقامات ہیں۔ ایک دمشق کے شمال میں ہے، جو مرج الراحت ہے جو شاید آرام والی سایہ دار جگہ ہے اور ایک مرج الصفر ہے جو دمشق کے جنوب میں ہے جو زرد رنگ والی زمین ہے۔ مورخین نے مرج کے واقعات کے سلسلے میں اس لئے کچھ معاملات کو آپس میں ملا جلا دیا ہے۔ اس لئے جنرل اکرم کے تجزیہ پر تبصرہ تو ہم چھٹے باب میں اجنادین کی فتح کے بعد اُس جگہ کریں گے جہاں

Marfat.com

پر جنرل موصوف نے اس کا ذکر کیا ہے۔ لیکن جنرل جان گلب کے تجزیہ پر تبصرہ یہاں پر ضروری ہے۔

تبصرہ

جنرل جان گلب رقمطراز ہے "کہ خالدؓ نے مرج الراحت کے مقام پر ایسٹر کے روز ۶۳۴ عیسوی میں حملہ کیا۔" یہاں تک تو بات صحیح ہے کہ خالدؓ صفر یا ربیع الاول بارہ ہجری میں یہ کوچ کر رہے تھے اور اپریل کا مہینہ تھا۔ جس میں ایسٹر کا دن آتا ہے۔ لیکن آگے جنرل گلب لکھتا ہے "کہ مسلمان مورخین نے خواہ مخواہ اس لڑائی کو مسلمانوں کی فتح بنا دیا۔ اگر خالدؓ کو فتح ہوتی تو وہ عیسائیوں کا تعاقب کرتے اور مغرب کی طرف مڑ کر دمشق کی وادی سے تمام رومی فوج کا قلع قمع کر دیتے۔" جنرل گلب تعصب سے ایسا اندھا ہوا، کہ اس تجزیہ میں اپنی فوجی ذہانت بھی کھو بیٹھا۔ جناب خالدؓ کے سامنے ایک مقصد تھا کہ وہ جلد سے جلد مسلمان مجاہدین کی کمانڈ سنبھال لیں اور راستے میں جو ثمرات ملتے جائیں وہ بھی حاصل کرتے جائیں۔ وہ مغرب کی طرف پیش قدمی کر کے اپنا وقت کیوں ضائع کرتے۔ اس لئے ہم اپنے پہلے بیان پر قائم ہیں، کہ معمولی تصادم ہوا اور جناب خالدؓ نے مرج الراحت کے مقام پر دشمن پر دباؤ ڈالا اور اس کے بعد اپنے اصلی مقصد کے لئے رواں دواں ہو گئے۔

جناب ابو عبیدہؓ کا ردِ عمل یا کارروائی

جب جناب ابو عبیدہؓ کو خبر ملی کہ جناب خالدؓ کس طرف سے پیش قدمی کر رہے ہیں تو انہوں نے بھی شمال کی طرف چار ہزار کا ایک لشکر روانہ کیا کہ وہ جناب خالدؓ کے ساتھ رابطہ قائم کریں۔ گو مسلمانوں کا اس طرف آگے بڑھ کر مقامات فتح کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا، لیکن جناب خالدؓ کی اس سمت سے پیش قدمی کو طاقت بہم پہنچانا ضروری تھا۔ یہ ایک فوجی عمل ہوتا ہے، جو ہر سطح پر رابطے کے لئے کرنا ضروری ہوتا ہے۔ راقم نے اس عمل کو دوسری جنگ عظیم کے آخری دنوں میں ہر سطح پر دیکھا کہ ایسا کرنے سے بڑے اہم نتائج نکلتے ہیں۔

جن مورخین یا مبصرین نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ جب جناب خالدؓ بصریٰ پہنچے اور وہاں پر جناب شرجیلؓ کا لشکر، بصریٰ کے لشکر کے ساتھ الجھا ہوا تھا اور جناب خالدؓ نے یہ بات پسند نہ کی اور کہا "کہ وہ کیسے کمانڈر ہیں کہ دشمن کے حالات کو جانے بغیر خواہ مخواہ اپنی نفری کو الجھا دیتے ہیں"، تو یہ سب تجزیئے اور بیانات ان مبصرین کے اپنے ذہن کی اختراع ہیں۔ جناب شرجیلؓ کو چار ہزار کی نفری کے ساتھ جناب ابو عبیدہؓ نے بھیجا

Marfat.com

تھا۔جب جناب شرجیل رضؓ بصری پہنچے تو وہاں پر کافی دشمن موجود تھا اس لئے انہوں نے دشمن پر نظر رکھی ۔اور چند دیکھ بھال والے دستے مزید آگے بھیج دیئے کہ جناب خالد رضؓ کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں۔ دشمن کی تعداد تو کافی زیادہ تھی لیکن وہ کچھ دُبک گئے اور انہوں نے قلعہ بند ہونا پسند کیا۔لیکن ایک آدھ دن کے بعد جب اُن کو پتہ چلا کہ مسلمانوں کی نفری کم ہے تو انہوں نے قلعہ سے باہر نکل کر جناب شرجیل رضؓ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔جناب خالدؓ کو یہ خبر مل چکی تھی وہ بھی آکر جنگ میں شریک ہو گئے۔

مسلمان سپہ ساروں کی فراست کی غیر متعصب انسان داد دیئے بغیر نہ رہ سکے گا اور ہم گنہگاروں پر تو یہ سب کچھ پڑھ کر رقت طاری ہو جاتی ہے کہ اتنے دُور دراز اور اتنے لمبے سفر کے باوجود مسلمان مجاہدین کے لشکر کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ قائم کر لیتے تھے۔جن لوگوں نے جنگ میں حصّہ لیا ہو اُن کو معلوم ہے کہ محاذ جنگ یا میدانِ جنگ میں باہمی رابطہ قائم رکھنا ایک بڑا مشکل عمل ہوتا ہے۔اور یہاں تو یہ حالت تھی کہ جناب خالد رضؓ کے بصریٰ پہنچنے کے دوسرے دن جناب امین الامت حضرت ابو عبیدہ رضؓ بن جراح ایک گھوڑے پر سوار، وہ علم اُٹھائے ہوئے میدان جنگ میں داخل ہوئے جو حضور پاکؐ نے جناب علی المرتضیٰ رضؓ کو خیبر کے مقام پر عطا کیا تھا۔اس کا رنگ زرد تھا۔

اِن مختصر بیانات کی وضاحت ضروری ہے۔ہم صرف قارئین کی توجہ اس طرف دلانا چاہتے ہیں کہ اسلام کے یہ دو عظیم سپہ سالار جب ایک دوسرے سے محاذ جنگ اور میدان جنگ میں ملتے ہیں تو دونوں کے پاس وہ علم تھے جو حضور پاکؐ نے جناب علی المرتضیٰ رضؓ کو عطا کئے تھے۔اس سے حضور پاکؐ کی غلامی اور جناب علی رضؓ کے شان والی بات کو یاد رکھنا چاہیئے۔اور یہ بھی کہ رابطہ کا نظام کتنا بلند ترین تھا۔چنانچہ ہم سب واقعات کو تسلسل سے بیان کرتے ہیں۔

بصریٰ کی لڑائی

تینوں اسلامی لشکر جناب ابو عبیدہ رضؓ کی عملداری میں جابیہ اور دریائے یرموک کے درمیان فروکش تھے مسلمانوں کو جناب خالد رضؓ کا انتظار تھا جب سوئی سے جناب خالد رضؓ کا تیز رفتار قاصد مسلمان لشکروں کو تلاش کر کے جناب ابو عبیدہ رضؓ کے پاس پہنچا اور جناب خالد رضؓ کے راستے کی نشاندہی کی اور جیسا کہ نقشہ دوم سے ظاہر ہے کہ جناب خالد رضؓ اوپر سے چکر لگا کر آرہے تھے اور قاصد چھوٹے راستے سے جلدی یرموک کی وادی میں پہنچ گیا۔تو جناب

Marfat.com

ابو عبیدہؓ ذرا فکرمند ہوئے کہ دوسرے مقامات کے علاوہ مرج الراحت سے آگے بصریٰ کی مضبوط سرحدی چھاونی تھی اور رومیوں کی کئی فوجی چوکیاں تھیں۔ جناب خالدؓ کو یہی راستہ اختیار کرنا تھا کہ جبل حوران یا جبل اللہ روز کے مشرق میں ریگستان تھا جس میں سفر بہت مشکل تھا۔ سخت گرمی کا موسم تھا پہاڑ سے لاوا بھی بہہ نکلتا تھا۔

چنانچہ جناب ابو عبیدہؓ نے جناب شرجیلؓ کو چار ہزار کے لشکر کے ساتھ بصریٰ کی طرف روانہ کر دیا۔ اس قلعہ میں رومیوں کی فوج کی تعداد بارہ ہزار بتائی جاتی ہے۔ انہوں نے اسلامی لشکر کو دیکھ کر قلعہ بند ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ اُن کا خیال تھا کہ دستہ کسی بڑی فوج کا ہراول یا جیش المقدم ہے۔ جناب شرجیلؓ نے کچھ سوار آگے دوڑائے اور اپنے عمل کو قلعہ کے علاقہ کی دیکھ بھال کی کارروائی تک محدود رکھا، کہ وہ محاصرہ کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ رومی لشکر نے جب اسلامی لشکر کی یہ "خاموشی" دیکھی اور مسلمانوں کی نفری بھی کم تھی، تو رومی قلعہ سے باہر آ گئے اور مسلمانوں کے ساتھ بات چیت شروع کر دی۔ جناب شرجیلؓ نے مسلمانوں کی وہی مشہور تین شرطیں دُہرا دیں۔ رومی حیران ضرور ہوئے لیکن مسلمانوں کی کم نفری کو دیکھتے ہوئے انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

جناب شرجیلؓ کے لئے یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ اپنے سے تین یا چار گنا دشمن کے ساتھ مقابلہ کرنا اُن کے لئے عام بات تھی۔ ایک طرف جناب خالدؓ کی آمد متوقع تھی۔ دوسری طرف اپنے لشکر بھی نزدیک تھے۔ اِس لئے انہوں نے رومیوں کا بڑی بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا اور اسی دوران جناب خالدؓ کا لشکر بھی پہنچ گیا جناب خالدؓ خود اور خلیفہ اول کے فرزند جناب عبدالرحمٰنؓ تلواریں لہراتے ہوئے نعرۂ تکبیر کی صدا لگا رہے تھے اور لشکر کے آگے تھے۔ جناب شرجیلؓ کے لشکر کے لئے ایک معجزہ والی بات ضرور تھی اور انہوں نے جواب میں جو نعرۂ تکبیر کی صدا دی تو رومی فرار ہو کر قلعہ بند ہو گئے۔ میدان جنگ میں ایک آدمی کی امداد کا بھی بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔ اِس سلسلے میں حصہ اوّل کے بائیسویں باب میں جنگ قادسیہ میں امداد سے جو فرق پڑا وہ وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔

جناب خالدؓ کے لشکر کی تعداد تقریباً نو ہزار تھی۔ جناب شرجیلؓ کے چار ہزار مجاہدین شامل کر کے مسلمانوں کی نفری کوئی تیرہ ہزار بنی اور دوسرے دن رومیوں نے جو نگاہ دوڑائی تو انہوں نے اندازہ لگایا، کہ لشکروں کی نفری میں توازن ہے اس لئے وہ باہر نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے۔ جناب خالدؓ اب دونوں لشکروں کی کمانڈ سنبھال چکے تھے۔ انہوں نے میمنہ پر رافعؓ بن عمیرہ اور میسرہ پر ضرارؓ بن ازور کو مقرر کیا۔ جناب عبدالرحمٰنؓ

Marfat.com

جیش المقدم پر تھے۔ گرمی کی وجہ سے جناب ضرارؓ نے اپنا خود اُتار دیا اور ننگے بدن دشمن پر اس طرح حملہ آور ہوئے کہ دشمن کے کشتوں کے پشتے لگ گئے اِس کے بعد آئندہ شام کی جنگوں میں اُن کے نام سے ہی رومیوں کو ہیبت آجاتی تھی۔ اور کوئی اُن کو ننگا دیو کہتا تھا اور کوئی ننگا جن یا پہلوان۔ آپ وزن میں کوئی بھاری بھرکم نہ تھے بلکہ آپ کا بدن چھریرا اور پھرتیلا تھا۔ اِس لئے اہل روم اپنی زبان میں جو لفظ استعمال کرتے تھے اُس کا صحیح ترجمہ مشکل ہے لیکن اُن کا مطلب یہ ہوتا تھا۔ آفتِ ناگہانی یا ناگہانی بلا آگئی۔ بہرحال رومی گھبرا گئے تھے کہ اِتنے میں جنوب سے ایک دستہ کے ساتھ گھوڑے پر سوار جناب ابو عبیدہؓ بھی پہنچ گئے اِن کی آمد کے نظارے مسلمانوں کی خوشی کی لہر اور جناب امین الامت رضؓ اور اور اللہ کی تلوارؓ کی ملاقات نے اسلامی لشکر میں جو تاثر پیدا کیا اِس کو بیان کرنے کی کسی قلم میں طاقت نہیں یہ کہہ سکتے ہیں کہ رومی سکتے میں آگئے اور بھاگ کر قلعہ بند ہوگئے بلکہ دوسرے دن جزیہ دینے پر بھی تیار ہوگئے اور مسلمانوں کے ساتھ صلح کرلی۔ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو بصریٰ فتح کرنے میں کوئی دلچسپی نہ تھی اور اگر رومی صلح نہ کرتے تو بھی مسلمان محاصرہ اُٹھا کر چل پڑتے۔ کہ اُن کے سامنے اُس وقت ایک اور بڑا مقصد تھا۔ لیکن جو ثمرات مل گئے وہ انہوں نے حاصل کرلئے۔ یہ جمادی الاولی تیرہ ہجری کا واقعہ ہے اور جناب خالدؓ کے عراق کو چھوڑنے کے بعد جناب مثنیٰؓ بن حارث ان دنوں ایران کے ساتھ بابل کے مقام پر برسرِ پیکار تھے جس کا ذکر حصہ اول کے سترھویں باب میں ہوچکا ہے۔

واقدی کی لفاظی

طبری نے بصریٰ کی جنگ کو بہت مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے کہ یہ ایک تصادم تھا۔ واقدی نے البتہ اِس لڑائی کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے اور کچھ لفاظی کے چکر میں بھی آگیا۔ واقدی پر اعتراضات کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اُس کی کوشش ہوتی ہے کہ واقعات کو "لطف انگیز" طریقے سے بیان کرے اور اُس میں الفاظ کے اتار اور چڑھاؤ کا سہارا لیتا ہے۔ بے شک حسنِ بیان کے لئے ایسا کرلینا ٹھیک ہے لیکن اِس "اتار چڑھاؤ" سے واقعات کا رنگ تبدیل ہو۔ یہاں پر واقدی لکھتا ہے کہ خالدؓ کے آنے کی خبر سن کر جناب ابو عبیدہؓ نے جناب شرجیلؓ کو بصریٰ بھیج دیا، کہ فتوحات حاصل کرنا چاہتے تھے اور شرجیلؓ بصریٰ کی لڑائی میں لگ گئے جناب خالدؓ جو ادھر سے آرہے تھے انہیں بصریٰ سے ایک میل دور لڑائی کی بھنک پڑگئی اور وہ لڑائی میں شرکت کے لئے ادھر ہی تیار ہوگئے۔ اور جب میدانِ جنگ میں پہنچے تو جناب شرجیلؓ سے پوچھا کیا تمہیں معلوم ہے کہ بصریٰ ایک

Marfat.com

اہم چھاؤنی ہے اور اِس کا رومی کمانڈر ایک بڑا بہادر آدمی ہے اور تم تھوڑی نفری کے ساتھ اِس کے مقابلے پر کیوں لگ گئے ؟"

جناب شرجیلؓ نے کہا۔ جناب ابو عبیدہؓ کے حکم سے ۔"

جناب خالدؓ نے کہا۔ جناب ابو عبیدہؓ بڑے اونچے کردار کے مالک ہیں۔ لیکن وہ لڑائی کی حکمت عملیوں کو نہیں سمجھتے ۔"

تبصرہ

ہم نے اِس جنگ کی سیدھی سادی کہانی پہلے لکھ دی اور واقدی کی لفاظی کا سہارا نہ لیا کہ قارئین دونوں بیانوں کی طرز کا موازنہ کریں ۔ خالی یہی نہیں ، بلکہ واقدی اپنے بیان میں جب آگے چلتا ہے اور جناب خالدؓ اور جناب ابو عبیدہؓ کی ملاقات کراتا ہے تو جو لفظ جناب خالدؓ، جناب ابو عبیدہؓ کے سامنے عرض کرتے ہیں وہی لفظ اِس اوپر والے بیان کی تردید کے لئے کافی تھے ۔ لیکن تاریخ کے با مقصد مطالعہ اور غلط اضافوں کو رد کر کے صاف ستھری تاریخ پیش کرنے کے مقصد کو مدنظر رکھ کر ہم یہ تبصرہ کر رہے ہیں ۔ اور افسوس ان مبصرین اور مورخین پر آتا ہے جنہوں نے واقدی کے الفاظ کے ساتھ چند اور اسم صفت کا اضافہ کر کے عظیم صحابہؓ کی بے ادبی کی ۔" اول تو جناب ابو عبیدہؓ اور جناب شرجیلؓ بصریٰ کے حالات کو جناب خالدؓ سے زیادہ بہتر سمجھتے تھے کہ وہ ایک ماہ سے بصریٰ سے ایک منزل پر بیٹھے تھے ۔ تو یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ جناب خالدؓ نے اِس سلسلے میں اُن سے کوئی سوال کیا ہو اور جو کچھ دراصل ہوا اس کو ہم آسان فوجی لفظوں میں بیان کر چکے ہیں ، کہ جناب شرجیلؓ ، جناب خالدؓ کے کوچ اور آمد کو " طاقت " دے رہے تھے ۔ اور یہ لفاظی ہے ، کہ جناب خالدؓ کو اچانک جنگ کی بُو آگئی ۔ دونوں طرف سے اعلٰے پیمانے کا رابطہ تھا ، اور جناب خالدؓ کو حالات سے آگاہ کر دیا گیا تھا ۔ پھر جناب خالدؓ کا جناب شرجیل رضؓ کے ساتھ طرزِ گفتگو اِس قسم کا نہیں ہو سکتا ۔ جناب شرجیل رضؓ عمر میں جناب خالدؓ سے بڑے تھے ۔ پھر وہ اولین اسلام لانے والوں میں سے تھے ۔ انہوں نے ابی سینیا میں بھی ہجرت کی تھی اور کاتب وحی بھی تھے ۔ اُن کے لئے جناب خالدؓ ایسے لفظ استعمال نہ کرتے اور نہ ایسے لفظوں کے استعمال کی ضرورت تھی جہاں تک امین الامت رضؓ کی شان کا تعلق ہے وہ خالد رضؓ کے الفاظ میں واقدی ہی کے حوالے سے قارئین خود پڑھ لینا ۔

Marfat.com

جناب ابو عبیدہؓ اور جناب خالدؓ کی ملاقات

جناب ابو عبیدہؓ بڑے وجیہ تھے۔ اور آپ کا پر نور چہرہ ہر دیکھنے والے کو متاثر کرتا تھا۔ خاص کر ہلکی سی مسکراہٹ ہر وقت آپ کے چہرہ مبارک پر چھائی رہتی تھی اور وہ آپ کے جمال کو دوبالا کر دیتی تھی۔ جنگ احد میں حضور پاکؐ کے بدن مبارک میں خود کے ٹکڑے چلے گئے تھے۔ آپؓ نے حضور پاکؐ کے بدن مبارک سے لوہے کے ٹکڑے اپنے دانتوں سے کھینچ کر نکالے۔ جس سے آپ کے سامنے والے دانت کچھ ٹوٹ گئے اور حضور پاکؐ کا خون مبارک آپؓ کے بدن میں چلا گیا۔ اُس گھڑی کے بعد اور خاص کر حضور پاکؐ کی وفات کے بعد لوگوں کی یہ خواہش رہتی تھی کہ جناب ابو عبیدہؓ مسکرائیں تاکہ لوگ اُن کے دانتوں کی زیارت کر سکیں جو حضور پاکؐ کے بدن مبارک کو چھو چکے تھے۔ ویسے جناب ابو عبیدہؓ سراسر جمال ہی جمال تھے۔ نہ کبھی چہرہ مبارک پر غصہ کے آثار ہوتے اور نہ کوئی سخت کلمہ کبھی آپؓ کی زبان سے نکلتا تھا۔ آپؓ کا نام امیر تھا اور والد کا نام عبداللہ تھا۔ عربوں میں اکیلا لفظ امیر کسی حاکم یا امام کے لیئے استعمال ہوتا تھا۔ اور اگر کسی کا نام امیر ہوتا تو اُس کے نام کے ساتھ اُس کے والد کا نام یا کوئی اور نام لگا دیتے۔ اِس لیئے جوانی میں لوگ آپ کو امیر عبداللہ کہہ کر پکارتے تھے۔ اور یہ نام عربوں میں عام ہو گیا، زیادہ سینہ بہ سینہ چلتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ قریش اور علوی قبائل جب کوہستان نمک اور ضلع میانوالی میں آکر آباد ہوئے تو اُن علاقوں میں اکثر لوگوں کا نام امیر عبداللہ رکھا جاتا ہے اہل قلم نے البتہ آپ کو ابو عبیدہؓ بن جراح ہی کے نام سے لکھا۔

جناب خالدؓ بھی بڑی قد آور شخصیت کے مالک تھے۔ آپؓ نے خود پہنا ہوا تھا۔ تلوار پیٹی کے ساتھ لٹک رہی تھی۔ اور سرخ پگڑی کے نیچے وہ ٹوپی بھی پہن رکھی تھی جس میں حضور پاکؐ کے بال مبارک سِلے ہوئے تھے۔ آپؓ کے چہرے پر چیچک کے چھوٹے چھوٹے داغ تھے۔ اور چہرے پر پسینے کے قطرے اِس طرح دکھائی دے رہے تھے جیسے موتی جڑ دیئے گئے ہوں آپؓ کے ہاتھ میں حضور پاکؐ کا عطا کردہ علم العقاب تھا اور میدان جنگ میں کھڑے جائزہ لے رہے تھے کہ اتنے میں جناب ابو عبیدہؓ آتے دکھائی دیئے ان کے ہاتھ میں حضور پاکؐ کا عطا کردہ زرد علم تھا۔ جو خیبر کی فتح کا نشان تھا۔ آپ گھوڑے پر سوار تھے اور جناب خالدؓ کو دیکھ کر مسکرا دیئے۔ پھر گھوڑے سے نیچے اُترے۔ تو اسلام کے یہ دونوں عظیم فرزند آپس میں بغلگیر ہو گئے۔ اور پھر جناب ابو عبیدہؓ یوں گویا ہوئے: "اے ابا سلیمان! مجھے خلیفہ اول کا خط مل چکا ہے، جس میں انہوں نے آپؓ کو مجھ پر امیر مقرر

Marfat.com

کیا ہے۔ میرے لئے یہ بڑی خوشی کی بات ہے اور میں آپ کی حربی خوبیوں سے بھی آگاہ ہوں "

جناب خالدؓ نے فرمایا "اے امین الامت میں بھی حضور پاکؐ کے اصحاب میں سے ضرور ہوں۔ لیکن آپ کی شان ساری امت اور صحابہ کرام رضؓ میں نرالی ہے کیونکہ آپؓ جیسا اور کوئی نہیں۔ امین کا لفظ ہمارے آقاؐ نے صرف آپؓ کے لئے استعمال کیا۔ خدا کی قسم! مجھے آپ پر امیر ہوتے ہوئے شرم محسوس ہو رہی ہے لیکن یہ خلیفہ اول کا حکم ہے کہ میں انکار نہ کر سکا۔" اب قارئین خود ہی فیصلہ کریں کہ واقدی اور ہمارا مبصر کہاں تک صحیح ہیں۔ یعنی کیا جو پہلے لکھا گیا وہ صحیح ہو سکتا ہے؟

تبصرہ

جناب صدیق اکبرؓ کے دور میں عراق و ایران کی فتوحات کی حکمتِ عملی کے تانے بانے شام و فلسطین کی فتوحات کی حکمتِ عملی کے ساتھ آکر وادی یرموک میں مل گئے۔ تمام ترتجاویز ایک دوسرے میں شیر و شکر ہوگئیں۔ اس لئے اگر اس کارروائی کو یرموک کی پہلی فتح کا نام بھی دے دیں تو کوئی ہرج نہیں ہے۔ یہاں پر البتہ مسلمان سالاروں کو یہ فیصلہ کرنا تھا کہ آئندہ کا طریقِ کار کیا ہوگا یعنی دیرہ سے مغرب کی طرف پیش قدمی کرکے فلسطین کو تاخت و تاراج کریں۔ اور وقتی طور پر وہ ایسا کر سکتے تھے۔ اس سے اہل روم کے اُس لشکر کی کچھ ناکہ بندی بھی ہو جاتی تھی جو اجنادین کے قریب اکٹھا ہو رہا تھا۔ لیکن ایسی کارروائی میں سمندر کے تمام راستوں کو مسدود کرنے کے لئے بہت زیادہ نفری کی ضرورت تھی کہ ہر بندرگاہ پر چھاؤنی بنائی جاتی، جگہ جگہ فوجی چوکیاں قائم کرنا پڑتیں اور یہ کارروائی مسلمانوں کو ساکن کر دیتی یا انفعالی دفاع کی کارروائی پر مجبور کر دیتی۔ مسلمانوں کا طرزِ جنگ یہ تھا کہ وہ متحرک رہنا چاہتے تھے اور اپنے دوست ریگستان کے نزدیک رہ کر کارروائیاں کرتے تھے۔ لیکن فلسطین میں ریگستان ایسی خدمت کرنے کے لئے قابل نہ تھا۔ چنانچہ ان کی خواہش تھی کہ کسی اپنی مرضی کی جگہ پر زیادہ سے زیادہ دشمن کو تہس نہس کر سکیں۔ اجنادین کے مقام پر کافی زیادہ رومی فوج اکٹھی ہو رہی تھی اس کے محل وقوع کا اگر نقشہ سوم سے مطالعہ کیا جائے تو مسلمانوں کے ردِعمل اور رومی تجویز بہتر طور پر سمجھ میں آ سکتی ہے۔ حکمتِ عملی اور تدبیرات کے لحاظ سے اہل روم نے اہلِ ایران کی نسبت زیادہ فراست دکھائی تھی ایران والوں کے لئے سر دھڑ کی بازی والی بات ضرور تھی۔ لیکن حکمتِ عملی اور تدبیرات میں انہوں نے کسی دانائی کا مظاہرہ نہ کیا تھا اور اسی وجہ سے اپنے

Marfat.com

ایک مبصر سے ہم اپنا اختلاف پہلی کتاب میں بیان کر آئے ہیں۔

اہلِ روم کی تجویز

ہرقل کافی عمر کا آدمی تھا اور ایران کے بادشاہ یزدجرد کے دادا خسرو پرویز کے ساتھ کبھی لڑائیاں لڑ چکا تھا۔ ایرانی فوج جب قسطنطنیہ کے محاصرہ کے لئے پر تولی ہی تھی اور اناطولیہ میں رومیوں کو کئی مقامات پر شکست دے چکی تھی تو ہرقل نے ایک طرف سے نکل کر لمبا چکر لگایا اور ایران کے دارالحکومت کا محاصرہ کر لیا۔ ایران والے ساری فوج اناطولیہ لے گئے تھے اور اِس طرح ہرقل نے جنگ کا پانسہ تبدیل کر دیا تھا اور اہل ایران پر اپنی مرضی کی صلح ٹھونس دی تھی۔ اُس کی باقاعدہ فوج میں ایشیا کی تمام قوموں کے علاوہ یورپ کی متعدد قوموں کے لوگ موجود تھے۔ اِس کی فوج بڑی تربیت یافتہ اور منظم فوج تھی۔ اور اسے جم کر لڑنے کی بہت مہارت حاصل تھی۔ پیدل فوج کی ہر سیکشن کے ساتھ انتظامی ضروریات کے لئے ایک بیل گاڑی ہوتی تھی جس کو ہم آجکل ایف "ایچلان" ٹرک کہتے ہیں۔ اِس گاڑی میں گینتی بیلچہ فاضل ہتھیار، بستر اور خوراک کا سامان ہوتا تھا۔ سپاہیوں کے لئے اعلےٰ خوراک کا بندوبست تھا۔ اور شام و فلسطین کے زرخیز علاقوں میں سب کچھ میسر تھا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، مسلمانوں کی پیش قدمی کے خلاف ہرقل کا ردِعمل بڑا جچا تلا تھا فلسطین کو مرکز بنا کر وہ اجنادین کے مقام پر جناب عمروؓ بن عاص کے لشکر کو ختم کر کے ایلہ سے مشرق کی طرف اپنے لشکروں کو پھیلا دینا چاہتا تھا، تاکہ یرموک کی وادی میں پہنچے ہوئے اسلامی لشکروں کی ناکہ بندی ہو جائے طبری کے مطابق وہ خود حمص میں موجود تھا اور پہلے مرحلے میں اوپر بیان شدہ کارروائی کے بعد وہ شمال سے آگے بڑھ کر مسلمانوں کو شام میں بھی شکستِ فاش دینے کی تجویز بنا رہا تھا۔ اُس نے عمروؓ بن عاص کے مقابلے کے لئے اپنے بھائی تذارق کے ماتحت نوے ہزار فوج بھیجی۔ بالائی فلسطین میں نیقار بن مسطور کے پاس ساٹھ ہزار فوج موجود تھی اِس کے علاوہ، جرجہ، وردن اور "قبوقلار" کے ساتھ بھی کئی کئی ہزار فوجی موجود تھے۔ چھاؤنیوں اور فوجی چوکیوں میں فوجیں الگ تھیں۔ اور ہرقل خود باہان کے ساتھ شمالی شام میں بیٹھ کر ایک اور بہت بڑا لشکر تیار کر رہا تھا۔

Marfat.com

مسلمانوں کی تجویز

اِن حالات میں مسلمانوں کے لئے صرف ایک ہی طریقہ رہ گیا تھا کہ وہ اہم مقامات پر قبضہ رکھنے کی بجائے اہل روم کی فوجی طاقت کو تہس نہس کردیں اور ایسا کرنے کے لئے ان کو خود ایک مٹھی میں ہونا تھا تاکہ جہاں کہیں اہل روم کی زیادہ سے زیادہ فوج کسی اپنی مرضی کے مقام پر مل سکے اُس کو اپنے سیکھے ہوئے طریقے کے ساتھ ملیامیٹ کردیا جائے۔ مسلمانوں کے پاس سب سے بڑی قوت اُن کا فلسفۂ حیات تھا اور اُس قوت کو متحرک کرکے وہ اپنی مرضی کے وقت اور اپنی مرضی کی زمین پر دشمن پر پل پڑتے تھے۔ اُن کی کوئی بند دستی ذم " نہ ہوتی تھی۔ وہ تین چار دن صرف کھجوروں اور پانی پر گزارہ کرسکتے تھے۔ وہ تیروں کا بھی کم سے کم صرف ضرورت کے تحت نہایت کفایت شعاری سے استعمال کرتے تھے۔ زیادہ کام وہ تلواروں اور نیزوں اور جھپٹنے پلٹنے سے لیتے تھے۔

" جھپٹنا پلٹنا، جھپٹ کر پلٹنا، لہو گرم رکھنے کا ہے اِک بہانہ "

ان حالات میں مسلمانوں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ اہل روم کے ساتھ اجنادین کے علاقے میں دو دو ہاتھ ہوجائیں اور اِس کارروائی کے لئے وہ آگے بڑھے

نتائج و اسباق

جو تیاری بیان کی گئی ہے۔ اس کا نتیجہ اجنادین کی جنگ کی شکل وصورت میں نکلا، خلیفہ اول کی حکمتِ عملی کا بھرپور بیان ہوچکا ہے اور جناب خالد رضؓ نے بلاد عراق سے آکر بلادِ شام میں کمانڈ سنبھال کر مسلمان مجاہدین کے دل میں اور زیادہ ولولہ پیدا کردیا۔

ا۔ اِس باب میں ہمارے لئے متعدد اسباق بھی ہیں۔ جناب خالدؓ کی جناب مثنیٰؓ سے الوداعی اور جناب ابو عبیدہؓ سے ملاقات کے حالات ہمارے ایمان کو تازہ کرتے ہیں۔

۲۔ جناب خالدؓ کا کوچ اور راستے کا چناؤ، اور پھر سفر کا طریقہ، یہ دنیا کی عسکری تاریخ کا ایک درخشاں باب ہے۔ غیر ملکی فوجی مبصر اور ماہرین اِس کارروائی کو نظرانداز نہیں کرسکے، اور عسکری تاریخ کے طالبان علم ان تمام کارروائیوں میں گہرے غوطے لگاتے ہیں۔ مسلمان امرا کا پہلے ہی سے یہ طریقہ تھا کہ اپنے سپہ سالار

Marfat.com

کو اپنی عملداری کے آخری مقام یا فوجی چوکی پر الوداع کہتے تھے ۔جس کو دنیا نے بعد میں نقل کر کے اپنایا
جنابِ مثنیٰ رضؓ کا قراقر کے مقام تک جا کر اپنے محسن کو الوداع کہنا ایک روایتی مثال ہے جس کو بعد میں مسلمانوں نے اپنایا
اور ہماری فوجی زندگی کا یہ طریقِ کار ایک حصّہ بن گیا۔

۳۔ جنابِ خالدؓ کی حکمتِ عملی اور تدبیرات کی ملاوٹ اور اِس کو ج سے بھی ثمرات" اور "عطیات" حاصل کئے گئے جن کے بارے میں یورپ کے مبصر بے خبر تھے اور ایسے "عطیات" کا ذکر یورپ میں، کلاسوٹزنے انیسویں صدی میں جا کر کیا ہے، کہ ہر پیش قدمی یا فتح کے عطیات "وصول کرنے سے فوجی عمل کو قوت حاصل ہو جاتی ہے۔

۴۔ جناب ابوبکرؓ کی حکمتِ عملی۔ زماں و مکاں کا صحیح حساب، ریگستان میں سفر تاروں کی مدد سے چلنا۔ رہنمائی کے طریق کار، پیاس اور مشقت، آپس میں رابطہ۔ ایک دوسرے کی بروقت خبر۔ اِن تمام باتوں پر اگر دھیان دیا جائے تو پھر یہ ظاہر ہو گا کہ مسلمانوں نے دنیا کو آسانی کے ساتھ فتح نہ کیا تھا۔

۵۔ دراصل فلسفہ اور نظریہ تو ہمارے پاس موجود ہیں ۔خطابت کا بھی زور ہے علم الکلام کے ماہر بھی ہمارے درمیان موجود ہیں۔لیکن ہم فلسفہ لکھتے ہیں۔ اصول لکھتے ہیں اور انہی چیزوں پر باتیں کرتے ہیں ۔عمل نہیں لکھتے اور نہ ہمیں پتہ ہے کہ اجتماعی طور پر عمل کیسے کیا جائے ۔ کلاسوٹز اور باقی فوجی مبصرین میں بھی یہی فرق ہے کہ دوسرے لوگ فلسفہ یا اصول لکھتے رہے اور کلاسوٹزنے عمل لکھا تو جرمن قوم کو ایک فوجی قوم بنا دیا ۔ہم گنہگاروں کو بھی عمل لکھنے والوں کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

چوتھا باب

جنگِ اجنادین (نقشہ سوم)

حضرت عمروؓ بن عاص وادی عربات میں موجود تھے۔ وہ دشمن پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھے لیکن آگے پیش قدمی نہ کر رہے تھے۔ انہوں نے ریگستان کو اپنے پیچھے رکھا ہوا تھا۔ اگر وہ زرخیز اور آباد علاقوں میں آگے بڑھ جاتے تو اُن ۔ سات یا آٹھ ہزار کا لشکر رومیوں کے اسّی یا نوے ہزار ٹڈی دل لشکر کا تر نوالہ بن جاتا۔ وادئ یرموک میں چار مسلمان سپہ سالاروں کے ماتحت کوئی تیس ہزار کے قریب مجاہدین ہوں گے نو ہزار جناب خالدؓ کے ساتھ تھے۔ اور باقی تین سپہ سالاروں میں سے ہر ایک کے ساتھ سات یا آٹھ ہزار کا لشکر تھا اور حضرت عمروؓ بن عاص کے لشکر کو شامل کر کے مسلمانوں کی کل نفری سینتیس (۳۷) ہزار سے چالیس (۴۰) ہزار کے لگ بھگ تھی، ہمارے اکثر مورخین نے تمام مسلمانوں کی تعداد کوئی پینتیس ہزار کے قریب بتائی ہے، لیکن جس طرح ریگستانی علاقے سے آگے بڑھ کر زرخیز علاقوں میں پیش قدمی کر کے مسلمانوں نے دشمن پر سیدھے طور پر دھاوا کر دیا تو اُس سے ہم یہ جائزہ پیش کرنے میں حق بجانب ہیں کہ مسلمانوں کی تعداد کافی تھی، اور وہ دشمن سے آدھے ضرور ہوں گے۔

کوچ کا راستہ

پُرانے زمانے کے مورخ اِس سلسلے میں خاموش ہیں، کہ اسلامی لشکر نے وادئ یرموک سے اجنادین جانے کے لئے کونسا راستہ استعمال کیا جناب خالدؓ کی آمد کے بعد ہم سب لشکروں کو اب ایک لشکر ہی کہیں گے اور سب کام اب ایک سپہ سالارِ اعظم کے حکم پر ہو رہے تھے۔ اس زمانے کے دو مبصروں نے زمین کے مطالعہ کے بعد لشکر کے کوچ کے دو الگ الگ راستوں کی نشاندہی کی ہے۔ ایک جنرل گلب ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا کافی حصہ اُس علاقے میں گذارا۔ اور دوسرے جنرل اکرم ہیں جو ان جنگوں کا مطالعہ کرنے کیلئے ان علاقوں میں گئے۔ چنانچہ "اللہ کی تلوار" کے مصنف جنرل اکرم کا خیال ہے کہ اسلامی لشکر نے شاید، یرموک سے جمع ہو کر جرلشو والا راستہ استعمال کیا اور دریائے اُردن کو بحیرۂ مُردار کے اوپر کسی جگہ سے پار کیا۔ آگے بیت المقدس سے کنائی کرتے ہوئے جودہ کی پہاڑیوں سے گزر کر جنوب کی طرف رُخ کیا اور کافی نیچے جا کر مغرب کی طرف بیر شیبہ اور یعنی شمال ہی کو مڑ گئے۔ اُن کا خیال ہے کہ اگر اسلامی لشکر بحیرۂ مُردار کے جنوب سے گذرتا تو بیر شیبہ،

Marfat.com

ستے میں آتا تھا اور وہاں سے وہ جناب عمرو بن عاص کو بھی ساتھ لے لیتے۔ چونکہ عمرو بن عاص اجنادین کے میدان میں باقی اسلامی لشکر سے ایک دن بعد پہنچے تو ظاہر ہے کہ انکو خبر دے کر منگوایا گیا اگر جنرل اکرم کے تجزیہ کی بنیاد صرف جناب عمرو بن عاص کے ایک دن بعد پہنچنے کو ہی بتائیں تو پھر بھی بات نہیں بنتی۔ اجنادین سے بیر شیبہ پچیس میل دور ہے۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اجنادین پہنچنے کے بعد جناب عمرو بن عاص کو منگوایا گیا تو پھر ان کو تیسرے دن پہنچنا چاہیئے تھا کہ ایک دن قاصد کے جانے میں خرچ ہوا اور ایک دن لشکر کے کوچ میں۔ جنرل اکرم کے تجزیہ کے مطابق بھی نقشہ سوم پر نشان لگا دیئے گئے ہیں۔

جنرل گلب کا تجزیہ

جنرل گلب کا خیال ہے کہ مسلمانوں نے بحیرۂ مُردار کے جنوب سے گذر کر اجنادین کی طرف پیش قدمی کی لیکن جنرل گلب نے اپنی کتاب کے ایک نقشے میں یہ ظاہر کیا ہے کہ مسلمانوں نے ساری پیش قدمی ریگستان میں کی کہ مسلمان پہاڑوں اور دروں میں سے پیش قدمی کو پسند نہ کرتے تھے۔ یہ بات اس حد تک صحیح ہے کہ حضور پاک ﷺ نے اس قسم کی ہدایات ذو قرد کی مہم کے دوران اور جنگ حنین[1] میں دیں۔ لیکن بحیرۂ مُردار کے جنوب میں کچھ نچلی سطح والی چھوٹی پہاڑیاں بھی تھیں اور دشمن بھی اس علاقے سے بھاگ چکا تھا۔ پرانے مورخین کسی عرب رہنما کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ بحیرہ مُردار کے ساتھ ساتھ اُس علاقے کے کسی باشندہ نے مسلمانوں کی رہنمائی کی اور وہ بالکل درہ مواب سے گذرے۔ چنانچہ نقشہِ سوم میں ہم نے کوچ کا راستہ اسی تجزیہ کے تحت بنایا ہے۔ جو جنرل گلب کے تجزیہ کے ساتھ ملتا ہے۔ اُس نے اس زمین کا چپہ چپہ دیکھا ہوا تھا اور اپنے تجزیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ بحیرہ مُردار کے نزدیک سے گزرنا مشکل تھا کہ ایسی جگہیں بھی ہیں کہ وہاں سے اونٹ یا گھوڑے کا اکیلے گزرنا مشکل ہو جاتا۔

جنرل اکرم کے تجزیہ پر تبصرہ

جنرل اکرم نے تیزی کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک راستہ کی نشاندہی کی ہے یہ ایسا راستہ ہے جو صرف

---

[1] اجلال مصطفٰےؐ کے صفحہ ۱۵۱، ۱۵۵ اور ۲۴۶ سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

نقشہ سوم

اجنادین کی جنگ۔ کوچ کا راستہ
۲۸ جمادی الاول ۱۳ ہجری

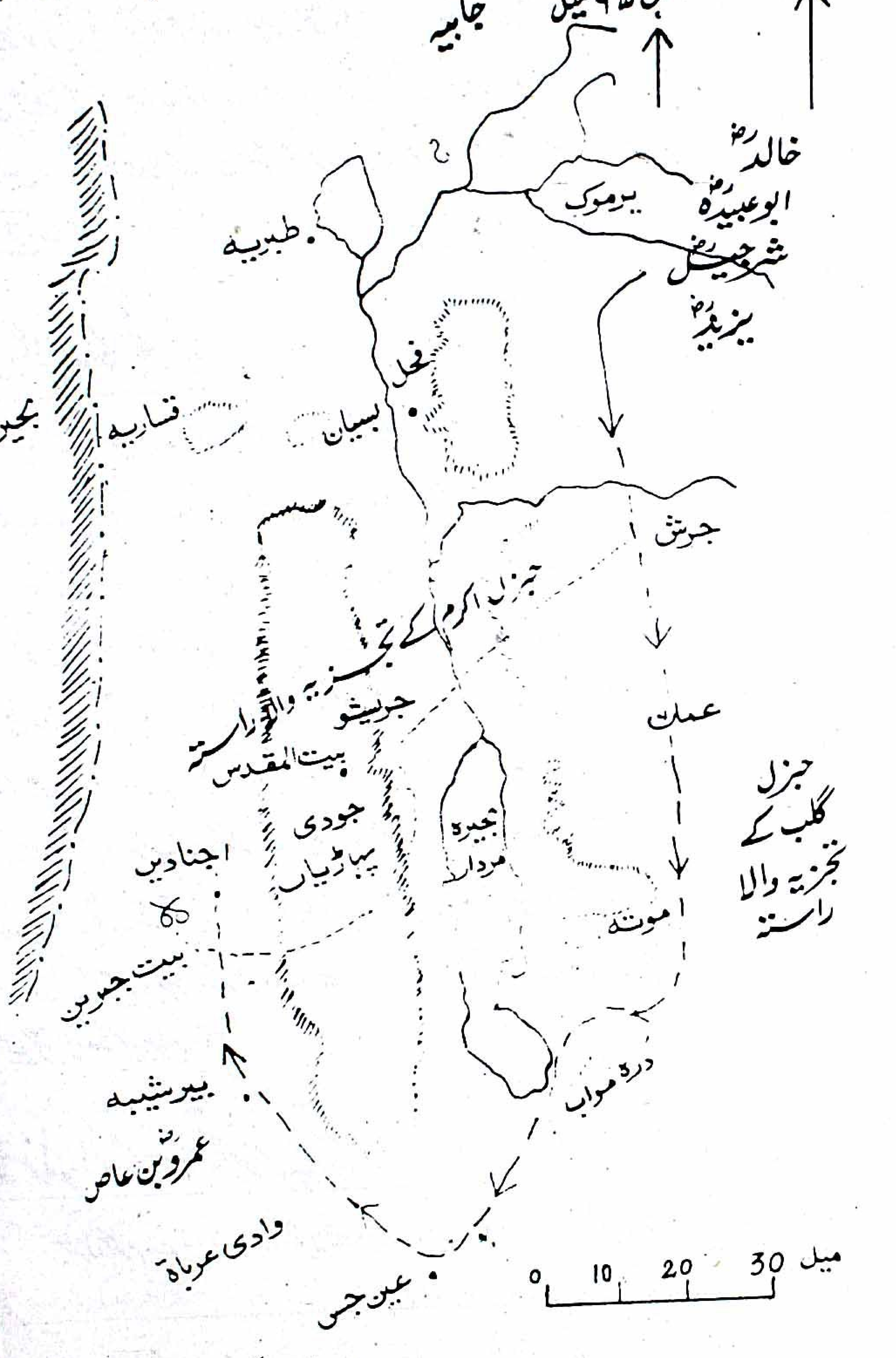

اجنادین کی جنگ کے لئے جو راستہ اسلامی لشکروں نے اختیار کیا۔ اور اجنادین کا محلِ وقوع۔

Marfat.com

ہوائی" ہے۔ پُرانے زمانے میں بھی قافلے کوئی ایسا راستہ استعمال نہ کرتے تھے اور نہ ہی دریائے اردن پر کسی ایسے پُل یا کسی ایسی جگہ کا ذکر ہے جہاں سے دریا کو پار کیا جاتا تھا۔ دریا کو صرف فحل کے مقام سے پار کیا جاتا تھا جس پر دشمن کا قبضہ تھا اور اُس کا ذکر آگے آئے گا۔ نقشہ سوم کے مطالعہ کے بعد معلوم ہو گا کہ جو راستہ جنرل اکرم نے متعین کیا ہے وہ بیت المقدس کے پاس سے گزر کر آتا ہے اور یہ تنگ دروں والا پہاڑی علاقہ ہے۔ اگر دشمن ستی ہزار کے قریب فوج اجنادین میں اکٹھی کرنے کے قابل تھا، تو کیا یہ علاقے خالی تھے؟ اور یہاں سے مسلمان کسی لڑائی کے بغیر گزر جاتے ان کے لئے دریا، پہاڑ اور دشمن تین رکاوٹیں تھیں تو ظاہر ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دوست ریگستان کو استعمال کیا ہو گا اور جب جناب عمروؓ بن عاص کے پاس سے گذرے ہوں گے تو حکم دے گئے ہوں گے کہ کل تک پہنچ جانا اور وہ دوسرے دن پہنچ گئے۔

چالیس ہزار کے لشکر کے لئے ویسے بھی کسی ایک دن میں کسی جگہ جمگھٹ کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اس لئے ہمارا یہ خیال ہے کہ اسلامی لشکر بحیرۂ مُردار کے جنوب سے گذرا اور ہم جنرل گلب کے تجزیہ سے اتفاق کرتے ہیں۔ لیکن آگے جنرل گلب کی یہ غلطی کہ اسلامی لشکر ایک قافلے کی طرح کوچ کرتا تھا۔ اور لشکر کے طور پر منظم نہ تھا بالکل غلط ہے۔ اسلامی لشکر دس، سو اور ہزار کے گروہوں میں منظم کئے جاتے تھے۔ ہر سطح پر امیر تھے۔ اور اطاعت امیر کا جو تصور دینِ فطرت میں موجود ہے، وہ کسی باطل فلسفہ میں نہیں ملتا۔ اور جو ربط وضبط اللہ تعالٰی نے مسلمان مجاہدین کو نصیب کیا تھا اُس جیسی مثال ہی دنیا میں نہیں مل سکتی۔ وہ سارا دن رابطہ سے رہتے تھے، پانچ وقت باجماعت نماز پڑھتے تھے۔ اور رات کا کافی حصہ اللہ تعالٰی کے ذکر میں گزار دیتے تھے اور اس ذکر کی آواز سے دشمن پر ہیبت طاری ہو جاتی تھی۔ کہ وہ مردِ خدا تھے:۔

جو ذکر کی گرمی سے شعلے کی طرح روشن
جو فکر کی سرعت میں بجلی سے زیادہ تیز (اقبالؒ)

مورخین کے بیانات

جنگِ اجنادین کو طبری نے بڑے اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے۔ دراصل طبری نے شام کی سب جنگوں کو اُس تفصیل کے ساتھ پیش نہیں کیا جیسے اُس نے عراق اور ایران کے واقعات کو پیش کیا ہے۔ شاید وہ اِن علاقوں سے واقف نہ تھا۔ اور عراق و ایران اس کے اپنے ملک تھے۔ بہرحال اب اِس کتاب

Marfat.com

میں جو بیانات پیش کیے جارہے ہیں، وہ زیادہ تر واقدی کی تاریخ سے ماخوذ ہیں۔ اس سلسلے میں حصہ اول کے پیش لفظ میں وضاحت کردی تھی۔ علاوہ شام کی جنگوں کے سلسلے میں اہل مغرب کے مورخین اور مبصرین نے بہت کچھ لکھا ہے۔ بلکہ ویسے ایران و عراق کی نسبت شام کی جنگوں کا زیادہ مواد موجود ہے۔ مغربی مبصرین نے ابن اسحٰق، واقدی اور ابن سعد کے علاوہ رومی حکومت کے مورخین کے حوالوں سے بھی مواد اکٹھا کیا ہے۔ اس لیئے یہاں آکر راقم بھی سب مورخین کے مواد سے فائدہ اٹھائے گا۔ ویسے اجنادین کی جنگ کوئی معمولی لڑائی نہ تھی میجر جنرل فُلر جیسا متعصب مورخ اور مبصر جس کی ہمیشہ سے کوشش رہی کہ اسلام کے ہر پہلو کو کم تر بیان کرے اور عام طور پر اسلام کی کامیابیوں پر نہ صرف پردہ ڈالتا ہے بلکہ سرے سے ذکر ہی نہیں کرتا، وہ بھی دنیا کی فیصلہ کن جنگوں میں اجنادین کی جنگ کا نام ضرور لیتا ہے۔ یہ الگ بات ہے، کہ وہ حقیقت کو کم تر کرنے کی بھی بھونڈی کوشش کرتا ہے۔ جس کا ذکر آگے آئے گا۔ اس لیئے ہم اس جنگ کی اور زیادہ تفصیل میں جارہے ہیں۔

طرفین کی تیاری

اہل روم اجنادین یا وادی عرباۃ میں ایک فیصلہ کن جنگ کی تیاری میں مصروف تھے۔ جو کچھ وہ مسلمانوں کے ساتھ کرنا چاہتے تھے، آج متحرک مسلمان خود اُسی مقام پر پہنچ کر وہی کچھ اہل روم کے ساتھ کرنے کے لئے شیروں کی طرح کوچ کرکے بیت جبرین کے مقام پر پہنچ گئے تھے رومیوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی ہوگی کیونکہ پورا شکار اُن کو ایک مقام پر مل رہا تھا۔ بلکہ یرموک کی وادی سے مسلمانوں کے کوچ کے بعد انہوں نے یرموک اور فحل کے علاقوں میں کمک پہنچادی۔ اُن کی تجویز کے مطابق اجنادین سے اگر کوئی مسلمان بچ گیا تو وہ موتہ اور تبوک کے راستے آگے بڑھ کر تمام مسلمانوں کو شام کی سرزمین سے باہر پھینک دیں گے۔ جنادین کے مقام پر رومی لشکر کی نفری نوے ہزار بتائی جاتی ہے۔ بعض مورخین نے فوج کے کمانڈر کے نام تذارق یا تذرا لکھا ہے جس کو تھیوڈرس بھی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن واقدی کہتا ہے کہ وہ وردن تھا اور اُس کے نائب کا نام قبوقلار تھا۔ رومی فوج جب تک اجنادین کے مقام پر ساکن پڑی رہتی مسلمانوں کو اُن سے کوئی خاص خطرہ نہ تھا۔ لیکن شام و فلسطین کے محاذ پر رومیوں کے اتنے بڑے لشکر کے ہوتے ہوئے مسلمان کوئی اور کارروائی نہ کرسکتے تھے۔ کہ اتنے بڑے لشکر نے خالی اپنی موجودگی کے

Marfat.com

اثرات سے محاذ کی طرفین کی طاقتوں کی کشش کے مرکز کے توازن کو بگاڑ دیا تھا اور جیساکہ پچھلے باب میں واضح کیاگیا ہے۔اِس فوج کا خاتمہ ضروری تھا۔چنانچہ جناب خالدؓ مسلمانوں کے ہر دستہ کے پاس جاکر اِس طرح خطاب فرماتے تھے :۔

جناب خالدؓ کا خطاب

"اے غلامانِ محمدؐ! آپ نے شاید اہلِ روم کا اِتنا بڑا لشکر پہلے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔اگر اللہ کی مدد سے ہم نے ان کو شکست دے دی، تو یہ لوگ پھر کبھی ہمارا سامنا نہ کرسکیں گے۔اِس لئے آپ ثابت قدم رہیں اور اپنے عقیدہ و فلسفہ حیات کی حفاظت کریں اور یاد رہے کہ دشمن کے سامنے کبھی پیٹھ نہ پھیریں کہ اُس کی سزا دوزخ کی آگ ہے۔چوکنے رہیں، اپنی صفوں کو بحال رکھیں اور اُس وقت حملہ کرنا جب میں حکم دوں"۔

خالدؓ کی یہ تقریر اور اُن کے نو ہزار مجاہدین پورے لشکر کے لئے بہت بڑی حوصلہ افزائی کا باعث بن رہے تھے۔ وہ نو ہزار مجاہدین رومیوں کو خاطر میں نہیں لارہے تھے کہ اُن سے زیادہ تعداد میں ایک اور دشمن کو وہ کئی مقامات پر تہس نہس کرچکے تھے۔

رومی کمانڈر کی تقریر

رُوم کی فوج کے کمانڈر نے تمام جرنیلوں کو بلایا اور یہ تقریر کی۔ اے اہلِ روم! قیصرِ روم نے آپ پر بھروسہ کیا ہے۔اگر تمہیں شکست ہوگئی، تو تم آئندہ کبھی مسلمانوں کا مقابلہ نہ کرسکوگے اور وہ تمہارے ممالک فتح کرلیں گے اور تمہاری عورتیں اِن کے قبضہ میں چلی جائیں گی۔اِس لئے ثابت قدم رہو۔جب حملہ کرو تو ایک جان ہوکر لڑو۔اور صلیب سے مدد لو۔اور یاد رکھو کہ تمہاری تعداد اُن سے تقریباً تین گنا زیادہ ہے"۔

تبصرہ :۔

اب دونوں کمانڈروں کی تقریر کے الفاظ کا موازنہ کریں۔مسلمان اللہ سے مدد مانگتے ہیں۔رومی

Marfat.com

صلیب یا سولی سے۔ جناب خالدؓ بھی دشمن کی شکست کی بات کرتے ہیں کہ پھر رومی کبھی مسلمانوں کے سامنے نہ ٹھہر سکیں گے۔ اور رومیوں کے جرنیل بھی اپنی شکست کا ذکر کرتا ہے کہ اگر شکست کھا گئے تو پھر کبھی مسلمانوں کے سامنے نہ ٹھہر سکیں گے۔ تو اللہ کی قدرت دیکھیں کہ زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کمانڈروں کی زبان کو رومیوں کی شکست کے الفاظ کہنے کا پہلے سے ہی حکم دے دیا۔ یہ نکتہ یاد رکھیں کہ جنگ سے پہلے کبھی اپنی شکست کو کسی تصور میں بھی نہ لائیں۔ مسلمان ویسے بھی کسی شکست کو تسلیم نہیں کرتا۔ وہ سب کچھ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے لئے کرتا ہے اور اپنی جان کو اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے پیش کر دیتا ہے۔ اُس کی فتح کا مقصد بھی اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے احکام کا نفاذ ہوتا ہے۔ وہ عورتوں اور بچوں کا ذکر نہیں کرتا کہ وہ بھی اللہ اور رسولؐ کے نام پر قربان ہونے کو تیار ہوتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنی زندگی غیرت سے گزاری۔ لیکن عورت کی حفاظت والی بات کو بھولنا نہیں چاہیئے۔ رومی لشکر کا جرنیل اِس کا ذکر ضرور کرتا ہے کہ شکست خوردہ قوموں کی عورتوں پر دوسرے لوگوں کا قبضہ ہو جاتا ہے اور ہم نے جلال مصطفےٰؐ[1] کے شروع ہی میں حجاج بن یوسف کی اِس سلسلے میں غیرت کا ذکر کیا ہے۔

جناب ضرارؓ بن الازور

اسلامی لشکر اپنی آگے والی جمگاہ میں تھا، جس کو فارورڈ کنسٹریشن کہہ سکتے ہیں۔ اور مسلمانوں اور دشمن کے درمیان تقریباً آدھے میل سے ایک میل تک کا فاصلہ ہوگا کہ مسلمان بیت جبرین سے آگے نکل چکے تھے۔ جناب خالدؓ کسی بہادر مجاہد کو دشمن کی دیکھ دبھال اور خبر لینے کے لئے بھیجنا چاہتے تھے۔ اُن کی نظر جناب ضرارؓ پر پڑی۔ جناب ضرارؓ گھوڑے پر سوار ہو گئے اور بے فکر ہو کر دشمن کی طرف چل پڑے۔ آگے ایک ٹیکری یا اونچی زمین نظر آئی۔ اُس پر چلے گئے اور نزدیک سے دشمن کی دیکھ بھال میں محو ہو گئے۔ جب رومیوں کو یقین ہو گیا کہ مسلمان شاہسوار اُن کی خبر حاصل کرتے ہیں مصروف ہے تو انہوں نے تیس سواروں کا ایک دستہ بھیجا کہ اِس مجاہد کا کام تمام کر دیں رومیوں نے سرپٹ گھوڑے دوڑا دیئے۔ اور جناب ضرارؓ بھی تھوڑی دیر کے لئے اُن کے آگے بھاگے اور ایک رومی شاہسوار کو انہوں

---

[1] جلال مصطفےٰؐ صفحہ ۱۴ سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

نے اپنے نزدیک پہنچنے دیا جیسے ہی وہ نزدیک پہنچا آپ نے آہستہ سے اپنے گھوڑے کو موڑ کر اُس کا سر قلم کر دیا۔ رومی کچھ سوچ ہی رہے تھے کہ یہ کیا ہوا کہ آپ نے باری باری دو اور رومیوں کے سر بھی قلم کر دیئے۔ رومی حیران تھے، لیکن دراصل رومی شاہسوار بھاری بھر کم تھے۔ جس کو رسالہ والے انگریزی میں ہیوی رائیڈنگ کہتے تھے۔ مسلمان عرب کے ریگستانوں میں ہلکے پھلکے شاہسوار تھے اور بنواسد کے جناب ضرار رضی بزوخا، نقرہ اور سلمہ کے علاقوں میں شاہسواری کے گر سیکھ چکے تھے اور دشمن پر حملہ کرنے کے وہ داؤ جانتے تھے کہ انہوں نے رومیوں کے ساتھ کبڈی یا پولو کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا۔ اُنہوں نے رومیوں کو ایسے چکر دیئے کہ تقریباً اُنیس بیس رومی کھیت رہے تو پھر جناب ضرار رضی واپس اپنے لشکر میں آ گئے۔ جناب خالد رضی کچھ ناراض ضرور ہوئے کہ جس کام کے لئے بھیجا تھا اُس کی بجائے یہ کیا تماشہ شروع کر دیا۔ لیکن جناب ضرار رضی خاموش رہے۔ اسلامی لشکر کے باقی مجاہدین کے دل باغ باغ ہو گئے اور جہاں بھی ضرار رضی گئے تو مجاہدین نے مرحبا کہہ کر اُن کو خوش آمدید کہا۔ تو جناب ضرار رضی نے اُن کو بتایا کہ باقی دس گیارہ رومیوں کو ختم کرنا بھی آسان تھا۔ لیکن انہیں سالارِ لشکر کا ڈر تھا اِس لئے جلدی واپس آ گئے۔

اسلامی لشکر کی جاسُوسی

جناب ضرار رضی کی کارروائی دیکھ کر رومی فوج کا نائب کمانڈر قبو قلار سکتے میں آ گیا کہ اِن کا کس قوم اور فوج کے ساتھ واسطہ ہے جن کا ایک مجاہد ایسے معجزے دکھا سکتا ہے، چنانچہ اُس نے اجنادین کے علاقوں کے ایک عیسائی عرب کو بھیجا کہ وہ مسلمانوں کے لشکر میں گھس جائے۔ اور اندر جا کر لشکر کی تعداد، طاقت اور خوبیوں کے بارے میں معلومات حاصل کرے۔ یہ عرب کسی بہانے اسلامی لشکر میں داخل ہو کر مسلمان مجاہدین کے ساتھ گھُل مل گیا اور باہر نکلنے میں بھی کامیاب ہو گیا۔ واپس پہنچ کر اُس نے یہ جائزہ پیش کیا۔

"یہ عجیب و غریب لوگ ہیں۔ رات کو راہب یا فقیر کی طرح اللہ کے ذکر میں مصروف رہتے ہیں اور دن کو بالکل ایسے جنگجو نظر آتے ہیں کہ اُن کو دیکھ کر ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ اگر اِن کے حاکم کا بیٹا

Marfat.com

بھی چوری کرے تو اُس کا ہاتھ کاٹ دیں گے ۔ اور اگر ان کا حاکم بھی زنا کا مُرتکب ہو گا تو اُس کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے ،،

نے یہ سُن کر کہا " اگر جو کچھ تم کہتے ہو وہ صحیح ہے ۔ تو پھر ایسے لوگوں کا مقابلہ کرنے کی بجائے بہتر ہو گا کہ زمین راستہ دے اور ہم اُس کے اندر چلے جائیں ۔ میری کیسی ہی اچھی قسمت ہوتی کہ خدائے یسوع مسیح مجھے اِن لوگوں کے ہاتھوں سے بچالیتا ۔"

تبصرہ :-

ظاہر ہے قبو قلار دل چھوڑ چکا تھا ۔ لیکن ہمارے لئے اِس میں کوئی نئی بات نہیں ہے ۔ انیسویں صدی کے آخر میں ۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران برطانیہ کا وزیرِ اعظم مسٹر چرچل لفٹیننٹ تھا ۔ اور اپنی یونٹ کے ساتھ ہمارے صوبہ سرحد میں آ کر متعین ہوا ۔ اپنی یادوں میں لکھتا ہے کہ پٹھان ایک پادری بھی ہے اور جنگجو سپاہی بھی اور لطف کی بات یہ ہے کہ سیاسی معاملات کی سوجھ بوجھ بھی رکھتا ہے ،، مسٹر چرچل کا یہ مشاہدہ پٹھانوں کے لئے تھا ۔ کہ وہ اُس زمانے میں بھی اپنی مسلمانی کو کچھ قائم رکھے ہوئے تھے ۔ ورنہ سب مسلمان سیاست دان ہیں کہ وہ اہل یورپ کی طرح صرف کرایہ کے سپاہی نہیں ۔ اُن کے سامنے زندگی کے کچھ مقاصد ہیں اور اُسی کو اُن کا سیاسی فلسفہ کہا جاتا ہے ۔ وہ جنگجو ہیں کہ وہ اللہ کے سپاہی ہیں وہ "پادری" یا راہب ہیں کہ وہ اللہ کے سامنے عاجزی کرتے ہیں ۔ اور اِن خصوصیات کی وجہ سے افغان آج بھی روسیوں کی طبیعت صاف کر رہے ہیں ۔

ے تیری بے علمی نے رکھ لی بے علموں کی لاج

عالم فاضل بیچ رہے ہیں اپنا دین ایمان

اپنی خودی پہچان ، او غافل افغان ۔ (محراب گل افغان کے افکار)

مسلمانوں کی صف بندی

۲۷ رجمادی الاول تیرہ ہجری بعد نماز ظہر مسلمانوں کو دوسرے دن کے لئے احکام موصول ہو چکے تھے ۔ اور وہ یہ تھے کہ ۲۸ جمادی الاول صبح سویرے فجر کی نماز کے وقت وہ ہدایات کے مطابق دشمن کے

Marfat.com

سامنے صف بند ہو جائیں گے۔ مسلمانوں نے دشمن کی نفری کو مدِنظر رکھتے ہوئے پانچ میل لمبے علاقے میں صف بندی کی۔ گو ایسی طویل صف بندی سے مسلمان اپنی صفوں میں زیادہ گہرائی نہ رکھ سکتے تھے، لیکن حالات کے مطابق یہ ضروری تھا۔ اور اتنی لمبی صف بندی نے اہلِ روم کو متحیّر کر دیا۔ ان کا طریقہ کار یہ تھا کہ ایک دو میل میں صف بند ہوتے تھے اور صفوں کی گہرائی تیس یا چالیس جوانوں تک ہوتی تھی لیکن اب ان کو بھی اپنی صفوں میں طول پیدا کرنا پڑا اس سے مسلمانوں کو بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اہلِ روم کا ایک لشکر جس کو انہوں نے ریزرو رکھا ہوا تھا کہ ضرورت کے وقت مسلمانوں کے بازوؤں پر بڑھ کر وار کرے گا وہ بھی صف بند ہو گیا۔ اِس کا اور ذکر آگے آئے گا کہ مسلمانوں نے بھی اپنے بازوؤں پر فالتوں مجاہدین کا بھی تعین کیا کہ اگر رومی بازوؤں سے کوئی کارروائی کریں تو مسلمان مجاہدین آگے نکل کر صف بندی کو طول دیتے جائیں۔

اسلامی لشکر کے چیدہ چیدہ اُمرا

اسلامی افواج کے درمیان میں عظیم صحابی جناب معاذؓ بن جبل[1] تھے میسرہ پر جناب سعیدؓ[2] بن عامر تھے میمنہ پر جناب عبد الرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ تھے۔ میسرہ کے ساتھ جناب شرجیلؓ بن حسنہ چار ہزار مجاہدین کے ساتھ متعین تھے کہ بائیں بازو کی حفاظت اُن کی ذمہ داری تھی۔ اور اسی طرح میمنہ پر جو فالتو دستے تھے اُن کے کمانڈر کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ عقب میں ریزرو کے طور پر جناب یزیدؓ بن ابو سفیانؓ تھے۔ لشکر کے درمیان میں خود جناب خالدؓ تھے۔ اور جناب امین الامتؓ نائب سالار تھے۔ ویسے وہاں پر اسلام کے اور چیدہ چیدہ امرا بھی موجود تھے کہ کسی مبارزت کی ضرورت پڑے یا کسی دستہ کو کوئی نئی کارروائی کرنی ہو تو امرا اپنے پاس موجود ہوں۔ اِن عظیم امرا میں جناب عمروؓ بن عاص، ضرارؓ بن الازورؓ اور عبد اللہؓ بن عمرؓ شامل تھے۔

---

[1] جناب معاذؓ بن جبل کا ذکر جلال مصطفٰےؐ کے صفحہ ۲۳۲ اور ۲۸۶ پر موجود ہے۔ آپ کا شمار اسلام کے عظیم علما جناب علیؓ جناب عبد اللہؓ بن مسعودؓ اور جناب عبد اللہؓ بن عمرؓ وغیرہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اِس کتاب میں آگے بھی آپ کا اکثر ذکر آئے گا۔ آپ انصار تھے۔ [2] یہاں پر کچھ شک کی گنجائش ہے کہ آیا آپ سعیدؓ بن عامر بن قدیم تھے یا سعیدؓ بن عمیر التیمی۔ یہ دونوں اصحاب تھے۔ اور ہجرت بھی کی۔ زیادہ خیال یہ ہے کہ آپ سعیدؓ بن عامر تھے۔

Marfat.com

اہلِ رُوم کی صف بندی

۲۸ جمادی الاول صبح کے وقت جب رومیوں نے مسلمانوں کو صف بند ہوتے دیکھا تو وہ بھی جلدی سے صف بند ہوگئے۔ اُن کی صفوں کی گہرائی مسلمانوں کی صفوں سے تین گنا تھی۔ البتہ اُن کے دستوں یا لشکر کے حصّوں کے کمانڈروں کے سلسلے میں مورخین خاموش ہیں۔ اُن کے پاس بے شمار جھنڈے تھے جن پر صلیب کے نشان بنے ہوئے تھے اور اُن کی صفوں میں بڑی باقاعدگی تھی۔ فرق صرف یہ تھا کہ اُن میں عیسائی تھے، دروز تھے۔ عرب نصرانی تھے، آرمینیا کے لوگ تھے۔ اناطولین تھے۔ یونانی اور یورپ کے سلاو قوم کے لوگ بھی تھے۔ اور مسلمان ایک اللہ اور ایک رسول ؐ کو ماننے والے تھے۔

جناب خالدؓ کی ہدایات

صف بندی کے بعد جناب خالدؓ ایک بار پھر باہر نکلے اور لشکر کے ہر حصّے کے سامنے ٹھہر کر خطاب فرمایا! تیراندازی کے بارے میں حکم دیا کہ ہمیشہ ایک ”والی“ فائر کرو کہ جس طرح فائر بائی آرڈر کے تحت تمام فائر ایک وقت ایک یا کئی ہدفوں پر گرایا جاتا ہے یہی حکم جناب خالدؓ تیراندازی کے لئے دے رہے تھے تاکہ جس جگہ ایک وقت اکٹھے تیر پڑیں اُس صف کو تہس نہس کر دیں۔ ایک ایک تیر چلانے یا مرضی سے تیراندازی کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ پھر جناب خالدؓ وہاں بھی گئے، جہاں عورتیں اور بچے تھے۔ اور فرمایا کہ وہ خود اپنی حفاظت آپ کریں۔ سب عورتوں نے یک زبان ہو کر عرض کی کہ یہ تو کم از کم ضرورت ہے، اُن کی خواہش تو یہ تھی کہ آج کے دن وہ مردوں کے دوش بدوش لڑیں۔

بوڑھا پادری

طرفین کو صف بندی کرنے میں چند گھنٹے لگ گئے۔ اِسی دوران ایک بوڑھا پادری جس نے سیاہ ٹوپی پہن رکھی تھی، رومیوں کے لشکر سے آگے نکلا اور عربی زبان میں پُکار اُٹھا کہ آپ میں کوئی مذہبی قسم کا آدمی ہے جو آگے آکر مجھ سے بات کرے۔

تبصرہ :۔ مسلمانوں میں تو پادریوں یا برہمنوں والی بات کا رواج بالکل نہ تھا۔ اور ”مولویوں“ والا سلسلہ

Marfat.com

بھی بڑی دیر کے بعد شروع ہوا۔ اُس زمانے میں کوئی ایسی بات نہ تھی۔ امامت کا کام ہر سطح پر سالارِ لشکر خود کرتا تھا۔ یعنی کسی چھوٹے سے چھوٹے دستے سے لے کر پورے لشکر تک ہر سالار کو نماز کی امامت کرنے اور خطبہ دینے کے قابل ہونا ضروری ہوتا تھا۔

"ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق

جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے۔ (اقبالؒ)

یعنی امام کا خطبہ یہ ہوتا تھا کہ مسلمان سب کام اللہ اور رسولﷺ کے لئے کرتے ہیں۔ اور اس فانی دنیا کے ساتھ محبت والی بات کوئی نہیں۔ یہاں تو امتحان کے لئے آئے ہیں۔ جتنا جلدی اس امتحان سے پاس ہو جائیں تو بہتر ہو گا۔ قرآنِ پاک میں ہے کہ اگر سچے ہو تو موت کی آرزو کرو۔ یہ نکتہ سمجھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلام نہ خودکشی کی اجازت دیتا ہے نہ موت کے منہ میں چھلانگ لگانے کی۔

اسلام بچاؤ کی بھی عزت و غیرت سے تلقین کرتا ہے۔ آرزو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ کے دربار میں عرض کرتا ہے کہ اے ربّ العالمین! میں نے اپنی بساط کے مطابق اور تیری رحمت سے جو کچھ کرنا تھا وہ کر لیا۔ اب زیادہ امتحان کی ہمت نہیں۔ بہتر ہے کہ جلد اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

جناب خالدؓ اور پادری کی بات چیت

اب پیچھے تبصرہ کر دیا گیا ہے کہ مسلمان سب مذہبی قسم کے آدمی بھی ہیں سیاستدان اور جنگجو سپاہی بھی ہیں۔ اور اُس زمانے میں ابھی علماءِ دین یا فقیہہ" یا مذہبی قسم کے لوگ کوئی الگ گروہ نہیں ہوتا تھا۔ یعنی ابھی تفریق" نہ شروع ہوئی تھی۔ اِس لئے کسی اکیلے ڈکیلے آدمی پر مذہب کا لیبل چسپاں کرنے کی بجائے جناب خالدؓ خود آگے نکلے۔

تو پادری نے پوچھا۔ کیا آپ اِس لشکر کے سالار ہیں؟"

جناب خالدؓ نے فرمایا "ہاں! اس وقت تک جب میں اللہ کے احکام اور حضور پاکﷺ کی سنت کو پورا کرتا رہوں گا۔ لیکن اگر میں ایسا کرنے میں ناکام رہتا ہوں تو میرا اِن پر امیر ہونے کا کوئی حق باقی نہیں رہ جاتا۔ اور نہ میں ان کو اپنی تابعداری کے لئے مجبور کر سکتا ہوں۔

پادری یہ سُنکر سکتے میں آگیا۔ اور اُس کی زبان سے خود بخود یہ الفاظ نکلے۔ "اچھا اب پتہ چلا ہے کہ آپ کو

Marfat.com

ہمارے اوپر فتوحات کیوں اور کیسے حاصل ہو رہی ہیں،، لیکن پادری نے اپنے آپ پر کچھ کنٹرول کرتے ہوئے، اپنے سالار کے حکم کے مطابق اپنا راگ اِس طرح الاپنا شروع کیا" اے عرب! تمہیں معلوم ہونا چاہیئے، کہ آپ نے ایک ایسے ملک پر چڑھائی کر کے اِس میں داخل ہونے کی کوشش کی ہے جس میں داخل ہونے کی کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو بھی ہمت نہیں ہوتی۔ اہلِ فارس نے یہاں داخل ہونے کی کوشش کی اور اُن کی ہم نے جو گت بنائی وہ دنیا کو معلوم ہے۔ اور بھی کئی آئے اور خواہ مخواہ اپنی جانوں کا ضیاع کروایا لیکن وہ کچھ بھی حاصل نہ کر سکے۔ آپ نے ہم پر کچھ معمولی فتوحات حاصل کر لی ہیں، لیکن یاد رکھیں کہ ایسی فتوحات کوئی پکی چیز نہیں ہوتیں"۔

" میرا حاکم وردن آپ لوگوں پر کچھ مہربان نظر آتے ہیں اور اُس نے مجھے اِس لئے بھیجا ہے کہ میں آپ کو یہ بتاؤں کہ اگر آپ اپنے لشکر کو واپس لے جائیں تو آپ کے ہر جوان کو ایک دینار اور ایک خلعت بمع پگڑی تحفہ کے طور پر پیش کی جائے گی اور آپ کو سو دینار اور سو خلعتیں پیش کی جائیں گی"۔

" ہمارے پاس ٹڈی دل لشکر ہے اور ایسے لشکر کے ساتھ آج تک آپ لوگوں کا واسطہ نہیں پڑا۔ اِس لشکر کے ساتھ قیصرِ روم نے بڑے مدبر اور طاقتور جرنیل اور عظیم دانشور قسم کے پادری بھی بھیجے ہیں"۔

جناب خالدؓ نے فرمایا:" ہم تو صرف تین باتیں جانتے ہیں۔ اول یہ کہ اسلام کے دائرے میں داخل ہو جاؤ دوم اگر یہ نہیں کرتے تو جزیہ دو اگر وہ بھی منظور نہیں تو فیصلہ تلوار کرے گی اور جو آپ نے دیناروں اور خلعتوں کی بات کی ہے اِس سلسلے میں ہم زیادہ پسند یہ کرتے ہیں کہ ایسی چیزیں تلوار کے ذریعے حاصل کریں اور یہ چیزیں ہمیں خود بخود ہی حاصل ہو جائیں گی"۔

خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے

مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشاہی۔ (اقبالؒ)

جب پادری نے یہ سُنا تو اُس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور واپس جا کر وردن کو حالات سے آگاہ کیا۔ وردن میں کچھ ہمت باقی تھی۔ کہنے لگا" میں ابھی عربوں کو تہس نہس کرتا ہوں"۔

تبصرہ :۔

وردن کو معلوم نہ تھا کہ عرب" مسلمان ہو چکے تھے۔ اگر وہ صرف عرب ہوتے تو وہی ہوتا جو آجکل

Marfat.com

اہلِ عرب" کے ساتھ فلسطین میں ہو رہا ہے یا باقی مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے جو کسی وقت قومیتوں کے چکر میں پڑ گئے تھے۔ بہر حال وردن اور رومی اس وقت تک پرانی باتوں کے چکر میں تھے۔ وہ تو مسلمانوں کو کوئی طاقت بھی ماننے کو تیار نہ تھے"

پادری نے جناب خالدؓ کو "اے عربؔ" کہہ کر پکارا۔ کہ عرب اُس کے لحاظ سے اُس وقت ایک معمولی قبیلہ تھے اور اُن کو پادشاہوں کے برابر بھی، وہ نہ مانتے تھے۔ جیسا کہ پادری نے کہا کہ کسی بادشاہ کو بھی ہمت نہ ہوئی کہ اُن کے ملک پر چڑھائی کر سکے۔ اہل روم کو یہ غلط فہمی تھی کہ عرب غربت کیوجہ سے اور ضرورت کے تحت اپنے ملک سے باہر نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ اور اہلِ روم کے جانشین اہل یورپ اب بھی اِسی چکر میں ہیں کہ عرب "غریب و امیر کی باہمی جنگ" کے فلسفہ کے تحت باہر نکلے تھے۔ اہلِ یورپ اپنے تعصب کے تحت اتنے اندھے ہیں کہ انہوں نے دین فطرت کی حقیقت کو تلاش کرنے کی کبھی کوشش ہی نہیں کی۔

ے تاریک ہے افرنگ مشینوں کے دھوئیں سے
یہ وادی ایمن نہیں شایانِ تجلی۔ (اقبالؒ)

وردن کا حکم

بہر حال وردن نے طیش میں آکر تیر اندازوں اور پتھر برسانے والوں کو حکم دیا کہ وہ لشکر سے آگے نکل کر مسلمان مجاہدین پر تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ کر دیں اسلامی صفوں کے درمیان سے جناب معاذؓ بن جبل آگے بڑھ کر حملے کے احکام دینے ہی والے تھے کہ جناب خالدؓ نے اُن کو روک دیا۔ کہ نہیں ایسا مت کریں۔ حملہ میرے حکم پر ہوگا اور وہ بھی سُورج ڈھلنے کے بعد کہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰؐ نے حملہ کے لئے اُس وقت کو بہترین وقت قرار دیا ہے":-

ے کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح قلم تیرے ہیں۔ (اقبالؒ)

پہل کاری

اب عام اندازے کے مطابق لڑائی میں پہل کاری اہل روم کے ہاتھوں میں نظر آتی ہے لیکن یہ بات

Marfat.com

نہیں ہے۔ رومی یہ کارروائی ردعمل کے تحت اور مجبوری کے تحت کر رہے تھے اور متحرک مسلمان ایسی ساکن" بمباری کو اتنا زیادہ وقعت نہ دیتے تھے۔ تیروں اور پتھروں سے مسلمانوں کا اتنا ہی نقصان ہو رہا تھا۔ جتنا آجکل توپخانہ کے فائر سے ہوتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ آجکل توپخانے کے فائر کے وقت چوکنا ہو کر مورچے میں بیٹھنا پڑتا ہے اور اُس زمانے میں صف بندی قائم رکھی جاتی تھی۔ تیروں اور پتھروں کو ڈھالوں پر روکا جاتا تھا۔ لیکن مسلمانوں کے اِس طرح "ساکن" رہنے والی بات جناب ضرارؓ کو پسند نہ آرہی تھی۔ وہ جناب خالدؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی :-

"اے سالار جب اللہ ہمارے ساتھ ہے تو انتظار کیسا ؟ بخدا رومی خیال کریں گے کہ ہم اُن سے ڈر رہے ہیں۔ کم از کم مبارزت کی اجازت تو دے دیں"، جناب خالدؓ مسکرائے اور انہوں نے جناب ضرارؓ کو مبارزت کی اجازت دے دی۔ کہ حضور پاکؐ بھی ایسے وقت میں مبارزت کی اجازت دے دیتے تھے۔ حملہ کے لیے البتہ حضور پاکؐ نے بعد از ظہر کے وقت کو پسند فرمایا اور گو نہاوند کی جنگ بہت بعد ہوئی لیکن چونکہ پہلی کتاب میں اُس کا ذکر ہو چکا ہے کہ جناب نعمانؓ بن مقرنؓ نے اِس سلسلے میں کیسے وضاحت کی۔ تو اِس لئے ہم اِس فلسفے کی تفصیل میں نہیں جا رہے۔ مختصراً وہ یہ ہے کہ دشمن کے پاس ردعمل کے لئے روشنی کا وقت کم ہوتا ہے۔

جناب ضرارؓ کی مُبارزتیں

جناب ضرارؓ خود پہنے ہوئے تھے۔ انہیں اجازت ملنے کی دیر تھی کہ دشمن نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی وہ گھوڑے پر سوار آگے بڑھ گئے اور انہوں نے جو رجزیہ نظم پڑھی اُس کو اپنی زبان میں ہم کچھ اس طرح بیان کریں گے۔

"میں وہ قوت ہوں جس کے ڈر سے تمہارے چہرے زرد ہو جاتے ہیں میں رومیوں کو جہنم واصل کرنے کے لئے آگے آیا ہوں۔ میں ہی آپ لوگوں کے لئے قہر الٰہی بن کر آیا ہوں۔ معلوم ہے میں کون ہوں ؟ میں ضرارؓ بن الازورؓ ہوں"

جناب ضرارؓ کے مقابلے کے لئے جیسے ہی رومی پہلوان نکلے۔ انہوں نے اپنا خود اتار دیا تو رومی بڑے حیران ہوئے لیکن جو آگے آتا جاتا تھا وہ اُسے واصلِ جہنم کرتے جاتے تھے انہی لوگوں میں عمان اور طبریہ کے فوجی گورنر بھی تھے جو زمین پر تڑپ رہے تھے۔ اِس لئے رومیوں نے غصّہ میں آکر دس شہسواروں کو آگے بھیج دیا، کہ اِس آفتِ ناگہانی کو ختم کریں لیکن جیسا پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ جناب خالدؓ نے بھی اپنے پاس چیدہ چیدہ

Marfat.com

اور نامور مجاہدین رکھے ہوئے تھے ۔ اور ان کو لے کر جناب خالدؓ نے اِن دس رومیوں پر ایسا جھپٹا مارا کہ وہ سب میدان جنگ میں تڑپنے لگے ۔ رومی حیران تھے ۔ اِس لئے انہوں نے یہ سوچا کہ چند مسلمان مجاہدین شاید مبارزت کے فن میں اپنا مقام نہیں رکھتے اس لئے بہتر ہوگا کہ تمام محاذ پر اپنے پہلوانوں کو آگے نکالا جائے تاکہ انہیں کہیں تو کوئی کامیابی حاصل ہو ۔ تیروں کی بوچھاڑ تو ویسے بھی مبارزت کے دوران بند تھی رومی پہلوان پورے پانچ میل کے محاذ پر آگے نکل آئے ، لیکن ادھر مقابلہ اللہ والوں کے ساتھ تھا ۔ رومی آتے جاتے تھے اور ڈھیر ہوتے جاتے تھے ۔ میدان جنگ رومی پہلوانوں کی لاشوں سے ٹپا پڑا تھا ۔ یہ سودا رومیوں کو بہت ہی مہنگا پڑا ۔ ان کے لشکر کے تمام بہادر پہلوان اُن کی آنکھوں کے سامنے تڑپ رہے تھے ۔

میدان جنگ میں ویسے بھی لڑنے والے چند ہی ہوتے ہیں ۔ دوسری جنگِ عظیم میں انگریزوں نے حساب لگایا اور بڑے تجزیئے کئے وہ اِس نتیجے پر پہنچے کہ میدان جنگ میں صرف پانچ سے دس فی صد آدمی ھدف کو دیکھ کر گولی مارتے ہیں ۔ باقی ڈر سے اپنا سر مورچے کے اندر ہی رکھتے ہیں ۔ اور ایک رائفل کمپنی میں دس یا پندرہ آدمی لڑنے والے ہوتے ہیں ۔ باقی صرف ٹوٹل پورا کرتے ہیں ۔ رومیوں کے لشکر میں بہادری سے لڑنے والے آدمیوں کا یہ حال ہوا تو باقی لڑنے والوں کی اخلاقی قوتیں جواب دینے لگیں اور مسلمان سو فی صدی لڑتے ہیں تب ہی اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ اگر تم ایک سو ہو تو غالب آؤ گے ایک ہزار پر[1] یعنی جنگ اجنادین کے چالیس ہزار مجاہدین چار لاکھ رومیوں پر غالب آ سکتے تھے اور رومیوں کی تعداد تقریباً ڈیڑھ لاکھ یا نوے ہزار تھی تو وہ لوگ مسلمانوں کے لئے تر نوالہ تھے کہ اُن میں بہادری سے لڑنے والے صرف پندرہ یا بیس ہزار تھے جن میں سے دو تین ہزار مبارزت ہی میں ختم ہو گئے تھے ۔

مسلمانوں کا حملہ

اور اسی دوران وہ گھڑی بھی آ گئی جس کے بارے میں ہمارے آقا حضور پاک حضرت محمد مصطفٰےؐ نشاندہی فرما گئے ہیں ۔ سورج اپنی مدارج سے نیچے کو جھکا تو جناب خالدؓ نے پرزور آواز میں چار تکبیریں کہیں جن کو جگہ بجگہ لشکر کے اُمراء نے دُہرایا اور مسلمان ایک پانی کے ریلے کی طرح آگے بڑھنے لگے ۔ حملہ سامنے سے تھا ۔

---

[1] سورۃ انفال ، آیت نمبر ۶۵

Marfat.com

اِس میں کوئی جنگی چال مناوَر یا داؤ نہ تھا۔ دشمن کو کسی بازو سے اکھیڑنے یا ادھیڑنے کی کوئی اجتماعی کوشش نہ تھی اِس حملہ کی ساری بنیاد ذاتی ہنرمندی اور سلیقہ پر تھی۔ رومیوں کے ساتھ پہلا بڑا مقابلہ تھا کسی چال کی صورت میں شاید امرا اپنے دستوں کو مکمل طور پر رابطوں میں نہ جوڑ سکتے اِس لئے حکم یہ تھا کہ اپنے اپنے سامنے ہلکے پھلکے مسلمان نیزوں اور تلوار کا استعمال کرتے ہوئے جھپٹ پلٹ کر متحرک طریقوں سے حملہ کریں گے بھاری بھرکم رومی لشکر، بھاری بھرکم ایرانی صفوں کے ساتھ لڑنے کے عادی تھے کہ صف اپنے اجتماعی زور سے بالمقابل صف کو دھکیل کر شگاف بناتی تھی۔ لیکن مسلمانوں کا طریقہ مختلف تھا۔ وہ متحرک ہو کر تلوار کے دو دو ہاتھ کر کے دشمن کو موت کے منہ میں دھکیلتے جاتے تھے اور اِس طرح دشمن کی صفوں میں شگاف بناتے تھے۔

پہلے دن کے لئے ہدایات یہ تھیں کہ کشتوں کے پشتے لگا دو لیکن دشمن کی صفوں میں بہت بڑا شگاف نہ پیدا کرو۔ کیونکہ لڑائی کا فیصلہ کن وقت ابھی نہیں آیا تھا رومی سکتے میں آجاتے تھے انہوں نے یہ طرز جنگ کبھی دیکھی نہ تھی۔ مسلمان وار کر کے اُن کا کام تمام کر دیتے تھے اور وہ سوچ ہی رہے ہوتے تھے کہ کہاں وار کریں کہ اپنا سر کٹوا بیٹھتے تھے۔ مسلمانوں کی تلواریں چیتھڑوں میں لپٹی ہوئی تھیں لیکن ان کی دھار بڑی تیز تھی۔ جب سورج غروب ہونے لگا تو مسلمانوں کے حملوں کی شدت میں آہستہ آہستہ کمی پیدا ہونا شروع ہوئی اور مسلمان مجاہدین آہستہ آہستہ اپنی صفوں میں یا پرانی جگہ پر واپس آ گئے۔ وردن نے جب میدانِ جنگ پر نظر دوڑائی تو وہ ہکا بکا رہ گیا میدانِ جنگ رومیوں کی لاشوں سے اٹا پڑا تھا۔ اور مرنے والے ہزاروں کی تعداد میں تھے۔

دوسرا دن۔ اور وردن کی دغابازی کی کوشش

لڑائی دھوکا ہے یا داؤ ہے یا جو کچھ مرضی ہے کہہ لیں لیکن یہ دغابازی نہیں ہے۔ لڑائی میں دشمن پر دھوکے سے وار کرنا یا داؤ لگانا ایک ہی چیز ہے۔ لیکن دغابازی الگ چیز ہے اور اِس کی اسلام اجازت نہیں دیتا اور سیدھے سادے ایسی قسم کے لوگ یا کمینے لوگ لڑائی میں دغابازی کرتے ہیں، دغابازی اور جنگی چال میں فرق سمجھ لیں۔ دھوکہ ایک "چال" ہے یا چال ہے لیکن دغابازی کا مطلب یہ ہے کہ وعدہ کر کے یا پناہ دے کر اپنے لفظوں سے پھر جانا یا کہنا کچھ اور کرنا کچھ۔ ہمارے کئی مسلمان اِتنے سادہ ہیں کہ وہ دغابازی سے کنارہ کشی کرتے وقت دشمن کے خلاف کوئی "چال" بھی نہ چلنا چاہیں گے۔ نہیں اس کی اجازت ہے۔ کہ ایسا کرنا چال ہے اور چال کی اجازت ہے۔ چال حیران کن کارروائی کے تحت آتی ہے۔

Marfat.com

چنانچہ وردن نے اندازہ لگا لیا کہ مسلمانوں کے ساتھ سیدھی لڑائی میں کوئی کامیابی ناممکن ہے اہلِ روم صف بندی کی دیوار بنا کر لڑنے کے عادی تھے اور مسلمان جھپٹ پلٹ کر حملہ کرتے تھے۔ تو یہ دیوار متحرک کارروائی کے سامنے زیادہ دیر نہ ٹھہر سکتی تھی۔ چنانچہ ہم راز لوگوں کے ساتھ مل کر اُس نے تجویز بنائی کہ کسی طرح دھوکے سے مسلمان سپہ سالار کو آگے بلایا جائے پھر صلح صفائی کی بات کی جائے اور یہ بات ایسی جگہ پر ہو جہاں دس رومی چھپے ہوئے ہوں اور وردن کے اشارے پر جناب خالدؓ کا کام تمام کر دیں۔ وردن نے اس کام کے لئے ایک نصرانی عرب داؤد کو چنا کہ وہ جناب خالدؓ کے پاس سفیر بن کر جائے اور بات کرے کہ کافی خون بہہ چکا ہے اور جنگ کے معاملات کو ختم کریں۔

نصرانی عرب داؤد

داؤد حیران تھا کہ ہرقل کا حکم تھا، کہ جنگ تب تک جاری رکھی جائے، جب تک مسلمانوں کو سارے علاقۂ شام و فلسطین سے نکال نہیں دیا جاتا۔ اِس لئے داؤد نے کہا کہ یہ کوئی چکر ہے اور دال میں کچھ کالا ہے۔ صحیح حالات کے علم کے بغیر وہ سفارت کے کام کو انجام نہ دے سکے گا۔ تو پھر مجبوراً وردن کو اپنی تجویز یا دغابازی والی بات داؤد کو بتانا پڑی۔ سورج ابھی مکمل طور پر غروب نہ ہوا تھا۔ اور جنگ بھی مکمل طور پر نہ تھمی تھی کہ داؤد نے آگے بڑھ کر جناب خالدؓ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی جناب خالدؓ جب آگے نکلے تو داؤد پر ہیبت طاری ہوگئی۔ جناب خالدؓ دراز قد بھی تھے اور ویسے بھی میدانِ جنگ میں ستون نظر آتے تھے۔ لیکن اللہ کی تلوار کے خطاب نے غیر مرئی طور پر ان کی شخصیت کے گرد وہ بلندیاں اکٹھی کر دی تھیں جن کو کوئی قلم بیان نہیں کر سکتا اِس لئے داؤد نے بڑی مشکل کے ساتھ اپنی ہچکچاہٹ پر قابو پایا، اور عرض کی کہ وہ جنگجو آدمی نہیں کسی مبارزت کی غرض سے نہیں آیا بلکہ وہ ایک قاصد ہے۔ سفیر ہے اور ایک ضروری پیغام لے کر آیا ہے۔

جناب خالدؓ آگے بڑھے اور فرمایا "سنو اے قاصد۔ اگر سچ بولو گے تو بچ جاؤ گے اور اگر جھوٹ کہو گے تو تہس نہس ہو جاؤ گے"۔

داؤد نے کہا کہ وردن اب جنگ کا خواہاں نہیں رہا۔ وہ آپ کے ساتھ ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ لڑائی بند کر دی جائے تاکہ کوئی مثبت قسم کی صلح کی جائے۔

جناب خالدؓ نے فرمایا "اگر تمہارے حاکم کا ارادہ کسی مکر و فریب یا دغابازی کا ہے تو خدا کی قسم! ہم مکاروں کی

Marfat.com

جرنیلوں سے واقف ہیں، ہماری جنگی فراست کیوجہ سے ہمارے ردِعمل پہلے ہی سے ہمارے پاس موجود ہوتے ہیں۔ اور وردن کے دل میں اگر کوئی خفیہ شرارت ہے تو یہی شرارت اس کو تہس نہس کر دے گی۔ ہاں ہم صلح صرف اُس حالت میں کر سکتے ہیں کہ تم لوگ جزیہ دینے پر تیار ہو جاؤ"۔

داؤد حیران تھا، کہ جناب خالدؓ نے تو سب کچھ کہہ دیا ہے۔ وہ فراست کے ردِعمل کے لفظ سے بے حد متاثر ہوا۔ وہ واپس مڑا، لیکن اُس کے قدم اُس کا ساتھ نہ دے رہے تھے۔ اُس کو مسلمانوں کی فتح اور رومیوں کی شکست کے بارے میں کوئی شک باقی نہ رہ گیا تھا۔ جلدی سے پھر جناب خالدؓ کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کی۔"

"اے سالار اگر مری جان بخشی ہو سکے تو عرض کر دوں کہ وردن کی نیت خراب ہے۔ اور وہ دس رومی جوانوں کو ملاقات کی جگہ پر چوری سے چھپا رکھے گا۔ لیکن اے سالار! میری عزت رکھی جائے اور جنگ کے بعد مجھے اور میرے خاندان کو پناہ دی جائے"۔

جناب خالدؓ نے منظور فرمایا اور داؤد واپس چل پڑا۔ وہاں جاکر وردن کو بتایا کہ وہ بڑا کامیاب رہا۔ بلکہ وہاں سے چلتے وقت ایک دفعہ پھر مڑ کر مسلمانوں کے سپہ سالار کو دوبارہ تسلی دی اور مسلمان سپہ سالار مکمل طور پر میری باتوں میں آگیا وغیرہ وردن خوش ہو گیا۔

امین الامتؓ سے مشورہ

جناب خالدؓ حیران تھے پہلے تو انہوں نے خیال کیا کہ راز کو راز رہنا چاہیے کہ وہ خود جاکر رات کو چھپے ہوئے دس رومیوں کا کام تمام کر دیں لیکن جب اپنے نائب جناب امین الامتؓ سے مشورہ کیا تو انہوں نے فرمایا نہیں ابا سلیمان۔ یہ معاملہ اہم ہے۔ ضرارؓ یا کسی اور بہادر مجاہد کو بھیج کر اُن چھپے ہوئے رومیوں کو ختم کر دیا جائے۔ اور جب مکمل تسلی ہو جائے اور تمام رومی چپکے سے ختم ہو جائیں تو آپ تب وہاں جائیں اور اگر مسلمان مجاہد رومیوں کو ختم نہ کر سکے اور اُن میں سے ایک بھی واپس لشکر میں پہنچ گیا تو وردن آگے نہیں آئے گا یا وہ دغابازی کی کوئی اور شکل دے دیں گے۔

اِس لئے یہ سارا معاملہ بڑی سوچ سمجھ سے کرنا ہے"۔ جناب خالدؓ نے جناب ابو عبیدہؓ کی رائے کی بڑی تعریف کی اور جناب ضرارؓ سمیت دس مجاہدین کو اِس کام پر مقرر کیا جنہوں نے رات کو ہی خبر دی کہ انہوں نے رومیوں کا کام تمام کر دیا ہے۔

Marfat.com

وردن کا حشر

صبح سویرے وردن نے شاہی لباس پہنا۔ سر پر ہیروں سے جڑی ہوئی کمی درہم کی ٹوپی رکھی اور رنگین کوٹ پہنا۔ کندھوں پر سے جھالریں لٹک رہی تھیں ایک خوبصورت پیٹی کے علاوہ کوٹ پر جھالروالا توش دان پہنے ہوئے تھا تلوار پیٹی کے ساتھ لٹک رہی تھی اُس کے میان پر ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے اور تلوار کی ہتھی پر سونے کا ملمع چڑھا ہوا تھا اور وہ پیدل اور اکیلا تھا اور بڑے تفاخر والی چال کے ساتھ آہستہ، آہستہ آگے چل رہا تھا کہ وہ بہت بڑا معرکہ سر کرنے والا ہے جیسے ہی جناب خالدؓ اُس کے نزدیک پہنچے جو حضور پاکؐ کے تراشے ہوئے بالوں سے سلی ہوئی ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ تو وردن نے نہایت کمینہ پن اور جھوٹے تفاخر کا مظاہرہ کیا اور ایک لمبی چوڑی تقریر جھاڑ ڈالی جس میں عربوں کی خستہ حالی کا ذکر تھا۔

جناب خالدؓ نے فرمایا "خاموش رہو رذیل میں آخری دفعہ تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ اسلام قبول کرو یا جزیہ دو۔"

وردن نے یہ سن کر مقررشدہ اشارہ کر دیا کہ چھپے ہوئے رومی مسلمانوں کے سپہ سالار پر حملہ کر دیں اور چھپی ہوئی جگہ سے "دس رومی" نکلے ضرور لیکن کپڑے یا وردی رومیوں کی تھی لیکن جسم اور روح مسلمانوں کی تھی۔ اِس میں یہ راز تھا کہ رومی اہل لشکر کو کوئی شک نہ پڑے۔ لیکن مسلمان اہل لشکر کی تسلی کے لئے جناب ضرارؓ نے رومی کوٹ اُتار دیئے اور اپنی چیتھڑوں میں لپٹی ہوئی تلوار سونت کر وردن کے نزدیک پہنچ گئے ایسا کرنے میں جناب خالدؓ کو تسلی دینا بھی مقصود تھا۔

اب وردن پر کپکپاہٹ طاری ہوگئی اور جناب خالدؓ کو عرض کی کہ وہ اُس کو اپنی تلوار سے قتل کریں کہ وہ سالارِ لشکر ہے۔ لیکن جناب خالدؓ نے فرمایا کہ تمہاری حرکتیں سالارِ لشکر والی نہیں۔ اور مجبوری ہے ورنہ اسلام کے عظیم فرزند ضرارؓ کی تلوار سے بھی تم جیسے رذیل کا سر کاٹنا ہمیں پسند نہیں۔ افسوس کہ میدان جنگ میں جلاد نہیں ہوتے ورنہ یہ کام اُن سے لیا جاتا۔" اور پھر جناب خالدؓ نے جناب ضرارؓ کو اشارہ کیا۔ اُن کی تلوار کی چمک کے ساتھ وردن کا سر زمین پر تھا۔

مسلمانوں کا بھرپور حملہ اب حملہ کے لئے بھی وقت موزوں تھا۔ جناب خالدؓ بھرپور حملے کے

Marfat.com

احکام پہلے ہی دے چکے تھے۔ اب صرف اشارے کی ضرورت تھی اور مسلمان خوشی اور جوشِ جہاد میں رومیوں پر پل پڑے۔ اُنہوں نے دشمن کو مولی گاجر کی طرح کتر کر رکھ دیا۔ بے شک رومی بہادری سے لڑے۔ لیکن بہت جلد میدانِ جنگ رومیوں کی لاشوں سے بھر گیا اِسی دوران جناب خالدؓ نے جناب یزیدؓ بن ابوسفیان رضی کے ریزرو دستوں کو ایک بڑے حملے کا حکم دے دیا۔ پھر کیا تھا اہل روم کی رہی سہی سکت بھی ختم ہوگئی۔ جناب یزیدؓ کے دستے دشمن کی صفوں کے اندر گھس گئے۔ اور رومی نائب کمانڈر قبوقلار کو بھی ہلاک کر دیا اب جس فوج کے کمانڈر اور نائب کمانڈر ہلاک ہو جائیں۔ اور بڑے بڑے امرا یعنی طبریہ اور عمان کے فوجی گورنروں سمیت کافی جرنیل ہلاک ہو چکے ہوں اس فوج کے لئے کسی ترتیب کے ساتھ لڑنا مشکل ہو گیا تھا۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے بغیر کسی ترتیب کے میدان جنگ کو چھوڑنا شروع کر دیا۔

رومیوں کی شکست اور مسلمانوں کا تعاقب

بے ترتیب پسپائی ہمیشہ مہنگی پڑتی ہے اور رومیوں کو زیادہ مہنگی پڑی۔ مسلمانوں نے دوسری حربی خوبیوں کے علاوہ تعاقب کی کارروائی میں بھی بہت زیادہ مہارت حاصل کر لی تھی۔ اجنادینؔ کھلا میدان تھا۔ کھلے میدان میں مسلمان تعاقب کے ماہر تھے۔ اِس لئے انہوں نے باقاعدہ ترتیب کے ساتھ رومیوں کا تعاقب کیا۔ رومی ایک طرف بیت المقدس کی پہاڑیوں کی طرف بھاگ رہے تھے اور دوسری طرف سمندر کی سمت میں۔ اِس لئے جب تک رومی جودہ کی پہاڑیوں میں نہ داخل ہو گئے اور سمندر کے ساحل پر نہ پہنچ گئے، مسلمان تعاقب کرتے رہے۔ روایت ہے کہ اِس جنگ میں پچاس ہزار رومی مارے گئے۔ مسلمان شہدا کی تعداد صرف ساڑھے چار سو کے قریب تھی۔ لیکن مسلمان مجاہدین میں لاتعداد لوگ زخمی ہوئے۔ رومیوں کے اِس طرح قتل ہونے کی وجہ اُن کی طرزِ جنگ تھی جس کا ذکر ہو چکا ہے۔ وہاں اکیلے انسان کی حربی فوجی یا پھرتی کسی کام نہ آتی تھی۔ وہ صف باندھ کر بھاری بھرکم ہو کر لڑتے تھے۔ مسلمانوں کی طرزِ جنگ نے اُن کو ہوش بھی نہ آنے دیا۔ مسلمانوں کی یہ ایک عظیم فتح تھی۔ رومی پچھلے تین ماہ سے اِس علاقے میں جمگھٹ کر رہے تھے اور بڑی حکمت عملی اور تدبیرات کے تحت یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ لیکن یہ تمام فوج دو دن کی کارروائی میں صفحۂ ہستی سے مٹ گئی۔ گو اہلِ مغرب یا اہلِ یورپ جنگ کے واقعات سے آگاہ ہیں۔ لیکن اُن کا تعصب آج بھی حقیقتوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے۔

جنگ اجنادین پر میجر جنرل فُلر کا تبصرہ :۔ اس صدی کے ایک مشہور مورخ اور مبصر میجر جنرل

فُلر نے دنیا کی عسکری تاریخ پر جتنی کتابیں لکھی ہیں اتنی کسی اور مبصر نے نہیں لکھیں۔ سب کتابوں کی تفصیل والی بات لمبی ہو جائے گی۔ لیکن اُس کی تین کتابوں کا ذکر ضروری ہے جس میں اُس نے دنیا کی ڈیڑھ سو سے زیادہ اُن جنگوں کے واقعات اور تجزیئے پیش کئے ہیں جو اُس کے لحاظ سے فیصلہ کن تھیں۔

اب فیصلہ کُن جنگ وہ ہوتی ہے، جس کے نتائج تاریخ پر اثر کریں یا تاریخ کا دھارا تبدیل کر دیں۔ یا لڑائی کے فن یا تدبیرات یا حکمت عملی مین کوئی بڑی تبدیلی پیدا ہو۔ تاریخ کے دھارے میں تبدیلی کی صورت میں سیاسی تجزیئے اور فوجی خوبیوں میں پیش رفت کے سلسلے میں حربی داؤ کے تبصرے پیش کرنے پڑتے ہیں ہماری اِن کتابوں میں اِسی پہلو کو مدِ نظر رکھا گیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ اسلام کی ہر جنگ سیاسی تبدیلی لانے کے لئے کچھ کارروائی تھی یا فیصلہ کن تبدیلی لائی۔ اور جنگی حکمتِ عملی، تدبیرات اور فنِ حرب کے میدان میں مسلمانوں نے دنیا کو حیران کر دیا اور بہت بڑی تبدیلی پیدا ہو گئی اِس لئے اہلِ اسلام کی ساری جنگیں فیصلہ کن ہیں۔ لیکن چند جنگوں کو تو بڑی فوقیت حاصل ہے جن میں جنگِ بدر، جنگِ اُحد جنگِ خندق، جنگِ موتہ، جنگِ یمامہ، جنگِ سلاسل، جنگِ قادسیہ، جنگِ نہاوند، جنگِ اجنادین اور جنگ یرموک سیاسی اور فوجی لحاظ سے دنیا کی بہت بڑی فیصلہ کن جنگیں ہیں۔

اہلِ مغرب کا تعصب

لیکن تعصب سے اندھے جنرل فُلر نے جو مغربی دنیا کی ڈیڑھ سو سے زیادہ لڑائیوں یا جنگوں کا ذکر کیا ہے ان میں پچھلے چودہ سو سال میں واقعہ ہونے والی مسلمانوں کی صرف تین یا چار جنگوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک الپ ارسلان کی جنگ ایک صلاح الدینؒ کی جنگ ایک ہسپانیہ میں مسلمانوں کی شکست اور ایک سلطنت عثمانیہ کی جنگ مغربی دنیا کے زمانہ قبل از مسیح کی بھی پندرہ بیس جنگوں کا ذکر کر دیتا ہے جن کے اثرات چند سالوں کے بعد مٹ گئے۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کا نام نہیں لینا چاہتے اور لیں بھی، تو بڑے تعصب کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن ہر ایک کی ڈفلی الگ الگ ہے۔ گلب کا تعصب یہ ہے کہ مسلمان جنگجو کیوں ہیں۔ فُلر کا تعصب یہ ہے کہ مسلمانوں کی جنگجویانہ کارروائیوں پر پردے ڈالے جائیں۔ اب سب جنگوں کے اثرات کو دہرانے کی بجائے اگر صرف اجنادین کی جنگ کو لیں کہ اِس فتح نے شام کی فتوحات کے دروازے کھول دیئے اور صدیوں پرانی اہل روم کی سلطنت کو ایسا دھچکا لگا کہ اُس کے پرخچے اڑنے شروع ہو گئے۔ اور یہ جنگ دراصل اب بھی جاری و ساری ہے ایک طرف

Marfat.com

اہلِ حق ہیں یعنی مسلمان۔ اور ادھر اہلِ باطل، کبھی اہلِ روم کے روپ میں کبھی صلیبیوں کے روپ میں اور کبھی یہودیوں کے روپ میں۔ پھر باطل نے سوداگروں کا روپ دھارا۔ اور سوداگر بن کر پہلے ہماری تجارت پر قبضہ کیا۔ باطل فلسفہ پھیلایا۔ ہمارے اندر داخلی خلفشار پیدا کیا۔ ہمیں عرب اور ترک بنایا۔ ہماری وحدت کو پارہ پارہ کیا اور یہ کام اب بھی جاری وساری ہے۔ تو سیاسی لحاظ سے جنگِ اجنادین اتنی فیصلہ کن تھی۔ اور فوجی لحاظ سے متحرک طرزِ جنگ والوں نے بھاری بھرکم فوجوں کو تہس نہس کر دیا بندوبستی دم نہ رکھنے سے ہلکے پھلکے ہو کر فوجوں میں جو حرکت پیدا ہوئی تو دنیا "چھوٹی" ہوگئی اور دور دراز کے علاقے نزدیک ہوگئے۔ لیکن جنرل فُلر کو ان میں سے کوئی بات بھی نظر نہ آئی۔

جنرل فُلر کی کتاب

چنانچہ جنرل فُلر کی یہ کتاب ۱۹۵۴ء میں شائع ہوئی۔ ہمارے ملک کی کوئی ہی فوجی لائبریری یا فوجی یونٹ ہوگی جس میں یہ کتاب نہ ہو۔ بلکہ پاکستان میں اِس کتاب کی دوہری اشاعت کا بندوبست ہوا۔ یہ فُلر اپنی چیونٹیوں کو ہاتھی بنا کر پیش کرتا ہے اور ہمارے شیر بھی اُس کو نظر نہیں آتے۔ اور حضور پاکؐ کے زمانے سے لے کر اجنادین کی جنگ تک تمام واقعات کو جس طرح بیان کرتا ہے۔ بہتر ہے کہ اُس کو حرف بحرف نقل کر کے قارئین کے سامنے پیش کیا جائے اور پھر قارئین خود ہی فیصلہ کریں کہ یہ لوگ تعصب کی وجہ سے کس طرح اندھے ہو جاتے ہیں۔ جنرل موصوف لکھتے ہیں :-

" جب مارچ ۶۳۰ء عیسوی میں اصلی صلیب عیسائیوں کو مل گئی۔ تو ایک نیا جھگڑا شروع ہو گیا جو ایک ہزار سال جاری رہا۔ اسی سال کے موسم خزاں میں (حضرت) محمدؐ[ع۱] نے بھر (بدر) کی جنگ جیت کر عرب کی حکومت سنبھال لی۔ ہاں ایک مہم جو مسلمانوں نے موتہ کے مقام پر بھیجی اس کو رومیوں کی ایک سرحدی چوکی نے شکست دیدی اس کے تین سال بعد مسلمانوں کے پیغمبر وفات پا گئے تو چونکہ اُن کا کوئی بیٹا نہ تھا تو (حضرت) ابوبکرؓ اُن کے جانشین بنے۔ عرب قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور جگہ جگہ بغاوت ہوگئی۔ لیکن آخر عقربہ کے میدان (جنگ یمامہ) میں (حضرت) خالدؓ بن ولید نے اہلِ مکہ (بنو حنیفہ) کو شکست دے دی اُس کے بعد فتح مند فوج کے پانچ سو جوانوں

ع۱ بریکٹ کے اندر کے الفاظ فُلر کے نہیں۔ وہ مضمون کو واضح کرنے یا ادب کے طور پر لکھے گئے ہیں۔

کے ساتھ (حضرت) ابوبکرؓ نے (حضرت) خالدؓ کو عراق بھیج دیا اور تین چھوٹے چھوٹے دستے شام میں عیسائی عربوں کی مدد کے لئے بھیج دیئے کہ ان لوگوں نے مسلمانوں سے مدد طلب کی تھی کہ وہ بازنطینی (روم) حکومت کو ٹیکس نہیں دینا چاہتے تھے۔

جب یہ چھاپہ مار دستے شام کی طرف آئے، تو ہرقل اس زمانے میں شام میں تھا۔ اور اُس کو عیسائی عربوں پر بھروسہ تھا اس لئے اُس نے مسلمانوں کو روکنے کے لئے کوئی تیاری نہ کی۔ لیکن اب ان حالات کے تحت اُس نے اپنے بھائی کو فلسطین بھیج دیا کہ مسلمانوں کا مقابلہ کیا جائے۔ جب (حضرت) خالدؓ کو اس کا پتہ چلا تو وہ بجلی کی تیزی سے حیرہ سے پا مریا ہوتے ہوئے دمشق کے نزدیک پہنچ گئے اور وہاں سے بڑی مشکل کے ساتھ باقی تین دستوں کے ساتھ مل سکے اور آگے یروشلم (بیت المقدس) اور غزہ کے درمیان اجنادین کے مقام پر ایک شاندار فتح حاصل کی۔"

تبصرہ

قارئین۔ دروغ گوئی کی کوئی حد ہوتی ہے۔ اوّل تو ساری اسلامی تاریخ کو چند لفظوں میں بیان کر کے حالات کو کمتر کرنے کی یہ ایک فضول کوشش ہے۔ حضور پاکؐ کے زمانے کی اُس کو صرف دو لڑائیاں نظر آئیں اور مرتدین کی مہمات میں صرف یمامہ کی جنگ، پھر جناب خالدؓ کے پانچ سو جوانوں نے سارا عراق فتح کر ڈالا۔ یہی نہیں بلکہ حیرہ سے ان پانچ سو جوانوں نے ایک ہزار میل سے لمبا سفر اس لئے طے کیا کہ تین مسلمان دستوں کو مدد دینا تھی۔ تو ان دستوں کی تعداد پانچ سو سے ضرور کم ہوگی کہ اتنے دور سے پانچ سو آدمی ان کی مدد کو آئے۔ اور شاید فی دستہ اگر پانچ سو کی تعداد بھی مان لیں تو کل دو ہزار آدمیوں سے جناب خالدؓ نے اجنادین کے مقام پر بقول جنرل فُلر شاندار فتح حاصل کی۔ شاندار کا لفظ لکھ کر جنرل فُلر نے اپنے پچھلے تعصب پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔ اب اگر ہم اہل مغرب کے تعصب اور سازش کے مضمون میں چلے گئے تو اپنے مقصد سے دور چلے جائیں گے۔ البتہ پانچویں باب میں جناب صدیق اکبرؓ کی حکمتِ عملی کے تحت اسلام کے سپہ سالاروں کے کوچوں اور جنگی حرکت کی کچھ تفصیل دے کر ہم اپنا پہلو ضرور اجاگر کریں گے۔ اور یہاں پر صرف یہ اضافہ کریں گے۔ کہ افسوسناک بات یہ ہے کہ ہم جنرل فُلر اور جنرل ڈیول جیسے لوگوں کی کتابوں سے "علم" سیکھنا چاہتے ہیں:-

بُرا نہ مان ذرا آزما کے دیکھ اسے
فرنگ دل کی خرابی، خرد کی معموری (اقبالؒ)

Marfat.com

نتائج و اسباق

۱۔ جنگ اجنادین اہلِ روم کے خلاف پہلی بڑی فتح تھی اور اس کی وجہ سے شام و فلسطین میں اہلِ اسلام کے لئے دروازے کھل گئے اور چند سال بعد اِن ملکوں میں اللہ اور رسول ؐ کا نام بلند ہونا شروع ہوگیا اور گویہ علاقے اکثر میدانِ جنگ بنتے رہے اور باطل یہاں آکر ہمیشہ ہمارے ساتھ ٹکر لیتا رہا۔ لیکن اہلِ حق نے بھی اِن علاقوں میں بڑی بڑی قربانیاں دے کر اللہ اور رسول ؐ کا نام بلند رکھا۔ اسی خطے میں عماد الدین ؒ زنگی، نور الدین ؒ زنگی، صلاح الدین ایوبی ؒ سلطان بیبرس ؒ وغیرہ نے صلیبوں کے یلغار کو روکا اور اس خطے کے مجاہدین نے منگولوں کے سامنے دیوار بن کر قربانی دی۔ اور یہاں آجکل بھی ایک فتنہ برپا ہے اور اللہ کے بندے قربانی دے رہے ہیں۔

۲۔ اِسی جنگ میں مسلمانوں نے اپنی متحرک کارروائیوں کا لوہا منوایا اور پہلی دفعہ ریگستان سے تھوڑا آگے نکل کر زرخیز علاقوں میں جنگ کر کے اپنی اعلیٰ تر حکمتِ عملی اور تدبیرات کو چار چاند لگادیئے

۳۔ مسلمان کا کوچ، بروقت اجتماع، بغیر بند وبستی دُم کے گزارہ، جذبۂ جہاد، حیران کُن کارروائیاں، فلسفۂ حیات، حربی خوبیاں، جھپٹنے پلٹنے کا طریقہ ایک ایک پہلو میں ہمارے لئے اسباق موجود ہیں۔

۴۔ جنگ کے لئے صحیح صف بندی، جس کو آجکل صحیح دفاعی پوزیشن کہتے ہیں۔ فوجی تدبیرات کا بنیادی پہلو ہے اور مسلمان ہمیشہ ایسی صف بندی کرتے تھے جس کو جلد متحرک کر سکتے تھے۔ چنانچہ ہمارے دفاعی پوزیشن بھی ایسے ہونے چاہییں جن کو متحرک کیا جاسکے۔ دشمن پر حملہ یا جوابی حملہ مسلمانوں نے حضور پاک ؐ کی سنّت کے طور پر اکثر بعد دوپہر کیا۔ بے شک ایسا کرنے سے دشمن کے پاس ردِ عمل کے لئے روشنی کے اوقات تھوڑے رہ جاتے ہیں۔ ہمیں بھی اس پہلو کا اور مطالعہ کرنا چاہیئے۔

۵۔ حیران کن کارروائی جناب ضرار رضؓ کی دشمن کے ساتھ کبڈی "مبارزت میں دشمنوں کو نیچا دکھانا۔ حملہ کر کے شیر کی طرح جھپٹنا اور پھر پلٹ کر جھپٹنا۔ دشمن کے مکر و فریب اور دغابازی کا بروقت قلع قمع، سب ایسی کارروائیاں ہیں جن سے مومن کی فراست ٹپکتی ہے۔ اگر ہم ایسی فراست کے خواستگار ہیں تو یہ ہمیں انگریزی سکولوں یا غیروں کے مکتبوں میں نہ مل سکے گی ؏

گرچہ مکتب کا جواں زندہ نظر آتا ہے — مُردہ ہے! مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس

Marfat.com

پرورش دل کی اگر مدِ نظر ہے تجھ کو   مردِ مومن کی نگاہِ غلط انداز ہے بس (اقبالؒ)

"محراب گل افغان کے افکار"

۴۔ حضور پاکؐ سے سیکھے ہوئے طریقے کے مطابق تعاقب کرنا۔ اور تعاقب میں دشمن کا زیادہ نقصان کرنا۔ یعنی فتح کے فوری "عطیات" اور ثمرات وصول کرنا یہ بھی اہم فوجی سبق ہیں لیکن بڑا فوجی سبق یہ ہے۔ کہ فتح کو جاری و ساری رکھا جائے جس کا ذکر اگلے باب میں ہے کہ مومن کی منزل کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

۵۔ فرنگ سے بہت آگے ہے منزل مومن   قدم اُٹھا! یہ مقام انتہائے راہ نہیں

"محراب گل افغان کے افکار۔ (اقبالؒ)

۷۔ مسلمانوں کے وادی یرموک کو چھوڑ دینے سے اہل روم کا ایک فوری ردعمل بھی تھا۔ شمالی شام میں جو افواج موجود تھیں وہ جلدی سے وادی یرموک، طبریہ بلیسان اور فحل کے علاقوں میں آگئیں۔ بلکہ کچھ دستے عمان تک بھی پہنچ گئے۔ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ اہل روم نے اردن میں بہت کم فوج رکھی ہوئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ دوسری دفعہ مسلمان یرموک کی وادی تک آسانی سے پہنچ گئے۔ پہلی دفعہ کو جناب خالدؓ بن سعید کی فوجوں کو ناکامی ہوئی۔ لیکن دوسری دفعہ مسلمان اپنی مرضی سے وادیٔ یرموک سے کوچ کر کے اجنادین چلے گئے۔ اہلِ روم کے لئے ضروری تھا کہ مسلمانوں کے خالی کئے ہوئے علاقوں پر قبضہ کے لئے مضبوط فوج بھیجیں اور اُنھوں نے ایسا کیا کہ اجنادین میں فتح یا شکست یا معاملات کے بین بین ہوتے ہوئے بھی ضروری تھا کہ اہلِ روم اب تمام بلادِ شام میں جگہ جگہ مضبوط فوجی چوکیاں بنائیں۔ بہرحال اجنادین کی شکست کے بعد رومیوں کی جو فوج بھاگی وہ بھی یرموک اور فحل وغیرہ کے مقامات پر جا کر رُک گئی۔ تو اب اجنادین کی جنگ کے بعد مسلمانوں کو کچھ ایسے علاقے بھی دوبارہ فتح کرنے پڑے جہاں پہلے وہ آسانی کے ساتھ پہنچ گئے تھے۔ اِس حکمتِ عملی کی وضاحت پانچویں اور چھٹے باب میں کی جائے گی۔

۸۔ آخر میں ہم مسلمانوں کی کامیابی کا سبب بھی بیان کریں گے۔ اِن کی کامیابی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ حق کے لئے لڑتے تھے حق کے لئے لڑنے والے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ لیتے تھے اور اللہ تعالے اُن کو غیرت عطا کر دیتا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اِسی غیرت کو خودی کا نام دیا ہے۔ لیکن بعض لوگوں نے علامہ کے لفظ خودی کو پسند نہیں کیا کہ اِس سے تکبر کی بو آتی ہے اور ایسے لوگوں میں کئی فقرار اور سید قطب شہیدؒ بھی شامل ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ مسلمان عاجز ہے اور خودی کے لفظ سے اگر تکبر نہ بھی آئے تو غلط قسم کا تفاخر

Marfat.com

ضرور آجاتا ہے جو غیر اسلامی ہے۔ ہم اِس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے اور نہ اِس بحث کی یہ جگہ ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ علامہ کا خودی سے مطلب غیرت تھا۔ اور غیرت بالکل اسلامی چیز ہے اپنی اس رائے کے سلسلے میں علامہ اقبالؒ کا یہ شعر ثبوت مہیا کرتا ہے:۔

؎ تری زندگی اِسی سے، تری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی۔ نہ رہی تو رُوسیاہی۔

Marfat.com

پانچواں باب

جنابِ صدیقِ اکبرؓ کی وفات اور فاروقِ اعظمؓ کی خلافت

یرموک کی پہلی جنگ

جناب صدیقِ اکبرؓ نے جمادی الثانی تیرہ ہجری کے پہلے دس بارہ دنوں میں اجنادین کی فتح کی خوشخبری سُن لی تھی اور عراق و شام کی فتوحات کے لئے جس حکمت عملی کے بڑے "زماں و مکاں" کے حساب کتاب کا انہوں نے تعین کیا تھا، وہ پھل لے آئی۔ اِس کے بعد آپ بیمار ہو گئے۔ اور اِسی بیماری کے دوران عراق سے جناب مثنیٰؓ تشریف لے آئے، جنہوں نے بابل کی فتح کی خوشخبری سنائی۔ لیکن ساتھ ہی آئندہ کے حالات کے پیشِ نظر ایران و عراق میں اور زیادہ کمک کی ضرورت پر زور دیا۔ یہ سب کچھ ہم پہلی کتاب کے سترھویں باب میں بیان کر چکے ہیں۔ جناب صدیقِ اکبرؓ نے اپنی سوا دو سال یا اس سے بھی کم مدت میں جو فوجی کارروائیاں سرانجام دیں یا جن فوجی مہمات سے کام لیا۔ اُن کو اگر دنیاوی پیمانوں سے بھی ناپا جائے تو اُن کے عشرِ عشیر کی مثال بھی مشکل سے ملتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جناب فاروقؓ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جناب ابوبکر صدیقؓ جو کچھ کر گئے، ہمارے لئے بڑی مشکل پیدا کر گئے کہ ہم اُس سے آدھا کام کرنے کے بھی قابل نہیں۔ چنانچہ اِس سلسلہ کی پہلی کتاب کے سترھویں باب میں جہاں جناب صدیقِ اکبرؓ کی ذکر آیا تو واضح کیا گیا تھا کہ آپ کی وفات اور آپ کی کارروائیوں کا خلاصہ سلسلہ دوم میں پیش کیا جائے گا۔ اِس کی وجہ یہ تھی کہ ہم آپؓ کے زمانے میں شام کے حالات اور حکمتِ عملی کے بیان کے بعد اپنا تجزیہ پیش کرنا چاہتے تھے۔

جنابِ صدیقِ اکبرؓ کی متحرک کارروائیاں

سلسلہ اوّل کے پہلے دس نقشوں اور اِس حصّہ کے چار نقشوں کے مطالعہ سے، کچھ اندازہ ہو سکتا ہے کہ جناب صدیق اکبرؓ کے زمانے میں کتنی متحرک کارروائیاں ہوئیں۔ پہلے آٹھ ماہ میں جو گیارہ لشکر تیار کیے گئے اُن میں اکیلے جناب خالدؓ کے سفر کو اگر ناپا جائے تو وہ ایک ہزار میل کے قریب بنتا ہے اور اِسی طرح نو اور لشکروں نے اِتنے ہی لمبے یا اُس سے کچھ زیادہ سفر کیے پھر یمامہ سے کاظمہ ہوتے ہوئے حیرہ تک جناب خالدؓ نے کم از کم ایک ہزار میل کا سفر طے کیا اور تا ناہی اجنادین تک۔ لیکن حیرہ سے عین التمر۔ دومۃ الجندل اور فراض وغیرہ

Marfat.com

کی مہمات الگ تھیں۔

تو اکیلے جناب خالدؓ نے جناب صدیق اکبرؓ کے زمانے میں کم از کم پانچ ہزار میل کا تو صرف سفر ہی طے کیا۔ اب پہلے نو لشکروں کے علاوہ چار اُن لشکروں کے سفر کو بھی گنا جائے جو اب فتوحات شام کے لئے آئے ہوئے تھے تو تمام لشکروں کی سفر جو جناب صدیق اکبرؓ کے زمانے میں ہوئے وہ کوئی بیس ہزار میل کے قریب بنتے ہیں۔ جو علاقے فتح کئے وہ کئی ہزار مربع میل تھے۔

سرسری طور پر فتوحات کا اندازہ نقشہ دوم سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ خود مختار طور پر سترہ سپہ سالاروں نے آپ کی ہدایات پر ایک یا ایک سے زیادہ مہمات یا فتوحات کی کمانڈ کی جن میں جناب خالدؓ، عمروؓ بن عاص، شرجیلؓ، طریفہؓ، خدیفہؓ، عرفجہؓ، علاؓ، مہاجرؓ، سویدؓ، خالدؓ بن سعید، عکرمہؓ، ولیدؓ بن عقبہ۔ ابو علیدہؓ، یزیدؓ، عیاضؓ بن غنم، متنیؓ اور عتبہؓ بن غزوان شامل ہیں۔ اتنے لشکر تیار کرنا، اُن کو ہدایات دینا، اُن کو کمک پہنچانا اور زماں و مکاں کا حساب کر کے اُن سے کام لینا تو دنیا کی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔ جناب صدیق اکبرؓ نے اوّل مرتدین کا قلع قمع کیا پھر فتوحات کو بین الاقوامی حیثیت دی۔

سیاسی نتائج

جنگ یا جنگ کی حکمتِ عملی کا اندازہ جنگوں کے سیاسی نتائج سے لگایا جاتا ہے۔ اور جناب صدیق ؓ کے زمانے کی جنگوں کے سیاسی نتائج اتنے عظیم ہیں کہ دنیا کا کوئی پیمانہ اُن کو نہیں ناپ سکتا۔ قوم میں وحدت اور مرکزیت پیدا کرنے کے علاوہ آپ کی وفات کے وقت مسلمانوں کے لشکر ایک طرف ایرانی دارالخلافہ مدائن میں داخل ہونے کے لئے ایک فیصلہ کن جنگ کی تیاری میں مصروف تھے۔ تو دوسری طرف رومی سلطنت کے ایشیائی دارالخلافہ حمص میں داخل ہونے کے لئے رواں دواں تھے۔ بلکہ اِن دونوں مقامات کے دروازے بھی کھٹکھٹا آئے تھے بے شک حضور پاکؐ کے بعد جناب صدیق اکبرؓ دنیا کے دوسرے نمبر کے عظیم ترین سپہ سالارِ اعظم ہیں۔

"زماں و مکاں"

آپ کی حکمت عملی، تجاویز اور تدبیرات کے "زماں و مکاں" کے پہلو کی خاص قسم کے مطالعہ کی ضرورت ہے اور یہ ایک الگ باب کا موضوع ہے ہم گنہگار اس سلسلہ میں جو سمجھ سکے وہ بیان کر دیا۔ لیکن یہ مطالعہ چونکہ عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہے اور صرف وہ لوگ اِس میں غوطے لگا سکتے ہیں جو فوجی حکمتِ عملی کی خاص

Marfat.com

تشدہ بڈھ رکھتے ہوں۔ اِس لئے اِس پہلو کی خواص کو مطالعہ کی دعوت دی جاتی ہے۔ ہم صرف سرسری طور پر کہہ سکتے ہیں، کہ آپ کی تمام تر تجاویز اور حکمتِ عملی کی بنیاد اُس فلسفۂ حیات اور زندگی کے اُن مقاصد پر تھی جو قرآنِ پاک میں موجود ہیں اور حضور پاکؐ نے اُن کا عملی نمونہ پیش کیا جس کو ہم سُنّتِ رسولؐ کہتے ہیں، قارئین نے نوٹ کیا ہو گا کہ اِس گنہگار اور فقیر کے قلم سے جناب عبداللہ، عتیق کے لئے "صدیق اکبرؓ کے الفاظ ہی نکلے ابو بکر صدیق رضؓ بھی کسی کسی جگہ ہے کہ اشاریہ بناتے وقت حوالوں میں آسانی ہو۔ لیکن جب کسی عقدہ یا راز والی بات کا ذکر تھا تو الفاظ "یارِ غارؓ" لکھے گئے۔

کوئی لکھنے والا جو اپنے دل کی آواز لکھے وہ اپنے قلم کے لئے کسی ایسے اصول کا تعین نہیں کرتا۔ قلم خود بخود ایسے الفاظ لکھ جاتا ہے۔ "یار غارؓ یا چار یار" وہ الفاظ ہیں جو ہم نے زیادہ تر اپنے بزرگوں سے سنے ہیں۔ لکھنے والے لوگوں نے یہ الفاظ کم استعمال کئے ہیں۔ دراصل بچپن میں اس سلسلے میں جو کچھ ہمیں سمجھایا گیا وہ یہ تھا کہ صحابہ کرام رضؓ کی بلندیوں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ پھر وہاں بھی اہلِ بیت۔ اہلِ صفہ اور عشرہ مبشرہ کی الگ بانٹ ہے۔ لیکن چار یار والی بات کی بلندیوں کو کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی کہ وہ کچھ باتوں میں ہم راز تھے۔ یہاں لفظ "کچھ" استعمال کیا گیا ہے کہ حضور پاکؐ کی شخصیت کو سمجھنے سے یار غار رضؓ نے بھی عاجزی کا اظہار کیا ہے۔

یارِ غار رضؓ

بہرحال "یار غار رضؓ" اور صدیق اکبرؓ کے خطاب صرف اور صرف جناب عبداللہ رضؓ بن ابو قحافہ رضؓ کے لئے ہیں اور اِن میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔ صدیق اکبرؓ یعنی ایسا صدق اور ایسا امنّا وصدقنا جو سب سے بڑا ہے، وہ صرف آپؓ تک محدود ہے، اور سپہ سالاری کے کاموں میں حضور پاکؐ کے بعد آپ کو دوسرے نمبر پر رکھنے میں ایک طرف اگر اٰمنّا وَصَدَّقنا ہے تو دوسری طرف اِن فتوحات کی حکمتِ عملی میں یارِ غارؓ کے طور پر آپ حضورِ پاکؐ کے ہمراز تھے کہ جناب اسامہ رضؓ بن زید رضؓ کے لشکر کو اٰمنّا وَصَدَّقنا کے تحت بھیجا گیا لیکن ہمراز ہونے کی وجہ سے نتائج سے بھی آگاہ تھے۔ چنانچہ فوجی حکمت عملی جس "زماں و مکاں" کے تحت تعین کی گئی کہ ایک کارروائی۔ اُس سے فتح، اور فتح سے آگے کارروائی پھر رواں دواں یہ سب پہلو اتنے دقیق اور عمیق ہیں کہ اِس کی گہرائی میں جتنے غوطے لگائے جائیں یا وسعتوں کو ناپنے کی کوشش کی جائے یا بلندیوں کی طرف نظر کی جائے یا باریک بینی سے دیکھا جائے تو معاملات اور زیادہ گہرائی اور پھیلاؤ وغیرہ اختیار کرتے جاتے ہیں اور ہم اس سلسلہ

Marfat.com

میں اِن تمام کمالات کی وجہ علامہ اقبالؒ کی زبان میں بیان کرتے ہیں۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق رضؓ کے لیئے ہے خدا کا رسولؐ بس (اقبالؒ)

آخری لمحے

اور پھر یارِ غار رضؓ نے پوچھا آج کونسا دن ہے۔ عرض کی گئی کہ سوموار۔ فرمایا: بخدا میرے لیئے یہ عزیز ترین دن ہے کہ میرے آقاؐ نے اِسی دن اِس جہان دنیا سے رحلت فرمائی۔ اور میں بھی اسی دن اِس جہاں سے رخصت ہو کر آپؐ کی صحبت میں شامل ہونا پسند کروں گا۔ پھر حضرت عائشہ رضؓ کو بلایا اور فرمایا "بیٹی حضور پاکؐ کا کفن کتنی چادروں کا تھا"۔ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا "تین چادروں کا" تو حضرت صدیق اکبر رضؓ نے فرمایا کہ بخدا یہ پرانی چادر جو میں نے پہنی ہوئی ہے۔ اِس کو شامل کر کے دو اور چادریں لے لینا اور میرے جسد خاکی کو میرے آقاؐ کے پہلو میں لٹا دینا اور میرا وقت قریب آگیا ہے آج رات ہی مجھے دفن کر دینا"۔

قارئین۔ ہم جنابِ صدیق اکبر رضؓ کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہیں۔ ہم جائزہ تو فوجی حکمت عملی کا پیش کر رہے ہیں جو سراسر جلال ہی جلال ہے۔ لیکن جمال پیدا کرنے کے لیئے عشق و محبت کی باتوں کا بیان ضروری ہوتا ہے۔ اور پھر یہ بھی ہمارے فلسفۂ حیات کا حصّہ ہیں اور فوجی حکمتِ عملی کی بنیاد بھی فلسفۂ حیات کے ڈھانچے پر ہوتی ہے اور ہاں آپ رضؓ اُسی رات وفات پاگئے اور آپ رضؓ کا جنازہ آپ کے نامزد جانشین جنابِ عمرِ فاروق رضؓ نے پڑھایا۔

جنابِ فاروق اعظم رضؓ کی خلافت

کتابوں کے اِس سلسلے کے سلسلہ اول میں جناب فاروق اعظم رضؓ کی خلافت کے لیئے نامزدگی کا ستر ھویں باب میں ذکر ہے کہ کس طرح جناب صدیق اکبر رضؓ نے آپ کو ایران و عراق کی فتوحات کے لیئے حکمتِ عملی کے تحت جناب مثنیٰ رضؓ بن حارث کو کمک بھیجنے کی ہدایات فرمائیں۔ ہم یہاں سب باتوں کی تفصیل میں نہ جائیں گے۔ اور صرف چند پہلوؤں کی وضاحت کریں گے۔

Marfat.com

جناب عمر فاروق رضؓ کو جناب صدیق اکبرؓ نے نامزد فرمایا۔ آپ کا جناب عمر فاروق رضؓ کے ساتھ کوئی خونی رشتہ نہ تھا اور نہ اسلام سے پہلے جناب فاروق رضؓ جناب ابوبکر رضؓ کے رفقاء میں شامل تھے جنہوں نے جناب صدیقؓ کی تبلیغ یا رفاقت کی وجہ سے اسلام قبول کیا اُن رفقاء میں جناب عثمان رضؓ جناب طلحہؓ، جناب زبیرؓ، جناب ابوعبیدہؓ اور جناب سعدؓ وغیرہ کا ذکر تو آتا ہے۔ لیکن جناب عمرؓ کا جناب صدیق رضؓ کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہیں بتایا جاتا۔

جناب صدیق اکبرؓ کا جناب فاروق رضؓ کے ساتھ بڑا رشتہ تو اللہ اور رسولؐ کے واسطہ سے تھا۔ لیکن ایک پہلو واضح تھا کہ دونوں نے مل کر جتنی حضور پاکؐ کی رفاقت کی وہ کسی اور صحابی کو نصیب نہ ہوئی۔ خود جناب علی المرتضیٰؓ نے روایت کی ہے کہ حضور پاکؐ جب کبھی اپنے مشاہدات بیان فرماتے تھے تو اکثر اس طرح بات کی بنیاد باندھتے تھے۔" کہ میںؐ، ابوبکر رضؓ، عمر رضؓ جب فلاں جگہ گئے یا فلاں کام کے لئے گئے اور حضور پاکؐ نے یہ الفاظ اِس کثرت سے فرمائے اور دُہرائے کہ حضرت عمرؓ کی وفات کے وقت جناب علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ بے شک جناب عمرؓ کو بھی انشاء اللہ جناب ابوبکر رضؓ کی طرح حضور پاکؐ کے پہلو میں دفن ہونے کی سعادت نصیب ہو گی۔

کچھ اعتراضات

اسلام دینِ فطرت ہے اور حصّہ اوّل میں اِس پہلو کی وضاحت کی گئی ہے کہ اسلام میں اپنے اختلافات کھل کر بیان کئے جاتے ہیں اور یہ کام مسجد کے اندر باقاعدہ مجلس میں کیا جاتا ہے۔ چنانچہ متعدد صحابہ جن میں حضرت طلحہ رضؓ سمیت کئی عظیم صحابہ شامل تھے، انہوں نے جناب ابوبکر رضؓ کی خدمت میں صاف لفظوں میں عرض کر دی کہ اتنے سخت انسان کو مسلمانوں پر کیوں امیر مقرر کر دیا گیا ہے۔ جناب صدیق اکبرؓ نے فرمایا بخدا جب میں اللہ کے دربار میں حاضر ہوں گا تو یہ عرض کروں گا کہ اے میرے مالک تیرے حبیبؐ کی اُمت میں سے بہترین شخص کو اُمتِ اسلامیہ کی امامت کے لئے منتخب کر آیا ہوں۔

اب لُطف کی بات یہ ہے کہ ہمارے اِس زمانے کے دانشور اِس اختلاف کو مغربی جمہوریت کا چولا پہنا دیں گے کہ اسلام میں اختلاف باعثِ رحمت ہے وغیرہ لیکن ان کو یہ معلوم نہیں کہ حضور پاکؐ کا مطلب تو یہ تھا کہ اختلاف کو بحث کے ذریعے حقیقتِ حال واضح کر کے طے کر لیا جائے۔ اپنی رائے کا اظہار ضرور کیا

Marfat.com

جائے لیکن امیر یا اولی الامر کا فیصلہ سُن لینے کے بعد اختلافات اِدھر ہی ختم ہو جانے چاہئیں اسلام اختلافات کو بازاروں یا سڑکوں یا کھلے میدانوں میں لے جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ کھلے میدانوں میں یا عید کی نماز پڑھ کر عاجزی کرنے کی اجازت ہے یا نمازِ شکرانہ یا نماز استسقا کہ جہاں اپنے گناہوں کی معافی مانگی جائے کھلے میدانوں میں جلسہ جلوس اور فضول نعروں کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔

جنابِ فاروقؓ کا لقب

تیسرا پہلو جس کی وضاحت ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ حضور پاکؐ نے جناب عمرؓ کو فاروقؓ کے لقب سے سرفراز کیا۔ یعنی آپ امتیازی طور پر حق و باطل میں فرق کرنے والے تھے اور اس خصوصیت میں آپ غلامانِ محمدؐ میں ایک نمونہ ہیں۔ یارِ غارؓ نے صدق کے ساتھ اپنے آقا کے احکام کو جاری و ساری رکھا، اِس لئے اُن کا خیال تھا کہ ایک ایسے عظیم انسان کی ضرورت ہے کہ جو حق اور باطل میں فرق سمجھ سکے اور حضور پاکؐ کے احکام کو صحیح طور پر سمجھ کر جاری و ساری رکھ سکے۔

نتائج و اثرات

چوتھا ضروری پہلو یہ ہے کہ سلسلہ اوّل کے پیشِ لفظ میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ ہم تاریخ کا تجزیہ نتائج اور نتائج کے اثرات سے بھی کریں گے۔ اور جناب فاروق اعظمؓ کی خلافت کے زمانے کی کارروائی کے نتائج اور نتائج کے اثرات کو بیان کر کے اِس اُمّت کا سر اِس دنیا میں بہت بلند ہو جاتا ہے اور ان واقعات پر کتابوں کی کتابیں لکھی گئی ہیں اور لکھی جائیں گی۔ اور روزِ قیامت کو بھی حضور پاکؐ جنابِ فاروق اعظمؓ کو ہماری امت کی ایک مثالی شخصیت کے طور پر پیش کریں گے۔

وحدت اور مرکزیّت

پانچواں اور آخری پہلو یہ ہے کہ حضور پاکؐ کے بعد جناب صدیق اکبرؓ نے جس وحدت اور مرکزیت کو قائم رکھا جناب فاروقؓ نے بھی اُس مرکزیت کو اِس طرح مضبوط رکھا۔

یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی — اُخوت کی جہانگیری، محبّت کی فراوانی (اقبالؒ)

Marfat.com

وادیٔ یرموک

گو جنگِ اجنادین سے پہلے مسلمان وادیٔ یرموک تک پہنچ گئے تھے۔ اور وہاں سے آگے بڑھ کر بصریٰ کے قلعہ کو بھی فتح کر لیا تھا۔ بلکہ جنابِ خالدؓ دمشق کے نواحی قلعہ جات کے دروازوں کو بھی کھٹکھٹا آئے تھے۔ لیکن یرموک کی وادی میں کوئی بڑی جنگ نہ ہوئی تھی۔ اِس سلسلے میں ہم کہہ چکے ہیں کہ ہرقل کی اردن کے علاقے میں کوئی بڑی فوج موجود نہ تھی۔ اور کتابوں کے اِس سلسلہ کے حصّہ اوّل میں ہم یہ بات بھی کہہ چکے ہیں کہ یرموک کی وادی کئی دفعہ فتح ہوئی اور وہاں پر دو جنگیں بھی ہوئیں اس لئے کچھ واقعات کو آپس میں ملا دیا گیا۔ ہمارے تجزیہ کے مطابق یرموک کی پہلی جنگ، اجنادین کی جنگ کے فوراً بعد جمادی الثانی رجب تیرہ ہجری میں ہوئی اور بعض مورخین نے اِس کو واقوصہ کی جنگ قرار دیدیا کچھ نے اس کو یاقوصہ کی گھاٹی کی جنگ لکھا لیکن اگر معاملہ کی گہرائی میں جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں ایک ہی چیز ہیں۔ اب چونکہ یرموک کی دوسری جنگ اور اسلام کی ایک فیصلہ کن جنگ بھی رجب کے مہینہ میں ہوئی جس کا مفصل ذکر آٹھویں اور نویں باب میں ہے۔ اور گو وہ واقعہ پندرہ ہجری کا ہے لیکن دونوں حالتوں میں مہینہ رجب ہونے کی وجہ سے ان دونوں جنگوں کو بھی ایک کر دیا گیا۔ پھر چونکہ پُرانے زمانے میں نقشوں کا استعمال نہ ہوتا تھا۔ زمینی فاصلے اور وقت یعنی زماں و مکاں کی گہرائیوں کا خیال نہ رکھا جاتا تھا۔ اِس لئے ایسے اختلافات بڑھتے ہی گئے۔ ساتھ ہی تاریخ کا بامقصد مطالعہ اور خاص کر عسکری تاریخ کا بامقصد مطالعہ سب سے پہلے انیسویں صدی عیسوی میں کلاسویٹز نے شروع کیا، کہ اُس نے فلسفۂ جنگ کی وضاحت تاریخی مطالعہ سے کی۔ لیکن اسلامی عسکری تاریخ کا بامقصد مطالعہ تو کیا ہی نہیں گیا۔ کسی نے بھی گہرائی یا ریسرچ کی کوشش نہیں کی۔

مبصرین اور نقادوں کے تجزیے

بہر حال یہ عمل بڑا خوش کن ہے کہ دوسری جنگِ عظیم کے بعد جنرل جان گلب اور جنرل اکرم نے اسلامی عسکری تاریخ کی گہرائی میں جانے کی کوشش کی۔ مبصرین اور نقادوں کا کام بڑا مشکل ہے۔ یہ ایک پیچیدہ ہنر ہے لیکن بد قسمتی یہ ہوتی ہے کہ ہر مبصر اور نقاد ہمیشہ سے کچھ فیصلے اپنے طور پر کر لیتا ہے یا کسی تعصب کی وجہ سے اُس نے ایک راستہ اختیار کیا ہوا ہوتا ہے اِس لئے یہ مبصر اور نقاد بھی بعض معاملات کو بیّن

Marfat.com

بین ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ جنرل گلب کے بیانات تو بڑے مختصر ہیں اور اس نے اپنے جائزوں کو صحیح ثابت کرنے کی زیادہ کوشش بھی نہیں کی۔ جنرل اکرم نے البتہ بہت محنت کی ہے۔ گو ان کے طرز بیان کے ساتھ ہمیں اختلاف ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ اُن کے تجزیئے سو فی صدی صحیح ہوں۔ اور نہ ہی راقم کا کوئی ایسا دعوٰے ہے کہ یہ تجزیئے صحیح ہیں۔ بہر حال کوشش آپ کے سامنے ہو گی اور آپ کو جو رائے صحیح معلوم ہو اُسی کو اپنا لیں۔

نقادوں کے اختلاف

چنانچہ اجنادین کی جنگ سے لے کر یرموک کی وادی کے واقعات فحل کی مہم یا فتح اور دمشق کی فتوحات کے سلسلے میں جنرل اکرم اور جنرل گلب میں زماں و مکان کے سلسلے میں کافی اختلافات ہیں اور میرا مطالعہ جنرل گلب کے تجزیہ کے زیادہ قریب ہے اور میں اس کی وضاحت بھی کروں گا۔ مجھے جنرل اکرم کے اس تجزیہ کے ساتھ اتفاق نہیں ہے کہ جناب خالدؓ کو دمشق کے محاصرہ کے وقت سپہ سالار اعظم کے رُتبہ سے ہٹا کر یہ رتبہ جناب ابو عبیدہؓ کو دیا گیا۔ میرے لحاظ سے یہ واقعہ یرموک کی وادی کا ہے۔ اور مجھے جنرل اکرم کے اس تجزیہ کے ساتھ بھی اتفاق نہیں کہ اجنادین کی فتح کے بعد اسلامی لشکر چار جنگیں لڑ کر یا جھڑپیں کر کے پندرہ سے بیس دنوں میں اڑھائی سو میل یا اُس سے زیادہ فاصلہ بھی طے کر گئے۔ جنرل اکرم نے دمشق کی فتح کے سلسلے میں واقدی کے ایک بیان کا سہارا لیا ہے۔ واقدی کہتا ہے کہ اُس نے وہ عہدنامہ دیکھا تھا جو مسلمانوں نے دمشق کی فتح کے وقت وہاں کے باشندوں یا فرار ہونے والے رومی لشکر کے ساتھ کیا تھا۔ اس پر جناب خالدؓ کے دستخط تھے اور جناب خالدؓ ہی سپہ سالار تھے اور چونکہ جناب عمرؓ نے خلیفہ بنتے ہی جناب خالدؓ کو ہٹا کر جناب ابو عبیدہؓ کو سپہ سالار اعظم بنا دیا اور چونکہ جناب عمرؓ ۲۲ جمادی الثانی تیرہ ہجری میں خلیفہ بنے۔ اس لئے دمشق رجب تیرہ ہجری میں فتح ہوا ہو گا نہ کہ رجب چودہ ہجری میں گو سب مورخین نے ایسا کہا ہے اور مزید لطف کی بات یہ ہے کہ واقدی خود بھی کہتا ہے کہ دمشق رجب چودہ ہجری میں فتح ہوا۔ اس لئے خود واقدی کے بیان میں تضاد ہے۔

اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں کہ واقدی عہدنامہ پڑھنے میں غلطی کر گیا ہو یا جناب خالدؓ نے اس عہدنامہ پر جناب ابو عبیدہؓ کی طرف سے دستخط کئے ہوں اور جناب ابو عبیدہؓ نے اُن کے دستخطوں

Marfat.com

کے ثبوت میں دستخط کیے ہوں پھر یہ قرطاس، عہدنامہ کی نسبت مسلمانوں کے احکام یا حکومت کرنے کا ایک مسودہ تھا۔

زماں و مکاں کا تجزیہ

۱۔ جنگ جنادین یکم جمادی الثانی تیرہ ہجری کو ختم ہوئی۔ اُس جنگ کے بعد وہاں سے وادی یرموک کی طرف روانگی کی تاریخ کے سلسلے میں مورخین خاموش ہیں۔ لیکن ہمارے لحاظ سے تعاقب، تعاقب والوں کی واپسی، مالِ غنیمت کی بانٹ، زخمیوں کی دیکھ بھال، اجنادین تک کے علاقے کا سولین انتظام مدینہ میں جناب ابوبکر رضؓ کو نتائج کی اطلاع اور آگے کی کارروائی کے سلسلے میں اطلاع دینے کے کام میں دس یا بارہ دن ضرور لگ گئے ہونگے بلکہ زیادہ مجاہدین کے بال بچہ کو بھی آگے منگوایا گیا۔ اس لئے تمام اسلامی لشکر بیس جمادی الثانی سے پہلے اجنادین کے مقام کو نہ چھوڑ سکے ہوں گے۔

۲۔ پُرانے زمانے کے مورخین اجنادین سے یرموک تک کے دوبارہ کوچ کے سلسلہ میں بھی خاموش ہیں کہ کونسا راستہ استعمال کیا گیا۔ جنرل اکرم نے واپسی کے لئے بھی جرلیشو اور جرش والے راستے کا تعین کیا ہے ہمارے خیال کے مطابق بحیرہ مردار سے جنوب میں درہ مواب والا راستہ ہی اختیار کیا ہوگا کہ فلسطین میں پیش قدمی کی اجازت نہ تھی اور اس راستے کے نقصانات کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے۔ کہ پہاڑوں کی تنگ وادیوں سے گذرنا تھا اور آگے دریائے اردن کو بھی پار کرنا پڑتا تھا۔ اُونٹ گھوڑوں وغیرہ کو کشتیوں کے ذریعے سے دریا سے پار کرنا آسان نہیں ہوتا۔

۳۔ یرموک اور دمشق جانے کے لئے بیت المقدس والے راستے کو اختیار کرنے سے تو زیادہ بہتر یہ ہوتا کہ پہلے صوبہ فلسطین کو ہی فتح کرلیا جاتا۔ لیکن خلیفہ اول کی حکمت عملی کے تحت اور بہتر حل کے طور پر پہلے اردن اور شام کو فتح کرنا تھا اور بعد میں فلسطین کو، کہ اردن اور شام میں کارروائیوں کے وقت اپنے دوست ریگستان، اور اپنے فتح کیے ہوئے عرب و عراق کے سرحدی علاقوں کے ساتھ رابطہ قائم رہتا تھا۔ فلسطین میں جاکر زرخیز علاقوں اور پہاڑوں میں اُلجھ جانا پڑتا اور سمندر پر کنٹرول نہ کیا جا سکتا۔

۴۔ بہرحال اگر جنرل اکرم کے مطابق فلسطین والا اندرونی راستہ اختیار بھی کیا گیا تو اجنادین سے وادیٔ یرموک تک فاصلہ کوئی ایک سو تیس میل بنتا ہے اور دریا کو بھی عبور کرنا تھا اور پہاڑوں اور وادیوں

Marfat.com

میں پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت تھی۔ دوسرا راستہ زیادہ محفوظ تھا گو فاصلہ کوئی ایک سو ستر میل بن جاتا تھا اور دونوں راستوں پر سفر میں کم از کم آٹھ دنوں اور زیادہ سے زیادہ بارہ دنوں کی ضرورت تھی۔ پہلے بھی یہ سفر بارہ دن میں طے ہوا تھا اس لئے اسلامی لشکر یرموک کی وادی یا واقوصہ کی گھاٹی میں جمادی الثانی کے آخری دن یا رجب کے پہلے ہفتے سے پہلے نہیں پہنچ سکتا تھا۔ جناب صدیق اکبرؓ کا انتقال ۲۲ جمادی الثانی تیرہ ہجری کو ہوا۔ جب لشکر کسی کوچ میں ہوں گے یا کسی جگہ دشمن کے ساتھ اُلجھے ہوئے ہوں گے۔

۵۔ ہرقل حمص میں تھا۔ اجنادین کے اجتماع سے وہ بڑا پرامید تھا اور مسلمانوں کی یرموک سے اجنادین کی طرف چلے جانے کے بعد وہ بہت خوش تھا اُس نے جلدی سے اُردن میں یرموک، عمان اور فحل کے مقامات پر فوجیں بھیج دیں کہ اگلے احکام کا انتظار کریں لیکن کچھ عرصہ کے بعد جب ان مقامات پر اجنادین سے فرار ہونے والے لوگ بھی پہنچ گئے تو ہرقل نے حکم دیا کہ ملک کے چپہ چپہ کا دفاع کیا جائے۔ اِس لئے جب اسلامی لشکر اجنادین کی فتح کے بعد واپس اردن آئے تو یرموک کی وادی میں انہوں نے وہاں پر رومیوں کے ایک بہت بڑے لشکر کو صف بند دیکھا۔

یرموک کی پہلی جنگ

تمام مورخین اِس بات پر متفق ہیں کہ واقوصہ کی گھاٹی اور یرموک کی وادی میں مسلمان اہل روم کے ساتھ برسرپیکار تھے۔ تو رجب تیرہ ہجری میں جناب فاروق اعظمؓ خلیفہ دوم کا قاصد شداد رضؓ بن اوس وہاں پہنچا۔ قاصد ہوشیار آدمی تھا۔ پوشیدگی میں جناب عمرؓ کا خط جناب ابوعبیدہؓ کے حوالے کیا۔ اور اس خط کا ذکر کسی آدمی کے ساتھ نہ کیا۔ زبانی طور پر سب کو سلام دیا۔ اور جناب خالدؓ کو بتایا کہ خلیفہ اول نے اجنادین کی فتح کی خبر سُن لی ہے وہ بڑے خوش ہیں۔ اور آپ سب کیلئے دعا فرماتے ہیں۔ جنگ جاری تھی اور کئی دن جاری رہی۔ وجہ یہ تھی کہ دفاعی لحاظ سے یرموک اہم مقام تھا اور رومیوں نے مسلمانوں کے چلے جانے کے بعد کئی دفاعی چوکیاں یہاں پر قائم کر لی تھیں اِس لئے مسلمانوں کو اِن چوکیوں کا صفایا کرنے میں کئی دن لگ گئے۔ لیکن جنگ کی تفصیلات کسی مورخ نے نہیں لکھے سب مورخ صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ جنگ کے ختم ہونے کے بعد خط کے مضمون کو ظاہر کیا گیا۔

Marfat.com

اختلاف یہاں سے شروع ہوتا ہے اور سب مورخ متفق ہیں کہ یرموک کی جنگ میں قاصد نے آکر جناب عمرؓ کا خط دیا لیکن یرموک کی بڑی جنگ چونکہ رجب پندرہ ہجری میں ہوئی۔ اور پہلی یرموک کی جنگ کو کسی نے واقوصہ کی گھاٹی کی جنگ کہہ دیا اور کسی نے یرموک کی وادی میں ایک جنگ، اِس لئے سب مورخین جس جگہ آکر رُک جاتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایسی کونسی جنگ تھی جو کئی دن جاری رہی۔

جنرل اکرم کا تجزیہ

اِن حالات کے تحت جنرل اکرم اپنی کتاب "اللہ کی تلوار" میں اِس نتیجے پر پہنچے، کہ واقوصہ کی گھاٹی میں جنگ صرف ایک دن رہی اور اسلامی لشکر نے مرج الصفر کی جنگ لڑی اور آگے بڑھ کر دمشق کا محاصرہ کرلیا۔ محاصرہ کی مدت مورخین نے چھ ماہ سے ایک سال تک بتائی ہے۔ جنرل اکرم نے تجزیہ کرکے اِس کو ایک ماہ کردیا۔ اُن کا خیال ہے کہ مسلمان جب دمشق کا محاصرہ کررہے تھے تو جناب عمرؓ کا خط پہنچا ہمارے لحاظ سے جنرل اکرم کا۔ زماں و مکاں۔ کا سلسلہ یہاں پر ٹھیک نہیں رہتا کہ اول محاصرہ کی مدت کو اتنا کم کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے اور دوم پندرہ بیس دن کے عرصے میں تین سو میل کا سفر بھی کیا جائے اور دو جنگیں بھی لڑی جائیں اور محاصرہ بھی کرلیا جائے۔ تو ہم اپنے پہلے تجزیہ ہی کو دہراتے ہیں، کہ حضرت عمرؓ کا خط قاصد نے یرموک کی وادی ہی میں پہنچایا اور وہاں پر کوئی جنگ جاری تھی جس کو ہم نے یرموک کی پہلی جنگ کا نام دے دیا ہے اور یہی جنرل گلب بھی کہتا ہے۔

یرموک کی پہلی جنگ کے زیادہ واقعات اگر ہماری تاریخوں میں موجود نہیں ہیں تو اُس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چونکہ اُس زمانے میں حکومت میں تبدیلی ہوگئی اور مورخین نے جنگ کو ثانوی حیثیت دیدی اور حکومت کی تبدیلی کیوجہ سے اِن کے قلم کا رُخ دوسرے اثرات کی طرف ہوگیا۔

فحل کی وادی (نقشہ چہارم)

اگر نقشہ کو دیکھیں تو فحل کا مقام جو دریائے اردن کے مشرقی کنارے پر ہے۔ وہ یرموک کی وادی سے جنوب کی طرف ہے۔ اگر جنرل اکرم کا اسلامی لشکر کی اجنادین سے واپسی کے راستے کا تجزیہ صحیح تصور کرلیا جائے کہ لشکر فلسطین والے راستے سے یرموک آیا۔ تو پھر یہ سمجھ نہیں آتی کہ مسلمان

Marfat.com

نے دریائے اردن کو پار کرنے کے بعد جرش کا رُخ کیوں کیا۔ کم از کم فحل کے علاقے سے تو دشمن کی سرکوبی کرکے جرش سے چند میل شمال کی طرف جاکر وادیٔ یرموک میں داخل ہوتے۔ لیکن جنرل اکرم کے لحاظ سے تو فحل پر دمشق کی فتح کے بعد قبضہ ہوا۔ مان لیتے ہیں کہ فلسطین کے علاقے میں مسلمان بیسان تک اوپر نہ گئے ہوں گے۔ اور دریا کو کسی نیچے والی جگہ سے پار کیا ہوگا۔ لیکن اردن کے علاقے میں کسی دشمن کی دریا کے مشرق میں ایسے ہی چھوڑ دینا فوجی حکمتِ عملی کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔

ہمارا تجزیہ یہاں بھی جنرل گلب سے ملتا ہے کہ درمیان والا راستہ مشکل اور ناممکن تھا اور اُس راستے سے نہ پیش قدمی ہوسکتی تھی اورنہ فحل کے مقام پر قبضہ اِس لئے مسلمانوں نے درہ مواب، موتہ عمان، اور جرش والا راستہ استعمال کیا اور پہلے دیرہ اور داقوصہ کی گھاٹی میں دشمن کا قلع قمع کیا اور پھر دشمن کی طرف پیش قدمی سے پہلے مغرب کی طرف مڑکر تھوڑا جنوب مغربی فحل کے علاقے میں کچھ کاروائی کی اور کچھ فوج کو وہاں پر متعین رکھا کہ اِس راستے کو استعمال کرکے دشمن یرموک کی وادی کی پچھلی طرف سے کوئی ناکہ بندی نہ کردے۔ دمشق پر قبضہ کرنے یا ملک شام کے کسی علاقے پر دھاوا بولنے کے۔ لئے اجنادین۔ اور فحل کے مقامات پر قبضہ ضروری تھا اور نقشہ چہارم کے مطالعہ کے بعد یہ پہلو اور بھی واضح ہوجاتا ہے۔

مورخین اور راوی

فحل کی فتح کے سلسلے میں کچھ مورخین نے اس کو ذی قعد تیرہ ہجری کا واقعہ قرار دیا ہے اور کچھ نے ذی قعد چودہ ہجری کا۔ ہم دونوں کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں۔ اور یہاں بھی ہم جنرل گلب کی فحل کی پہلی فتح کے لئے وقت کے تعین کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں کہ فحل کی پہلی فتح ذی قعد تیرہ ہجری میں ہوئی لیکن اُس وقت مسلمانوں نے اپنے آپ کو دریائے اُردن کے مشرقی کنارے تک ہی محدود رکھا۔ اور دریا کو پار کرکے بلیسان یا طبریہ کی طرف نہ گئے۔ پھر ذی قعد چودہ ہجری میں دوبارہ فحل کے علاقے میں آئے اور دریا کے مشرق میں بھی لڑائی ہوئی کہ رومیوں نے دریا پار کرلیا تھا اور مسلمانوں نے پہلے اُن کو وہاں شکست دی اور پھر دریا پار کرکے بیسان اور طبریہ پر قبضہ کرلیا۔ اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔ جنرل اکرم کے لحاظ سے بھی فحل ذی قعد تیرہ ہجری میں فتح ہوا۔

Marfat.com

اُن کے لحاظ سے چونکہ دمشق بھی رجب تیرہ ہجری میں فتح ہوا۔ اس لئے وہاں سے واپس آکر ذی قعد تیرہ ہجری میں فحل کو فتح کیا گیا۔ لیکن ہمارا تجزیہ یہ ہے کہ دمشق جانے سے پہلے فحل کے کچھ علاقے کو ذی قعد تیرہ ہجری میں فتح کیا گیا اُس کے بعد مرج الصفر کی جنگ ہوئی پھر دمشق کا چھ ماہ سے ایک سال کے قریب تک محاصرہ رہا اور رجب چودہ ہجری میں دمشق فتح ہوا اور ذی قعد چودہ ہجری میں فحل سے آگے بڑھ کر بیسان اور طبریہ وغیرہ فتح ہوئے۔ بلکہ قیساریہ کا محاصرہ بھی کر لیا گیا۔ یعنی فحل کے علاقے میں دو جنگیں ہوئیں۔

جنرل اکرم کے لحاظ سے چونکہ جناب خالدؓ فحل کی جنگ کے لئے جیش المقدم کا کام کر رہے تھے اور ابو عبیدہؓ سپہ سالار تھے یا شرجیلؓ سپہ سالار تھے کہ علاقہ اُن کا تھا۔ اس لئے ضروری ہے کہ فحل دمشق کی فتح کے بعد فتح ہوا ہو گا کہ جناب خالدؓ اُس وقت سپہ سالاری سے ہٹا دیئے گئے تھے۔ ہم یہ بات بھی صحیح مانتے ہیں کہ اگر جناب خالدؓ فحل کی دونوں جنگوں میں جیش المقدم کا کام کر رہے تھے تو ہمارے تجزیہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہمارے لحاظ سے یرموک کی پہلی جنگ میں جناب خالدؓ کی جگہ جناب ابو عبیدہؓ کو سپہ سالار بنایا گیا اور یہ رجب تیرہ ہجری کا واقعہ ہے تو ہم معاملات کو وہیں سے تسلسل کیساتھ شروع کرتے ہیں۔

جنابِ عمرؓ کا جناب ابو عبیدہؓ کو خط۔

خط کے الفاظ یہ ہیں:۔

"میں تم کو خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، جو باقی رہنے والا ہے۔ اور جس کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ وہی اللہ ہے جس نے ہمیں گمراہی سے نکال کر راہ راست پر لگایا۔ اور اندھیروں سے نکال کر روشنی میں داخل کیا۔ میں تم کو خالدؓ کی جگہ تمام لشکر کا امیر مقرر کرتا ہوں۔ تم مسلمانوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ تم مالِ غنیمت کی حرص میں آکر مسلمانوں کو ہلاکت میں مبتلا نہ کرنا۔ اور نہ کسی اجنبی مقام میں وہاں کے حالات اور نتائج سے بے خبر ہو کر اپنی فوجوں کا خواہ مخواہ تعین کر دینا۔ جب تم کسی جماعت یا دستے کو کسی جنگی کارروائی کے لئے بھیجو تو معقول تعداد کے بغیر نہ بھیجنا اور مسلمان مجاہدین کو خواہ مخواہ ہلاکت میں ہرگز مبتلا نہ کرنا۔ خدا نے تمہارا معاملہ میرے ہاتھ میں اور میرا معاملہ تمہارے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ دُنیا کی محبت سے آنکھیں بند کر لو اور اپنے دل کو اس سے بے نیاز کر لو۔ وغیرہ"

تبصرہ

یہ خط کا کچھ حصّہ ہے اور اس پر تبصرہ کرنا ہم گنہگاروں کے بس کی بات نہیں۔ کہ اس پر کوئی مضمون لکھے

Marfat.com

جا سکتے ہیں اور لکھے جاتے رہیں گے ۔اِس میں اسلامی فلسفۂ حیات کی جھلک موجود ہے۔اسلامی عقیدہ اور ہمارے لئے صراطِ مستقیم کی نشاندہی بھی ہے اور اللہ تعالٰے کے احسان کا بھی ذکر ہے۔لیکن کچھ لفظوں پر دھیان دینا ضروری ہے کہ "مسلمانوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔" وہ حقوق کیا تھے مختصر لفظوں میں مسلمانوں کا اللہ تعالٰے سے وہ وعدہ ہے جو انہوں نے اللہ تعالٰے سے کیا ہے کہ اُن کے مال و جان سب اللہ نے خرید لئے ہیں بدلے اِس کے کہ جنت ہے۔اور جناب ابو عبیدہ رضؓ کو ان حقوق کی یاد دہانی کرائی گئی کہ مل کر اللہ کے حقوق پورے کرو اور اُس کے قانون کا نفاذ کرو۔

آگے مالِ غنیمت یا دنیاوی لالچ کا ذکر ہے کہ لڑائی صرف اللہ اور رسولؐ کے لئے لڑی جائے۔اور خواہ مخواہ بغیر سوچے سمجھے مسلمانوں کو "دھکیل" نہ دیا جائے۔لیکن ایک پہلو کی وضاحت ضروری ہے۔ جناب عمر رضؓ یہ خط ایسے آدمی کو لکھ رہے ہیں جس کے ماتحت وہ حضور پاکؐ کے زمانے میں کام کر چکے تھے۔اور حضرت عمر رضؓ کے خیال کے مطابق حضور پاکؐ کی وفات کے بعد مسلمانوں کے خلیفہ ہونے کا بھی صرف جناب ابو عبیدہ رضؓ کا حق تھا کہ وہ امین الامت تھے۔سلسلہ اوّل کے پہلے باب میں یہ ذکر بھی ہو چکا ہے کہ جناب ابو عبیدہ رضؓ نے فرمایا کہ "اے ابنِ خطابؓ۔صدیق رضؓ کے ہوتے ہوئے کوئی خلافت کا حقدار نہیں ہو سکتا" اور اب صدیق رضؓ نے جناب عمر رضؓ کو خلافت کے لئے نامزد کر دیا۔اب جناب عمر رضؓ جناب ابو عبیدہ رضؓ کو اور کیا لکھتے۔صرف یہ لکھ دیا کہ "خدا نے تمہارا معاملہ میرے ہاتھ میں دے دیا اور میرا معاملہ تمہارے ہاتھ میں دے دیا ہے"۔اِس ایک فقرہ کی وضاحت کے لئے بھی کئی مضامین کی ضرورت ہے۔"وہ ہم نفس" تھے اُن میں وحدت فکر تھی۔اُن کی روشن ضمیری کی یہ حالت تھی کہ اُن کے دل کے آئینے اپنے دل میں ایک دوسرے کا عکس دیکھتے تھے۔جناب ابو عبیدہؓ جو کچھ کریں گے اُس کی ذمہ داری خلیفہ دوم نے پہلے سے ہی اپنے سر پر اُٹھالی اور جو کچھ ابو عبیدہؓ کی کمانڈ میں ہو رہا تھا وہ حضرت عمر رضؓ کی پالیسی کے مطابق ہو رہا تھا۔

خلیفہ دوم کی حکمتِ عملی

قارئین نے نوٹ کیا ہو گا کہ اجنادین کی فتح کے بعد جناب عمروؓ بن عاص کے لشکر کو فلسطین کے علاقے میں نہ چھوڑا گیا۔بلکہ چند دیکھ بھال والے دستے وہاں پر چھوڑے گئے۔حالانکہ پہلے حکم کے مطابق فلسطین کے علاقے کی ذمہ داری جناب عمروؓ کی تھی۔اور اردن جس میں یرموک وغیرہ شامل ہیں،

Marfat.com

نقشہ چہارم ۔ شام اور اردن کی فتوحات

یرموک کی پہلی جنگ ۔ فحل کی پہلی جنگ

مرج الصفر کی جنگ اور دمشق کا محاصرہ

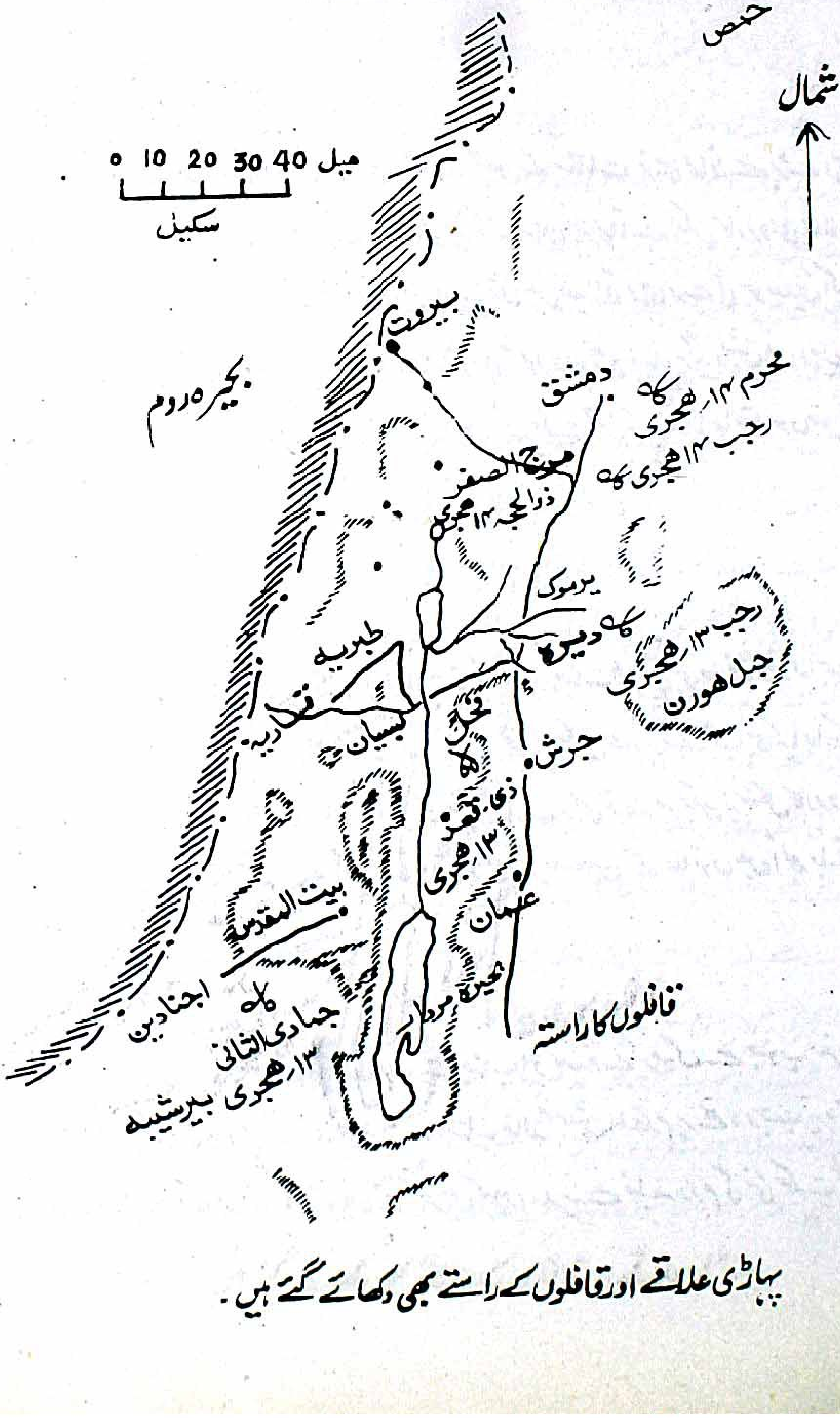

پہاڑی علاقے اور قافلوں کے راستے بھی دکھائے گئے ہیں ۔

Marfat.com

جنابِ شرجیلؓ کی ذمہ داری تھی۔ لیکن ظاہر ہے کہ یرموک یا واقوصہ کی گھاٹی میں اتنا زیادہ دشمن اکٹھا ہوچکا تھا کہ سب لشکروں کو وہاں جانا پڑا اور آگے بھی ضرورت تھی۔ چنانچہ یرموک کی فتح کے بعد جناب ابو عبیدہؓ نے خلیفہ دوم سے آگے کے احکام کے سلسلے میں رہنمائی کے لئے خط لکھا جس کا جواب آنے میں ضرور دیر لگی ہوگی۔ اور آگے کی کارروائی میں جو مزید دیر ہوئی اُس کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

جنابِ عمرؓ کی مزید ہدایات

جنابِ عمرؓ نے مزید ہدایات دیں کہ " دمشق، فحل اور حمص کے مقامات فوجی لحاظ سے بڑے اہم ہیں اِن مقامات پر قبضہ ہوجانے کے بعد سارے ملک کو فتح کرنا آسان ہوجاتا ہے لیکن کارروائی حالات کے مطابق کرنا۔ ہاں جب یہ سب مقامات فتح ہوجائیں تو علاقوں میں تعیناتی وہی رہے گی جو صدیق اکبرؓ کرگئے ہیں، کہ عمروؓ بن عاص کو فلسطین واپس کردینا۔ شرجیلؓ کو اردن بھیج دینا۔ یزیدؓ دمشق میں رہیں گے اور آپؓ و خالدؓ حمص اور اُس کے اگلے علاقوں میں تجداِ میں اُسی حکمت عملی کو بڑھانا چاہتا ہوں جس کا خلیفہ اول تعین کرگئے ہیں"

تبصرہ

اس خط سے ظاہر ہے کہ جنابِ خالدؓ کی امارت قائم تھی اور جنابِ عمرؓ یہ بھی جانتے تھے کہ اہم مقامات کون کون سے ہیں فحل پر قبضہ کی ضرورت اُنہوں نے دہرادی فحل پر مکمل طور پر قبضہ تب ہی کیا جاسکتا تھا جب دریائے اردن کو پار کرکے فحل کے سامنے دریا کے مغربی کنارے پر بھی قبضہ ہو لیکن یہ مشکل کارروائی تھی جس کے لئے ابھی وقت نہ آیا تھا کہ اگر ایسا کیا جاتا تو اسلامی لشکر فلسطین کے علاقوں میں اُلجھ جاتے۔

فحل کی پہلی جنگ

چنانچہ دمشق کی طرف پیش قدمی کرنے سے پہلے جناب ابو عبیدہؓ نے یرموک سے جنوب مغرب کی طرف رُخ کیا اور فحل کی وادی کی طرف چل پڑے۔ جناب خالدؓ جیش المقدم پر تھے۔ رجب تیرہ ہجری میں یرموک کی پہلی جنگ ہوئی۔ ماہِ شعبان کے آخر میں کہیں مدینہ سے خلیفہ دوم کی نئی حکمتِ عملی کا

Marfat.com

پتہ چلا۔ خلیفہ دوم اُس زمانے میں ایران کے معاملات میں سخت معروف تھے۔ جناب ابو عبید رضؓ ثقفی کے لئے لشکر تیار کر رہے تھے اور جبکہ آخر میں جناب ابو عبیدؓ بھی ایران کی طرف روانہ ہو گئے اور شعبان میں کسکر وغیرہ کے مقامات اور جالینوس کے ساتھ جنگوں میں معروف تھے۔ تو ظاہر ہے کہ خلیفۂ دوم نے جناب ابو عبیدہ رضؓ بن جراح کو رمضان کے بعد ہی کارروائی کرنے کی اجازت دی ہوگی کہ شوال۔ ذی قعد تیرہ ہجری میں آپ فحل کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔

مورخین نے چونکہ فحل کی دونوں جنگوں کو آپس میں کچھ ملا دیا ہے۔ اِس لئے پہلی جنگ کے سلسلے میں ہم صرف اِسی پر اکتفا کریں گے کہ مسلمان دریا کے اِس طرف رہے اور طبری کے مطابق جناب ابو عبیدؓ نے فحل کے نزدیک پہنچ کر فحل کے محاصرہ کے لئے دس قائدین روانہ کئے جن کے نام بھی تاریخ میں لکھے ہوئے ہیں۔ اِن میں جناب ابوالدعور سلمیؓ سرفہرست ہیں۔ لشکر کی تعداد کے بارے میں طبری لکھتا ہے کہ ہر قائد کے ماتحت پانچ چھوٹے قائد تھے۔ یعنی پچاس امرا میں سے ہر ایک کے پاس سو یا دس مجاہد تھے اِس سے یہ حساب نکلتا ہے کہ جناب الوالدعورؓ کے ساتھ یا تو پانچسو مجاہدین تھے یا پانچ ہزار۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شروع کی کارروائی کے لئے ضرور پانچ ہزار کا لشکر ہوگا۔ آگے طبری لکھتا ہے کہ رومیوں نے سارے علاقے میں پانی چھوڑ دیا اور تمام علاقہ دلدل بن گیا۔ اور مسلمانوں کو تکلیف ہوئی اور وہ دریا کو پار نہ کر سکے۔ طبری کے لحاظ سے مسلمانوں نے شام کے شہروں میں سے سب سے پہلے فحل کا محاصرہ کیا اور اُس کے بعد دمشق کا تو یہ روایت بھی ہمارے تجزیہ کے مطابق چلتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ محاصرہ کے بعد جناب ابی الدعور رضؓ کو پانچ سو کے دستہ کے ساتھ رومیوں کی دیکھ بھال کے لئے چھوڑ دیا گیا اور باقی لشکر نے ذی قعد میں مرج الصفر کے راستے دمشق کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ لیکن اسی زمانے میں یعنی شعبان یا رمضان کے مہینہ میں عراق کے محاذ پر جسر کی جنگ میں جناب ابو عبید ثقفی رضؓ شہید ہو چکے تھے اور اس سلسلے میں مسلمان کچھ زیادہ فکرمند تھے۔ گو جسر کی جنگ کے چند ماہ بعد یعنی صفر چودہ ہجری میں اسلام کے عظیم فرزند جناب مثنیٰ رضؓ نے بویب کے مقام پر ایرانیوں کو شکست دے دی لیکن وہ خود سخت زخمی حالت میں تھے اور جیساکہ سلسلہ اول کے بیسویں باب میں بیان کیا گیا ہے اب دو محاذوں پر جنگ زور شور سے جاری تھی۔ تو حضرت عمر رضؓ نے محرم چودہ ہجری میں مدینہ شریف سے نکل کر صرامر کے چشمہ پر قیام کیا ہوا تھا تو دوسری طرف جناب ابو عبیدہ رضؓ انہی دنوں دمشق کی طرف گامزن تھے

Marfat.com

رمضان یا شوال تیرہ ہجری میں جناب عمرؓ نے جناب ابو عبیدہؓ کو یہ بھی لکھا کہ جو لوگ خوشی سے عراق کے محاذ پر جنگ میں شریک ہونا چاہیں ان کو اُدھر بھیج دیا جائے اور شاید قیس بن ہبیرہ سمیت صرف چند مجاہد عراق کے محاذ پر گئے۔ لیکن اِس میں بھی اختلاف ہے۔ کئی مورخین نے جناب قیس کو چودہ ہجری میں بھی شام کے علاقے کی جنگوں میں لڑائی لڑتے دکھایا۔ لیکن عراق کی وہ تمام فوج جو جناب خالدؓ کے ساتھ اِس محاذ پر آئی تھی اُس کی عراق کے محاذ پر واپسی کے احکام دمشق کی فتح کے بعد ملے اور اِن احکام کو اِس طرح پورا کیا گیا کہ وہ مجاہدین قادسیہ کی جنگ میں شریک ہوگئے اِس کا ذکر حصّہ اوّل کے بائیسویں باب میں ہو چکا ہے۔ اس محاذ سے روانگی کا ذکر بعد میں آئے گا۔ اب ہمارے مورخین اور مبصرین میں عراق کی فوج کی عراق کے محاذ پر واپسی کی تاریخ کے سلسلہ میں کچھ اختلافات ہیں وہ اِس وجہ سے ہیں کہ احکام دو دفعہ ملے اور کارروائی بھی دو دفعہ ہوئی۔ ایک دفعہ رضاکارانہ طور پر اور دوسری دفعہ حکم کے مطابق اس لئے بیانات میں دو غلہ پن پیدا ہوگیا۔ البتہ ایک بات ہے، کہ مجاہدین شام کے محاذ کو زیادہ پسند کرتے تھے اور خوشی سے مجاہدین عراق و ایران کے محاذ پر کم ہی جاتے تھے۔

ترجیح کے وجوہات

اِس ترجیح کے کیا وجوہات تھے، اِس سلسلہ میں ایک مبصر نے لکھ دیا ہے کہ ایرانی زیادہ بہادر یا لڑائی میں سخت تھے۔ ایرانی بہادر ہو سکتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کا فلسفہ حیات اُس کو یہ نہیں بتاتا کہ وہ آسان لڑائی کو ترجیح دے۔ البتہ ہر علاقے میں کچھ کشش ہوتی ہے۔ دوسری جنگِ عظیم میں ہم لوگ کرایہ کے سپاہی" تھے اور مشرقِ وسطیٰ میں جنگ میں شرکت کو مشرقِ بعید میں جنگ کی نسبت زیادہ ترجیح دیتے تھے۔ بعد میں اطالیہ اور یونان کے محاذوں کو پسند کرتے تھے۔ انگریز سپاہی بھی، برما، ملایا، وغیرہ کے علاقوں میں جنگ میں شرکت سے تنگ آجاتے تھے۔ میری اپنی یونٹ دوسری جنگِ عظیم میں ۱۹۴۱ء کے شروع میں بمبئی سے بحری جہاز پر سوار ہوئی۔ اندازہ یہ تھا کہ ہم مشرقِ وسطیٰ جا رہے ہیں۔ لیکن دو دن کے بعد جہازوں کا رخ جنوب کو پھیر دیا گیا اور پتہ چلا کہ ہم ملایا جا رہے ہیں۔ ملایا میں اُس زمانے میں امن و امان تھا اور مشرقِ وسطیٰ میں جنگ ہو رہی تھی۔ لیکن پھر بھی سپاہی لوگ شام و فلسطین، مصر اور لیبیا جانے کو زیادہ پسند کرتے تھے انسان کی اِن دنیاوی ترجیحات" یا کمزوریوں پر ہم زیادہ بحث نہیں کرنا چاہتے۔ کہ اُس کو اپنے نفع و نقصان کا پتہ

Marfat.com

نہیں ہوتا اور یہ چیز صرف اللہ تعالٰی ہی جانتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کی ترجیحات کا تجزیہ

دُنیاوی پہلو پر تو سرسری تبصرہ کر دیا گیا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی نظر میں دین و دنیا دونوں ایک جیسی تھیں اور ہم نے حصہ اول میں یہ پہلو تسلیم کیا کہ چوٹی کے صحابہ کرامؓ شام کے محاذ پر موجود تھے۔ اِس کتاب کے آٹھویں اور نویں باب میں اِن عظیم صحابہؓ کے اسمار گرامی بھی دیئے جا رہے ہیں اور یہاں پر صرف چند، ترجیحاتی پہلوؤں کی وضاحت ضروری ہے۔

ا۔ سورۂ روم میں مسلمانوں کو اہلِ کتاب اور اہلِ روم کا حلیف تسلیم کیا گیا۔ مسلمان دل سے مغرب کے لوگوں کو اور اولادِ ابراہیم علیہ السلام کو اسلام کے دائرہ میں دیکھنے کے بڑے خواہاں تھے۔

ب۔ حضور پاکؐ نے اپنے زمانے میں اس محاذ پر پہلے ایک مہم بھیجی پھر خود تشریف لے آئے اور وفات کے وقت جناب اسامہؓ کے لشکر کو بھیجنے کی تیاری کے احکام بھی دے دیئے تھے۔ صحابہ کرامؓ حضور پاکؐ کی اِن دلچسپیوں سے بھی متاثر تھے اور تبوک تک جانے میں اُن کو بڑا لُطف محسوس ہوتا تھا۔ کہ حضور پاکؐ خود اُس مہم پر گئے تھے۔ صحابہ کرامؓ اور تبع و تابعین اُن قدموں پر چلنے کے بڑے خواہشمند ہوتے تھے۔ جہاں پر حضور پاکؐ چلے ان مُبارک قدموں کے نشانات پر چل کر وہ اپنے عشق کی پیاس بجھاتے تھے:-

سہ اقبالؒ کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے۔ (اقبالؒ)

ج۔ بیت المقدس اور باقی مقامات اِسی علاقے میں تھے جہاں پر پہلے پیغمبر اور نیک لوگ رہ چکے تھے۔ صحابہ کرامؓ اُن مقامات کی زیارت کرنا چاہتے تھے۔

د۔ آنے والے زمانے میں اسلام مغرب کی طرف زیادہ پھیلا کہ ایک طرف بحیرہ اوقیانوس اور سپین تک گیا۔ دوسری طرف شمال میں استنبول میں پہنچ کر یورپ کے وسط تک گیا صحابہ کرامؓ نے حضور پاکؐ کے کچھ اشارے سُن رکھے تھے اور اُن کی خواہش ہوتی تھی کہ جلد سے جلد

Marfat.com

مغرب کی طرف اللہ اور رسولؐ کا نام بلند کرنے میں حصّہ لیں۔

د۔ اہلِ مغرب نے اسلامی تمدن اور ثقافت کو جلد اپنا لیا۔ ترکی میں جو کچھ ہوا یا ہونے والا تھا۔ اُس کو مغربی سازش نے اِس صدی کے شروع میں ختم کرا دیا اور وہاں اب رکاوٹ پڑی ہوئی ہے۔ لیکن مغرب میں مراکو تک سب لوگوں نے اپنی زبان بھی عربی اپنالی اور یہ جناب عمرؓ کے حکم کے مطابق تھا۔ صحابہ کرامؓ کو اِن چیزوں کا کچھ پتہ تھا اِس لئے وہ اُس طرف زیادہ مائل تھے۔

س۔ اہلِ ایران نے اسلام قبول ضرور کیا اور ایران سے نکل کر اسلام روسی ترکستان، چینی ترکستان افغانستان اور برصغیر ہند و پاکستان میں پھیلا ضرور لیکن ہم عرب نہ بن سکے۔ اگر ہم بھی عربی زبان اپنا لیتے تو آج سب مسلمان عرب ہوتے اور "قومیتوں" کے چکر سے چھٹکارا مل گیا ہوتا۔ بہرحال کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اس خطہ سے ہوگی اور شاید اب ہماری باری ہے:

؎ کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد
مری نگاہ نہیں سوئے کوفہ و بغداد (اقبالؒ)

اسباق ونتائج وتبصرہ

اِس کتاب کا یہ پانچواں باب جنابِ صدیق اکبرؓ کی وفات اور جنابؓ فاروق اعظمؓ کی خلافت سے تعلق رکھتا ہے۔ اکثر پہلوؤں پر تبصرہ ساتھ ہی ساتھ کر دیا گیا ہے۔ باقی باب یرموک کی پہلی جنگ اور فحل کے محاصرہ یا پہلی جنگ سے تعلق رکھتا ہے۔ اِس باب میں تجزیئے اور بحث کو ذرا وسعت دینا پڑی ہمارا خیال ہے کہ دونوں محاذوں کی جنگ کی حکمتِ عملی اور واقعات کو کچھ نہ کچھ تسلسل مل گیا ہے اور چند لفظوں کے اضافے کے ساتھ مورخین کے تمام بیانات کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ بعض جگہ ادھوری بات کی وجہ سے واقعات کا تسلسل ٹوٹ گیا اور کچھ اختلافات پیدا ہو گئے جو شکوک وشبہات دُور کرنے کی کوشش کی گئی ہے اِن کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ "مورخین کے لحاظ سے جناب عمرؓ کو خلافت کے بعد سب سے پہلے جس فتح کی خوشخبری ملی وہ یرموک کی فتح تھی۔ بے شک بات بالکل صحیح ہے۔ لیکن یہ یرموک کی پہلی جنگ تھی جو رجب تیرہ ہجری میں ہوئی نہ کہ یرموک کی دوسری اور بڑی جنگ جو رجب پندرہ ہجری میں ہوئی۔

Marfat.com

۲۔ فحل کا محاصرہ دمشق سے پہلے ہوا (طبری) بے شک ہم اِس کو صحیح تسلیم کرتے ہیں کہ یرموک کی پہلی جنگ کے بعد، دمشق کی طرف پیش قدمی سے پہلے فحل کے علاقے میں کچھ کارروائی ضروری تھی۔ اور وہ کی گئی۔

۳۔ سب مورخین کے لحاظ سے فحل ذی قعد تیرہ ہجری میں فتح ہوا۔ بے شک ہم اس کو صحیح مانتے ہیں کہ یرموک کی پہلی جنگ کے بعد مسلمان کچھ عرصہ وہاں پر رُک گئے۔ خلیفہ دوم سے ہدایات لیں۔ اور پھر فحل کا محاصرہ کیا ہم اِس کو فحل کی پہلی جنگ کہیں گے۔ فحل کے علاقے میں بعد کی کارروائی کو ہم فحل کی دوسری جنگ کہیں گے اور اُس کا ذکر بعد میں کریں گے۔

۴۔ عراق سے آئی ہوئی فوج کو جنگ یرموک کے بعد عراق واپس کیا گیا۔ یہ رائے چند مورخین نے دی ہے ہم اِس کو بھی صحیح تسلیم کرتے ہیں کہ یہ یرموک کی پہلی جنگ کے بعد ہوا کہ اِس جنگ کے ڈیڑھ ماہ بعد جسر کی جنگ میں جناب ابو عبیدؓ ثقفی شہید ہوئے۔ لیکن یہ رضا کارانہ کارروائی تھی۔ اور دمشق کی فتح کے بعد پوری عراقی فوج کو واپس عراق بھیج دیا گیا۔ تو جن مورخین نے یہ کہا تھا۔ کہ عراق کی فوج دو مرحلوں میں عراق واپس گئی وہ بھی صحیح ثابت ہوئے۔ ہاں یرموک کی دوسری جنگ جو جنگ قادسیہ کے بعد ہوئی اُس کو اگر کسی نے بیچ میں شامل کر دیا ہے تو یہ غلط ہے۔

۵۔ جناب خالدؓ کو سپہ سالار اعظم کے رتبہ سے ہٹانے کی کارروائی یرموک کی مقام پر ہوئی۔ مورخین کا بیان ہے کہ جناب عمرؓ نے خلیفہ بننے کے فوراً بعد یہ کارروائی کی۔ تو پھر یہاں سب حساب کتاب ٹھیک ہو جاتا ہے کہ یرموک کی پہلی جنگ رجب کے وسط میں ہوئی۔ اگر قاصد مدینہ سے جناب عمرؓ کی خلافت کے تیسرے چوتھے دن بھی چلا ہو تو وہ وسط رجب میں یرموک کے مقام پر پہنچ گیا ہوگا تو زماں و مکاں کا معاملہ بھی درست ہوگیا۔

۶۔ واقوصہ کی گھاٹی کی جنگ اور یرموک کی پہلی جنگ دراصل دونوں ایک ہی چیز ہیں اور مورخین نے الگ الگ نام لکھ دیئے تو لوگوں نے جگہ دیکھی نہ تھی اِس لئے شبہات میں پڑ گئے اِس سلسلے میں جنرل گلب کا مطالعہ اور تجزیہ زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

زماں و مکاں کے تجزیہ پر تبصرہ جن مبصرین نے زماں و مکاں کا حساب لگانے کے

Marfat.com

بعد یہ فیصلہ دیا ہے کہ جناب خالدؓ کو دمشق کے محاصرے کے دوران سپہ سالارِ اعظم کے عہدہ سے ہٹایا گیا۔ اُن کا حساب کچھ غلط نکلتا ہے۔

ستمبر ۱۹۶۵ء اور دسمبر ۱۹۷۱ء کی جنگوں میں ہم نے دیکھ لیا کہ دشمن کے علاقے میں پیش قدمی کرنا بڑا کٹھن کام ہوتا ہے۔ اِس لئے جو لوگ "زماں و مکاں" کا مطالعہ نقشوں اور سینڈ ماڈلوں یا تاریخ کے اوراق سے کرتے ہیں، وہ حالات کو صحیح طور پر صرف تب ہی سمجھ سکیں گے کہ نقشے یا تاریخ کے اوراق اُن کے تصور میں میدان جنگ بن جائیں۔ کلاسوٹز اور باقی فوجی مبصروں میں یہی بڑا فرق ہے کہ کلاسوٹز عمل لکھتا ہے اور جب بھی کوئی اصول بیان کرتا ہے تو میدانِ جنگ اُس کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔ ایک دل بینا رکھنے والے کمانڈر یا مبصر کے سامنے میدانِ جنگ یا کارروائی والا علاقہ ایک نقشہ کی شکل میں آجاتا ہے۔ پھر اُس پر کارروائی شروع ہو جاتی ہے۔ افواج پیش قدمی کرتی نظر آتی ہیں۔ رُکتی ہیں۔ رُکاوٹیں نظر آتی ہیں۔ دشمن کے ردعمل نظر آتے ہیں۔ غرضیکہ چپہ چپہ زمین اور فوج کا ہر دستہ بول اٹھتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونے والا ہے اور "زماں" کی گھڑی بھی ساتھ ساتھ ٹک ٹک کر رہی ہوتی ہے۔

جنرل گلب بڑا متعصب آدمی ہے۔ لیکن اِس کے زماں و مکاں کے تجزیے کافی صحیح ہیں کہ اُس نے مضمون کے اِس پہلو میں اپنا تن من ڈال دیا۔ وہ غیر مسلم ہے اور مسلمانوں نے اُس کو اپنا مشیر بنائے رکھا۔ لیکن اُس کا اسلام کے خلاف تعصب نہ گیا۔ اسلام کو سمجھنے کی کوشش ضرور کی۔ لیکن اُس کے ناپ تول کے پیمانے متعصب ہی رہے۔ زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ہمارے بزرگوں کی اِن کہانیوں پر تجزیئے اور کتابیں یورپ میں تو موجود ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں ایسی کوشش نہیں ہو رہی۔

چنانچہ اس کتاب کے بارھویں باب میں خلفائے راشدین کے زمانے کے فتوحات عراق و ایران اور شام و فلسطین کو زماں و مکاں کے لحاظ سے اختصار کے ساتھ الگ بیان کر کے ایک جائزہ کی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ تاکہ ہمیں اپنے آبا کی اندرونی قوت یا مرکزیت کا اندازہ ہو سکے کہ وہ چند سالوں میں کیا کچھ کر گئے۔

Marfat.com

چھٹا باب

دمشق کا محاصرہ اور فتح

اجنادین سے دمشق تک کا ہوائی راستے سے فاصلہ تقریباً ایک سو ساٹھ میل کے قریب بنتا ہے زمین پر اگر فلسطین کے اندر والا راستہ اختیار کیا جائے کہ جودی کی پہاڑیوں سے ہوتے ہوئے بحیرہ مُردار کے شمال سے گزر کر پہلے واقوصہ کی گھاٹی اور یرموک کی وادی میں داخل ہوں۔ اور پھر نزدیک ترین راستہ مرج الصفر والا اختیار کیا جائے تو دمشق تک فاصلہ کوئی دو سو میل بنتا ہے اور ہم نے جائزہ پیش کر دیا ہے کہ حالات یہ راستہ استعمال نہ کرتے دیتے تھے۔ ہمارے خیال کے مطابق وہی راستہ استعمال کیا گیا۔ جس راستے سے اسلامی لشکر وادی یرموک سے اجنادین گئے تھے۔ یہ راستہ دمشق تک کوئی اڑھائی سو میل بنتا ہے۔ یہ راستہ لمبا ضرور تھا۔ لیکن پُرخطر بھی نہ تھا۔ اور راستے میں کوئی تنگ گھاٹی بھی نہ تھی۔ نہ دریا کو عبور کرنا پڑتا تھا۔ اور نہ کوئی زیادہ پہاڑیاں تھیں۔

بہر حال دونوں راستوں سے دمشق پہنچنے کے لئے کم از کم ایک ماہ کا وقت ضرور خرچ ہوتا۔ کہ اگر صرف سفر ہی کرنا پڑتا تو اس کے لئے دس یا بارہ دن لگتے۔ لیکن یہاں تو اندرونی راستہ اختیار کرنے کے لئے اندرون فلسطین میں بھی جھڑپیں ہوتیں اور پھر آگے دونوں راستے جہاں سے مل جاتے تو ایک جنگ واقوصہ کی گھاٹی میں دوسری فحل کے علاقہ میں اور تیسری مرج الصفر میں تو کم از کم اِن جنگوں میں پندرہ بیس دن لگتے۔ اِس لئے مشکل سے رجب یا شعبان تیرہ ہجری میں دمشق پہنچ سکتے۔ کہ اجنادین سے لشکر جمادی الثانی کے دوسرے ہفتہ سے پہلے نہ چل سکتا تھا۔ دمشق کا محاصرہ چونکہ کم از کم چھ ماہ رہا۔ اِس لئے دمشق رجب تیرہ ہجری میں فتح نہیں ہو سکتا تھا۔ اور خود واقدی، اور طبری[ع۱] محمد بن اسحٰق کے حوالے سے تسلیم کرتے ہیں کہ دمشق رجب چودہ ہجری میں فتح ہوا۔

جنرل اکرم نے بڑی محنت کر کے زمان و مکاں کا حساب سے اور جناب خالدؓ کی جگہ جناب ابو عبیدہؓ کے تقرر کو مدنظر رکھتے ہوئے دمشق کی فتح کا وقت رجب تیرہ ہجری مقرر کیا ہے اور آگے وضاحت آتی ہے کہ

ع۱ تاریخ طبری حصہ دوم صفحہ ۲۸۹

Marfat.com

ہم اُن کے اِس جائزہ کے ساتھ اتفاق نہیں کرتے۔ چنانچہ یہاں پر ہم جنرل گلب کے جائزہ کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں۔

فرق البتہ وہاں جاکر پڑتا ہے جہاں واقدی کے لحاظ سے دمشق کا محاصرہ دو دفعہ کیا گیا اوّل اس وقت جب جناب خالدؓ عراق کے محاذ سے شام کی سرحد میں داخل ہوئے۔ اور ہمارے لحاظ سے اُس وقت انہوں نے ثنیات العقاب پر جھنڈا گاڑا دوسرے محاصرے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ واقدی البتہ دمشق کے "پہلے محاصرے" کے وقت مرج الراحت کے مقام پر جناب خالدؓ کی رومیوں کے ساتھ ایک جنگ کے واقعات کو بھی تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ گبن، ایک مشہور انگریز مورخ، واقدی کے اِن بیانات کو صحیح تسلیم کرتا ہے۔ لیکن ہمارے لحاظ سے دمشق کے شمال مشرق میں کوئی جھڑپ یا تصادم ہو سکتا تھا اور ہم تیسرے باب میں اِس کی وضاحت اور جنرل گلب کے تجزیہ پر تبصرہ بھی کر چکے ہیں کہ جناب خالدؓ کے سامنے اُس زمانے میں بڑا مقصد یہ تھا۔ کہ وہ جلدی سے اسلامی لشکروں کی کمانڈ سنبھال لیں۔

بہرحال جنرل اکرم بھی واقدی کے دمشق کے پہلے محاصرہ کو رد کر دیتے ہیں۔ البتہ مرج الراحت کی جنگ کو وہ مرج الصفر کی جنگ کے طور پر پیش کرتے ہیں جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

دمشق کا محاصرہ

تمام مورخین نے دمشق کے محاصرہ کی مدت ایک سال سے چھ ماہ تک بتائی ہے البتہ بعض نے یہ اضافہ کیا کہ زوردار محاصرہ صرف چار ماہ یا ستر دن رہا۔ یہ بڑی اصولی بات، اور صحیح تجزیہ ہے۔ محاصرے کی کئی قسمیں ہوتی ہیں اور کلاسوٹز نے اپنی چھٹی اور ساتویں کتاب میں اِس پہلو کی خوب تر وضاحت کی ہے کہ محاصروں کی کئی قسمیں ہوتی ہیں کہ دیکھ بھال والا محاصرہ کمک کے راستے مسدود کرنے والا محاصرہ اور فتح کے لئے محاصرہ وغیرہ۔

اِس وضاحت کے بعد ہم یہ آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ مورخین نے محاصرہ کے لئے جو مدت بتائی ہے، اُس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ مدت چھ ماہ سے ایک سال تک تھی۔ یعنی تیرہ ہجری میں محاصرہ ہوا اور چودہ ہجری میں دمشق فتح ہوا یا ذوالحجہ تیرہ ہجری سے رجب چودہ ہجری تک محاصرہ رہا جو تقریباً کم از کم چھ ماہ تھا اور زیادہ سے زیادہ آٹھ ماہ۔ جنرل اکرم نے البتہ دمشق کے محاصرہ کی مدت ایک ماہ کر دی ہے

Marfat.com

اِس سلسلہ میں اُن کا خیال ہے کہ جناب خالدؓ نے چونکہ دمشق کے معاہدہ پر سپہ سالارِ اعظم کے طور دستخط کئے اور جناب عمرؓ نے جناب خالدؓ کو خلیفہ بنتے ہی سپہ سالارِ اعظم کے رتبہ سے ہٹا دیا تو دمشق ضرور رجب تیرہ ہجری میں فتح ہوا ہوگا۔

ہمارا اِس سلسلے میں تجزیہ یہ ہے کہ زماں و مکاں کے لحاظ سے دمشق میں لشکر اتنے جلدی نہیں پہنچ سکتے اور محاصرہ کی مدت کو بھی اتنا کم نہیں کیا جا سکتا۔ جناب خالدؓ نے شاید جناب ابو عبیدہؓ کے نمائندہ کے طور پر دستخط کئے ہوں اور پھر جناب ابو عبیدہؓ نے اُن دستخطوں کے ثبوت میں دستخط کئے ہوں یا واقدی نے معاہدؓ پڑھنے میں غلطی کی اور پھر یہ معاہدہ تو تھا ہی نہیں یہ مسلمانوں کے ذمیوں کے لئے احکام تھے۔ اور سنِ ہجری کا تعین بھی اُس وقت تک نہیں ہوا تھا اور معاہدہ پر سال نہیں لکھا گیا تھا۔

جنرل اکرم کا یہ خیال بھی ہے کہ دمشق رجب تیرہ ہجری میں ضرور فتح ہوا ہوگا کہ دمشق سے واپس ہو کر فحل کو ذیقعد تیرہ ہجری میں فتح کیا گیا۔ ہمارا تجزیہ ہے کہ فحل، دمشق کے جنوب میں ہے اور دمشق سے پہلے بھی اِس کی فتح ممکن ہو سکتی تھی اور خود جنرل اکرم کے مطابق دمشق کی فتح سے پہلے وہاں پر جناب ابی الدعورؓ کو دیکھ بھال کے لئے چھوڑا گیا۔ اِس لئے فحل کی بھی دو جنگیں ہو سکتی ہیں۔ پہلی ذی قعد تیرہ ہجری اور دوسری ذی قعد چودہ ہجری میں لیکن فحل کے واقعات سے دمشق کی فتح کو ایک سال پہلے تصور کر لینے کے کوئی فوجی وجوہات موجود نہیں ہیں۔

اہلِ قلم کی کشش کے مرکز

یہ تجزیہ یا ابتدایہ واقعاتی تھا کہ تجزیہ کی کوئی بنیاد بھی ہو۔ دوسرا اور، ایک اہم پہلو بھی ہے، کہ واقعات سے الگ قلم بھی معاملات کو کچھ دائیں بائیں کر دیتا ہے کہ ہر اہلِ قلم کی کشش کے کچھ مرکز ہوتے ہیں۔ اور ہر اہلِ قلم کسی ہیرو یا بڑے آدمی کی تلاش میں ہوتا ہے، کہ اُس کو اپنی تحریر کی کشش کا مرکز بنائے اہلِ قلم حضرات میرے سمیت خود بہادر یا بااصول ہوں یا نہ ہوں یہ الگ مسئلہ ہے۔ کیونکہ اہلِ قلم کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ کچھ دل کی آواز لکھتے ہیں۔ اور اِس دل کی آواز کی بھی کئی قسمیں ہیں، کچھ ادب برائے ادب لکھتے ہیں۔ کچھ حسنِ بیان یا لفاظی سے لطف اُٹھاتے ہیں اور اہلِ قلم کو حصوں میں بانٹنا از خود ایک بہت بڑا مضمون ہے لیکن اہلِ قلم اگر متعصب نہ بھی ہوں تو "ترجیحات" کا معاملہ ضرور ہوگا اور اِن "ترجیحات" کے سلسلے

Marfat.com

سے شاید ہی کوئی انسان خالی ہو۔

صحابہ کرامؓ کی ترجیحات

صحابہ کرامؓ خود اِن ترجیحات کو ملنتے تھے اور کئی عظیم صحابہ رضؓ نے اپنے بیٹوں کے نام رکھنے سے اپنی ترجیحات کو تسلیم کیا۔ مثال کے طور پر جناب علی کرم اللہ وجہٗ نے اپنے بیٹوں کے نام حضور پاکؐ کے ہمرازوں اور یارانِ نبیؐ جناب ابوبکرؓ، جناب عمرؓ اور جناب عثمانؓ کے ناموں پر رکھے جس کا ذکر حصّہ اول میں ہو چکا ہے امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے نام مبارک تو خود حضور پاکؐ نے رکھے۔ حضور پاکؐ کی وفات کے بعد جناب علیؓ کا جو پہلا بیٹا ہوا اُس کا نام آپ نے "محمد" رکھا جو محمدؒ بن حنیفہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اور ایک بیٹے کا نام حضرت یحییٰؑ پیغمبر کے نام پر رکھا۔ ایک کا حضور پاکؐ کے والد سیدنا عبداللہؓ کے نام پر ایک کا اپنے چچا عباسؓ کے نام پر اور ایک کا اپنے شہید بھائی جعفر طیارؓ کے نام پر وغیرہ۔ جناب طلحہؓ بن عبیداللہؓ اپنے بیٹوں کا نام پیغمبروںؑ کے نام پر رکھتے۔ آپ کے ایک بیٹے "محمد" تھے جو جنگ جمل میں شہید ہوئے اور سیاہ ٹوپی والے کے نام سے مشہور تھے۔ باقی بیٹوں کے نام عمرانؓ، موسیٰؓ، یعقوبؓ، عیسیٰؓ، ابراہیمؓ اور صالحؓ وغیرہ تھا۔ جناب زبیرؓ بن عوام نے بیٹوں کے نام شہدا کے نام پر رکھے۔ مدینہ میں ہجرت کے بعد مہاجرین کے ہاں سب سے پہلے جو جناب زبیرؓ کا ہاں جو بیٹا پیدا ہوا آپ نے اُس کا نام شہدائے احد جناب عبداللہؓ بن جحش اور عبداللہؓ بن جبیر کے نام پر عبداللہؓ رکھا۔ اور آپ تاریخِ اسلام کی ایک مشہور ہستی ہیں۔ دوسرے بیٹے کا نام حضور پاکؐ کے علمبردار جناب مصعبؓ بن عمیر شہید کے نام پر رکھا اور جناب مصعبؓ بن زبیرؓ کا مختار ثقفی کا قلع قمع اور باقی کام بھی تاریخ اسلام کا حصّہ ہے۔ جناب زبیرؓ نے تیسرے بیٹے کا نام جناب عروہؓ بن مسعود ثقفی کے نام پر رکھا اور جناب عروہؓ ایک عظیم مورخ اور محدث تھے۔ جناب زبیرؓ کے باقی بیٹوں کے نام بھی جناب حمزہؓ جناب زیدؓ جناب عبیدہؓ بن حارث اور جناب جعفرؓ طیار کے ناموں پر تھے۔ جناب عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے بیٹوں کے نام محمدؓ، عروہؓ، ابوبکرؓ، عبداللہؓ، مصعبؓ اور عثمانؓ تھے۔ جناب سعدؓ بن ابی وقاص کے بیٹوں کے نام عمرؓ، عامرؓ، اصغرؓ، اسماعیلؓ، اسحٰقؓ، ابراہیمؓ، موسےٰؓ، صالحؓ، عبداللہؓ، عثمانؓ اور مصعبؓ تھے۔ اِن ترجیحات کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر انسان کئی شخصیتوں سے متاثر ہوتا ہے اور راقم نے خود بیٹوں اور بھتیجوں کے نام خالد، فاروق شبیر مرتضٰے اور یوسف طاہر رکھے اور بیٹی کا نام فاطمہ رکھا حالانکہ بیوی کا نام بھی فاطمہ ہے۔ لیکن بیٹی کے نام کے لئے

Marfat.com

فاطمہ کے بغیر کوئی اور نام سامنے آتا ہی نہ تھا۔

اِس لئے ہماری بھی کچھ ترجیحات ہوسکتی ہیں اور ڈر یہ ہے ہمارا قلم کہیں جناب خالدؓ کو ہر معاملہ میں جناب امین الامت ابو عبیدہؓ پر ترجیح نہ دیتا رہے۔ کیونکہ جناب خالدؓ کے سپہ سالارِ اعظم کے رُتبہ سے ہٹ جانے کے بعد ہر مورخ نے عملی طور پر سپہ سالارِ اعظم جناب خالدؓ ہی کو بتایا۔ اہلِ قلم کا اِس میں کوئی قصور نہیں قارئین نے دیکھا ہو گا کہ سلسلہ اول میں جنگِ قادسیہ کے دوران جیسے ہی جناب قعقاعؓ بن عمرو لڑائی کے دوسرے دن میدانِ جنگ میں داخل ہوئے تو تمام اہلِ قلم کا رُخ آپ کی طرف ہو گیا یہاں بھی یہی بات ہے کہ جناب خالدؓ جو کارنامے انجام دے چکے تھے اُن کی وجہ سے کوئی اہلِ قلم اپنے قلم کا رُخ اُن سے ہٹانے کو تیار نہیں میرے لحاظ سے، جناب ابو عبیدہؓ بن جراح کو اپنا مقام ملنا چاہیئے۔

ہمارے لئے حصہ اول میں جناب مثنیٰؓ بن حارث کا مسئلہ تھا اور اُن کو اُن کا مقام دینے کی کوشش کی گئی تھی۔ یہاں دعا ہے کہ ہمارا قلم جناب ابو عبیدہؓ بن جراح کے قدموں پر قربان ہو جائے۔

دمشق کا شہر

دمشق کے بارے میں پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ دنیا کا ایک بہت پرانا شہر ہے۔ اور دنیا کے موجودہ آباد شہروں میں شاید سب سے پرانا ہے۔ اور اس کے چاروں طرف پرانے زمانے کے شہروں کی طرح چار دیواری تھی۔ شمال کی طرف ایک چھوٹا سا دریا بھی ہے۔ لیکن وہ کوئی بڑی رکاوٹ نہ پیدا کرتا تھا۔ اُس زمانے میں شہر تقریباً ایک میل لمبے اور آدھے میل چوڑے علاقے میں پھیلا ہوا تھا شہر کے چھ دروازے تھے، جو مشرقی دروازہ۔ جابیہ دروازہ، کیسان کا دروازہ۔ تھامس کا دروازہ۔ فرادیس کا دروازہ اور چھوٹا دروازہ کے ناموں سے موسوم تھے۔ اس علاقے کا فوجی گورنر جنرل تھامس تھا جو قیصر روم کا داماد بھی تھا اس کے ماتحت دو اور جرنیل حربیس اور عزازیر بھی تھے۔ ہرقل خود اجنادین کی جنگ تک تو حمص میں تھا اور اکثر مورخین نے حمص ہی کو اس کا ایشیائی دارالخلافہ بتایا ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اجنادین کی شکست کے بعد ہرقل نے اپنا دارالخلافہ انطاکیہ (ANTIOCH) بنا لیا۔ جو موجودہ ترکی میں ہے۔ بعض مبصرین کا خیال ہے کہ قیصر روم کا دارالخلافہ ہمیشہ ہی سے انطاکیہ ہی رہا۔ اور حمص صوبے کا نام بھی تھا اور شہر کا نام بھی، اور اس زمانے میں انطاکیہ صوبہ حمص کا ایک شہر تھا۔

Marfat.com

دمشق کا دفاع

اہلِ روم نے دمشق کے دفاع کے لئے بہت بڑے پیمانے پر دفاعی بندوبست نہیں کئے ہوئے تھے جو شہر کی سیاسی جغرافیائی حالت کے مطابق ضروری ہوتے ہیں۔ اصل میں دمشق کا محلِ وقوع ایسا تھا کہ سلطنتِ روم کسی وقت بھی اس شہر کو سمندر یا خشکی کے راستے سے امداد پہنچا سکتی تھی۔ دمشق کی فوجی اہمیت اتنی زیادہ نہ تھی کہ اس پر قبضہ کر کے دشمن کو کسی علاقے کی "کنجی" ہاتھ آجاتی۔ اور بقول کلاسوٹز فوجی لحاظ سے ایسے مقامات بہت کم ہوتے ہیں کہ ان کو علاقہ کی "کنجی" کہا جائے۔ دراصل اکثر مقامات کی افادیت محدود ہی ہوتی ہے اہم مقامات چند ہی ہوتے ہیں۔ اور اصلی اہمیت فوج کی ہوتی ہے کہ وہ کتنی خصوصیات کی حامل ہیں۔ ایرانیوں کے ساتھ جنگ کی صورت میں بھی دمشق کو فوجی لحاظ سے اتنی زیادہ اہمیت نہ دی گئی تھی، ایرانی اگر دمشق پر قبضہ کر بھی لیتے تو وہ کسی بڑی افادیت کا حامل نہ ہوتا۔

اس لئے دمشق کے دفاع کا بندوبست صرف اس طرح کیا گیا تھا کہ اگر کوئی عرب قبیلہ اٹھ کھڑا ہو یا نزدیک کے قبائل کوئی لشکر یا گروہ تیار کریں تو وہ اچانک آکر دمشق میں اودھم نہ مچادیں اور لوٹ مار نہ شروع کر دیں۔ شہر کے اردگرد ایک دفاعی چار دیواری تھی اور شہر اس قلعہ نما چار دیواری کے اندر تھا قلعہ کے دروازے لوہے کے تھے۔ جو بند کئے جا سکتے تھے، قلعہ کی فصیلوں کے اوپر تیر انداز مقرر کئے جاتے تھے جو حملہ آوروں کو قلعہ کے نزدیک نہ آنے دیتے تھے، اور قلعہ کی دیواروں کو توڑنے والوں کے اوپر آگ پھینکی جاتی تھی۔ دمشق میں رومی فوج کی تعداد بارہ سے بیس ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے، کافی تعداد میں رومی اجنادین۔ واقوصہ اور فحل سے فرار ہو کر یہاں آگئے تھے۔

جناب ابو عبیدہؓ کی پیش قدمی

جناب ابو عبیدہؓ نے دمشق کی طرف کب پیش قدمی شروع کی مورخین نے اس کی صحیح تاریخ نہیں بتائی۔ ہمارا تجزیہ ہے کہ فحل کی کارروائی کے بعد ذی قعدہ کے آخر یا ذوالحجہ کے شروع میں دمشق کی طرف پیش قدمی شروع کی گئی۔ دمشق کی طرف پیش قدمی سے پہلے عراق سے آئے ہوئے مجاہدین کے بال بچے بھی مجاہدین کے ساتھ آکر شامل ہو گئے تھے ظاہر ہے کہ یہ لوگ اجنادین کی جنگ کے بعد ہی آکر مجاہدین سے ملے ہوں گے۔ کیونکہ باقی مجاہدین کے بال

Marfat.com

بچے تو پہلے ہی سے اجنادین کی جنگ میں شریک تھے۔ اور اس کا ذکر بھی پہلے ہو چکا ہے۔ اجنادین کی فتح کے بعد ان لوگوں کو محاذ شام پر منگوایا گیا، کیونکہ جب جناب خالدؓ عراق سے چلے تو سب مجاہدین کے خاندانوں کو مدینہ بھیج دیا گیا تھا۔ ہمارا اندازہ ہے کہ یہ لوگ مجاہدین کے ساتھ واقوصہ کی گھاٹی یعنی وادی یرموک میں رمضان یا شوال کے مہینہ میں آکر شامل ہو گئے ہوں گے۔

دوسرا پہلو جس کی وضاحت ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ مسلمان بے خطر اپنے خاندانوں کو محاذ جنگ پر رکھتے تھے۔ عورتوں نے جہاد میں حصہ لیا، اور میدان جنگ یا جنگ کے محاذوں کے نزدیک ہی عورتیں اپنے چھوٹے بچوں کو جہاد کی لوری دے کر پرورش کرتی تھیں اس وقت بچوں کو "خاکبازی" اور مادیت کے سبق نہیں دیئے جاتے تھے۔ بلکہ ان کو مجاہد بننے کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ان کے ایک ہاتھ میں قرآن ہوتا تھا اور دوسرے میں تلوار۔

دمشق کی طرف روانگی

جناب ابو عبیدہؓ کا لشکر دمشق کی طرف رواں تھا۔ جناب خالدؓ جیش المقدم میں تھے۔ ان کے عراقی لشکر میں کافی تبدیلیاں آچکی تھیں۔ انہوں نے ایک متحرک دستہ الگ کر کے کافی لوگوں کو مخبری کے کام پر مقرر کیا ہوا تھا ان کے ذریعے علاقے اور لوگوں کے حالات، دشمن کے بارے میں خبریں، ان کے ارادے اور متعدد دوسری معلومات اکٹھا کرنا تھا۔ یہ سب لوگ جناب خالدؓ نے اپنے ساتھ رکھے ہوئے تھے۔ جناب ابو عبیدہؓ نے ان تنظیمی معاملات میں کوئی زیادہ دخل اندازی نہ کی تھی وہ اب ایک بلند ترین مقام پر فائز تھے۔ جس کو آج کل سپریم کمانڈر کہا جاتا ہے یعنی سپہ سالار اعظم۔ اور حضور پاکؐ کے قریب ترین رفقاء میں سے ہونے کی وجہ سے وہ اس رتبہ کے حقدار بھی تھے اور اہل بھی۔ جناب خالدؓ اپنے دستے کے سالار بھی تھے اور جناب ابو عبیدہؓ کے نائب بھی۔ ویسے بھی جناب ابو عبیدہؓ اپنوں کے لئے سراسر جمال ہی جمال کی حیثیت رکھتے تھے اور سورہ فتح کے مطابق "رحماء بینھم" کی ایک عظیم مثال تھے۔ رہ "اشدّاء علی الکفار" بھی تھے۔

مرج الصفر کی جنگ

یرموک کی وادی سے دمشق کوئی ستر میل کے قریب ہے۔ اور یرموک کی شکست کے بعد رومی فوج صرف دمشق کے دفاع پر لگی ہوئی تھی۔ اور ان کی ایک فوجی چوکی مرج الصفر کے مقام پر تھی جو دمشق سے تقریباً بیس میل جنوب کی

Marfat.com

طرف تھی۔ پہلے گزارش کردی گئی ہے کہ ایک مرج یعنی مرج الراحت نام کی جگہ بھی تھی جو دمشق سے تقریباً اتنے ہی فاصلہ پر شمال یا شمال مشرق کی طرف تھی۔

واقدی نے مرج الصفر کے مقام کی بجائے مرج الراحت کے مقام پر ایک بڑی جنگ کا ذکر کیا ہے۔ اور آگے چل کر یہ بھی لکھا کہ مرج الراحت کے مقام پر فتح حاصل کر کے جناب خالدؓ نے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ اس کے برعکس "اللہ کی تلوار" کے مصنف جنرل اکرم کا خیال ہے کہ واقدی نے جو مرج الراحت کی جنگ لکھی ہے وہ غلط ہے۔ یہ مرج الصفر کی جنگ تھی اور مرج الصفر کی جنگ کے بعد جناب خالدؓ یا سب مسلمانوں نے مل کر دمشق کا محاصرہ کیا تھا۔ ہم بھی جنرل اکرم کی اس تحقیق سے اتفاق کرتے ہیں شاید واقدی دو مقامات کے ناموں کے ساتھ "مرج" کے لفظ کی وجہ سے غلطی کر گیا ہو۔ مسلمان مورخین میں یعقوبی اور بلاذری بھی دمشق کی فتح سے پہلے مرج الصفر کی جنگ کا ہی ذکر کرتے ہیں۔ ہم تاریخ کے سلسلے میں جنرل اکرم سے اختلاف کرتے ہیں ہمارے لحاظ سے یہ جنگ ذوالحجہ تیرہ ہجری میں ہوئی اور جنرل اکرم کے لحاظ سے جمادی الثانی تیرہ ہجری میں۔ لیکن ہمارا اتفاق اس بات پر ضرور ہے کہ یہ جنگ دمشق کے محاصرہ سے پہلے ہوئی۔

جنگ کے واقعات

دمشق کا رومی کمانڈر تھامس تھا اس نے مرج الصفر کے مقام پر ایک رومی جرنیل قلوس کے ماتحت کچھ فوج رکھی ہوئی تھی۔ جب اس کو مسلمانوں کی پیش قدمی کی خبر ملی تو اس نے ایک اور رومی جرنیل عزازیر کو اس کی مدد کے لئے بھیج دیا۔ یہ دونوں جرنیل بڑے بہادر تھے اور ذاتی جنگ یا مبارزت میں بہت مشہور تھے لیکن ایک دوسرے کے ساتھ ان کے حسد کی بھی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس لئے اس جنگ میں رومی کوئی خاطر خواہ کام نہ کر سکے۔ مسلمان لشکر منزل بہ منزل بڑھتے جا رہے تھے۔ اور باقی لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہی ان رومی لشکروں کی جناب خالدؓ کے لشکر کے ساتھ جھڑپ ہو گئی۔ پرانے طریقہ پر رومی مبارزت کے لئے آگے نکلے جناب ضرارؓ بن ازور اور جناب عبدالرحمنؓ بن ابو بکرؓ نے انکا کام تمام کر دیا۔ بلکہ جو رومی پہلوان آگے نکلتا تھا مسلمان مجاہد اس کو واصل جہنم کر دیتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر جناب خالدؓ خود آگے بڑھے اور انہوں نے رومیوں کو پکارا کہ جو تمہارا سپہ سالار ہے وہ آگے آئے اور میرا مقابلہ کرے۔ جناب خالدؓ نے یہ رجز بھی پڑھی :-

"میں اسلام کا ایک ستون ہوں۔ میں حضور پاکؐ کا صحابی ہوں۔ میں ایک باعزت جنگجو ہوں اور میرا

Marfat.com

نام خالدؓ بن ولید ہے۔"

عزازیر نے طعنہ زنی کر کے قلوس کو آگے نکالا کہ خالدؓ کا کام تمام ہو۔ قلوس نے ان سے آکر لڑائی لڑنے کی بجائے جناب خالدؓ سے بات چیت کرنا چاہی۔ جناب خالدؓ نے فرمایا کہ بات چیت تو ہو چکی۔ سنبھل جاؤ اور میرے وار کے لئے تیار ہو جاؤ۔ لیکن قلوس بڑی ہوشیاری سے دونوں دفعہ اپنے آپ کو بچا گیا۔ جناب خالدؓ اس کے نزدیک پہنچ گئے اور دونوں ہاتھوں سے اسے گردن سے پکڑ کر اور گھوڑے سے اوپر اٹھا کر زمین پر زور سے پٹخ دیا۔ پھر جناب خالدؓ کے اشارے پر دو مجاہد اس کو اٹھا کر لے گئے اور قیدی بنا لیا گیا۔

اب عزازیر آگے آیا۔ وہ ایک لحاظ سے خوش تھا کہ اس کا رقیب قلوس مسلمانوں کا قیدی بن گیا اور وہ جلد اس کو قتل کر دیں گے۔ اور اپنے بارے میں اس کو خیال تھا کہ وہ جناب خالدؓ کا کسی وقت بھی کام تمام کر دیگا۔ وہ آگے آکر کہنے لگا "اے عرب دوست۔ ذرا نزدیک آؤ کہ میں کچھ سوال پوچھنا چاہتا ہوں" جناب خالدؓ نے فرمایا "اے اللہ کے دشمن۔ تم نزدیک آؤ کہ تمہارا سر کاٹ دیا جائے" عزازیر نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور کہنے لگا "کہ اے عرب رفیق تم خود کیوں آگئے ہو۔ اگر تم مارے گئے تو تمہارے لشکر کا امیر کون ہوگا"؟

جناب خالدؓ۔ "اے اللہ کے دشمن۔ تم نے تماشہ نہیں دیکھا کہ ہمارے جانبازوں نے تمہارے پہلوانوں کا کیا حشر کیا۔ اگر میں ان کو اجازت دوں تو چند لمحوں میں وہ تمہارے لشکر کو نہس نہس کر دیں گے۔ کیونکہ میرے ساتھ ایسے مجاہدین ہیں جو موت کو ایک تحفہ سمجھتے ہیں اور زندگی کے ساتھ انہیں کوئی پیار نہیں۔

ہاں! یہ تو بتاؤ کہ تم ہو کون ؟"

عزازیر۔ "اچھا آپ کو نہیں پتہ۔ میں پورے شام کا عظیم ترین پہلوان ہوں۔ میں نے ایرانیوں کو تہس نہس کیا اور ترکمان فوجوں کو پامال کیا۔"

جناب خالدؓ۔ "آخر تمہارا نام کیا ہے ؟"

عزازیر۔ "میرا نام ملک الموت کے نام پر ہے۔ میں عزازیر ہوں"۔

جناب خالدؓ مسکرا دیئے اور فرمایا "کہ عزرائیل فرشتہ کو آج تمہاری ہی تلاش ہے کہ وہ جلدی سے تمہیں دوزخ میں لے جانا چاہتا ہے"۔

عزازیر۔ "قلوس کا کیا بنا ؟"

جناب خالدؓ۔ "وہ قید ہے"۔

Marfat.com

عزازیر۔" اس کو قتل کیوں نہیں کرتے وہ بڑا مکار ہے"۔

جناب خالدؓ:" میرا ارادہ ہے کہ تم دونوں کو اکٹھا ہی قتل کروں"۔

عزازیر۔" اگر آپ اس کو قتل کر دیں تو میں آپ کو ایک ہزار سونے کے سکے، دس خلعتیں اور پانچ گھوڑے انعام میں دوں"۔

خالدؓ۔" یہ تو اس کی قیمت ہوئی، تم اپنے بچاؤ کے لئے کیا دو گے؟"

عزازیر۔" آپ کیا چاہتے ہیں؟"

خالدؓ۔" جزیہ"

اب عزازیر کو غصہ آ گیا کہنے لگا" خبردار میرے وار کے لئے تیار ہو جاؤ" لیکن اس کے وار سے پہلے جناب خالدؓ نے وار کر دیا، مگر عزازیر بچاؤ کر گیا۔ یہی نہیں بلکہ جناب خالدؓ کے کئی وار خطا گئے۔ اور نہ صرف جناب خالدؓ حیران رہ گئے بلکہ مسلمان مجاہدین بھی ایک رومی کے یوں داؤ سے بچنے اور اس کے طرز جنگ کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور عزازیر نے کہا" کہ یسوع مسیح کی قسم میں تو کسی وقت بھی آپ کو ختم کر سکتا ہوں لیکن آپؓ کو زندہ پکڑ کر اس شرط پر چھوڑنا چاہتا ہوں کہ آپ لوگ ہمارے ملک سے چلے جائیں"۔

اب جناب خالدؓ نے غصہ میں نزدیک سے وار کیا لیکن عزازیر وار بچا کر بھاگ کھڑا ہوا اور جب اندازہ لگایا کہ جناب خالدؓ کا گھوڑا اس کا پیچھا کرتے ہوئے تھک چکا ہو گا تو وہ رک گیا کہ اچانک جناب خالدؓ پر وار کرے لیکن جناب خالدؓ نے اس پر کنارہ کشی کی۔ اور گھوڑے سے اتر کر اس کی طرف چل دیئے۔ اور جیسے ہی اس کے نزدیک پہنچے، عزازیر نے وار کر دیا جناب خالدؓ نے سر کو نیچے کر کے وار کو بھی بچایا اور اس کے گھوڑے کی کانچیں کاٹ دیں۔ اور عزازیر دھڑام سے نیچے گر گیا۔ وہ اٹھ کر بھاگنے لگا کہ جناب خالدؓ نے اس کو گردن سے پکڑ کر اس زور سے زمین پر پٹخا کہ وہ ادھ موا ہو گیا پھر اس کو پکڑ کر جناب خالدؓ واپس اپنے لشکر کی طرف چل پڑے۔ اب قلوس اور عزازیر دونوں اکٹھے ہو گئے تھے۔

اسی دوران اسلامی لشکر کے باقی دو دستے بھی پہنچ گئے اور جناب خالدؓ کی تجویز کے تحت مسلمانوں نے رومی فوج پر بھرپور حملہ کر دیا۔ رومی فوج نے کوئی ایک دو گھنٹے بہادری سے مقابلہ کیا۔ لیکن کمانڈروں کے بغیر وہ زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے۔ اور سخت نقصان اٹھانے کے بعد بڑی افراتفری کی حالت میں بھاگے۔ رومی فوج کے کچھ جوان دمشق پہنچ گئے اور تھامس کو حالات سے آگاہ کیا چنانچہ مسلمان افواج کے دمشق پہنچنے سے پہلے تھامس نے دمشق کے

Marfat.com

دروازے بند کر دیئے۔

دمشق کا محاصرہ

چنانچہ متعدد پرانے مورخوں اور گلب کے تجزیہ سے اتفاق کرتے ہوئے ہمارے لحاظ سے بھی دمشق کا محاصرہ ذوالحجہ تیرہ ہجری یا چودہ ہجری کے شروع میں ہو گیا طبری کے مطابق سپہ سالار اعظم جناب ابو عبیدہؓ نے اپنا ہیڈ کوارٹر شہر کے جنوب مغرب میں اس راستے پر بنایا جس سے مسلمان پیش قدمی کر کے آئے تھے۔ یعنی جابیہ، مرج الصفر والا راستہ کہ سپہ سالار اعظم مدینہ شریف سے آگے والے راستے پر پہلے سے ہی ہو۔ جناب خالدؓ کو شرقی دروازے کی طرف مامور کیا جہاں عیسائیوں کی ایک خانقاہ بھی تھی۔ جناب یزیدؓ شہر کی اس طرف تھے جہاں سے وہ فلسطین سے آنے والے راستوں کی ناکہ بندی کر سکیں۔ اور بیروت کی طرف سے بھی راستہ اسی طرف سے آتا تھا جناب ذوالکلاعؓ کو حمص کی طرف سے آنے والے راستے پر مقرر فرمایا۔ شہر کی چار دیواری کے باقی حصے جناب عمروؓ بن عاص اور جناب شرحبیلؓ کے دستوں میں بانٹ دیئے گئے متحرک دستے جناب خالدؓ کے ساتھ ہی ریزرو میں رہے۔

طبری کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ محاصرہ شروع میں زیادہ تر دیکھ بھال اور ناکہ بندی کے معاملات تک محدود تھا۔ دراصل محاصرہ کی کارروائی بڑی مشکل جنگ ہوتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمان محاصرے کے ساتھ شروع میں پوری طرح نہ "الجھے" تھے اور آخری دنوں میں سخت کارروائی کی تو مورخین نے محاصرہ کی میعادوں میں اختلاف کیا۔ کسی نے سخت قسم کے محاصرہ کو ہی محاصرہ کا نام دیا اور کسی نے سارے عرصہ کو۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ مسلمان ساکن جنگ کے عادی نہ تھے۔ اور دمشق کا محاصرہ وہ مجبوری کے تحت کر رہے تھے کہ اس کے بغیر چارہ نہ تھا کیونکہ یہ وہ زمانہ تھا کہ خود جناب عمر فاروقؓ صرار کے چشمہ پر مقیم تھے اور ایران میں فیصلہ کن جنگ کی تیاری ہو رہی تھی۔ اس لئے شام میں زیادہ کمک بھی نہ بھیجی جا سکتی تھی کہ مسلمان دمشق کے گرد کچھ دستے چھوڑ کر شمالی شام کی طرف روانہ ہو جائیں۔ اور نہ ہی مسلمانوں کے پاس محاصرہ توڑنے والے ہتھیار تھے۔ یعنی ان کے پاس وہ ذرائع موجود نہ تھے کہ قلعہ کو تہس نہس کر دیتے۔ ویسے پرانے زمانے میں اکثر لڑائیاں محاصرہ کی شکل اختیار کرنے کے بعد "ساکن" ہو جاتی تھیں۔

محاصرہ کے شروع کے ایام

اسلامی فوج کی کل نفری پچیس سے تیس ہزار کے قریب تھی۔ ہمارے حساب سے اجنادین کی جنگ کے سینئیس

Marfat.com

ہزار سے ایک ہزار کے قریب شہید اور ناکارہ و زخمی ہوئے ہوں گے۔ اور کچھ مجاہدین کو اجنادین، یرموک اور فحل کے علاقوں میں چھوڑا گیا ہوگا۔ اس لئے تعداد تیئس ۲۳ ہزار کے قریب ہی باقی رہ گئی ہوگی۔ محاصرہ کے ابتدائی ایام میں زیادہ فکر یہ تھی کہ رومی محاصرہ کو توڑنے یا محاصرین کو امداد پہنچانے کی کوشش کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

طبری کے مطابق رومیوں کا بارہ ہزار کا ایک لشکر حمص کی طرف سے دمشق کے محاصرین کی مدد کے لئے آیا۔ ہرقل کا مدعا یہ تھا کہ اس طرح محاصرہ کرنے والے اندر اور باہر دونوں طرف سے الجھ جائیں۔ رومیوں کی پیش قدمی کی خبر ملتے ہی جناب ضرار رضؓ بن ازور کو پانچ ہزار متحرک دستوں کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا۔

جناب ضرارؓ دشمن کی قید میں

واقدی کے مطابق جناب ضرارؓ نے دشمن پر ثنیت العقاب کے مقام پر گھات لگانے کی کوشش کی اور دشمن پر بے خبری میں حملہ کر کے اس کو سخت نقصان پہنچایا لیکن خود بھی دشمن کے گھیرے میں آ گئے اور دشمن نے ان کو گرفتار کر لیا۔ ان کے بعد مسلمانوں کی کمانڈ جناب رافعؓ بن عمیرہ نے سنبھال لی اور دمشق میں جناب ابوعبیدہؓ کو آگاہ کیا، جنہوں نے جناب خالدؓ کو فوراً امداد کے لئے بھیجا۔ بے شک جناب ضرارؓ کا دشمن کے ہاتھوں میں چلا جانا ایک بہت بڑا نقصان تھا کہ ان کا نام کئی ہزار شہسواروں کے برابر تھا اور ان کی شہرت کی وجہ سے ان کو دشمنوں کے ہاتھوں سے چھڑانا ضروری تھا۔ چنانچہ جناب خالدؓ چار ہزار کی نفری کے ساتھ لڑائی کے میدان میں پہنچ گئے۔ اور جاتے ہی ایسے زوردار حملے کئے کہ جلد رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مسلمان مجاہدین میں جناب ضرارؓ کی بہن حضرت خولہؓ بھی تھیں جنہوں نے مردوں کے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اپنی پہچان پر پردہ ڈالا ہوا تھا۔ انہوں نے اس قدر زوردار حملے کئے کہ مسلمان مجاہدین حیران تھے کہ ان کے درمیان کوئی ایسا شاہسوار بھی موجود ہے جو اتنا بہادر ہے۔ لیکن وہ اس کو جانتے ہی نہیں کہ وہ کون ہے۔ اور جب جناب خالدؓ سمیت مسلمان مجاہدین کو معلوم ہوا کہ یہ اسلام کے ایک عظیم فرزند کی عظیم بہن ہے تو ان پر رقت طاری ہو گئی۔

جناب ضرارؓ کی بازیابی

رومیوں کی شکست کے باوجود جناب خالدؓ فکرمند تھے۔ رومیوں کو شکست دے دینا تو معمولی بات تھی۔ اصلی چیز یہ تھی کہ رومی جناب ضرارؓ کو شہید نہ کر دیں یا اپنے ساتھ حمص نہ لے جائیں۔ جناب خالدؓ کا دل بیٹھا جا رہا تھا

Marfat.com

چکا تھا کہ جناب ضرارؓ رومیوں کے پاس میدانِ جنگ میں موجود نہیں۔ اور جلد مخبروں سے بھی اطلاع مل گئی کہ رومی پسپائی سے بھی بہت پہلے جناب ضرارؓ کو ایک گھوڑے پہ باندھ کر حمص لے جا رہے تھے۔ جناب ضرارؓ کو چھڑانا ضروری تھا اور اس کام کے لئے جناب خالدؓ کی نظر ریگستانی راستے کے رہنما جناب رافعؓ بن عمیرہ ہی پر پڑی۔ البتہ جناب ضرارؓ کی بہن حضرت خولہؓ کا ساتھ ہونا ضروری سمجھا گیا۔

مخبروں سے ایک چھوٹے راستہ کا پتہ چلایا گیا اور جناب رافعؓ ایک سو شہسواروں کے دستہ کو لے کر تیزی سے روانہ ہو گئے۔ خطرہ یہ تھا کہ رومیوں کو اگر اپنے تعاقب کا پتہ چل گیا تو وہ جناب ضرارؓ کو شہید کر دیں گے اس لئے جناب رافعؓ نے تیزی سے آگے بڑھ کر ایک جگہ جا کر گھات لگائی اور جناب ضرارؓ کو دشمن کے پنجہ سے چھڑانے میں کامیاب ہو گئے۔ قارئین اسلام کے ان دو عظیم بھائی، بہن کو دمشق سے حمص جانے والے راستے میں ایک دوسرے کو ملتے ہوئے دیکھ کر کس مجاہد کی آنکھیں نمناک نہ ہوئی ہوں گی۔

رومی کمک کا تعاقب

اہلِ روم کی یہ کمک بڑی تیز تیز حالت میں بھاگ رہی تھی۔ لیکن مسلمانوں کے تمام لشکر نے ان کا تعاقب نہ کیا۔ صرف جناب صامتؓ بن الاسود کو تعاقب کے لئے بھیجا اور واقدی کے مطابق انہوں نے حمص تک دشمنوں کا تعاقب کیا۔ جہاں وہ لوگ قلعہ بند ہو گئے۔ حمص، دمشق سے تقریباً سو میل دور ہے ممکن ہے مسلمان کا تعاقب والا دستہ شاید حمص کے صوبہ کے حدود میں داخل ہوا ہو جو دمشق سے تقریباً چالیس میل کے بعد شروع ہو جاتی ہے ویسے یہ اصول ہمیشہ یاد رہے اور یہ اصول آج بھی اتنا ہی اہم ہے کہ محاصرہ میں گھرے ہوئے دشمن کے لئے باہر سے دشمن کی جو کمک آئے۔ اُس کو بہت دُور روکا جائے ورنہ، اگر گھیرے والوں کو کسی کمک کی خبر مل گئی تو وہ ہر حالت میں گھیرا توڑنے کی کوشش کریں گے۔ محاصرین زندگی اور موت کے علاوہ، عزت کی جنگ بھی لڑ رہے ہوتے ہیں۔ کہ وہ دشمن کا قیدی نہ بننا چاہیں گے۔ راقم اور اُس کے ساتھیوں کو ستمبر ۱۹۶۵ء میں اس چیز کا ذاتی تجربہ ہے کہ اپنی ایک بکتر بند گاڑی دیکھ کر ہم نے دشمن کے محاصرہ کو توڑ دیا۔

محاصرے کا دوسرا مرحلہ محاصرے کا دوسرا مرحلہ کب شروع ہوا۔ صحیح طور پر دو حالتوں کو

Marfat.com

الگ الگ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ بہرحال رومیوں کی کمک کے بھاگ جانے کے بعد مسلمان اب تسلی میں تھے کہ ان کو دُور دُور تک دمشق کی طرف آنے والے راستوں کو مسدود کرنے کے لئے زیادہ نفری کی ضرورت باقی نہ رہی اور زیادہ نفری کو دمشق کی دیواروں کے نزدیک لایا گیا۔

اُدھر اس زمانے میں یعنی صفر چودہ ہجری میں جناب مثنیٰ بن حارثؓ اپنے زخموں کے باوجود ایرانیوں کو بویب کے مقام پر شکست دے چکے تھے اور جناب سعدؓ بن ابی وقاص کو ایران کا سپہ سالار اعظم منتخب کر دیا گیا تھا حضرت عمرؓ مدینہ واپس جا چکے تھے اور جناب سعدؓ ایران کی فتوحات کے لئے مجاہدین کا ایک لشکر جرار تیار کرنے میں لگے ہوئے تھے۔

بے شک جناب ابو عبیدہؓ بڑے ٹھنڈے مزاج کے تھے اور جلد بازی میں وہ اپنے مجاہدین کو خواہ مخواہ مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔ بہرحال اندازہ کیا جاتا ہے کہ ان تسلی بخش حالات کی وجہ سے دمشق کے محاصرہ کا دوسرا مرحلہ ربیع الاول یا ربیع الثانی چودہ ہجری میں شروع ہوا ہوگا۔

محاصرین کے حالات

دمشق شہر کی حالت یہ تھی کہ کچھ تو اسی علاقے کے باشندے تھے۔ جن کو لڑائی کے ساتھ کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس کے علاوہ رومی فوج تھی جس کی نفری کوئی چودہ سے پندرہ ہزار بتائی جاتی ہے۔ اجنادین کے مقام پر نوے ہزار رومی فوج مسلمانوں کے ہاتھوں سے شکست کھا چکی تھی۔ یہ چودہ یا پندرہ ہزار رومی مسلمانوں کے سامنے کوئی حیثیت نہ رکھتے تھے۔ یہ صرف دمشق کی دیواریں تھیں جو ان کی حفاظت کر رہی تھیں جب مسلمانوں نے محاصرہ شروع کیا یعنی ذوالحجہ تیرہ ہجری۔ جب تو یہ سردیوں کا موسم تھا۔ اور فروری مارچ میں اس علاقے میں سرد ہوائیں چلتی ہیں، اس لئے اہلِ روم کا خیال یہ تھا کہ مسلمان سردی کی وجہ سے زیادہ عرصہ محاصرہ جاری نہ رکھ سکیں گے۔ مگر جب سردی کا موسم بھی گزر گیا اور موسمِ بہار آگیا۔ تو رومی فوج کا کمانڈر تھامس فکرمند ہو گیا، کہ وہ کسی طرح محاصرہ توڑ کر اپنا ساز و سامان لے کر اپنے خاندانوں کے لوگوں سمیت حمص کی طرف فرار اختیار کرنا چاہتا تھا

ہمارے بعض مورخین نے دمشق کے محاصرے کے دوران، محاصرین اور مسلمانوں کے درمیان کئی بڑی بھرپور لڑائیوں کا ذکر کیا ہے۔ بے شک محاصرہ توڑنے کے لئے بڑی بھرپور لڑائی لڑنا پڑتی ہیں مگر نتیجہ تب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ باہر سے بھی کچھ امدادی دستے مہیا ہوں۔ اس لئے یہ تمام لڑائیاں دراصل

Marfat.com

محاصرہ توڑ کر بھاگ نکلنے کی کوششیں ہی تھیں۔ ایسی کوششیں کئی دفعہ دن کے وقت کی گئیں پھر رات کے وقت بھی ایک آدھ دفعہ محاصرہ توڑنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن کامیابی نہ ہوسکی۔ اس وجہ سے محاصرہ طول پکڑتا گیا کہ باہر سے کوئی بھرپور امداد نہ پہنچ سکی۔

پادری کی کہانی

مسلمانوں نے آخر میں جاکر رجب چودہ ہجری میں دمشق کو فتح کیا۔ اس سلسلہ میں متعدد کہانیاں مشہور ہیں۔ ایک پادری کی کہانی ہے کہ اُس کے ساتھ جناب خالدؓ اُس وقت رابطہ قائم کر گئے تھے، جب عراق سے شام میں داخل ہونے کے بعد (سنیات العقاب) پر جھنڈا لہرایا تھا۔ یہ ایک کہانی ہی معلوم ہوتی ہے، البتہ پادری کے ساتھ رابطہ بعد میں بھی قائم ہوسکتا تھا۔ یہ رابطہ اتنا پرانا اس لئے بنایا گیا کہ قلعہ بند ہوجانے کے بعد شاید کوئی بات نہیں ہوسکتی تھی۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ سخت قسم کے محاصرہ کے دوران تو شاید ایسا ہو۔ لیکن پہلے مرحلہ کے دوران جو محاصرہ تھا اُس زمانے میں اِکا دُکا اور چوری چھپے لوگ قلعہ سے ضرور باہر آتے رہے ہوں گے اور یہ رابطہ اُس وقت قائم کیا گیا ہوگا۔ بہرحال اُس پادری کے بارے میں مشہور ہے کہ اُس کی مدد سے چند مجاہدین قلعہ کے اندر چلے گئے اور انہوں نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔

یونس کی کہانی

ایک اور رومانی قسم کی عشق و محبت کی کہانی بھی سننے میں آتی ہے۔ اور اہلِ قلم حضرات ایسی کہانیوں میں رنگ بھی بھر دیتے ہیں۔ اور خاص کر ہمارا تو گزارہ انہی باتوں پر چلتا ہے۔

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ! بے چاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار (اقبالؒ)

تو کہتے ہیں کہ ایک یونس نامی عیسائی عرب اپنی محبوبہ کو جو اس کے نکاح میں بھی آچکی تھی، حاصل کرنے میں ناکام ہوگیا تھا۔ اُس نے ایک رات باہر نکل کر مسلمان اہل لشکر سے رابطہ قائم کیا کہ اگر مسلمان دمشق کی فتح کے بعد اُس کی محبوبہ اُسے دلانے کا بندوبست کردیں تو وہ مسلمانوں کے لئے اوپر سے کچھ رسّے پھینکے گا اور مسلمان ان رسّوں کی مدد سے اندر داخل ہوکر قلعہ کے دروازے کھول لیں ایسی کہانی تسلیم کی جاسکتی ہے

Marfat.com

کہ عشق و محبت والے لوگ جنگ کے زمانے میں ایسے کاموں میں بڑے مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ بلکہ فوج کی جنگی مشقوں میں بھی جہاں دو ملکوں کی لڑائی کے لئے پہلے جھگڑے کی کوئی صورت پیدا کی جاتی ہے تو اکثر "جھگڑا" پرتھوی راج اور سنجوگتا کے سوئمبر کی قسم کی کسی کہانی سے شروع کیا جاتا ہے۔ کہ سپاہی کو ایسی چیزوں کے ساتھ دلچسپی ہوتی ہے۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ اللہ کی فوج کے سپاہیوں کے لئے ایسی چیزیں کچھ معنی نہیں رکھتیں، لیکن داؤ کے طور پر کوئی چیز حاصل ہو جائے تو اس کو ضرور استعمال کیا جائے اس لئے پادری اور یونس کی امداد کو منظور کر لینے میں کوئی دغا بازی والی بات نہیں تھی۔ بلکہ یہ ایک داؤ کا استعمال تھا جس کی اسلام اجازت دیتا ہے۔

بہر حال دمشق کی فتح کے سلسلہ میں ہمارا تجزیہ یہ ہے کہ ایک طرف رومی تنگ آ چکے تھے کہ وہ دمشق چھوڑ کر بھاگنا چاہتے تھے۔ اور دوسری طرف دمشق کے اصلی باشندے بھی چاہتے تھے کہ محاصرہ کہیں ختم ہو۔ اس لئے اگر دمشق کی کسی سمت سے پادری اور یونس کی مدد سے مسلمان مجاہدین داخل ہو گئے اور دوسری طرف تھامس بھی جناب ابو عبیدہؓ کے سامنے ہتھیار ڈالنے کی پیشکش کر چکا ہو اور دونوں واقعات ایک ہی دن ہوئے ہوں تو اس میں کسی اچنبھے کی بات نہیں۔ لڑائیوں میں ایسا ہوتا رہتا ہے۔ مورخین کا یہ بیان کہ ایک طرف جناب خالدؓ کا لشکر لڑ کر صبح سحری کے وقت دمشق میں داخل ہو گیا اور دوسری طرف جناب ابو عبیدہؓ کے ساتھ صلح کر کے تھامس نے دروازے کھول دیئے اور جناب ابو عبیدہؓ اور جناب خالدؓ کی ملاقات شہر کے وسط میں ہوئی یہ سب کچھ ممکنات میں شامل ہے۔

مبصرین اور مورخین کی لفاظی

لیکن کچھ مورخین نے سارے واقعہ کو رنگ ہی عجیب و غریب دے دیا ہے۔ ایک مبصر کے لحاظ سے تو سپہ سالارِ اعظم ہی جناب خالدؓ تھے، اور گو جناب ابو عبیدہؓ کو حضرت عمرؓ کا خط مل چکا تھا لیکن انہوں نے اُس وقت تک جناب خالدؓ کو خط کے مضمون سے آگاہ نہ کیا تھا اس لئے بدمزگی ضرور پیدا ہوئی کہ جناب خالدؓ کا لشکر اپنے زورِ بازو سے دمشق میں داخل ہوا تھا۔ اور رومیوں کو مسلمانوں کے سامنے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالنے تھے لیکن جناب ابو عبیدہؓ نے کچھ رعایتوں پر سمجھوتہ کر لیا جس کی وجہ سے رومی اپنا سارا ساز و سامان لے کر دمشق سے جا سکتے تھے اور یونس کی محبوبہ کو بھی لے جا سکتے۔ اِس وجہ سے جناب خالدؓ کو جناب ابو عبیدہؓ

Marfat.com

کے طریق کار پر افسوس ضرور ہوا جو مورخین جناب ابو عبیدہؓ کو سپہ سالارِ اعظم مانتے ہیں، اُن کے خیال کے مطابق بھی جناب ابو عبیدہؓ نے رعائتیں کچھ زیادہ دے دیں اور جناب خالدؓ کو حالات سے باخبر نہ رکھا گیا تھا۔ بلکہ آگے یہاں تک بھی جاتے ہیں کہ جناب خالدؓ نے تین دن کے بعد ایک لشکر کے ذریعے بھاگتے ہوئے رومیوں پر ایک چھوٹے سے راستہ سے جا کر حملہ کر دیا اور تمام مال و دولت چھین لیا۔ لیکن یونس کی محبوبہ نے خودکشی کر لی۔ جناب خالدؓ نے اس لڑکی کی بجائے یونس کو ایک اور خوبصورت رومی لڑکی پیش کر دی۔ لیکن وہ لڑکی ہرقل کی بیٹی تھی۔ اور ہرقل کے قاصد نے جناب خالدؓ سے رحم کی بھیک مانگی، تو جناب خالدؓ نے ہرقل کی بیٹی کو آزاد کر دیا۔ یونس البتہ مسلمان ہو گیا اور بعد میں بہادری سے لڑتے ہوئے ایک اور جنگ میں شہید ہو گیا۔

تبصرہ

ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ ہم اس کہانی کو غلط کہیں اور نہ ہی کوئی ناپ تول کا ایسا پیمانہ ہے جس کی مدد سے ایسی کہانی کو غلط ثابت کریں۔ کہانی سبق آموز بھی ہے۔ یونس مسلمانوں میں شامل ہونے کے بعد مسلمانوں کے کردار سے متاثر ہو کر پکا مسلمان ہو گیا ہو گا کہ اللہ تعالٰے نے اُس کو شہادت نصیب کی۔ جناب خالدؓ کی ہرقل کی لڑکی کو آزاد کر دینے والی بات بھی اسلامی کردار کی بلندی کا مظاہرہ ہے اور ایسی کہانیوں کو تاریخ سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ نسیم حجازی نے تاریخی کہانیوں میں ایسے رنگ بھر کر لوگوں کے لئے تاریخ میں دلچسپی پیدا کی ہے۔ ایسی کہانی جہاں مسلمانوں کے اعلٰے کردار کا ثبوت ملتا ہے، وہ نقصان دہ نہیں ہوتی۔ البتہ جناب ابو عبیدہؓ کے جناب خالدؓ کو باخبر نہ رکھنے کے بارے میں بیانات بے معنی ہیں۔ لڑائی میں ہر بات نیچے تک پہنچانی مشکل ہوتی ہے اور جناب خالدؓ جو کارروائی کر رہے تھے اس میں وہ بھی موقع سے فائدہ اٹھا رہے تھے، اور شاید دونوں عظیم صحابہؓ نے ایک دوسرے کو خبر دی بھی ہو۔ لیکن خبر پہنچنے سے پہلے دونوں اپنی اپنی کارروائیوں میں مصروف ہو کر قلعہ کے اندر چلے گئے ہوں۔ جہاں تک فرار ہونے والے رومیوں کے مال و دولت کی بات ہے۔ کہ حملہ اس لئے کیا گیا کہ تمام مال و دولت چھین لیا جائے یہ کسی مورخ کی ذہنی اختراع معلوم ہوتی ہے۔ ہم پانچویں باب میں جناب عمرؓ کے جناب ابو عبیدہؓ کے نام خط کے اقتباسات پیش کر چکے ہیں جس میں خلیفہ دوم نے فرمایا کہ کسی مال غنیمت کے لالچ میں

Marfat.com

مسلمانوں کو کسی مشکل میں نہ ڈال دینا۔ اِس لئے مال و دولت والی تو بات ہی غلط ہے اور پھر یونس کو بھی اپنی محبوبہ نہ ملی۔ خیر ہم حصّہ اوّل میں فرہاد کا ذکر کر آئے ہیں کہ اس کو شیریں نہ ملی اور ہماری ایسی پیار و محبت کی کہانیوں میں رانجھا، ہیر نہ لے سکا اور مہینوال سوہنی کو لینے میں کامیاب نہ ہو سکا شاید مجازی عشق میں ہر جگہ ناکامی ہی ہوتی ہے۔ اور شاید پیامِ عشق ہی کے سلسلے میں علامہ اقبالؒ یہ اشارہ کر گئے ہیں

وجود افراد کا مجازی ہے ہستیٔ قوم ہے حقیقی
فدا ہو ملت پہ یعنی آتش زنِ طلسمِ مجاز ہو جا

دمشق کی فتح

دمشق رجب چودہ ہجری میں فتح ہوا۔ تمام مورخین اِس تاریخ پر متفق ہیں اور خوشی کی بات ہے کہ زماں و مکاں کے حساب اور واقعات کو تسلسل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد ہم بھی یہاں مورخین کے ساتھ متفق ہیں اور وقت کے بارے میں ہمیں اپنے تجزیہ میں کوئی بناوٹی سہارا نہ لینا پڑا تمام مورخین اِس بات پر بھی متفق ہیں کہ فتح کے بعد صلح نامہ جناب ابو عبیدہؓ کی طے شدہ شرائط پر ہوا۔ واقدی بھی یہی کہتا ہے، وہ صرف اضافہ یہ کرتا ہے کہ معاہدہ پر دستخط جناب خالدؓ کے تھے۔ کہ معاہدہ اُن کی طرف سے ہے۔ اب معاہدہ یا صلحنامہ ڈیڑھ دو سال تک سنبھال کر رکھا گیا۔ یا یہ اُس کی نقل تھی یا کسی کی ذہنی اختراع۔ بات یہ ہے کہ اِس معاہدہ کا فائدہ تو رومیوں کا تھا۔ اور وہ دمشق کو چھوڑ کر اسے اپنے ساتھ لے جاتے۔ اہل دمشق تو مسلمانوں کے باجگذار بن گئے تھے اور اُن کے لئے تو شرائط وہی تھیں جو باقی لوگوں کے لئے ہوتی تھیں اور جہاں بھی مسلمان جاتے تھے اُن کے احکام ایک جیسے ہوتے تھے۔

بہر حال دمشق کی فتح ایسے زمانے میں ہوئی کہ جناب سعدؓ بن ابی وقاص نباج والے راستے سے زرود پہنچ چکے تھے اور جناب مثنیٰؓ شراف میں اُن کا انتظار کرتے ہوئے وفات پا چکے تھے۔ خلیفۂ دوم نے ایران کے محاذ پر فیصلہ کن جنگ کی ابھی اجازت نہ دی تھی۔ دمشق کی فتح کی خبر سننے کے بعد جناب عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو شراف جانے کی اجازت دے دی اور اُس محاذ پر قادسیہ کی جنگ کی تیاریوں پر زیادہ توجہ شروع کر دی گئی۔

روایت ہے کہ دمشق کی فتح کے بعد جناب خالدؓ نے جن بھاگتے ہوئے رومیوں کو راستے میں جالیا

Marfat.com

اُن میں رومی فوج کا کمانڈر تھامس بھی تھا اور وہ لڑائی میں مارا گیا اور جناب خالدؓ جب وہاں سے واپس آرہے تھے تو انطاکیہ سے ایک دستہ ایک رومی سفیر کو لے کر آیا جس نے ہرقل کی طرف سے درخواست کی کہ رحم کے نام پر جناب خالدؓ اُس کی لڑکی اور تھامس کی بیوہ کو آزاد کر دیں۔ دمشق سے انطاکیہ تقریباً ایک سو اسی سے لیکر دو سو میل بنتا ہے۔ یعنی کم از کم ہفتہ دس دن کا سفر ہے جناب خالدؓ نے رومیوں پر تین دن کے سفر کے بعد چھاپہ مارا تو وہ تقریباً آدھا یا اُس سے کم سفر طے کر چکے ہوں گے اور انطاکیہ تک چار دن کا سفر باقی تھا۔ کیا ہرقل کو خبر مل جانے کے بعد کہ اُس کی بیٹی کے ساتھ کیا ہوا، ہرقل کا سفیر جناب خالدؓ کو ایسے وقت مل گیا جب وہ دمشق نہ پہنچے تھے؟ زماں و مکاں سے یہ کہانی بھی صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب خالدؓ نے ہرقل کی بیٹی کو رومی لشکر کی منت پر آزاد کر دیا ہوگا۔ پھر یزدجرد کی بیٹی کو تو مدینہ بھیج دیا گیا، ہرقل کی بیٹی کو آزاد کر دیا گیا، تو کوئی خاص وجہ ضرور ہوگی۔ یزدجرد جگہ جگہ ٹھوکریں کھا رہا تھا۔ بیٹی کو کیا سنبھالتا۔ قیصر روم کی بیٹی بیوہ ہوئی تھی اور قیصر اُس کو اپنے دارالحکومت میں عزت کے ساتھ رکھ سکتا تھا۔

دمشق پر قبضہ

واقدی کے مطابق دمشق پر قبضہ کے تقریباً ایک دو ہفتے بعد شعبان چودہ ہجری میں ایک عیسائی عرب نے جناب ابو عبیدہؓ کو بتایا کہ چند دنوں تک عبد القدس کے مقام پر ایک بہت بڑا میلہ لگے گا اور اگر مسلمانوں کو اور مالِ غنیمت کی ضرورت ہے تو اُس کے لئے بڑا اچھا موقع ہے۔ یہ عیسائی مسلمانوں سے کچھ فائدہ اُٹھانا چاہتا تھا۔ اور حالات کچھ ایسے بیان کئے کہ ابو عبیدہؓ وہاں پر چھاپہ مارنے کے لئے تیار ہو گئے۔ آپؓ نے مسلمانوں سے پوچھا کہ کون ایسے چھاپہ کے لئے تیار ہے تو نوجوان عبد اللہؓ بن جعفر طیار شہیدؓ، نے رضا کارانہ طور پر اس چھاپہ پر جانے کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا اور بزرگ صحابی جناب ابوذر غفاریؓ جیسے لوگ بھی تیار ہو گئے۔ اُن کو لوٹ مار سے غرض تو نہ تھی البتہ وہ شہادت کے طالب رہتے تھے۔ چنانچہ جناب ابو عبیدہؓ نے پانچ سو سواروں کے لشکر کے ساتھ یہ لشکر عبد القدس روانہ کر دیا۔ گبن نے اپنی تاریخ میں اس جگہ کو ابیلہ کہا ہے۔ اور ابلہ کے نام سے ایک ایسی جگہ دمشق سے بلبک کی طرف جاتے ہوئے تیس میل کے بعد آتی ہے۔ آگے واقدی لکھتا ہے کہ وہاں پر پانچ ہزار کا رومی لشکر تھا جس نے مسلمانوں کو گھیرے

Marfat.com

میں لے لیا۔ اور ایک مسلمان بچ کر واپس آیا۔ جس نے سپہ سالار کو حالات سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد جناب ابوعبیدہؓ نے جناب خالدؓ کو مسلمان مجاہدین کو بچانے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے بڑی بہادری کے ساتھ نہ صرف رومیوں کا قلع قمع کیا۔ بلکہ کافی زیادہ مالِ غنیمت بھی ساتھ لے آئے اور خود جناب خالدؓ زخمی ہوئے۔ جناب ابو عبیدہؓ نے جناب خالدؓ کی اس کارروائی کی تعریف کی اور خلیفۂ دوم کو آگاہ کیا کہ جناب خالدؓ نے کس بہادری سے مسلمان مجاہدین کو بچانے کا کام کیا۔

تبصرہ:۔ واقدی کے حوالے سے کچھ مبصرین اور گبن نے سارے واقعہ کو ایسا رنگ دیا ہے کہ کہانی پر یقین نہیں آتا۔ بلبک، دمشق سے تقریباً چالیس میل دور ہے اور مسلمان مجاہدین کا رومیوں کے علاقے میں کسی چھاپہ پر وہاں چلا جانا تو فوجی حکمت عملی کے تحت صحیح تھا۔ لیکن خلیفہ دوم کی ہدایات کے باوجود اور جناب ابو عبیدہؓ کے ضمیر کو سمجھتے ہوئے ہمیں تو ساری کہانی میں کوئی بناوٹ ہی نظر آتی ہے۔ بلکہ ہمارے ایک مبصر نے جس رنگ میں اس ساری کہانی کو اپنی کتاب میں لکھا ہے وہ الفاظ جناب ابو عبیدہؓ اور جناب عمرؓ کی شان کے شایان نہیں۔

لیکن واقدی نے ایسی کہانی کیوں لکھی؟ اس میں جناب عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ کی کارروائی پر بھی حرف آتا ہے کہ سوچے سمجھے بغیر رومیوں کے اندر پھنس گئے۔

بناوٹیں اور اضافے

حضور پاکؐ کی وفات کے بعد متعدد جنگوں یا لڑائیوں کا ذکر ہو چکا ہے لیکن کسی جنگ میں کسی سطح پر حضور پاکؐ کے دادا ہاشم کی اولاد سے کبھی کسی مجاہد کا نام اس طرح اوپر نہ آیا کہ انہوں نے فلاں دستے کی کمانڈ کی۔ یا فلاں کارنامہ انجام دیا۔ پہلی دفعہ جناب عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ بن ابی طالبؓ کا ذکر آیا، تو کارروائی میں ناکامی کی کہانی ہے۔ یہ پہلو تجزیہ طلب ہے۔ اور سوال یہ ہے کہ کیا حضور پاکؐ کی وفات کے بعد آپؐ کے خاندان کے لوگوں نے جنگ میں شرکت نہ کی؟ یا خلافت کے دعویدار دوسرے لوگوں کی وجہ سے یا اُن کے ڈر کی وجہ سے مورخین نے بنو ہاشم کی بہادری یا جنگ میں شمولت والی بات تاریخ سے کاٹ دی، ہماری پرانی تاریخوں میں تو پھر بھی جناب امام حسنؓ اور امام حسینؓ کی افریقہ اور ایران کی جنگوں میں شرکت کا ذکر ملتا ہے اور امام حسینؓ کی قسطنطنیہ کی جنگ میں شرکت کا ذکر بھی ہے۔ لیکن آجکل کے زمانے کی تاریخوں میں سے یہ بیانات

Marfat.com

مسلمانوں کی فتح کی صورت میں ختم ہو چکی تھی اس لئے مسلمان مجاہدین نے شام کے علاقوں میں تسلی کے ساتھ اپنے دستے پھر شمال میں شیزار کے مقام تک بھیج دیئے۔ 1

ہرقل کی بھرپور تیاری

بہرحال ربیع الاوّل اور ربیع الثانی پندرہ ہجری میں معلوم ہوا کہ اہلِ روم مسلمانوں کو شام سے نکالنے کے لئے ایک فیصلہ کن جنگ کی تیاری میں مصروف ہیں۔ اور یورپ، اناطولیہ، آرمینیا اور شام کے بچے کھچے وفادار لوگوں کے لاؤ لشکر تیار کئے جا رہے ہیں۔ اور مقصد نہ صرف مسلمانوں کو شام و فلسطین سے باہر پھینکنے کا ہے۔ بلکہ مسلمانوں کو مکمل طور پر ختم کر کے مکہ و مدینہ کو تاخت و تاراج کرنا بھی ہے اور اس سلسلے میں مسلمانوں کے ردِ عمل کو ہم اگلے باب میں زیر بحث لائیں گے۔ لیکن یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ مدینہ میں خلیفہؓ دوم شام میں اس قسم کے حالات کے ظہور پذیر ہونے سے بے خبر نہ تھے۔ ان کو اندازہ تھا کہ ایسے حالات ضرور پیدا ہوں گے۔ جناب سعدؓ بن ابی وقاص محرم پندرہ ہجری میں قادسیہ کے مقام پر ایرانیوں کے خلاف ایک عظیم الشان فتح حاصل کر چکے تھے۔ لیکن جناب عمر فاروقؓ نے انہیں مدائن کی طرف پیش قدمی سے روکا ہوا تھا اور حکم دیا ہوا تھا کہ ایران میں تب تک کوئی بھرپور کارروائی نہ ہو گی جب تک شام میں حالات مکمل طور پر تسلی بخش نہیں ہو جاتے۔ چنانچہ یرموک کی دوسری جنگ رجب پندرہ ہجری میں ہوئی اور اس فتح کے بعد ذی قعد پندرہ ہجری میں جناب سعدؓ بن ابی وقاص دریائے فرات کو پار کر کے بابل کے مقام تک پہنچے اور مدائن صفر سولہ ہجری میں جا کر فتح ہوا۔ آنے والے واقعات پر پہلے سے زمان و مکاں کا تبصرہ کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ خلفاء راشدین دونوں محاذوں پر زمان و مکاں کے حساب سے فتوحات حاصل کر رہے تھے اور جب ایک محاذ پر کوئی مشکل یا بھرپور کارروائی ہو رہی ہوتی، تو دوسرے محاذ پر معاملات دیکھ و بھال تک محدود رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بارہویں باب میں فتوحات کو تسلسل کے ساتھ اور وقت کا حوالہ دے کر بیان کیا جائے گا، کہ مسلمانوں نے دنیا ایسے آسانی سے فتح نہیں کر لی تھی۔ جس طرح ہمارے مورخین فتوحات کا بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ وہ بعض دفعہ فتوحات کو بڑھا چڑھا بھی دیتے ہیں اور جب کوئی مشکل گھڑی آجاتی ہے تو چند لوگوں پر الزام لگا دیتے ہیں۔ نہیں! بات یہ نہیں ہے۔ جنگ میں سب کچھ ہوتا ہے اور وہاں سب

ہ ۱۔ اس کی سب تفصیل پہلی کتاب کے بیسویں باب میں موجود ہے۔

Marfat.com

کچھ حکمتِ عملی کے تحت یا باقاعدہ جائزوں کی مدد سے ہو رہا تھا۔

نتائج و اسباق و خلاصہ

۱۔ یہ باب نتائج کے لحاظ سے بہت اہم ہے اور اسباق عسکری مدبروں کے لئے عظیم مثالیں ہیں۔ ویسے تو ہر فتح کے اثرات مختلف ہوتے ہیں اور گو ہر فتح کے "عطیات و ثمرات" بھی ہوتے ہیں۔ لیکن ضروری نہیں کہ یہ عطیات و ثمرات پکے قسم کے ہوں۔ بعض دفعہ یہ ثمرات مہنگے بھی پڑتے ہیں۔ اِس لئے اپنی فتوحات کو قائم رکھنا پڑتا ہے کہ ثمرات پکے ہوں۔ علامہ اقبال بھی اس طرف اشارہ کر گئے ہیں:-

نخل اسلام نمونہ ہے برومندی کا
پھل ہے سینکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا

۲۔ ویسے دمشق کی فتح پر بہت کچھ "خرچ" کرنا پڑ گیا۔ محاصرہ لمبا ہو گیا۔ گو دمشق کا شہر ضرور بڑا تھا۔ لیکن عسکری لحاظ سے اتنا اہم نہ تھا۔ یہاں پر دشمن کی فوج کو اس طرح تہس نہس نہ کیا جا سکا جس طرح اجنادین میں کیا گیا۔ یہی چیز حمص میں ہوئی البتہ فحل کی فتح کے ثمرات زیادہ تھے اپنا عقب بھی دشمن سے پاک ہوا۔ اور نچلے علاقوں میں فتوحات کو بھی آگے بڑھایا جا سکا۔ اور دشمن کی فوج کا بھی بے پناہ نقصان ہوا۔

۳۔ فوجی حکمتِ عملی کے لحاظ سے بہترین تجویز وہ ہوتی ہے کہ ایک ہی وار سے اہم زمین پر بھی قبضہ کر لیا جائے اور دشمن کی فوج کو بھی تہس اور نہس کر دیا جائے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دشمن بھی اہم زمین کے بچاؤ کے لئے اپنی تمام تر قوت کو جنگ میں جھونک دیتا ہے اور اِسی کو فوجی مبصروں نے "مقناطیس" کا نام دیا ہے کہ افواج ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ دراصل بات ضرورت ہی کی ہوتی ہے۔ بہرحال اگر یہ دونوں مدعا ایک ہی وار میں حاصل ہو جائیں تو فبہا۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر جو کچھ مل جائے۔ اگر دشمن کی فوج کو تہس و نہس کر سکیں تو بہتر ورنہ اہم زمین پر قبضہ ہی ہو جائے تو ٹھیک ہے۔

۴۔ دمشق کی فتح میں یہ دونوں چیزیں حاصل نہ ہو سکیں، کیونکہ دمشق نہ تو اہم مقام تھا اور نہ دشمن کو برباد کر سکے۔ تو پھر ثمرات حاصل کرنے کی بجائے فتوحات کو آگے بڑھانا پڑا۔ اور اس طرح جنوبی علاقوں یعنی اردن اور فلسطین میں بھی فتوحات حاصل کرنا پڑیں۔ اور شمالی شام تک اسلام کو بھی پھیلا دیا گیا۔ بلکہ ایران میں کمک بھی بھیج دی گئی۔ لیکن اب اِن فتوحات کو قائم رکھنے کی ضرورت تھی۔

Marfat.com

۵۔ یہ فتوحات شمال میں قائم نہ رکھی جا سکیں اور اگلے باب میں اِن علاقوں سے پسپائی کا ذکر ہو گا۔ بلکہ دمشق کو بھی چھوڑنا پڑا۔ تو کیا اِن فتوحات کو حاصل کرنے کی کارروائی غلط تھی کہ اِن فتوحات کو قائم نہ رکھا جا سکا؟ نہیں بات یہ نہیں۔ ایران میں بھی مسلمان حیرہ کب کا فتح کر چکے تھے اور دریائے فرات کو پار کر کے دشمن کو کسکر اور بابل کے مقامات پر شکست دے چکے تھے لیکن آخری فتح انہوں نے قادسیہ کے مقام پر حاصل کی اور قادسیہ میں اکٹھا ہوتے وقت پہلے کے فتح شدہ علاقے چھوڑ آئے۔ مسلمانوں کا یہ ایک طرزِ جنگ تھا۔ وہ فتوحات حاصل کرتے تھے اور اپنے آپ کو آگے صرف اِتنا بڑھاتے تھے کہ جس حد تک وہ اپنے آپ کو "کھینچ" سکتے تھے۔ پھر جب دشمن کا آگے سے زور پڑتا تھا تو وہ اپنے آپ کو سپرنگ کی طرح "سکیڑ" لیتے تھے۔ اور جب دشمن اِس بُنیان المرصوص کے ساتھ ٹکریں مار مار کر تھک جاتا تو وہ متحرک ہو کر دشمن کو تہس نہس کر دیتے تھے۔

۶۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا پاکستان میں ہم بھی کسی ایسی طرزِ جنگ کو اپنائیں؟ تو یہ ایک مشکل سوال ہے ۱۹۷۱ء میں سیالکوٹ کے محاذ پر ہم نے ایسا کیا اور نقصان اُٹھایا اور موجودہ حالات میں ہم ایسی کارروائی نہیں کر سکتے۔ ایسی کارروائی دشمن کے علاقے میں کی جا سکتی ہے اور وہ بھی محدود حد تک اور ایسی کارروائی کے لئے ہمیں اُس فلسفۂ حیات پر مکمل طور پر عمل کرنا ہو گا جس پر وہ مسلمان عمل کرتے تھے کہ جب اذان کی صدا بلند کرتے تھے تو پہاڑوں کے دل ہل جاتے تھے:-

ے ناگاہ فضا بانگِ اذان سے ہوئی لبریز

وہ نعرہ کہ ہل جاتا ہے جس سے دلِ کہسار (اقبالؒ)

۷۔ تو اب سوال یہ تھا کہ کیا مسلمان جو کچھ حاصل کر چکے تھے اُس کو کھو دینے کے بعد دشمن خاموش ہو جائیں گے؟ اُن کا متبرک مقام بھی بیت المقدس تھا اور حضرت عیسٰیؑ کی پیدائش والی جگہ بھی فلسطین ہی میں تھی۔ مسلمانوں نے حکمت عملی کے طور پر بیت المقدس پر قبضہ تو نہ کر لیا تھا، لیکن اُس کے چاروں طرف اور بہت اوپر تک سب شام و فلسطین پر اسلامی لشکر چھائے ہوئے تھے اور بیت المقدس کسی وقت بھی اُن کی جھولی میں گر سکتا تھا۔ اگر اہلِ روم ایشیا سے خاموشی کے ساتھ دُم دبا کر بھاگ جاتے اور قسطنطنیہ (استنبول) میں جا کر پناہ گزیں ہوتے، تو مسلمانوں کا سیلاب اُس طرف بڑھتا جاتا۔ چنانچہ ہرقل جیسے مدبر آدمی کے لئے ضروری تھا کہ کم از کم وہ ایک بھرپور کوشش ضرور کرے۔ اور مسلمان یہ جانتے تھے۔ تو تب ہی وہ ایمان

Marfat.com

کے محاذ پر "خاموش" ہو چکے تھے۔

۸- اہلِ یورپ کے جنگی ماہرین اسی وجہ سے فتح کا اختتامی مقام نہیں تلاش کر سکے کہ اُن کے پاس فلسفے باطل ہیں۔ بامقصد جنگ کی تیاری کے لیے زماں و مکان اور ذرائع کو ایک اعلیٰ ترین حکمتِ عملی کے تحت شیر و شکر کیا جاتا ہے اور تب ہی مسلمانوں نے یہ فتوحات حاصل کیں:-

ے چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے

رفعتِ شان رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ دیکھے۔ (اقبالؒ)

Marfat.com

آٹھواں باب

یرموک کی جنگ کے لئے طرفین کی تیاری

تاریخی لحاظ سے یرموک کی جنگ، دنیا کی ایک عظیم ترین جنگ ہے حضور پاکؐ کے زمانے سے جب آپؐ نے ہرقل کو اسلام کی دعوت دی۔ اور عیسائی سردار شرجیل نے مسلمان سفیر جناب حارثؓ کو شہید کر دیا یا بعد میں جنگ موتہ ہوئی۔ پھر تبوک کی مہم اور جناب اسامہؓ بن زیدؓ کے لشکر کے حربی مظاہرے ہوئے۔ یا اب تک ان سات ابواب میں جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے، اِن سب کارروائیوں کے نتیجے کے طور پر یرموک کے میدان میں پندرہ ہجری کے وسط میں ایک بھرپور کارروائی ہوئی جو اس صدی کی تو بلاشبہ بہت بڑی فیصلہ کن جنگ تھی، لیکن دراصل ایسی فیصلہ کن جنگیں تاریخ میں خال خال نظر آتی ہیں۔

مورخین کے تبصرے

اہل یورپ سمیت دنیا کے تمام مورخین اور مبصرین نے اِس جنگ کو دنیا کی ایک عظیم اور فیصلہ کن جنگ قرار دیا ہے جس نے تاریخ کے دھارے ہی تبدیل کر کے رکھ دیئے۔ میجر جنرل فُلر جیسا متعصب مبصر بھی اپنی کتاب میں اس جنگ پر ایک پیراگراف لکھ ہی چھوڑتا ہے۔ لیکن یہاں بھی اُس کے ذہن میں سازش و شرارت ہے جنگ کا ذکر کرنا تو اُس کے لئے ضروری ہو گیا تھا۔ کہ اہل روم یا بقولِ اہلِ یورپ بازنطینی لوگوں نے اِس جنگ کے بعد ایشیا کو الوداعی سلام کہا اور چند سال بعد اگر مسلمان ایک طرف آبنائے باسفورس کے قریب خیمہ زن تھے تو دوسری طرف افریقہ سے اہل روم کو نکال چکے تھے اور پھر اُس کے چند سال بعد سپین کے راستے یورپ میں داخل ہو گئے۔ جنگ یرموک ایک دروازہ تھا جس کے کواڑ زبردستی کھولنے کے بعد کئی سو سال تک مسلمان مجاہدین کو روکنے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ تو جنرل فُلر کو مجبوراً اِس جنگ کا ذکر کرنا پڑا، ہاں؛ شرارت کے طور پر مسلمانوں کی اِس عظیم فتح کے لئے فُلر نے ساری جنگ کی سطح کو کم تر کرنے کی کوشش بھی کی۔

اِس جنگ میں وُہ رومیوں کی تعداد پچاس ہزار بتاتا ہے اور مسلمانوں کی کم تعداد کو بھی تسلیم کرتا ہے کہ وہ صرف پچیس ہزار تھے۔ آگے جناب خالدؓ کے منفرد اور حرکتی چال کو بھی تسلیم کرتا ہے لیکن رومیوں

Marfat.com

کی شکست کی وجہ تمام تر ان کے خراب نظامِ حکومت کے سر تھوپ دیتا ہے کہ وہ ایشیائی علاقوں کے لوگوں کے ساتھ اچھی طرح پیش نہ آتے تھے۔ لیکن یہ بھول جاتا ہے کہ لوگ تو لڑائی میں حصّہ نہ لے رہے تھے اور علاقے کے جو لوگ جبلہ سمیت رومیوں کے ساتھ تھے وہ جنگ کے کئی سال بعد بھی رومیوں کے وفادار رہے اور کچھ لوگ یورپ میں جا کر آباد بھی ہو گئے۔ لیکن اصلی بات یہ ہے کہ لشکر میں ۹۰ نوّے فیصد لوگ آرمینیا، یونان اور باقی بلقان کے علاقوں سے تھے، انہوں نے صلیبیں اٹھائی ہوئی تھیں اور جنگ کو مذہبی رنگ دیا جا رہا تھا۔ تو پھر لوگوں پر خراب حکومت نے میدانِ جنگ پر کیا اثرات ڈالے؟ ہاں البتہ جنرل گلب کو اصلی بات معلوم نہ تھی:۔

۵ مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے

وہ کیا تھا؟ زورِ حیدرؓ. فقرِ بوذرؓ. صدقِ سلمانیؓ۔ (اقبالؒ)

اہلِ یورپ کا تعصّب

کیمبرج یونیورسٹی کی تاریخی کتابوں کا متعصب مصنّف پروفیسر بیکر بھی تسلیم کرتا ہے کہ اہل روم کی فوج کی تعداد یرموک کی جنگ میں مسلمانوں کی تعداد سے زیادہ تھی۔ اور جنرل گلب بھی تسلیم کرتا ہے کہ سرزمین شام پر اس سے پہلے اہلِ روم کا اتنا بڑا لشکر دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ لیکن یہ دونوں تعداد کے بارے میں خاموش ہیں۔ مشہور مورخ گبن بھی رومیوں کی برتر تعداد کو تسلیم کرتا ہے۔ اور پھر یہ سارے مورخ جنگ کے آخری دن آنے والی ایک آندھی کو شکست کی وجہ قرار دے دیتے ہیں۔ لیکن آندھی کی وجہ سے رومی یرموک سے بھاگ کر دمشق یا حمص یا بیروت وغیرہ میں ٹھہر جاتے آخر ایشیا کو الوداعی سلام کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ وہ ضرورت تو صرف اِس لئے پیش آئی کہ اہلِ روم کو یرموک کے میدان میں ستر ہزار لاشیں چھوڑ کر بھاگنا پڑا تھا مسلمانوں نے یہ لاشیں بعد میں گنیں کہ اُس دن فوری تعاقب پر نہ جا سکے کہ رات پڑ گئی تھی۔ دوسرے دن محدود تعاقب کے ذریعے صرف رومی سپہ سالار اعظم کا سر کاٹنے کی ضرورت تھی جو مجاہدین نے کاٹ لیا۔ بہر حال غیروں کا تعصب اپنی جگہ پر۔ ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ جنگ بہت ہی زیادہ فیصلہ کن تھی اور یہ وزنی فیصلہ کئی سو سال ہمارے ترازو کے پلڑے میں رہا۔ لیکن حق اور باطل کی یہ جنگ جاری و ساری ہے اِس لئے جنگ یرموک کو اگر پہلی صلیبی جنگ کا نام دے دیں تو کوئی ہرج نہیں کہ بعد کی صلیبی جنگوں میں بھی وہی صلیبی جھنڈے اُٹھانے کا طریقہ اپنایا گیا، جو یرموک کی جنگ میں اپنایا گیا تھا۔ وہی صلیبیں، وہی پادری، وہی یورپ سے کمک

Marfat.com

اور علاقے کی نصرانی آبادی کے جذبات کو بھڑکانا جیسے اُس وقت شروع کیا ویسے ہی اُس کو صلیبی جنگوں میں بھی دہرایا گیا اور آج اسرائیل یا لبنانی عیسائیوں سے وہی کچھ کرایا جا رہا ہے۔ اور "کمک" اب بھی آ رہی ہے اور کمک دینے والے دوسری دنیا کے یورپین ہیں۔

جنگِ یرموک کا عسکری پہلو

اِس تاریخی پہلو کے علاوہ، فوجی لحاظ سے یرموک کی جنگ نہ صرف اہم ہے اور اس سے اہم نتائج نکلے بلکہ اس کا مطالعہ عسکری تاریخ کے جو مطالعے فوج میں بحث کے ذریعے کئے جاتے ہیں اُن کے لئے کافی مواد موجود ہے اور معاملات کو زیرِ بحث لانے کے لئے حربی پہلو، ذرائع، زمین، صف بندی، طرزِ جنگ وغیرہ کی اس طرح چھان پھٹک ہو سکتی ہے کہ دنیا کی دوسری جنگوں میں اِس کی مثال مشکل سے ملے گی، یہ مقابلہ اُس زمانے کی دو تین صدی سے تسلیم شدہ حکمت عملی کے دو ملنے ہوئے ماہروں کے درمیان تھا۔ ایک طرف ہرقل تھا جو دنیاوی لحاظ سے اپنے زمانے کا ماہر مدبر تھا۔ وہ ایسی کامیابیاں حاصل کر چکا تھا جن کی مثال عام تاریخ میں مشکل سے ملتی ہے۔ کہ جب ایران کی فوج نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو وہ چپکے سے ایک طرف سے نکلا اور فوج اکھٹی کر کے ایرانی دارالحکومت مدائن کے دروازے کھٹکھٹانے شروع کر دیئے اور جنگ کا رُخ ہی تبدیل کر کے رکھ دیا۔ دوسری طرف صحرائے عرب کے بوریا نشین اور حضور پاکؐ کے غلام جناب فاروق اعظمؓ تھے۔ وہ وہی کچھ کرتے تھے جو اُنہوں نے اپنے آقا حضرت محمد مصطفےؐ سے سیکھا تھا اور اپنے عظیم رفیق، یارِ غارؓ کی بنائی ہوئی حکمتِ عملی کو پروان چڑھا رہے تھے۔ میدانِ جنگ میں ایک طرف اگر ہرقل کے بیٹے خاندان کے تمام عظیم جرنیل، یورپ کے جنگجو اور صلیبوں کے جھنڈے تلے لڑنے والے نصرانی تھے، تو ان کے مقابلے میں امین الامتؓ اللہ کی تلوار، وحی کے کئی کاتبؓ، اسلام کے عظیم عالم حضور پاکؐ کے عاشق و غلام، قرآن پاک کے حافظ اور اللہ کے ذکر سے روحانی غذا حاصل کرنے والے مجاہدین تھے جو صرف اللہ اور رسولؐ کے لئے لڑتے تھے۔

؎ مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار ــــــ ہر زماں پیشِ نظر لَا یُخْلِفُ الْمِیعَادُ دار (اقبالؒ)

طرفین کے تجزیئے

ہرقل کا ردِعمل بڑا مدبرانہ تھا۔ اور مسلمان افواج اس زمانے میں جس طرح پوری سرزمین شام

Marfat.com

پر پھیلی ہوئی تھیں۔ پچھلے ابواب میں اِس کا ذکر ہو چکا ہے۔

اگر ہر لشکر رومیوں کے بھرپور وار کا الگ الگ مقابلہ کرتا تو حالات کو سنبھالا دینا مشکل ہو جاتا۔ اِس لئے ہرقل کے ردِ عمل کے خلاف مسلمانوں کا مزید ردِ عمل یہ تھا کہ انہوں نے اپنی فراست کو استعمال کیا۔ اور اپنی طاقت کو منتشر نہ ہونے دیا۔ یہ سبق [1] اُن کو حضور پاکؐ پڑھا گئے تھے۔ اب مسلمانوں کے لئے سوال یہ تھا کہ دشمن کے ساتھ مقابلہ کس جگہ کیا جائے۔ اہلِ روم کا دوست "سمندر" مغرب میں تھا۔ مسلمانوں کا دوست "ریگستان" مشرق میں تھا۔ جو حمص سے لیکر دومۃ الجندل تک پھیلا ہوا تھا۔ مسلمان اگر دمشق سے اوپر کسی بھی جگہ اہلِ روم کا مقابلہ کرتے تو ریگستان مسلمانوں کی مدد کر رہا تھا۔ لیکن وُہ ایسی جگہ پر مقابلہ کرنا چاہتے تھے کہ ریگستان تو مسلمانوں کی مدد کرے لیکن رومی سمندر سے مکمل فائدہ نہ اُٹھا سکیں پھر مسلمان حکمتِ عملی کے طور پر بھی دشمن کے خلاف حیران کن کارروائی کرنا چاہتے تھے۔ کہ اُس کے ساز پر ناچنے کی بجائے اُس کو اپنے ساز پر نچائیں۔

جنرل گلب کا تعصب

جنگِ یرموک فوجی لحاظ سے ایک دلچسپ مطالعہ مہیا کرتی ہے اور اِس ساری تمہید کا مقصد یہ بھی ہے کہ عسکری تاریخ کے طالبان علم پوری جنگ کے ایک ایک واقعہ کا مطالعہ اِن نکتوں کے تحت کریں جو پہلے سے واضح کئے جا رہے ہیں۔ مثال کے طور پر اہل روم حکمت عملی میں کچھ کم تدبر کے مالک نہ تھے۔ بے شک اُن کے پاس مسلمان مجاہدین والی فراست نہ تھی مگر حربی تدبر ضرور تھا۔ لیکن وہ حیران اِس وجہ سے تھے۔ کہ اُن کا کس قوم کے ساتھ واسطہ ہے کہ وُہ ہر جنگ میں کسی نئی طرز یا تدبیرات کا مظاہرہ کرتے ہیں چنانچہ ہمارے لئے جنگ کی تیاری کے واقعات میں جانا بہت ضروری ہے تاکہ ہم تیاری کے ذریعے جنگ کے واقعات میں داخل ہوں اور پھر اِن واقعات سے نتائج اور اسباق اِس مطالعہ کی مدد سے نکال سکیں۔

جنرل گلب بھی ایسے مطالعوں کا ذکر کرتا ہے۔ لیکن جب وہ اہل روم کے ساتھ مسلمانوں کی جنگوں کے ذکر کی طرف آتا ہے تو ایک عجیب و غریب تعصب سے کام لیتا ہے اور اب اس کے بیانات میں وہ صفائی

---

[1] تفصیل کے لئے جلال مصطفٰے کے دوسرے باب خصوصاً صفحہ ۸۴ سے استفادہ کریں۔

نہیں رہتی، جو اُس نے مسلمانوں کی عراق کی فتوحات کے سلسلہ میں دکھائی۔ جنگ یرموک کے واقعہ کو اِس طرح بیان کرتا ہے:۔

"عرب تاریخ دان، اِس کی کوئی وجہ نہیں بیان کرسکے، کہ مسلمان اتنا جنوب کی طرف کیوں پسپا ہوگئے، وہ کسی بھی جگہ ریگستان کا استعمال کرسکتے تھے۔ اور ہرقل بھی مسلمانوں کی اِس پسپائی سے خوش ہوگیا ہوگا، کہ اس کے بعد مسلمان شمالی یا اوپر والے شام پر حملہ آور نہ ہوسکیں گے اِس لیئے اُس کی فوج بھی صف بندی کرکے اور پوزیشن لے کر یرموک کے میدان جنگ میں ٹھہر گئی۔ اور جب آندھی چلی تو اُس سے مسلمانوں کو فائدہ ہوا۔ کہ رومیوں کے منہ پر ریت کے چھینٹے پڑ رہے تھے اور مسلمانوں نے کچھ تجویز ضرور بنائی تھی، کہ اُن کے دستے دائیں اور بائیں سے بڑھ کر رومیوں کے پیچھے پہنچ گئے پھر اسلامی لشکر نے آگے بڑھ کر رومیوں کو شکست فاش دے دی۔"

یہ پڑھ کر ہنسی ضرور آتی ہے کہ مسلمانوں نے بھی "کچھ تجویز" بنائی تھی۔ اور جنرل گلب کے اِس سوال کا جواب بھی جنگ کے نتائج میں موجود ہے۔ کہ مسلمان اِتنا جنوب اِس لیئے آئے تھے۔ کہ قیصر روم ایشیا کو الوداعی سلام کہہ دے۔ ہم مسلمان کافی سادہ ہیں کہ جنرل گلب، اردن والوں کا مشیر بن کر مسلمانوں کے اتحاد میں جوڑ توڑ کرتا رہا وہ تو الگ بات ہے لیکن ایک کتاب لکھ کر ہماری تاریخ کو بھی خراب کرگیا۔ ظاہر ہے وہ بھی بالفور کے اعلان کو پروان چڑھانے کے لیئے آیا تھا۔

ے جلتا ہے مگر شام و فلسطین پر مرا دل — تدبیر سے کھلتا نہیں یہ عقدہ دشوار!
ترکان جفا پیشہ کے پنجہ سے نکل کر — بے چارے ہیں تہذیب کے پھندے میں گرفتار (اقبالؒ)

ہرقل کا تجزیہ

اب ہم جنگ یرموک کی کہانی کی طرف واپس آتے ہیں۔ ہرقل کے تدبر میں کوئی شک نہ تھا۔ اجنادین کی شکست کے بعد اُس نے دمشق کے محاصرہ کے سلسلہ میں مسلمانوں کو کافی عرصہ روکا۔ علاوہ دمشق پر مسلمانوں کے قبضہ کے بعد ہرقل نے فحل کے مقام پر اجنادین کی قسم کی کارروائی کی لیکن مسلمان مجاہدین نے وہاں پر بھی اس کی فوجوں کو شکست دی۔ مسلمان ابھی فحل سے نکل کر طبریہ وغیرہ کے علاقوں میں مصروف تھے، تو ہرقل نے ایک دھاوا کرکے دمشق پر اچانک قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن جناب ابو عبیدہؓ

Marfat.com

اور جناب خالدؓ بر وقت وہاں موجود تھے۔ ہرقل کی یہ کوشش بھی پھل نہ لا سکی اور رومیوں کا اتنا سخت نقصان ہوا کہ جناب ابو عبیدہؓ اور جناب خالدؓ نے نہ صرف حمص پر آسانی سے قبضہ کر لیا بلکہ وہاں سے آگے تک پیش قدمی کر گئے۔

لیکن ہرقل نے حوصلہ نہ ہارا۔ وہ پُر امید تھا۔ اور اس نے ایک بڑا لاؤ لشکر تیار کیا، جس کی تعداد بعض مورخین نے دو لاکھ بتائی ہے اور بعض نے ڈیڑھ لاکھ۔ اس فوج کا سپہ سالارِ اعظم کچھ مورخین کے لحاظ سے باہان تھا۔ اور کچھ کے لحاظ سے تو ذرا لیکن باہان والی بات زیادہ صحیح ہے کہ تو ذرا مرج الردم کی جنگ میں مارا گیا تھا۔

رومیوں کے لشکر اور تجویز

باہان آرمینیا کا باجگزار بادشاہ بھی تھا۔ وہ آرمینیا سے ایک لشکر تیار کر کے لے آیا تھا۔ دوسرا لشکر قناطیر کا تھا۔ جو بلغان کے علاقے کی سلاو قوم کا شہزادہ تھا۔ تیسرا لشکر گریگوری کا تھا جو یونانی تھا۔ اور چوتھا لشکر دیرجان کا تھا جس میں ملی جلی قومیتوں کے لوگ تھے۔ ایک پانچواں لشکر بھی تھا لیکن اس کے جوانوں کو اکثر دوسرے لشکروں میں بانٹ دیتے تھے۔ اس لشکر میں زیادہ تر ایشیا کے عرب النسل عیسائی تھے، جس میں زیادہ تعداد قبیلہ غسان کی تھی اور لشکر کا کمانڈر جبلہ تھا۔ جو شرحبیل کے بعد غسانی علاقے کا باجگزار بادشاہ تھا۔ یہ تمام لشکر انطاکیہ اور شمالی شام کے علاقوں میں اکٹھے کئے جا رہے تھے اور ہر لشکر کی نفری تقریباً تیس ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے۔

اس طرح رومی لشکر کی تعداد تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار بنتی ہے۔ لیکن اہل روم کا ایک لشکر جس کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ قساریہ کا دفاع کر رہا تھا۔ وہاں پر اپنے بھائی یزیدؓ کے حکم کے تحت جناب معاویہؓ قساریہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے لیکن جب دونوں بھائیوں کو پسپا ہو کر یرموک جانے کے حکم ملے تو قساریہ کا لشکر یا اُس کا کچھ حصّہ بھی ضرور باقی رومی لشکر میں شامل ہو گیا ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ مورخین میں لشکر کی تعداد میں تھوڑے سے اختلافات ہیں۔ بہرحال ہرقل کی تجویز یہ تھی کہ جیسے ہی جگہ جگہ پر مسلمان لشکر منتشر ہیں اُن کو قینچی کے ساتھ کتر کر رکھ دیا جائے۔ اور جب کوئی لشکر آگے یا پیچھے ملاپ کرنا چاہے تو درمیان یا عقب میں رومی اہم زمین پر قبضہ کر چکے ہوں۔ اس لئے اب اسلامی لشکروں کی تعیناتی اور ردِ عملوں کا جائزہ ضروری ہے۔

اسلامی لشکروں کی پوزیشن اور جناب ابو عبیدہؓ کا ردِ عمل

نقشہ سیزدہم کا مطالعہ کریں

Marfat.com

نقشہ پنجم :۔ ہرقل کی شام سے مسلمانوں کو نکالنے کے لئے بھرپور کارروائی اور جنگ یرموک کی تیاری

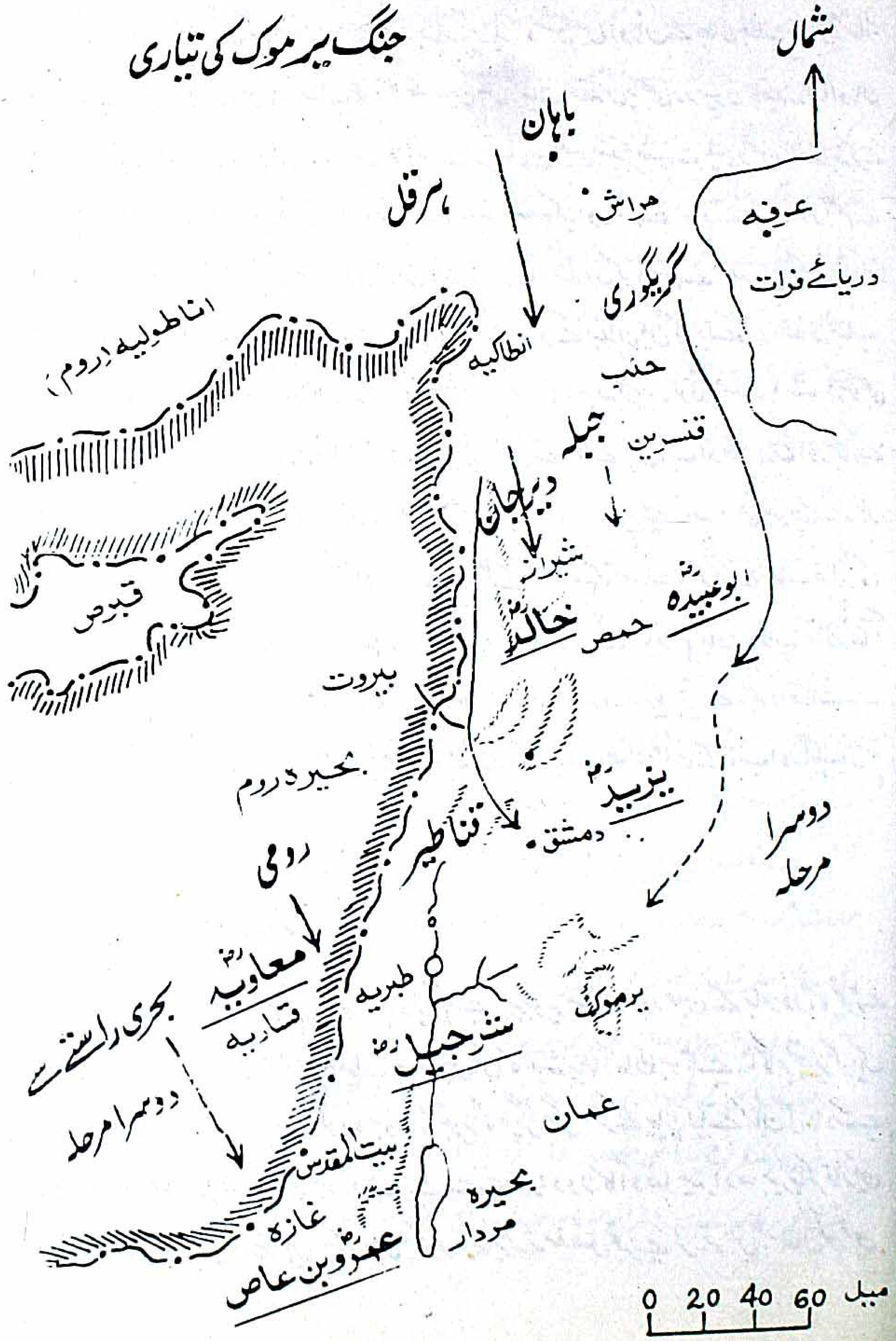

Marfat.com

شیزار کے مقام پر مسلمانوں کے آگے والے دستوں کو خبر ملی کہ اہلِ روم بے پناہ انسانوں کا ہجوم اکٹھا کر چکے تھے۔ اور ایک طوفان کے ریلے کی طرح تمام اسلامی لشکروں پر چھا جانا چاہتے تھے۔ اُس وقت جناب ابو عبیدہؓ اور جناب خالدؓ حمص کے گرد و نواح میں تھے۔ جناب یزیدؓ دمشق میں اور اُن کے بھائی جناب معاویہؓ قیساریہ میں۔ جناب شرجیلؓ اردن میں اور جناب عمروؓ فلسطین میں۔ بیت المقدس پر بھی رومیوں کا قبضہ تھا اور ان کی فوج کا ایک مضبوط دستہ وہاں موجود تھا۔ ظاہر ہے کہ مسلمان ایسی منتشر صورت میں دشمن کا مقابلہ کرنے کے قابل نہ تھے۔ جناب ابو عبیدہؓ نے جناب خالدؓ کے ساتھ مشورہ کیا اور پورے محاذ کے سپہ سالارِ اعظم کے طور پر حکمتِ عملی کے مطابق ایک تجویز بنائی کہ ان حالات میں تمام لشکروں کو دمشق کے عقب میں کسی جگہ اکٹھا کیا جائے اور پھر حالات کے مطابق صف بندی اپنے کسی چنے ہوئے میدان میں کی جائے، وہ علاقہ جناب یزیدؓ بن ابو سفیانؓ کا تھا۔ اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ کسی مورخ یا مبصر کو یہاں کوئی اختلافی بات نہ سوجھی کہ یہاں پر سپہ سالاری جناب یزیدؓ کے حوالے کر دیتے، جیسے فحل کے علاقے میں ایک آدھ مورخ اور ہمارے ایک مبصر کے سپہ سالاری کے فرائض جناب شرجیلؓ کو دے دیئے اور اس پر پہلے تبصرہ بھی ہو چکا ہے۔ ہاں البتہ اکثر مورخین نے جناب ابو عبیدہؓ اور جناب خالدؓ کے مشورہ کے بعد اپنے قلم کا رُخ جناب خالدؓ کی طرف کر دیا کہ عملی طور پر جناب خالدؓ ہی مسلمانوں کے سپہ سالارِ اعظم بن گئے۔ یا تمام تجاویز جناب خالدؓ بنا رہے تھے۔ اور جناب ابو عبیدہؓ تمام احکام خالدؓ سے دلواتے تھے۔ وغیرہ۔ یہ زیادتی ہے۔ ہم واقعات سے ثابت کریں گے کہ سب کام جناب ابو عبیدہؓ کر رہے تھے۔ اور جناب خالدؓ اُن کے نائب اور ایک دستہ کے کمانڈر تھے۔

ہرقل کی تجویز و تدبیرات

ہرقل کی تجویز کا نقشہ پنجم میں کچھ اظہار کیا گیا ہے۔ یہ تجویز متعدد مورخین کے جائزوں کا نچوڑ ہے کہ وہ نقشے نہ بناتے تھے۔ جو تجاویز کامیاب ہو جائیں اُن کا نقشہ بنانا آسان ہوتا ہے۔ ناکام تجویز کو ایک مفروضہ ہی سمجھیں۔ اہلِ یورپ نے تو رومیوں کی تجویز کو "پگڑ مگڑ" کر کے بیان کیا ہے۔ اُن کی عادت ہے کہ مسلمانوں کے خلاف جہاں ناکامی ہو، وہاں پہلے سے ہی ارادوں کا آدھا تیتر آدھا بٹیر بنا کر قارئین کو بھول بھلیوں میں ڈال دیتے ہیں۔ لیکن اپنی جنگوں کے بڑے مفصل تجزیئے کرتے ہیں۔ مسلمان مورخین

Marfat.com

نے اپنے آپ کو صرف واقعات تک محدود رکھا۔ حکمت عملی اور تجاویز کو زیادہ زیر بحث نہ لاتے تھے۔ واقعات میں دشمن کی ناکامی کی گہرائی میں بھی نہ جاتے تھے۔ اس لئے ہم ہرقل کی جو تجویز بیان کر رہے ہیں وہ واقعات کے نچوڑ سے بنائی گئی ہے اور ہم اس سلسلہ میں مفصل تبصرہ نہ کر سکیں گے کہ کچھ مفروضے بھی بیچ میں شامل ہیں۔

ہرقل کو زیادہ فکر جناب ابوعبیدہؓ اور جناب خالدؓ کی تھی کہ وہ کافی شمال میں جا چکے تھے۔ اس لئے ہرقل ان کے خلاف کوئی حیران کن کارروائی کرنا چاہتا تھا اور اس سلسلے میں وہ اسلام کے ان دونوں عظیم فرزندوں کے لشکر کے اوپر ایک "جال" پھینکنے کی کوشش میں تھا۔ اس کا طریق کار کچھ ایسا تھا کہ مسلمانوں کے سامنے جبلہ اپنے ایشیائی نصرانی لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرے گا۔ اور جناب خالدؓ اور جناب ابوعبیدہؓ دونوں کو الجھا کر رکھ دے گا۔ اور الجھے ہوئے مسلمانوں کے بائیں بازو یعنی مغرب کی طرف سے دیرجان پیش قدمی کرے گا اور شمال مشرق کی طرف سے مسلمانوں کے دائیں بازو پر گریگوری حملہ کرے گا۔ تو اس طرح تقریباً ستر اسی ہزار کے یہ تین لشکر پہلے مرحلے میں جناب خالدؓ اور جناب ابوعبیدہؓ کے چودہ، پندرہ ہزار کے لشکر کا ایسا صفایا کر دیں گے کہ ان میں سے کوئی آدمی بچ کر نہ جا سکے گا۔

دوسرے مرحلے میں قناطیر بیروت سے آگے بڑھ کر جناب یزیدؓ کو الجھا رکھے گا اور اوپر والے تین لشکر یعنی جبلہ، گریگوری، اور دیرجان حمص کے علاقے میں مسلمانوں کا صفایا کرنے کے بعد قناطیر کی مدد کے لئے آ پہنچیں گے۔ جناب یزیدؓ اگر قساریہ کے محاصرہ کو ختم کر کے اپنی ساری فوج کو دمشق میں اکٹھا کر بھی لیں گے تو اہل روم کے چار لشکروں کے سامنے جناب یزیدؓ کے آٹھ دس ہزار آدمی زیادہ دن نہ ٹھہر سکیں گے۔

تیسرے مرحلے کے لئے باہان دمشق میں پہنچ کر احکام دے گا کہ باقی ماندہ مسلمانوں کے دو لشکروں یعنی جناب شرجیلؓ اور جناب عمروؓ کے ساتھ کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔ بلکہ یہ دو لشکر رومیوں کے لئے تر نوالہ ہوں گے۔ ان حالات میں ہرقل نے جو تجویز بنائی تھی اس سے بہتر کوئی اور تجویز تصور میں لانی مشکل ہے۔ اس نے بھرپور تیاری کی۔ تمام لشکر تیار کر کے ان کو باقاعدہ تجویز کے ساتھ محاذ جنگ پر کارروائی کا حکم دے دیا۔

جبلہ جو ایشیائی نصرانی تھا۔ اُس کو کچھ یہ شہ بھی دی گئی کہ لوہا، لوہے کو کاٹتا ہے۔ عربوں کے طریق جنگ سے جبلہ اور اُس کے لشکر والے زیادہ واقف ہیں، اس لئے اُس کو سب سے پہلے پیش قدمی کا حکم تھا۔ علاوہ اپنے یورپین لاؤ لشکر کو چھپانا بھی مقصود تھا، اور یہ پہلا مرحلہ تھا۔ دوسرے مرحلے کو ہم نے ٹوٹی ہوئی لکیروں سے نقشہ پنجم پر ظاہر کیا ہے۔ تیسرا مرحلہ کسی حد تک صحیح مفروضہ ہے کہ گو ایسا زمین پر تو نہ ہوا، لیکن اہل روم

Marfat.com

کے پہلے دو مرحلوں میں فتح کے بعد یہ ثمرات" اُن کو ضرور بر ضرور حاصل ہو جاتے۔

ایک جائزہ

جنرل گلب کہتا ہے کہ حیرانگی کی بات یہ ہے کہ مسلمان اتنے مضبوط تھے، کہ یرموک کے میدان میں اُنہوں نے رومیوں کو شکستِ فاش دے دی تو پھر انہوں نے یرموک تک پسپائی کیوں اختیار کی۔ اِس سوال کا جواب زیادہ تر تو جنگ کی کارروائی سے ملے گا کہ مسلمانوں نے کتنی محنت اعلےٰ تدبیرات، جذبۂ جہاد، حربی خوبیوں کی مدد سے فتح حاصل کی لیکن یہاں پر حکمتِ عملی کے پہلو کی وضاحت ضروری ہے "کہ یہ سب کچھ حکمتِ عملی کے تحت تھا۔ کلاسوِٹز نے اِس سلسلہ میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اور وہ اِس کو اعلےٰ حکمتِ عملی کہتا ہے کہ اندرون ملک پسپائی اختیار کر کے دشمن کو اپنی چُنی ہوئی زمین پر شکست دی جائے۔ وہ ۱۸۱۲ء میں نپولین کے سامنے روسیوں کی پسپائی کا ذکر کرتا ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کی تجویز روسیوں سے بھی ہزار درجے بہتر تھی کہ روسیوں نے خوب مار کھائی اور چونکہ نپولین اپنے آپ کو بہت زیادہ کھینچ چکا تھا اِس لئے مار کھا گیا۔ لیکن یہاں پر تو مسلمانوں نے کمال ہی کر دی اور گلب جو عسکری تاریخوں کا طالب علم ہے، اُس کو مسلمانوں کی کارروائی پر عش عش کرنا چاہیئے تھا۔ کہ مسلمانوں کو زمین اور حالات ایسا کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ اور ہم یہ فالتو تبصرہ بھی کریں گے کہ یہ اصول ہر ملک کو لاگو نہیں اور ہم پاکستان میں ایسا نہیں کر سکتے۔ کلاسوِٹز کے کتابوں کے ترجمہ کے وقت ہم نے اس پہلو کو بہتر طور پر واضح[1] کر دیا ہے۔

جنرل گلب اور مغربی مبصر واقعات کو جان بوجھ کر بیان نہیں کرتے اور پوری جنگ کی حیثیت کو کم تر بنانے کے لئے تعصب سے بھرا ہوا ایک تبصرہ کر دیتے ہیں کہ مسلمان پتہ نہیں کہ پسپا کیوں ہو گئے؟ اُس کا جواب یہ بھی ہے کہ اُس زمانے میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو فراست عطا کر دی تھی اور ہمارے آقا کے فرمان کے مطابق وہ ایمان کے نور سے دیکھتے تھے اور وہ ایمان کے اُس درجہ تک پہنچ چکے تھے کہ تمام علم اُن کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ وہ نہ صرف میدانِ جنگ کے نبض شناس بن چکے تھے بلکہ حالات اور حکمتِ عملی کو بھانپنے کا اللہ تعالےٰ نے اُن کو ایسا ملکہ عطا کر دیا تھا جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اُنہوں نے اپنی روشن ضمیری پر

---

[1] کلاسوِٹز اور جنگ حصّہ سوم بچیسواں باب، خاص کر صفحہ ۳۱۸ اور ۳۲۶ سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

جان بوجھ کر پردے ڈالے ہوئے تھے۔ لیکن افسوس کہ ہم اِس فقیری کو کھو بیٹھے ہیں:۔

آہ کہ ہے کھو گیا تجھ سے فقیری کا راز
ورنہ ہے مال فقیر سلطنتِ روم و شام (اقبالؒ)

مسلمانوں کی تجویز

مسلمانوں کے طریقِ کار اپنی قسم کے تھے۔ اجنادین کی جنگ سے پہلے جناب عمروؓ بن عاص کو چھوڑ کر تمام اسلامی لشکر جابیہ کے مقام پر وادیٔ یرموک میں اکٹھے رہ چکے تھے۔ پھر اجنادین کی جنگ کے بعد اسی جگہ کے نزدیک بلکہ جابیہ سے تھوڑا جنوب کی طرف واقوصہ کی گھاٹی میں مسلمان مجاہد رومیوں کے ساتھ ایک جنگ لڑ چکے تھے۔ جس کو ہم یرموک کی پہلی جنگ کا نام دے چکے ہیں۔ میدان جنگ میں سے اگر کسی حکمتِ عملی کے تحت پسپائی کرنا پڑ جائے یا کسی ایسی جگہ پر قبضہ کرنا ہو جہاں پہلے قبضہ رہ چکا ہو تو بہتر یہی ہوتا ہے کہ جو سپاہی یا جو یونٹیں جس جگہ پر رہ چکی ہوں، ان کو اسی علاقے کی ذمہ داری دی جائے یا ان کا اسی علاقے میں تعین کیا جائے جس کو وہ جانتے ہوں۔ اس طرح احکام دینے سے اور ان پر عمل پیرا ہونا بھی آسان ہوتا ہے۔ کر آدھے سے زیادہ معاملات خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جناب ابو عبیدہؓ نے وادیٔ یرموک کو پسند فرمایا اور چونکہ علاقہ دیکھا ہوا تھا، اِس لئے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی اُس جگہ پر جارحانہ دفاع کے لئے صف بندی کی تجویز اپنے ذہن میں بنالی۔

حکمتِ عملی کی پسپائی اور مسلمانوں کا اخلاق

جناب ابو عبیدہؓ، جناب یزیدؓ اور اردن و فلسطین میں جناب شرجیلؓ اور جناب عمروؓ کو اطلاع دے چکے تھے کہ جابیہ کے علاقے میں اکٹھ ہوگا۔ جناب یزیدؓ کے لئے احکام یہ تھے کہ وہ جناب ابو عبیدہؓ کا انتظار کریں اور نچلے علاقوں سے چونکہ مجاہدین کو آگے آنا تھا، اُن کو پیش قدمی کی ہدایات جلد ہی دے دی گئیں۔ پسپائی خواہ حکمت عملی کے تحت اختیار کی جائے خواہ مجبوری کے تحت، جنگ کا ایک مشکل ترین مرحلہ ہوتا ہے۔ ہر پسپائی بھگدڑ کی شکل اختیار کر سکتی ہے۔ اخلاقی قوتوں کو دھکا لگتا ہے۔ چھوٹے دل والے لوگ افواہیں پھیلاتے ہیں۔ لیکن مسلمان مجاہدین اِن باتوں سے بالاتر ہو چکے تھے اُن کی ہر حرکت میں کوئی

Marfat.com

راز ہوتا تھا۔ وہ انفرادی سطح پر بھی جھپٹ پلٹ کر لڑنے کے عادی تھے۔ اِس لئے انہوں نے اِس کارروائی کو پسپائی کا نام ہی نہ دیا۔ پہلے وہ یرموک سے اجنادین یا دمشق سے فحل جا چکے تھے اب بھی جنوب کی طرف حرکت کر رہے تھے اور حرکت میں اُن کے لئے برکت تھی کہ دین فطرت متحرک نظریہ حیات ہے۔ مسلمان امراء نے حمص اور باقی اہم مقامات کے لوگوں کو اکٹھا کیا اور کہا کہ جنگی حالات کچھ ایسی صورت اختیار کر گئے ہیں کہ وہ چند ماہ تک ان علاقوں کی شاید حفاظت نہ کر سکیں۔ لئے فی الحال جو رقم انہوں نے جزیہ یا ٹیکس کے طور پر لی ہے اس کو واپس کرتے ہیں۔ انشاء اللہ جلدی واپس آجائیں گے اور ضرورت کے تحت پھر جزیہ لے سکتے ہیں۔ لیکن لین دین اور ناپ تول کے پیمانوں میں اللہ تعالیٰ نے سخت احکام دیئے ہیں اس لئے فی الحال ساری رقم واپس کی جاتی ہے۔ لوگ ویسے بھی مسلمانوں کے کردار سے بہت متاثر ہو چکے تھے۔ انہوں نے یہ باتیں سن کر زار و قطار رونا شروع کر دیا اور بار بار پوچھتے تھے کہ مسلمان کب واپس آئیں گے اور اکثر نے رقم واپس لینے سے انکار کر دیا۔ لیکن مجاہدین نے پیسہ پیسہ لوگوں کو واپس کر دیا۔

تبصرہ

یہاں پر ایک تبصرہ کی سخت ضرورت ہے کہ مسلمان مجاہدین تو کئی سالوں سے لڑائیوں میں مصروف تھے۔ وہ قتل کرتے تھے اور قتل کئے جاتے تھے۔ اُن کو تو "ظالم" ہونا چاہیئے تھا۔ اُنہوں نے یہ "اخلاق" کہاں سے سیکھا۔ اِس کا جواب ہمارے اُن "دانشوروں" سے پوچھا جائے جو سپاہیوں کو اکھڑ اور جاہل کہتے ہیں اور پوری قوم کو "امن پسندی" کی لوری دے کر فنِ سپہ گری سے نفرت دلاتے ہیں۔ اسلام تلوار سے پھیلا یا نہ پھیلا۔ یہ بحث فضول ہے لیکن کیا ہم اِس چیز سے انکار کر سکتے ہیں کہ اکثر جگہوں میں اسلام ایسے پھیلا کہ تلوار والے جہاں بھی گئے؛ اُن کے اخلاق سے متاثر ہو کر لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو گئے۔ اسلام سپاہیوں اور غیرت مند لوگوں کا مذہب ہے۔ مسلمان اللہ کی فوج ہیں وہ ربط و ضبط میں باندھے ہوئے ہوتے ہیں اور سپاہیانہ اوصاف اُن میں اخلاق کوٹ کوٹ کر بھر دیتے ہیں۔

بُرا ہو دو سو سال کی غلامی کا کہ ہمیں سپاہیانہ اوصاف اور فن سپہ گری سے بھی نفرت ہو گئی ہمیں یہ یاد نہیں رہتا کہ ۱۹۴۷ء میں سپاہیوں نے کس طرح مہاجرین کے بچوں کو اپنی گود میں اٹھائے ہوئے قافلوں کی حفاظت کی وہ سب ہماری تاریخ کا سنہری باب ہے لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ آجکل مسلمان سپاہی جب ملک

Marfat.com

بھی خارج ہوتے جاتے ہیں۔

اسی طرح خلفائے راشدین کے زمانے کے بعد جناب صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، جناب ابو عبیدہؓ، جناب خالدؓ اور متعدد عظیم صحابہ کی اولاد میں سے بہت کم لوگوں کا تاریخ میں ذکر ہے۔ اب پہلے حضور پاکؐ کے خاندان کو لیں کہ حضور پاکؐ کے چچا حضرت عباسؓ کے چار بیٹوں میں سے جناب فضلؓ اور عبداللہؓ نے متعدد جنگوں میں حصّہ لیا۔ لیکن اُن کی بہادری پر پردہ ڈالا گیا آپ کے باقی دو بیٹوں معبدؓ اور عبیداللہؓ، جناب حمزہؓ کے چار بیٹوں عمارہ، فضلؓ، عقیلؓ اور یعلیٰؓ میں سے کسی کا ذکر نہیں ملتا کہ انہوں نے کسی جنگ میں شرکت کی۔ علاوہ حضور پاکؐ کے چچیرے بھائی طفیلؓ، حصینؓ اور ابو سفیانؓ جو عبیدہؓ بن حارث شہید بدر کے سگے بھائی تھے۔ وُہ حضور پاکؐ کے زمانے میں فتح مکہ کے بعد اسلام لے آئے۔ بلکہ آپ کے چچا ابولہب اور زبیر کے بھی کئی بیٹے اسلام لے آئے تو اُن میں سے کسی کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ وغیرہ۔ ہمارے لحاظ سے اِس کی وجہ یہ ہے کہ تاریخ کی کتابیں چونکہ زیادہ تر بنو امیہ کے زمانے میں لکھی گئیں تو یا بنو امیہ کے حکمرانوں نے جان بوجھ کر ایسا کرایا، یا مورخین نے بنو امیہ کے ڈر سے یا بنو امیہ کے لوگوں کو خوش رکھنے کے لئے حضور پاکؐ اور عظیم صحابہؓ کے خاندان کے لوگوں کے بہادری کے کارناموں کو تاریخ کا حصّہ نہ بنایا جب بنو عباس کا زمانہ آیا تو اُن کے اپنے خاندان کے لوگوں کو تو تاریخ میں واپس لا کر "بحال" کر دیا گیا لیکن باقی ہاشمیوں یا علویوں، یا صدیقی خاندان وغیرہ کے بارے میں ایسا نہ ہو سکا اسی دوران ایک اور گروہ پیدا ہو گیا تھا اور اُنہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضور پاکؐ کے خاندان کے لوگ حکمرانوں کو ناپسند کرتے تھے۔ اِس لئے اُنہوں نے جنگوں میں شرکت ہی نہیں کی۔ یہ سب بناوٹیں یا افسانے ہیں اور اِس سلسلہ میں ہماری تاریخ کی ریسرچ بہت ضروری ہے۔ چنانچہ ہماری کوشش یہ ہوگی کہ ہم ایسے واقعات کا یا تو چھان بین زیادہ کریں گے یا جہاں پردے پڑے ہوئے ہیں، وہاں سے پردے ہٹائے جائیں گے۔

جناب عبداللہؓ بن جعفرؓ کا واقعہ کسی گشتی دستہ کی کارروائی تھی، جو کسی جگہ پھنس گئی اور سالارِ اعظم چونکہ چوکنا تھے تو جناب خالدؓ کو امداد کے لئے بھیج دیا۔ باقی رنگ آمیزی اہلِ قلم کی اپنی ہے:۔

دمشق پر قبضے کے نتائج، اسباق

۱۔ دمشق پر قبضہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اوّل تو خلیفۂ اوّل کے تعین کئے ہوئے احکام کے تحت چاروں لشکروں نے کارروائی کرنا تھی۔ جناب یزیدؓ نے دمشق رہنا تھا۔ جناب ابو عبیدہؓ نے حمص جانا تھا اور جناب

Marfat.com

عمروؓ بن عاص اور جناب شرجیلؓ نے اُردن اور فلسطین کی طرف واپس مُڑنا تھا۔

۲۔ دمشق کا نام تو بڑا تھا۔ اور آبادی کے لحاظ سے بھی بڑا پرانا شہر تھا، اور یہی اس کی اہمیت تھی لیکن حکمتِ عملی یا فوجی لحاظ سے یہ شہر اتنا اہم نہ تھا۔ اہلِ روم نے بھی اس جگہ کا کوئی دوہرا دفاع نہیں اپنایا ہوا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ وہ اِس شہر کا خاطر خواہ دفاع نہ کر سکے۔ مسلمانوں کے لئے بھی دمشق پر حملہ کرلینا یا قبضہ کرلینا تو کچھ آسان تھا، گو محاصرہ میں کافی دن لگے، لیکن قبضہ کو قائم رکھنے کے لئے افواج کی ضرورت تھی۔ اور متحرک مسلمان مجاہدین نے دمشق پہنچ کر کچھ عجیب حالات محسوس کئے، اِس شہر کے دفاع کے لئے قلعہ بند ہونا اُن کے طریقِ جنگ میں نہ آتا تھا۔ اور تمام راستوں کی حفاظت یا ناکہ بندی کے لئے کافی لشکروں کی ضرورت تھی پھر شہر کی زندگی کے معاشرتی معاملات نے افواج کو الجھا کر رکھ دیا سادہ اور کم ضروریات والے مجاہدین شہری زندگی کے مسائل دیکھ کر حیران رہ گئے، تو اُن کو تب کچھ سمجھ آئی کہ خلیفہ اوّل نے عراق و ایران کے محاذ پر حیرہ کی فتح کے بعد مدائن کی طرف پیش قدمی کی اُس وقت اجازت کیوں نہ دی تھی۔ تو معلوم ہوا کہ خلفائے راشدین جانتے تھے کہ شہروں میں "کشش" ہے۔ لبھاؤ ہے لالچ ہے۔ زندگی کی ہر چیز مہیا ہے۔ اور یہ شہر ہی قوموں کو بے شک علم اور اخلاق تو ضرور سکھلاتے ہیں لیکن ساتھ ہی آرام پسندی، حرص اور لالچ بھی بڑھا دیتے ہیں۔ اور تہذیب کے پردہ کے نیچے پتہ نہیں کیا ہوتا رہتا ہے:۔

> پردۂ تہذیب میں غارت گری، آدم کشی
> کل روا رکھی تھی تم نے، میں روا رکھتا ہوں آج
>
> (مسولینی کا خیال علامہ اقبالؒ کے الفاظ میں)

۳۔ دمشق کی فتح کے بعد سب سے پہلا اثر یہ ہوا۔ کہ جناب یزیدؓ کا لشکر دمشق کے بندوبست کے لئے بندھ کر رہ گیا۔ اور اسلامی لشکر کی متحرک کاروائیوں میں پچیس فیصد کمی واقع ہو گئی۔

۴۔ اہلِ روم کے لئے دمشق خالی کرنے میں فوجی لحاظ سے اِن کی طاقت پر کوئی زیادہ اثر نہ پڑا۔ حمص سے ہٹ کر انہوں نے انطاکیہ میں لشکر اکٹھے کرنے شروع کر دیئے۔ دوسری طرف فلسطین میں اجنادین سے لے کر بیت المقدس کے علاقے میں اپنی چھاؤنیوں کو خوب مضبوط کیا۔ لیکن رومی زیادہ توجہ فحل کے علاقے کو دے رہے تھے اور فحل کے مغرب میں دریائے اردن کے پار بیسان اور طبریہ کے مقامات پر انہوں نے کافی زیادہ فوج اکٹھا کرنا شروع کر دی تھی مقصد یہ تھا کہ وہ فوج کے ساتھ دریائے اردن کو کسی وقت پار کر کے اور فحل سے

Marfat.com

پیش قدمی کر کے واقوصہ کی گھاٹی پر مسلمانوں کے عقب میں قبضہ کر لیں گے ۔

۵۔ ساتھ ہی اہل روم اپنی سمندری طاقت میں اضافہ کرنے لگ گئے۔ اور فلسطین کے علاقوں میں تمام کمک سمندری راستوں سے آنا شروع ہوگئی۔

۶۔ دمشق دفاعی لحاظ سے اچھا مقام نہ تھا کہ وہاں آرام سے بیٹھ کر شمال یا شمال مغرب کے کسی حملے کے خلاف اچھا دفاع اختیار کر لیا جاتا۔ دمشق ہر وقت خطروں سے دوچار تھا اور اس کے دفاع کے لئے بہت زیادہ فوج کی ضرورت تھی۔ لیکن سب سے بڑا خطرہ یہ تھا کہ جو مجاہد دمشق پہنچ گئے وہ وہاں کی خوبصورتی سے بُری طرح متاثر ہو رہے تھے کہ وہ نہ صرف وہاں آباد ہونا پسند کرنے لگے بلکہ اُنہوں نے وہاں شادیاں کرنی بھی شروع کر دیں۔

۷۔ تاریخ کے بامقصد مطالعہ کے لئے۔ امام مسلمؒ اور امام بخاریؒ کے پایہ کے بزرگوں کی ضرورت ہے۔ جو لوگ ہماری تاریخ کو صحیح رنگ میں پیش کریں اور تمام بناوٹوں، اضافوں، اور تعصبوں کو دور کریں

اسباق حسب ذیل ہیں :-

۱۔ مسلمانوں کی بجائے کوئی اور فوج ہوتی تو وہ لوگ دمشق جیسے شہر میں وہی کچھ کرتے، جس کو علامہ اقبالؒ نے مسولینی کی زبان میں بیان کیا۔ لیکن مسلمانوں نے وہاں پر تھوڑی فوج رکھی اور اپنے مقصد کی طرف روانہ ہوگئے کہ ہر جگہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا نام بلند کرنا تھا۔

۲۔ کسی بڑے شہر پر قبضہ رکھنے کے لئے دُور دُور تک کے علاقہ کی صفائی کرنا پڑتی ہے اور ہمارے مجاہدین شہر کو چھوڑ کر بیابانوں کی طرف روانہ ہوگئے :-

گماں آباد ہستی میں یقیں مرد مسلمان کا
بیاباں کی شب تاریک میں قندیل رہبانی ۔ (اقبالؒ)

Marfat.com

ساتواں باب

فحل، حمص اور باقی علاقوں میں فوجی کارروائیاں

پچھلے دو ابواب میں فحل کا ذکر ہو چکا ہے۔ نقشہ چہارم پر فحل کا محلِ وقوع دیکھنے سے فحل کی فوجی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ بہرحال ہر مقام کی فوجی اہمیت حالات اور مہمات سے وابستہ ہوتی ہے اگر مسلمان پورے فلسطین پر پہلے قبضہ کر لیتے تو فحل فلسطین اور اُردن کے درمیان ایک پُل کا ایک سرا ہی تھا۔ اور اُس کی وادی یا اُس کے گرد پہاڑ یا اُس کا نچلا میدانی علاقہ اتنی اہمیت کا حامل نہ ہوتا لیکن مسلمان ایک طرف دریائے اُردن کو اپنے بائیں بازو کی حفاظت کے طور پر استعمال کر رہے تھے۔ تو دوسری طرف اپنے دوست ریگستان کو دائیں بازو پر رکھے ہوئے تھے۔ لیکن اب وُہ شمال میں اِتنے دور جا چکے تھے، کہ دریائے اُردن کے دونوں کناروں پر قبضے کی ضرورت تھی اور فحل سے دریا کو پار کر کے دریا کے مغربی کنارے پر قبضہ ضروری ہو گیا تھا

فحل کی اہمیّت

قارئین کرام کو یاد ہو گا کہ دمشق کی طرف پیش قدمی کرنے سے پہلے مسلمان مجاہدین فحل گئے تھے۔ اور وہاں پر جناب ابی الاعور سلمی رضی اللہ عنہ کے ماتحت کچھ دیکھ بھال والے دستے بھی چھوڑ گئے تھے۔ اور اس وقت صرف اتنا کچھ ہی کرنے کی ضرورت تھی اور اتنا ہی ہو سکتا تھا۔ فحل کے علاقے پر مکمل قبضے کے لئے دریا کے پار بیسان اور طبریہ پر بھی قبضہ ضروری تھا۔ اور اگر مسلمان اس وقت یعنی ذی قعدہ تیرہ ہجری میں کوئی ایسی کارروائی کرتے تو اس کامیابی کو قائم رکھنے کے لئے وہاں پر کافی فوج رکھنا پڑتی۔

البتہ دمشق پر قبضہ ہو جانے کے بعد، اب اہلِ روم کے لئے بھی آسان ہو گیا تھا کہ فلسطین کی فوج کو دمشق لے جانے کی بجائے وہ کسی وقت بھی فحل سے آگے بڑھ کر مسلمانوں کے عقب میں یرموک کے سارے علاقے پر قبضہ کر سکتے تھے۔ مسلمانوں کے ذرائع آمد و رفت اب لمبے ہوتے جاتے تھے۔ اور جب ذرائع آمد و رفت زیادہ طول پکڑ جائیں تو فتح کا اختتامی مقام آ جاتا ہے کہ جیسے آگے بڑھتے جائیں گے تو عقب کی حفاظت کے معاملات بھی بتدریج بڑھتے رہیں گے۔ مسلمان اس سلسلہ میں بڑے چوکنے تھے اور بر وقت کارروائیاں کرتے تھے۔

Marfat.com

لیکن ہرقل کوئی معمولی آدمی نہ تھا۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ وہ بڑا مدبّر اور سمجھدار آدمی تھا۔ دمشق کے علاقے میں مسلمانوں کے ساتھ سر پھوڑنے کی بجائے فحل کے مقام پر، وہ اجنادین کی طرح کا ایک جمگھٹ کر کے مسلمانوں کے عقب کے لئے خطرات پیدا کر سکتا تھا اور اس کے ردّ عمل کے طور پر اگر اسلامی لشکر وہاں پر اجنادین کی طرز کا کوئی اجتماع کرتے تو یہ بھی رومیوں کی خواہش کے مطابق تھا کیونکہ اجنادین تو کھلا میدان تھا اور مسلمان اپنے متحرک طرز جنگ کی وجہ سے فتح حاصل کر سکے لیکن فحل کی وادی میں تنگ گھاٹی تھی۔ دریا تھا۔ دلدل بنائی جا سکتی تھی سطح سمندر سے نچلے علاقے تھے۔ اور رومی زمین کے چپہ چپہ۔ پانی کے بہاؤ یا پایاب کے علاقوں سے واقف تھے۔ اور ایسے کیچڑ والے تنگ علاقے میں مسلمانوں کی کارروائیاں محدود ہو کر رہ جاتیں۔ اس لئے دمشق کی شکست کے بعد رومیوں نے اپنی تمام تر توجہ طبریہ، بیسان اور فحل کے علاقوں کی طرف کر دی۔

رُومی فوج

چُنانچہ مخبروں سے مسلمانوں جو اطلاعات موصول ہوئیں وہ یہ تھیں کہ اہل روم جزیرہ، آرمینیا شمالی شام بلکہ یونان اور یورپ کے علاقوں سے لوگوں کو بھرتی کر کے ایک لاؤ لشکر تیار کر رہے ہیں۔ اس لشکر کا کمانڈر سقلار بن مخراق تھا۔ اور جب اس لشکر کی نفری کوئی اسی ہزار کے قریب ہو گئی تو اسے فحل، طبریہ اور بیسان کے علاقوں میں بھیج دیا گیا۔ بلکہ کمک کے طور پر قساریہ میں بھی کچھ فوج رکھی گئی کہ ضرورت پڑنے پر بھی سقلار کی مدد کرے۔ دمشق رجب چودہ ہجری میں فتح ہوا تھا شعبان اور رمضان کے مہینے بندوبست اور دور دور تک حربی مظاہرے کرنے میں گزر گئے۔ اور آخر شوال کے مہینے میں جناب ابو عبیدہؓ نے دمشق کی عملداری جناب یزیدؓ بن ابو سفیانؓ کو سونپ دی اور خود باقی لشکروں سمیت فحل کی طرف روانہ ہو گئے۔

فحل کی دوسری جنگ

اس کارروائی کی جلد ضرورت تھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ کچھ مورخین نے اس جنگ کی تاریخ ذی قعد تیرہ ہجری لکھی اور کچھ نے ذی قعد چودہ ہجری اور کچھ نے معاملات بین بین چھوڑ دیئے۔ ہمارا تجزیہ یہ ہے کہ دونوں قسم کے مورخین صحیح ہیں۔ کیونکہ فحل کے مقام پر دو جنگیں ہوئیں۔ پہلی جنگ دمشق کی طرف پیش قدمی سے پہلے ہوئی، اور مسلمانوں نے دریا کو پار نہ کیا۔ اور دریا کے مشرق کے علاقہ پر قبضہ کر کے جناب ابی الاعورؓ کو

Marfat.com

وہاں پر چھوڑ گئے کہ دریا کے مغربی کنارے سے دشمن آگے بڑھ کر مسلمانوں کے ذرائع آمد و رفت کو نہ کاٹ دے۔ یہ واقعہ ذی قعد تیرہ ہجری کا ہے اور دوسری لڑائی کا ہم اب ذکر کر رہے ہیں جو ذی قعد چودہ ہجری میں ہوئی تو زماں و مکاں کا معاملہ بھی صحیح ہو گیا اور اختلاف بھی ختم ہو گیا یہ علاقہ جناب شرجیلؓ کی ذمہ داری کا تھا اور کئی مبصرین نے اس کارروائی کے بارے میں یہ بھی لکھ دیا کہ تمام لشکروں کی کمانڈ جناب شرجیلؓ کر رہے تھے۔ یہ سب غلط ہے۔ کمانڈ جناب ابو عبیدہؓ ہی کے ہاتھ میں تھی۔

تبصرہ

اصل بات یہ ہے کہ اسلام اللہ کی آمریت ہے اور ہر وقت ہر جگہ ایک اولی الامر کی ضرورت ہوتی ہے تب ہی حضور پاکؐ کا فرمان ہے کہ اگر تم دو ہو، تو ایک کو اپنا امیر مقرر کر لو۔ اِس لئے، اصُول یہ ہے کہ ہر جگہ ہر وقت ایک امیر موجود ہو اور اُس کے احکام کی پابندی کی جائے، تاکہ ربط و ضبط رہے۔ اسلام کے لحاظ سے کام فوجی نوعیت کا ہو یا سویلین۔ ایک امیر کا ہونا لازمی ہے۔ اِس لئے حصّہ اوّل میں یہ بات واضح کی گئی تھی کہ مرتدین کی مہم کے دوران جن امرا کے علاقے نزدیک تھے اُن کے اکٹھا ہونے کی صورت میں جس کا علاقہ ہو گا وہی امیر ہو گا۔ اور جناب خذیفہؓ و جناب عرفجہؓ کے سلسلے میں یہ پہلو واضح کیا گیا تھا۔ یہاں بھی خلیفہ اولؓ کے احکام اِسی قسم کے تھے لیکن وہ باقی امرا کے لئے تھے۔ جب سب اکٹھے ہوتے تھے تو پھر سپہ سالارِ اعظم جناب ابو عبیدہؓ ہی ہوتے تھے۔ اور پہلے جناب خالدؓ تھے۔ ویسے تو اجنادین جناب عمروؓ بن عاص کا علاقہ تھا، اور دمشق جنابؓ یزیدؓ کا۔ لیکن کمانڈ سپہ سالارِ اعظم کے پاس ہی رہی۔

چُنانچہ دمشق سے فحل کی طرف کُوچ کے وقت جناب خالدؓ ہی کے دستے جیش المقدم کا کام کر رہے تھے اور جناب ابو عبیدہؓ سپہ سالارِ اعظم تھے اور جناب یزیدؓ کے دستوں کو چھوڑ کر باقی سارے لشکر فحل پہنچ گئے مسلمان دستے دریا کو پار کر کے بیسان پر دھاوا بولنے کی تیاری کر رہے تھے کہ اہلِ روم نے دریا کے پانی کو بند کے ذریعے باندھ دیا اور فحل کے تمام علاقے کو زیرِ آب کر دیا اور مُسلمان اُدھر ہی رُک گئے۔ اہلِ روم یہ بھی جانتے تھے کہ کہ دلدل میں سے کون سے راستے موجود تھے اور کہاں سے گذر کر وہ مسلمانوں پر حملہ کر سکتے تھے۔ مسلمان کچھ فکرمند ضرور تھے کہ دلدل اور کیچڑ اُن کے لئے ناپسندیدہ چیز تھی۔ اور سقلار کچھ زیادہ ہی غلط فہمی میں تھا۔ اور وہ یہ سمجھا کہ مسلمان حملہ کرنے آئے تھے، اُس میں ناکام ہوئے۔ اب وہ بے فکر ہو کر بیٹھ گئے ہوں گے اُس نے

Marfat.com

خاموشی سے دریا اور دلدل کو پار کیا اور مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

دلدل اور کیچڑ میں لڑائی

مسلمانوں نے رومیوں پر ایسی جوابی کارروائی کی کہ دلدل اور کیچڑ کی لڑائی رومیوں کو بہت مہنگی پڑی اور سقلار سمیت کوئی دس ہزار رومی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ مسلمان پہلے تو دلدل کے بارے میں فکر مند تھے جب انہوں نے دیکھا کہ رومیوں کے مقابلہ میں وہ کیچڑ اور دلدل میں بھی بہتر جنگجو ہیں تو انہوں نے پیشقدمی شروع کر دی اور رومیوں کو دریا سے پار جانے سے روک دیا۔ بلکہ طبری کے مطابق اسی ہزار کے رومی لشکر سے صرف چند ہزار دریا کے پار جا سکے۔ غیر ممکن ہے کہ اتنا سخت نقصان نہ ہوا ہو۔ لیکن بعد کے واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ اس شکست کے بعد رومی کسی کھلے میدان میں مسلمانوں کا سامنا نہ کر سکے۔

دریائے اُردن کے مغربی علاقے

فحل کی اس کامیابی کے بعد جناب ابو عبیدہؓ اور جناب خالدؓ تو دریا کے مشرق میں ہی رہ گئے اور انہوں نے جناب شرجیلؓ اور جناب عمروؓ بن عاص کے لشکروں کو دریا پار کر کے مغربی علاقے کے مقامات کو سر کرنے کے لئے بھیج دیا۔ اس کارروائی میں احکام کے مطابق جناب شرجیلؓ سپہ سالار تھے کہ ان کا علاقہ تھا جن کو مورخین نے غلطی سے شروع ہی سے سپہ سالار بنا دیا۔ اب تجویز یہ تھی کہ اگر جناب شرجیلؓ دو لشکروں کے ساتھ اپنی عملداری میں دشمن کا قلع قمع کر سکتے ہیں تو پھر جناب ابو عبیدہؓ اور خالدؓ حمص کی طرف چلے جائیں گے کہ وہاں پر جناب ذوالکلاعؓ دمشق سے صرف تیس چالیس میل دور شمالی علاقوں کی دیکھ بھال کے کام پر مامور تھے۔

دریا کو پار کرنے کے بعد مسلمانوں کو خبر ملی کہ رومی بیسان اور طبریہ میں قلعہ بند ہو چکے ہیں۔ اس لئے ان شہروں کا محاصرہ کرنا پڑا اور ان کو فتح کرنے میں دیر ضرور لگی۔ آخر کار یہ شہر بھی دمشق کی صلح کی شرائط پر مسلمانوں کے باجگذار بن گئے۔ جناب ابو عبیدہؓ کو جب تسلی ہو گئی کہ جناب شرجیلؓ اور جناب عمروؓ اب اردن اور جنوبی فلسطین کے علاقے کے بچے کھچے رومی قلعوں کو بغیر کسی مدد کے سر کر لیں گے تو وہ جناب خالدؓ کو ساتھ لے کر دمشق کی طرف روانہ ہو گئے۔

Marfat.com

جنابِ شرجیلؓ اور جنابِ عمروؓ کی کارروائیاں

اردن اور فلسطین کے علاقوں میں جناب شرجیلؓ اور جناب عمروؓ کی کارروائیوں کو نہ تو مورخین نے کسی تسلسل سے بیان کیا ہے اور نہ ہی فوجی نقطہ نگاہ سے۔ سب مورخین کے مطابق ان دونوں سالاروں نے بیت المقدس کو چھوڑ کر فلسطین اور اردن کی تمام چھاؤنیوں اور فوجی چوکیوں پر قبضہ کر لیا۔ بلکہ مورخین اجنادین کی دوسری جنگ کا بھی ذکر کرتے ہیں، کہ عمروؓ بن عاص کی کمانڈ میں دونوں سالاروں نے اجنادین کے مقام پر ایک اور جنگ بھی لڑی کیونکہ سمندر کے راستے اہل روم فلسطین کے علاقے کے کئی مقامات پر نئی فوج لے آئے تھے تو اس کا بھی قلع قمع کرنا پڑا۔ مورخین دونوں سالاروں کے رُخ اور راستہ کے بارے میں خاموش ہیں۔

کہ آیا سمندر کے ساحل والا راستہ اختیار کیا یا طبریہ سے واپس آکر دریائے اردن کے مغربی کنارے سے ہوتے ہوئے بحیرہ مُردار سے گذر کر اجنادین تک گئے کہ آگے مورخین غازہ اور عقرہ کے علاقوں تک پر قبضہ کا ذکر کرتے ہیں۔ دراصل پُرانے زمانے میں بھی بڑے لشکروں کا قبضہ شہروں تک محدود ہوتا تھا۔ اور بارود کی ایجاد کے بعد بیسویں صدی کے نصف تک معاملات تبدیل ہو گئے کہ چند ہتھیار بند دستوں کی مدد سے بڑے بڑے علاقوں پر قبضہ رکھا جا سکتا تھا۔ لیکن اب پھر حالات ایسے ہو رہے ہیں کہ سولین لوگوں کے پاس بھی چھوٹے ہتھیار ہوتے ہیں اور غیر ملکوں پر قبضہ مشکل ہوتا جاتا ہے۔ تو اُس زمانے میں بھی مسلمانوں کے دونوں لشکر قساریہ کو چھوڑ کر تقریباً تمام اردن اور فلسطین کے شہروں پر قابض ہو چکے تھے۔ البتہ بیت المقدس پر قبضہ کرنے کی کوئی کوشش نہ کی گئی۔ جس میں خاص حکمتِ عملی تھی اور اِس کی وضاحت دسویں باب میں ہو گی کہ اپنے درمیان میں اِس جگہ پر کیوں قبضہ نہ کیا گیا۔

قساریہ کی کارروائی

پرانے زمانے کے مورخین جب لشکروں کی فتوحات کا ذکر کرتے ہیں تو فتوحات کو ذرا زیادہ ہی وسعت دے دیتے ہیں۔ ہمارے مورخین نے جہاں شرجیلؓ اور عمروؓ بن عاص کی فلسطین و اردن کی فتوحات اور جناب ابو عبیدہؓ اور جناب خالدؓ کی حمص کی فتوحات کا ذکر کیا تو درمیان میں جناب یزیدؓ بن ابو سفیانؓ کی فتوحات کو بھی یہ "وسعت" دے دی کہ انہوں نے بیروت تک تمام ساحلی علاقے فتح کر ڈالے۔ یہ علاقے فتح ضرور ہوئے لیکن یرموک کی

Marfat.com

دوسری اور بڑی جنگ کے بعد نہ کہ، اس وقت جیسا کہ بعض مورخین اور مبصرین لکھ گئے ہیں۔ اوّل تو جب تک جناب ابو عبیدہؓ اور جناب خالدؓ اردن میں تھے اس زمانے میں جناب یزیدؓ بڑی مشکل کے ساتھ دمشق کے دفاع کا بندوبست کر رہے تھے۔ اور ذی قعدہ ذوالحجہ چودہ ہجری میں جب یہ دونوں عظیم سالار دمشق سے شمال کی طرف چلے گئے تب جناب یزیدؓ کسی طرف کوئی کارروائی کرنے کے قابل بنے اور ان کو جناب ابو عبیدہؓ کے احکام کے تحت قساریہ کی رومی فوج کی سرکوبی کے لئے کچھ کارروائی کرنا پڑی۔ جناب یزیدؓ کے پاس اتنا لشکر نہ تھا کہ وہ ایک طرف قساریہ میں بھی کارروائی کرتے اور دوسری طرف شمال میں بیروت بھی چلے جاتے۔ قساریہ دراصل فلسطین میں تھا اور جیسا کہ نقشہ سوم اور چہارم سے ظاہر ہے یہ بندرگاہ عرض بلد کے حساب سے طبریہ سے بھی جنوب کی طرف ہے لیکن قساریہ میں رومیوں کی کافی فوج رہتی تھی۔ جناب یزیدؓ نے وہاں فوجی دستے بھیجے مگر قساریہ فتح نہ کر سکے۔ گو جناب یزیدؓ کا لشکر قساریہ کا خشکی کی طرف سے محاصرہ کئے ہوئے تھا لیکن سمندر کی طرف کھلی تھی اور مسلمانوں کو قساریہ فتح کرنے میں بالکل کامیابی نہ ہوئی بلکہ چند ماہ بعد جب مسلمانوں کے دستوں نے حمص وغیرہ سے پسپا ہو کر یرموک میں پوزیشن اختیار کی تو قساریہ کا محاصرہ بھی اُٹھانا پڑا۔

جناب ابو عبیدہؓ اور جناب خالدؓ کی کارروائی

فحل کی دوسری جنگ ذی قعدہ چودہ ہجری میں ختم ہوئی۔ جناب ابو عبیدہؓ اور جناب خالدؓ نے کچھ دیر وہاں انتظار کیا کہ جناب شرجیلؓ اور جناب عمروؓ بن عاص اردن اور فلسطین کے معاملات پر حاوی ہو جائیں۔ اور جب انہوں نے حالات کو سنبھال لیا تو ذوالحجہ چودہ ہجری میں جناب ابو عبیدہؓ دونوں لشکروں کے ساتھ شمالی علاقوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گئے۔ انہیں دمشق کے پاس سے گزرنا تھا اور اس لئے انہوں نے دمشق کو ایک طرف چھوڑ دیا۔ لیکن جیسے ہی وہ مرج الروم کے مقام پر پہنچے تو آگے سے دو رومی لشکر ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کو تیار تھے۔

رومیوں کی دمشق فتح کرنے کی کوشش

ہرقل فوجی تدبر کے لحاظ سے بڑا ماہر آدمی تھا۔ اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اسلامی لشکر فلسطین میں الجھے ہوئے تھے اور دمشق کے علاقے میں صرف یزیدؓ بن ابو سفیانؓ کوئی آٹھ نو ہزار کے لشکر کے ساتھ موجود تھے۔ اس لئے

Marfat.com

اس نے جنرل تھیوڈرس (توذرا) کے ماتحت ایک لشکر تیار کیا جس کو حکم دیا کہ بیروت والے راستے سے تیزی سے آگے بڑھ کر دمشق پر حملہ کرے۔ دراصل یہ لشکر انطاکیہ میں تیار کیا گیا تھا اور اس کا کام جناب یزیدؓ کو بے خبری میں آلینا تھا۔ لیکن اس لشکر کو روانہ کرنے کے بعد ہرقل کو پتہ چلا کہ جناب ابو عبیدہؓ اور جناب خالدؓ بھی اردن سے چل پڑے ہیں اور وہ شمال کی طرف حرکت کر رہے ہیں۔ اب وہ فکرمند ہوا۔ اور اس نے حمص کی افواج کو حکم دیا کہ وہ جلدی سے حرکت کر کے توذرا کی مدد کو پہنچیں۔ چنانچہ وہاں سے ایک لشکر جنرل شنس کی کمانڈ میں دمشق کی طرف چل پڑا۔

فوجی نقادوں اور مبصروں میں ایک اصطلاح مشہور ہے کہ متحارب لشکر ایک دوسرے کو مقناطیس کی طرح کھینچتے ہیں۔ اصطلاح از خود بڑی پر معنی ہے اور کلاسوٹز نے اس پہلو پر اپنی کتابوں میں ایک پورا باب لکھ ڈالا ہے۔ دراصل یہ سب ضرورت کے تحت ہوتا ہے۔ اور امید کی جھلک دونوں طرفین کو گتھم گتھا کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ بہرحال یہاں پر یہ اصطلاح بڑی موزوں رہے گی اور جو لوگ فلسفہ جنگ اور نظریہ جنگ کے مطالعہ میں دلچسپی رکھتے ہیں وہ موجودہ بیان شدہ حالات میں اس اصطلاح کا ذہنی تجزیہ کر سکتے ہیں کہ ایک طرف جنرل توذرا اور جنرل شنس، مرج الروم کے مقام پر پہنچے تو دوسری طرف جناب ابو عبیدہؓ اور جناب خالدؓ بھی وہاں پہنچ گئے۔ گو ظاہر ہے کہ اس کی خبر مسلمانوں نے جناب یزیدؓ کو بھی دے دی ہوگی کہ وہ بھی سیکھے ہوئے طریقے کے مطابق دمشق کا باہر سے متحرک دفاع بھی کر رہے تھے۔ اور پھر ایک بیرونی دفاعی لائن بھی بنائی ہوئی تھی لیکن جناب ابو عبیدہؓ نے ان کو آگے نہ طلب کیا۔ اگر جناب ابو عبیدہؓ اور جناب خالدؓ ان رومی لشکروں کا قلع قمع کرنے کے قابل نہ ہوتے تو ان کی شمالی شام کی فتوحات کے ارادے کسی جچی تلی حکمت عملی کا نتیجہ نہ تھے۔ یاد رہے کہ مسلمان بڑے باخبر تھے اور ان کی تمام تر کارروائیاں ایسی تجویز کے تحت ہوتی تھیں جو ٹھوس بنیادوں پر بنائی جاتی تھیں۔

طرفین کی نفری اور تیاری

اسلامی لشکر کی نفری کوئی بیس ہزار کے قریب تھی جو دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ جنرل توذرا کی نفری بیس پچیس ہزار سے کم نہ ہوگی کہ وہ دمشق فتح کرنے آ رہا تھا۔ اور مانا کہ اہل روم کو غلط فہمی ہو سکتی تھی کہ مسلمان اردن اور فلسطین میں الجھے ہوئے ہیں۔ لیکن جناب یزیدؓ تو دمشق

Marfat.com

میں تھے۔ تو رومی جنرل شنس جو کمک کے طور پر آیا۔ اُس کی نفری بھی کم از کم دس ہزار ضرور تھی اور انہوں نے دیکھا کہ مسلمان لشکر اُن کے سامنے صف بند تھے۔ تو جنرل شنس، جناب ابو عبیدہ کے سامنے اور جنرل توذرا جناب خالدؓ کے سامنے صف بند ہو گئے لیکن پہلے اِس سے کہ کوئی لڑائی ہوتی سُورج غروب ہو گیا۔

اہلِ رُوم کی حربی چال

رومی جنرل حربی تجویزوں کے ماہر تھے، اور توذرا نے سوچا کہ جب دو اسلامی لشکر دمشق سے آگے پیش قدمی کر چکے تھے، تو ضروری ہے کہ دمشق کے دفاع کے بارے میں جناب یزیدؓ کچھ بے فکر ہو چکے ہوں گے اور وہ لوگ آرام کر رہے ہوں گے، اس لئے رات کی تاریکی میں ایک طرف ہو کر توذرا اپنے لشکر کو لے کر دمشق کی طرف چل پڑا۔ اور شنس اکیلا ہی دو لشکروں کے سامنے صف آرا ہو گیا۔ رومیوں کی اس میں ایک حربی چال تھی کہ دمشق پر قبضہ کر لینے کے بعد وہاں قلعہ بند ہو جائیں گے۔ اور مسلمان محاصرے میں اُلجھ جائیں گے۔

دراصل ہرقل ایک بہت بڑی جنگ کی تیاری میں مصروف تھا۔ اور اگلے واقعات میں یرموک کی جنگ انہی تیاریوں کا نتیجہ تھی اِس سے آگے اہلِ روم کی تجویز یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر شنس اکیلے طور پر دو لشکروں کا مقابلہ نہ کر سکا تو وہ کچھ پسپائی اختیار کرے گا اور مسلمان اُس کا تعاقب نہ کریں گے کہ اُن کو دمشق کے بارے میں خبر مل جائے گی اور بے شک ساری تجویز بہت اعلیٰ پایہ کی تھی۔ اور ایسی تیاری کے لئے ہرقل کی تجویز کچھ اس قسم کی تھی کہ مسلمانوں کو منتشر رکھ کر جگہ جگہ مختلف مقامات کے محاصروں میں اُلجھا دیا جائے۔ اس لئے جنرل توذرا کی دمشق کی طرف پیش قدمی اسی تجویز کی ایک کڑی تھی۔ اسلام کے دو عظیم سپہ سالاروں نے مشورہ کیا کہ صورتِ حال سے کیسے نپٹا جائے۔ اور فیصلہ کیا گیا کہ جناب ابو عبیدہؓ ادھر ہی رہیں اور شنس کے لشکر کو اُلجھائے رکھیں اور جناب خالدؓ اپنے لشکر کے ساتھ دمشق کا چکر لگا ہی لیں کہ توذرا شاید ادھر گیا ہو۔

مسلمانوں کا ردِ عمل

اسلام کے عظیم فرزندوں کا تجزیہ صحیح تھا۔ پو پھٹنے سے تھوڑا پہلے توذرا کا لشکر دمشق کے قریب پہنچ گیا لیکن جناب یزیدؓ چوکنے تھے اور وہ دمشق کے باہر ہی صف بند ہو گئے، اور توذرا کا مقابلہ شروع کر دیا۔ مسلمان کھلے

Marfat.com

میدان کی لڑائی کو پسند کرتے تھے اور وہ خود تو کبھی قلعہ بند ہونا پسند نہ کرتے تھے، بلکہ جب دوسرے لوگ قلعہ بند ہو جاتے تو بھی مسلمانوں کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ کسی حربی چال کی مدد سے ان لوگوں کو قلعہ سے باہر نکال لیں۔ اور دو دو ہاتھ اگر کھلے میدان میں ہوں تو بہتر ہے۔ مسلمان مجاہدین کھلے میدانوں میں دشمنوں کو مولی، گاجر کی طرح کاٹ کر رکھ دیتے تھے۔ تو ذرا جناب ابو عبیدہؓ اور جناب خالدؓ سے بھی بچنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے دمشق کا رخ کیا اسی کا خیال تھا کہ وہ دمشق پر آسانی سے قبضہ کر کے قلعہ بند ہو جائے گا لیکن وہاں جناب یزیدؓ کے مجاہدوں نے انکے لشکر کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ وہ اور اس کے لشکر والے دمشق کی فتح کے خوابوں کو بھول کر وہاں سے پسپائی کی کسی تجویز کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ لمتنہ میں ان کے عقب میں جناب خالدؓ کے مجاہدین پہنچ گئے۔ رومی فوج بری طرح تہس نہس ہو گئی، اور توذرا بھی ہلاک ہو گیا۔ یہاں پشتو کی کہاوت بڑی موزوں ہو گی "باران داتخدیدم، پرنالہ پرشبہ شوہ" یعنی بارش سے بھاگا اور رات پرنالہ کے نیچے گزارنا پڑی۔

داؤ یا حربی چال

جب جناب ابو عبیدہؓ کو تسلی ہو گئی کہ ان کے سامنے جنرل شنس کا لشکر ہے اور باقی رومی کہیں نظر نہیں آ رہے تھے تو انہوں نے ایک بھرپور حملے کا حکم دے دیا اور خود آگے بڑھ کر شنس کو ہلاک کر دیا۔ مسلمانوں کی کم تعداد کو دیکھتے ہوئے پہلے تو رومی بڑی بہادری سے لڑے لیکن جلد ہی میدانِ جنگ ان کی لاشوں سے بھر گیا۔ اس لئے انہوں نے دل چھوڑ دیا۔ اور بغیر کسی ترتیب کے پسپائی شروع کر دی۔ جناب ابو عبیدہؓ نے ان کا برائے نام تعاقب کیا کہ ابھی دمشق سے حالات کی خبر نہ ملی تھی۔ لیکن شام تک دمشق سے حالات کی خبر مل گئی کہ رومیوں کی حربی چال ایک داؤ تھی جو کامیاب نہ ہو سکی۔ رومیوں کی اس بھرپور شکست کے بعد مسلمانوں نے شمالی شام پر آسانی سے قبضہ کر لیا۔ لیکن مسلمان چوکنے تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ اہل روم کیساتھ فیصلہ کن جنگ ابھی باقی تھی۔

مسلمانوں کی حکمتِ عملی

مسلمانوں نے دمشق کی فتح کے کئی ماہ بعد حمص کی طرف پیش قدمی کی۔ گو دمشق کی فتح کے بعد وہ کسی وقت بھی حمص تک بڑی آسانی سے جا سکتے تھے لیکن وہ سب کچھ کسی ضرورت کے تحت کرتے تھے۔ پیش قدمی کرتے وقت اپنے

Marfat.com

دوست ریگستان کو وہ دائیں بازو پر رکھے ہوئے تھے۔ مسلمان ایک طرف شمال کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے تو دوسری طرف پہاڑی اور زرخیز علاقے میں اور ساحل کے ساتھ ساتھ دشمن کی چوکیوں کا آہستہ آہستہ صفایا کر رہے تھے اور جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ جناب عمروؓ اور جناب شرجیلؓ ایسی کارروائی کے لئے فلسطین کے نچلے علاقوں میں مصروف تھے۔

جیسے ہی جناب ابو عبیدہؓ نے رومی لشکروں کا مرج الروم میں صفایا کیا اور حمص کے لئے پیش قدمی کی تو ساتھ ہی جناب یزیدؓ کو حکم دیا کہ نچلے ساحلی علاقوں میں وہ قساریہ کی بندرگاہ پر قبضہ کریں۔ چنانچہ جناب یزیدؓ نے اپنے چھوٹے بھائی جناب معاویہؓ کو اس کارروائی کے لئے ایک دستہ کے ساتھ وہاں بھیج دیا اور اہل قساریہ قلعہ بند ہو گئے۔ کسی مورخ نے اگر اسی زمانے میں جناب یزیدؓ کے ہاتھوں بیروت کی فتح کا ذکر کیا ہے تو وہ صحیح نہیں کہ رومی اس وقت تک بڑے طاقتور تھے۔

جناب ابو عبیدہؓ اور حمص کی فتح

جناب ابو عبیدہؓ بھی ان حالات میں زیادہ سے زیادہ حمص تک جا سکتے تھے۔ کیونکہ اس وقت ان کے پاس اتنی زیادہ طاقت نہ تھی۔ اور ایسے کام کے لئے مسلمانوں کو متحد ہو کر اپنی چنی ہوئی زمین پر یہ کارروائی کرنا تھی۔ مسلمان لشکر جو جناب ابو عبیدہؓ کے ساتھ تھے ان کی نفری کوئی چودہ ہزار کے قریب باقی رہ گئی تھی۔ اور یہ نفری دور جا کر اپنی فتح کو قائم نہ رکھ سکتی تھی۔

عراق کی فوج کی واپسی

جناب ابو عبیدہؓ اور جناب خالدؓ کی فوج میں نفری کی یہ کمی اس لئے واقع ہو گئی کہ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ جناب خالدؓ جو فوج عراق سے اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ اس کو واپس کر دیا جائے۔ اور زماں و مکاں کے تمام تر جائزوں سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ مرج الروم کی جنگ کے فوراً بعد اور حمص کی فتح سے پہلے ملک شام سے چھ ہزار مجاہدین جناب ہاشمؓ بن عتبہ کی کمانڈ میں ایران چلے گئے۔ اور دو حصوں میں، عین جنگ قادسیہ کے دوران وہاں پہنچ گئے۔ جس کی تفصیل پہلی کتاب میں موجود ہے۔ کہ یہ واقعہ محرم پندرہ ہجری کا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ یہ لوگ ذوالحجہ چودہ ہجری میں شام سے چلے ہوں گے کہ سفر تقریباً ایک ماہ کا تھا!

Marfat.com

عسکری تاریخ کے طالب علموں اور فوجی حکمتِ عملی اور تدبیرات کے ماہرین کے لئے اِس کارروائی میں بہت زیادہ اسباق ہیں کہ اتنے دور بیٹھ کر خلیفہ دوم کا زماں و مکاں کا حساب کتنا ٹھیک تھا۔ اور کمک ایسے وقت بھیجی گئی کہ ملک شام میں کوئی بھرپور کارروائی نہ ہورہی تھی۔ ہمارے مورخین نے جو زماں کے اختلافات بیان کئے، صحیح تجزیے سے یہاں وہ سارے ختم ہوجاتے ہیں۔ اور نفری کے بارے بھی احکام واضح تھے کہ ساری عراق ۔۔۔ الی فوج واپس کی جائے۔ یہ فوج اُس وقت نو ہزار تھی اور اب جناب خالدؓ اور جناب ضرارؓ بن ازور وغیرہ متحرک دستوں میں چلے گئے تھے۔ تو باقی نفری کوئی چھ ہزار رہ گئی ہوگی۔ اور ہم اُن مورخین سے اتفاق کرتے ہیں جو تعداد چھ ہزار بتاتے ہیں اور یہ ماننے کو تیار نہیں کہ اِتنا دور سے صرف ہزار بارہ سو کی کمک گئی۔ علاوہ جناب ابو عبیدہؓ اور جناب خالدؓ کے لشکروں کی تعداد جو گھٹ کر چودہ۔ پندرہ ہزار رہ گئی تو یہ کلیہ بھی چھ ہزار کی نفری کے حق میں جاتا ہے۔ اِسی طرح جن مورخین نے اسلامی فوج کو حمص سے اوپر حلب وغیرہ کے علاقوں تک پیش قدمی کرا دی وہ بھی صحیح نہیں کہ ابھی شام میں اہل روم کے ساتھ ایک بھرپور جنگ ہونا تھی اور مسلمان زیادہ سے زیادہ شیراز تک جا سکے۔

جناب ابو عبیدہؓ اور جناب خالدؓ کی حمص کی طرف پیش قدمی

اب اسلام کے دونوں عظیم فرزندوں کے پاس تقریباً چودہ پندرہ ہزار فوج تھی۔ جس کے ساتھ جناب خالدؓ بڑھے حمص کی طرف چلے گئے اور جناب ابو عبیدہؓ راستے میں بائیں طرف بالبک کی طرف مڑ گئے۔ جہاں پر لوگوں نے مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ کچھ مورخین کا خیال ہے کہ بالبک میں لڑائی بھی ہوئی لیکن تفصیل کسی نے نہیں بتائی۔

حمص کی فتوحات کے واقعات کچھ عجیب و غریب رنگ میں پیش کئے گئے ہیں، کہ مسلمانوں کے وہاں پہنچنے کے بعد اہل حمص جزیہ دینے کے لئے تیار ہوگئے تھے اور مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ وہ ایک سال تک شہر پر حملہ نہ کریں گے۔ لیکن اگر اہل روم کی طرف سے کوئی کمک یا لشکر آگیا تو پھر مسلمان شہر کا محاصرہ یا بزورِ شمشیر جو کچھ کرنا چاہیں کرسکتے ہیں۔ اس لئے حمص کے دروازے کھول دیئے گئے اور حمص کو ایک "پرامن" شہر قرار دے دیا گیا۔ اور لوگوں کو اسلام میں شمولیت کی دعوت دی۔ لوگ دھڑا دھڑ اسلام کے دائرے میں داخل ہونے شروع ہوگئے۔ بعض جگہ لوگوں نے از خود مسلمانوں کو دعوت دی کہ وہ اُن کے علاقوں کا انتظام سنبھال لیں۔

Marfat.com

اور مسلمان دستوں کی دعوتیں بھی کیں۔ یہ کہانیاں کسی حد تک صحیح ہیں کہ ان علاقوں کے لوگ رومیوں سے بڑے تنگ تھے اور گلب جیسے متعصب مبصر نے بھی یہ بات تسلیم کی ہے کہ لوگوں کے لئے اسلام میں کشش تھی۔ مسلمانوں کی طرز زندگی اور فلسفۂ حیات کو لوگوں نے پسند کیا۔ لیکن وہ لوگ ابھی تک اس سوچ اور تذبذب میں تھے کہ کیا مسلمان اتنی طاقت رکھتے ہیں کہ انہیں رومیوں سے پکا چھٹکارا مل جائے گا۔ لیکن اس سلسلہ میں معاملات ابھی بین بین ہی تھے۔ مسلمان خود ایسی کوئی تسلی دینے کو تیار نہ تھے۔ کیونکہ اہل روم کے ساتھ ایشیا میں ان کی ایک فیصلہ کن جنگ ہونا باقی تھی۔

رومیوں کا حمص میں چوری چھپے داخلہ

مسلمان دستے حمص اور شیزار کے گردونواح میں پھیلے ہوئے تھے اور رومیوں نے چوری چھپے حمص کے اندر اپنی فوج داخل کرنا شروع کر دی۔ جب جناب ابوعبیدہؓ کو پتہ چلا کہ رومی حمص میں اس طرح داخل ہو رہے ہیں تو انہوں نے اپنی تمام تر توجہ حمص کی طرف مبذول کر دی کہ جناب فاروق اعظمؓ کے مطابق حمص ہی شمالی شام کا اہم شہر تھا۔ کوئی آٹھ ہزار کے قریب رومی فوج حمص میں داخل ہو گئی تھی اور ان کے کمانڈر ہربیس نے اس فوج کے ساتھ اچانک حمص کے دروازے بند کر دیئے۔ مسلمان افواج کی تعداد کوئی پندرہ ہزار کے قریب تھی، لیکن حمص کے قلعہ کو سر کرنا ان کے لئے مشکل تھا کہ شہر پناہ کی دیواریں دمشق کی دیواروں سے بہتر حالت میں تھیں۔

مسلمانوں کی حربی چال

مسلمانوں کو دمشق کا بڑا تلخ تجربہ ہو چکا تھا کہ محاصرہ بہت لمبے عرصے کے لئے کرنا پڑا تھا گو سردیوں کا موسم ختم ہونے والا تھا اور مسلمانوں کو معلوم تھا کہ اگر محاصرہ نے طول پکڑا اور گرمیوں میں قلعہ سر نہ ہو سکا تو مسلمانوں کو اگلا سردی کا تمام موسم قلعہ کے باہر سرد ہواؤں میں گزارنا پڑے گا۔ مسلمان ویسے بھی محاصرہ کی کارروائی کو پسند نہ کرتے تھے۔ وہ متحرک مجاہد تھے اور جنگ کو متحرک رکھ کر ہی وہ سب کچھ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے داؤ کھیلا کہ وہ محاصرہ اٹھا کر واپس دمشق جا رہے ہیں۔ ہربیس نے جب یہ دیکھا، تو قلعہ کے اندر سے تقریباً پانچ ہزار جنگ جو سپاہی اکٹھے کر کے مسلمانوں کا تعاقب شروع کر دیا۔ مسلمانوں نے

Marfat.com

کچھ دیر تو پسپائی کی شکل کو ظاہر کیا۔ لیکن تھوڑے ہی وقت کے بعد عظیم صحابی جناب معاذؓ بن جبل، پہلے کی تجویز کے مطابق، پانچ سو سواروں کے ساتھ آگے سے اچانک پیچھے مڑے اور جلدی سے جا کر حمص کے قلعہ کی دیواروں کے پاس پہنچ گئے۔ پہرہ داروں نے دروازے بند کر دیئے، لیکن قلعہ کے باہر کے علاقے پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔ اسی دوران آگے سے اسلامی لشکر نے پیچھے مڑ کر ہربیس کے لشکر پر دھاوا بول دیا۔ اب رومی چاروں طرف سے گھر چکے تھے اور مسلمانوں نے ان کی تکا بوٹی کرنا شروع کر دی۔ جناب خالدؓ ہربیس کی تلاش میں تھے کہ ایک اور دیو قامت رومی جرنیل جناب خالدؓ کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔

رومی جنرل کا حشر

اس دیو قامت رومی جرنیل نے جناب خالدؓ کے ساتھ تلوار سے مقابلہ کیا اور جناب خالدؓ کے وار کو اس طرح روکا کہ جناب خالدؓ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ اب جناب خالدؓ آگے بڑھ کر اس رومی جنرل کے ساتھ گتھم گتھا ہو گئے۔ اس دفعہ جناب خالدؓ نے ایک ایسا طریقہ اپنایا کہ رومیوں کو بھی اور اپنے مجاہدوں کو بھی حیران کر دیا۔ جناب خالدؓ نے اس دیو قامت رومی کو اپنی چھاتی کے ساتھ بھینچ لیا اور اس زور سے ہاتھوں اور بدن کے درمیان دبایا کہ اس کی چھاتی کے جوڑ، پسلیاں، پھیپھڑے اور پیٹ کے سب حصے بے جان کر دیئے۔ اور جب جناب خالدؓ نے دیکھا کہ اس کی روح پرواز کر گئی ہے تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا اور ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ کچھ دیر تو یہ رومی جرنیل اپنے پاؤں پر مردہ حالت میں کھڑا رہا، لیکن آخر زمین پر یکدم لڑھک گیا۔ لوگ حیران تھے کہ جناب خالدؓ کو اللہ تعالیٰ نے کتنی قوت بخشی ہے۔ رومیوں میں اب لڑنے کی سکت باقی نہ تھی مشکل ہی سے اُن کا کوئی آدمی زندہ بچا ہوگا

صُلح کی درخواست

چنانچہ جو لوگ قلعہ کے اندر تھے انہوں نے رومی لشکر کے باقی چند ہزار آدمیوں کو مجبور کیا کہ قلعہ کے دروازے کھول دیئے جائیں پھر ان لوگوں نے صلح کی درخواست کی، اور عذر پیش کیا کہ ان کا کوئی تصور نہ تھا۔ جناب ابو عبیدہؓ نے ان تمام لوگوں کو امان دے دی اور رومی فوجیوں نے بھی نہتا ہو کر اسی علاقے میں رہنا پسند کیا۔ یہ واقعہ صفر پندرہ ہجری کا ہے۔ انہی دنوں میں محرم پندرہ ہجری میں ایران میں قادسیہ کی فیصلہ کن جنگ

Marfat.com

میں کسی جگہ شر پسندوں کا قلع قمع کرتے ہیں یا حکومتِ وقت کے کسی حکم کے تحت قانون کے نفاذ کے لئے جب کوئی کارروائی کرتے ہیں تو مادر پدر آزاد لوگ سپاہیوں کے خلاف نفرت کا طوفان برپا کر دیتے ہیں۔ 12
یہ لوگ کہتے ہیں کہ سپاہیوں کا کام صرف یہ ہے کہ طغیانی یا کوئی مشکل کام ملک کے اندر ہو تو وہ کریں یا بیرونی خطرے میں ملک کی سرحدوں کی حفاظت کریں یعنی صرف وہی قربانی کے لئے تیار رہیں۔ یہ سارے باطل فلسفے ہیں اور غیروں کی نقالی میں ہم نے فوج الگ اور سول الگ کے راگ الاپنے شروع کر دیئے۔ یاد رکھیں کہ سپاہیانہ اوصاف انسان میں اخلاق پیدا کرتے ہیں اور سپاہی کا دل جس طرح اپنوں کے لئے دھڑکتا ہے ٹھیک اُسی طرح اُس کی آنکھ قوم کے غم میں تر ہو جاتی ہے لیکن غیروں کے فلسفہ کے پجاریوں پر کوئی اثرات نہیں ہوتے :۔

وہ آنکھ کہ ہے سُرمۂ افرنگ سے روشن
پُر کار و سخن ساز ہے ! نمناک نہیں ہے ! (اقبالؒ)

”ردِّ عمل“ کی جنگ

اب دراصل اہلِ روم اور مسلمانوں کے درمیان ایک دوسرے کے ”ردِّ عمل“ کا مقابلہ شروع ہو چکا تھا اہلِ روم چپ چاپ حملہ کرنا چاہتے تھے۔ مسلمان بھی چپ چاپ رہے اور پسپائی کی تیاری شروع کر دی لیکن اس کو پسپائی کا نام نہ دیا اور چنانچہ رومی لشکر جب اپنی جمگاہوں سے اپنے اپنے مقصود کی طرف پیشقدمی کر چکے، تو مسلمان مجاہدین نے چپکے سے اپنی پوزیشنوں کو چھوڑ دیا۔ جبلہ سب سے آگے تھے۔ وہ اور اس کے لشکر والے جب حمص پہنچے تو مسلمان جا چکے تھے۔ رومی حیران تھے کہ انہوں نے خاموشی سے اتنی تیز پیش قدمی کی اور پھر بھی مسلمانوں پر اچانک وار نہ کر سکے۔ دائیں بائیں سے جب گریگوری اور دیرجان کے لشکر پہنچے اور خوش ہوئے کہ انہوں نے مسلمانوں پر ”جال“ پھینک دیا ہے۔ لیکن جب تینوں لشکر والوں نے ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ پیدا کیا تو ”جال“ خالی تھا۔ کہ اللہ کے شیر ایسے جالوں میں نہیں پھنس سکے۔
لطف کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے اعلان کر کے اس جگہ کو چھوڑا۔ لوگوں کو اکٹھا کیا لیکن دشمن تک خبر نہ پہنچ سکی۔ تو یہ بھی خبروں پر ردِّ عمل کی حکمتِ عملی کی ایک چال ہوتی ہے۔ مخبر عام طور پر تمام خبریں بڑے ہیڈکوارٹروں تک پہنچاتے ہیں۔ چونکہ مسلمانوں نے اپنی پوزیشن اس وقت چھوڑی جب رومی

Marfat.com

لشکر پیش قدمی کر چکے تھے یا پیش قدمی شروع کر رہے تھے۔ اس لئے خبر پہلے انطاکیہ پہنچی اور وہاں سے خبر پہنچانے والے نے بھی لشکروں کی طرح "پیش قدمی" کر کے خبر پہنچائی تھی۔ اس لئے اہل لشکر اور "خبر" دونوں ایک ہی وقت حمص پہنچے۔

کارروائی کے "زمان و مکان" کے سلسلے میں یہ ایک حربی چال یا داؤ ہے جس کو ہر سطح پر اپنایا جا سکتا ہے۔ کہ جب دشمن آپ کے خلاف حیران کن کارروائی کرنا چاہے اور آپ کو وہ جگہ چھوڑ کر کہیں اور جانا ہے تو اپنی پوزیشن عین اس وقت چھوڑی جائے جب دشمن پیش قدمی شروع کر دے یا حملہ کے لئے پر تول رہا ہو۔ اور جب کسی جگہ پر تول کر بھرپور حملہ کیا جائے اور یہ امید ہو کہ دشمن کو جا کر تہس نہس کر دیں گے اور پکڑ لیں گے۔ لیکن اگر وہاں پہنچنے پر دشمن جا چکا ہو تو بڑی مایوسی ہوتی ہے۔ یاد رکھیں کہ صرف مقامات پر قبضہ کرنے سے دشمن کو اتنا نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا جتنا اس کی فوج کو تہس نہس کر کے پہنچایا جا سکتا ہے۔

خلیفۂ وقت کی تسلّی

جناب ابو عبیدہؓ نے تمام لشکروں کو بڑی حکمتِ عملی کے ساتھ وادیٔ یرموک میں پہنچا دیا۔ آپؓ اور جناب خالدؓ شمالی شام کو ربیع الثانی پندرہ ہجری میں خالی کر چکے تھے۔ دمشق کو جمادی الاول میں خالی کیا اور انہی دنوں قیساریہ کا محاصرہ بھی اٹھا لیا گیا۔ جناب شرجیلؓ اور جناب عمروؓ بن عاص بھی انہی دنوں وادیٔ یرموک میں پہنچ چکے تھے۔ جناب ابو عبیدہؓ نے قاصدوں کے ذریعے جناب عمر فاروقؓ کو حالات سے آگاہ کر دیا تھا۔ انہی دنوں مشہور صحابی جناب عبداللہؓ بن مسعود کو بھی مدینہ بھیجا گیا اور انہوں نے خلیفہ دوم کو تمام حالات سے باخبر کیا۔ طبری کے مطابق حضرت عمرؓ نے خود یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ مسلمانوں کے لئے بہترین دفاعی پوزیشن واقوصہ کی گھاٹی یعنی دریائے یرموک کا علاقہ تھا اور انہوں نے از خود مسلمانوں کو اس پوزیشن پر اجتماع کر کے اکٹھے ہو کر لڑنے کا مشورہ دیا۔

جناب ابو عبیدہؓ کا امرا اور عظیم صحابہؓ سے مشورہ

جابیہ کے گرد و نواح میں جب تمام لشکر اکٹھے ہو گئے تو جناب ابو عبیدہؓ نے ایک مشاورت طلب

Marfat.com

کی جس میں امراء عظیم صحابہ اور جنگ کے ماہرین نے شرکت کی طبری نے کچھ صحابہ کرام اور امرا کے نام لکھے ہیں۔ کچھ کے نام دوسری تاریخوں کے واقعات سے لے لئے گئے ہیں کہ ان کا ذکر کسی واقعہ کے ساتھ وابستہ تھا۔ کچھ ناموں کا ان کی زندگی کے حالات میں ذکر ہے کہ انہوں نے جنگ یرموک میں حصہ لیا۔ اس طرح سے مختلف ذرائع سے جن لوگوں کے نام اکٹھے کر کے ہم یہاں لکھ رہے ہیں یہ ضروری نہیں کہ وہ مشاورت میں بھی شامل ہوں کہ خیال ہے کہ چند صحابہ کرامؓ جنگ سے صرف ایک ہفتہ پہلے پہنچے۔ اسی طرح سے جن کے بارے ہمارے پاس واضح ثبوت موجود ہے کہ ان کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے ان کے نام ہم الگ لکھ رہے ہیں۔ لیکن اس کے یہ مطلب نہیں کہ باقی امراء صحابی نہ تھے۔ شاید ان میں سے بھی کئی صاحبان کو حضورِ پاکؐ کی زیارت نصیب ہوئی ہو۔

اسلامی لشکر میں تقریباً ایک ہزار صحابہ کرامؓ شامل تھے۔ عمر رسیدہ صحابہ میں سے جن میں ابوسفیانؓ بن حرب بھی تھے کہ آپ کے دونوں بیٹے یزیدؓ اور معاویہؓ دستوں کی کمانڈ کر رہے تھے۔ عورتوں میں ان کی بیوی ہندہؓ بھی تھی جو آج کے دن اللہ اور رسولؐ کی غلامی پر فخر کر رہی تھی۔ علاوہ جناب عکرمہؓ کی بیوی ام حکیمؓ اور جناب ضرارؓ کی بہن خولہؓ قابلِ ذکر ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں سے جناب ابوعبیدہؓ کے علاوہ جناب زبیرؓ بن عوام بھی موجود تھے اور ان کی ایک بیوی اور نوجوان بیٹا عبداللہؓ بھی تھا۔ علماء میں سے جناب معاذؓ بن جبل اور جناب عبداللہؓ بن مسعود بھی تھے۔ عاشقوں میں سے جناب ابوذرؓ غفاری۔ جناب بلالؓ اور جناب ابوہریرہؓ بھی تھے۔ جناب خالدؓ کے نوجوان بیٹے عبدالرحمٰنؓ کے علاوہ کئی عظیم صحابہ کے بیٹے جنگ میں شرکت کر رہے تھے۔ اولین اسلام لانے والوں میں سے جناب خالدؓ بن سعید اور عیاضؓ بن غنم بھی تھے۔ جناب خالدؓ کے بچپن کے دوست اور بہنوئی صفوانؓ بن امیہ اور بھتیجے جناب عکرمہؓ بن ابوجہل بھی تھے جو فتح مکہ کے وقت اسلام لے آئے۔ اور جناب عکرمہؓ کا بیٹا عمرؓ بھی تھا۔ حضورِ پاکؐ کے خاندان سے عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ اور فضلؓ بن عباسؓ بھی تھے۔ ادھر صحابیوں میں سے ابی الاعورؓ اور ذوالکلاعؓ بھی تھے اور جناب ضرارؓ بن ازور اور رافعؓ بن عمیرہ بھی تھے جو کسی تعارف کے محتاج ہیں۔

---

۱ حضورِ پاکؐ کے چچیرے بھائی جن کی وجہ سے آپ کی عظیم والدہ اُم فضلؓ کے نام سے مشہور رہیں۔ ام المومنین میمونہؓ آپ کی سگی بہن تھیں اور حضورِ پاکؐ جناب اُم فضلؓ کو اپنی والدہ کی طرح پیار کرتے تھے۔ آپ اپنے خاوند جناب عباسؓ سے پہلے اسلام لے آئیں۔

Marfat.com

اُمراء

باقی امراء جن کے نام طبری میں موجود ہیں۔ وہ قبیلوں کے سردار تھے۔ ان میں بھی کئی صحابہ کرام ہیں، اور سب مشہور جنگجو تھے۔ اور جنگوں میں اپنا نام پیدا کر چکے تھے چنانچہ اوپر دیئے ہوئے صحابہ کرامؓ کے علاوہ جو لوگ دستوں کی کمانڈ کر رہے تھے ان میں قابل ذکر امراء یہ تھے۔ مدغور بن عدی، زیاد بن حنظلہ، وحید بن خلیفہ، امرؤالقیس۔ یزید بن نخیس ابن ذی الحمار۔ عمارہ بن مخنشی۔ حبیب بن مسلمہ۔ سہیل۔ عبداللہ بن قیس۔ عمرو بن عتبہ سمط الاسود۔ معاویہ بن خدیج۔ جندب بن عمرو، لقیط بن عبدالقیس۔ عمرو بن فلاں قیس بن عمرو۔ زید بن عوف۔ عصمہ بن عبداللہ خوشب۔ ذوظلیم، مسروق بن حلال، عتبہ بن ربیعہ۔ جاریہ بن عبداللہ اور قباث۔

مشاورت

روایت ہے کہ جناب ابوعبیدہؓ نے مشاورت کے لئے اکثر جنگ کے ماہرین کی رائے طلب کی کہ صف بندی کس مقام پر کی جائے۔ ظاہر ہے کہ مسلمان ایک دفاعی جنگ کی تیاری میں مصروف تھے۔ اب دفاعی جنگ میں پہل کاری اپنے پاس نہیں رہ جاتی لیکن اگر دشمن کو پہل کاری کے لئے مجبور کیا جائے تو یہ پہل کاری ردِعمل کے طور پر ہوتی ہے۔ اور مسلمانوں کی یہی کوشش تھی کہ دشمن کو پہل کاری پر مجبور کیا جائے اور ان کا دفاع ایسا ہو کہ دشمن کا منہ پھیر کر رکھ دیں۔ اور جب دشمن میں حملہ کی سکت ختم ہو جائے تو پھر اپنی طاقت کے مطابق جارحانہ کارروائی کی جائے۔ چنانچہ جابیہ کا مقام ایسا تھا جو مسلمانوں کو ضرورت کے مطابق پھیلاؤ تو دے سکتا تھا۔ لیکن اس جگہ پوزیشن لینے میں دو نقص تھے۔ ایک تو بائیں بازو کی حفاظت مشکل تھی۔ اور دوم دشمن عقب میں بھی آسکتا تھا لیکن وہاں سے ہٹ کر یرموک کے میدان میں پوزیشن لینے سے مسلمان اپنے بازوؤں کی نگرانی اور چند دستوں سے اپنے عقب کی حفاظت بھی کر سکتے تھے۔

مسلمانوں کا دفاع جارحانہ قسم کا ہوتا تھا اور یہ چیز جگہ بجگہ واضح کر دی گئی ہے کہ مسلمان کسی ساکن یا انفعالی دفاع کے قائل نہ تھے۔ وہ متحرک دفاع میں یقین رکھتے تھے۔ یرموک کی گھاٹی ان کو ایسی زمین مہیا کرتی تھی، جہاں پر وہ متحرک دفاع اختیار کر سکتے تھے۔ اس سلسلے میں نقشہ ششم کا مطالعہ مدد گار ثابت

Marfat.com

ہو گا کہ بازوؤں کی حفاظت بھی ہو رہی تھی کیونکہ ایک طرف دریا اور دوسری طرف لامے کا پہاڑ تھا۔ اور دیرہ کے مقام پر چند دستے رکھ کر اپنے عقب کی حفاظت بھی ہو سکتی تھی۔

طبری کے مطابق جناب خالدؓ کی یہ رائے تھی کہ دفاعی جنگ کے لئے یرموک کا میدان ہی بہترین جگہ ہے اور سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ چنانچہ سالارِ لشکر جناب ابو عبیدہؓ نے تمام اہلِ لشکر کو یرموک کے مقام پر اجتماع اور صف بندی کا حکم دے دیا اور یہ صف بندی یا اجتماع اس طرح تھا جیسے نقشہ ششم میں دکھایا گیا ہے۔ جناب خالدؓ البتہ ایک دستے کے ساتھ جابیہ کے مقام پر ہی ٹھہر گئے اور وہاں انہوں نے آج کل کے زمانے کی اصطلاح کے مطابق "سکرین یا "پردے" کا کام کیا۔ اس زمانے میں سب ایسے دستوں کو جیش المقدم کہتے تھے۔ اسلامی لشکر نے جابیہ سے ہٹ کر یرموک کی گھاٹی میں اپنی نقشیم شدہ زمین پر ایسا پڑاؤ اختیار کیا جس کو اشارہ کے ساتھ صف بندی میں تبدیل کیا جا سکے۔ اور اس کارروائی کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ تسارابہ کا رومی لشکر اب فحل کی طرف سے کوئی پیش قدمی نہ کر سکتا کیونکہ مسلمانوں نے اس سمت کی بھی تقریباً ناکہ بندی کر دی تھی۔

رُومیوں کی پیش قدمی اور جناب خالدؓ کی جھپٹ

رومی لشکر حمص کو خالی دیکھ کر تیزی کے ساتھ دمشق کی طرف بڑھے اور ان کا خیال تھا کہ دمشق میں بھرپور لڑائی ہو گی۔ لیکن ان کی حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی جب وہ وہاں پہنچے تو مسلمان دمشق کو بھی خالی کر چکے تھے۔ مسلمانوں نے یہاں بھی جزیہ کی رقم لوگوں کو واپس کی اور اہلِ دمشق مسلمانوں کے کردار سے بڑے متاثر ہوئے۔ اور خاموشی سے مسلمانوں نے عارضی طور پر دمشق کو بھی خیرباد کہہ دیا۔ رومی اپنی کامیابی سے حیران تھے۔ اس لئے انہوں نے جابیہ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ وہاں پر جناب خالدؓ موجود تھے۔ رومی، جو بغیر کسی مزاحمت کے دو تین سو میل کی پیش قدمی کر چکے تھے، انہوں نے اپنی بھاری بھرکم فوج کو اپنے طریقے اور ڈھیلے پن سے آگے بڑھایا۔ جناب خالدؓ کو ایسا موقع خدا دے۔ انہوں نے پیش قدمی کرنے والوں کا سامنے سے مقابلہ کرنے کی بجائے ایک بازو سے ایسا جھپٹا مارا کہ رومیوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ جناب خالدؓ کا یہ چھاپہ اتنا سخت تھا کہ ہزاروں کی تعداد میں رومی کھیت رہے اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر ایسے بھاگے کہ دمشق تک پہنچنے تک پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ جناب خالدؓ نے اس چھاپہ سے دو مقصد حاصل کئے کہ آئندہ رومی دمشق سے آگے پھونک پھونک کر قدم رکھیں گے اور مسلمانوں کو اپنے چنے ہوئے مقام پر اپنی طرز کی

Marfat.com

صف بندی کرنے کا کافی وقت مل جائے گا۔

یرموک کا میدان جنگ

مسلمانوں نے صف بندی کے لئے جو جگہ چُنی اسے نقشہ ششم پر دکھایا گیا ہے۔اس کی وضاحت کچھ اس طرح ہے کہ مسلمانوں کے دائیں بازو پر جبل حوران یعنی لاوے کے پہاڑ تھے۔بصریٰ اور جبل الدروز وغیرہ کے مقامات بھی مسلمانوں کے دائیں بازو پر ہی تھے۔بائیں بازو پر دریائے یرموک کا ایک حصّہ یا ایک چھوٹا دریا تھا۔نقشہ ششم میں شمال کی طرف سے دو راستے آتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ایک تو وہ راستہ ہے جو دمشق سے جابیہ آکر آگے وادیٔ یرموک میں داخل ہوتا ہے۔دوسرا راستہ شمال مغرب کی طرف سے ساحلی علاقوں کی طرف سے دریائے اردن کو بنت یعقوب کے گاؤں کے پاس سے پار کرتا ہے۔اور آگے جہاں دریائے یرموک کے ایک حصّہ کو پار کرتا ہے اس کا نام بھی پل بنتِ یعقوب ہے اور اس پل سے پار جو علاقہ ہے اس کو وادی رقادہ کہتے ہیں۔اس پل کا ذکر جنگ کے آخری دن ایک اہم جگہ کے طور پر آئے گا۔

بہرحال جیسا کہ نقشۂ ششم سے ظاہر ہے، یہ دونوں راستے یرموک کی وادی میں آکر مل جاتے ہیں۔ ان راستوں کے مرکز کو، جسے آج کل کی فوجی زبان میں جنکشن پوائنٹ کہیں گے۔جنگِ یرموک میں خاص اہمیت حاصل تھی اور مسلمانوں نے اپنی صف بندی اس طرح کی کہ اس جگہ سے دشمن کو زیادہ آگے نہ بڑھنے دیا جائے۔مسلمانوں کے عقب میں بھی دریا تھا اور اس کے بعد دریا کے معاون تھے۔جہاں پر معمولی دستے رکھ کر مسلمان اپنے عقب اور بائیں بازو کی حفاظت کر سکتے تھے۔دائیں بازو کی مسلمانوں کو فکر نہ تھی کہ اس طرف سے حملہ نہ ہو سکتا تھا لیکن مسلمان اگر تتر بتر ہو کر کوئی اور چال اختیار کرنا چاہتے تو وہ دائیں والے علاقے کو استعمال کر سکتے تھے۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ جب رجب ۱۳ہجری میں یعنی جنگ اجنادین کے فوراً بعد، اسی مقام پر یرموک کی پہلی جنگ ہوئی۔تو جناب خالدؓ سپہ سالارِ اعظم تھے اور انہوں نے صف بندی کر کے رومیوں کو شکست دی۔تو اب جناب ابوعبیدہؓ نے بھی وہی صف بندی قائم رکھی۔اور مسلمانوں نے پڑاؤ یا صف بندی تقریباً گیارہ میل میں کی۔

Marfat.com

جو لوگ جناب ابو عبیدہؓ کی شان کو سمجھتے ہیں اور ان کی خاموشی اور کم گوئی سے واقف ہیں، ان کو معلوم ہے کہ جناب ابو عبیدہؓ کی میدانِ جنگ میں موجودگی ہی لاکھوں سپہ سالاروں کی کارروائی کے برابر تھی۔ آپ کی ہلکی سی مسکراہٹ پر لوگ اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہو جاتے تھے۔ کہ آپ کے دندان مبارک حضور پاکؐ کے بدن مبارک کو جنگ احد میں چھو چکے تھے۔ کہ آپ نے اپنے دانتوں سے حضور پاکؐ کے بدن مبارک سے خود کے ٹکڑے نکالے تھے۔ اس کے علاوہ گیارہ میل لمبے علاقے میں صف بندی کرنا اور اس پر کمانڈ کرنا کوئی آسان بات نہ تھی۔ کسی بڑی شخصیت کی موجودگی ہی ایسے وقتوں میں کام آتی ہے۔ اول لشکر کے چار بڑے حصے کئے۔ اور ان میں سے ہر حصہ دس حصوں میں بٹا ہوا تھا لیکن ویسے کل چھتیس یا چالیس یونٹیں یا بٹالین تھیں، اور ان کی کمانڈ وہ امراء و صحابہ کرامؓ کر رہے تھے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور کچھ تفصیل بعد میں آئے گی کہ سارے صحابہ کرام صرف کمانڈ نہ کر رہے تھے بلکہ جناب عبداللہؓ بن مسعود بند وبستی افسر تھے اور جناب ابو سفیانؓ جذبہ بڑھا رہے تھے۔

جناب ابو عبیدہؓ نے جنگ کے تمام نز احکام پہلے ہی سے جاری کر دیئے اور مسلمانوں کی کامیابی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ہر دس کی ٹولی پر ایک امیر ہوتا تھا۔ اور آگے دس امیروں پر ایک امیر اعلیٰ، اور اسی طرح یہ بات اوپر تک چلی جاتی تھی۔ بنیادی پہلو نظم وضبط اور ربط وضبط کا تھا۔ اطاعتِ امیر اور موت سے بے خوفی کا عقیدہ اس کی بنیادیں تھیں، اس لئے میدانِ جنگ میں سپہ سالار کی شخصیت اور امرا کی شخصیت ہی کافی مؤثر ہوتی تھی کہ مجاہد لڑتے وقت صرف یہ سوچتے تھے کہ ان کا امیر ان ہی میں سے ایک ہے اور ساتھ لڑائی لڑ رہا ہے یا ان کو لڑائی لڑتے دیکھ رہا ہے۔ یہ بڑے فخر کی بات ہے کہ ہم مسلمانوں کی تاریخ اس تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

صف بندی اور لشکروں کی بانٹ

کہ اتنی بڑی لڑائی میں بٹالین کمانڈروں اور مشہور شخصیتوں کے نام محفوظ ہیں، اسی وجہ سے تمام جانے پہچانے نام لکھ دیئے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر جنگِ یرموک میں سوؔ ایسے صحابہ موجود تھے جنہوں نے جنگِ بدر میں بھی شرکت کی تھی۔ اور جنگِ بدر کے پورے تین سو تیرہ صحابہ کرامؓ کے نام بمع آباؤ اجداد ابن اسحاق کی تاریخ میں موجود ہیں بلکہ ابن سعد کی تاریخ میں بھی ان کی تلاش کی جا سکتی ہے۔ ان ناموں میں اختلاف محدود ہے۔ اور سارے تجزیہ کے بعد کوئی آٹھ یا دس صحابہ کرامؓ کے ناموں پر شک پڑتا ہے۔ اور وہ بھی اس وجہ سے کہ کئی

Marfat.com

نقشہ ششم ۔ یرموک کا میدانِ جنگ

طرفین کی صف بندی

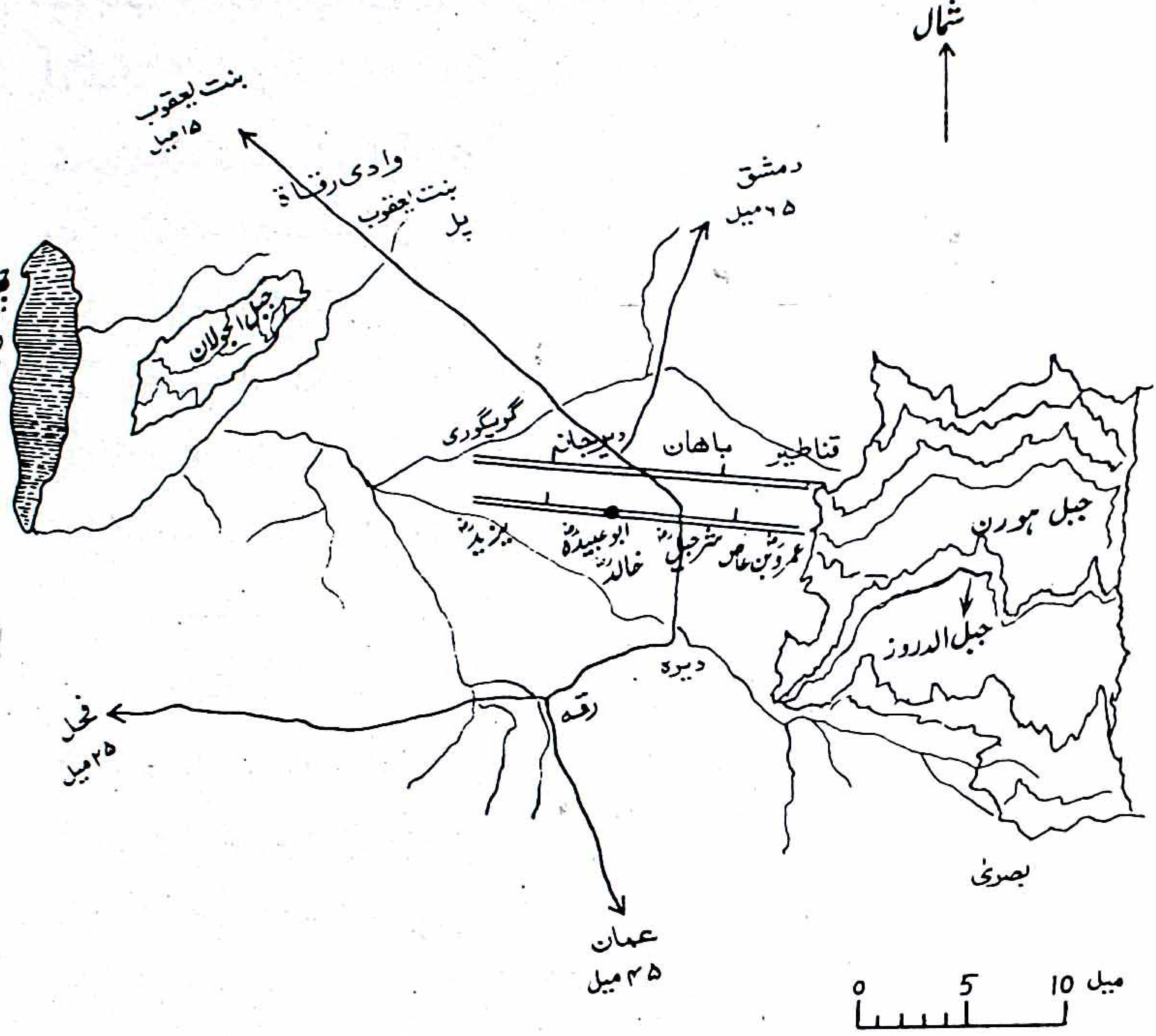

Marfat.com

صحابہؓ کے نام ایک جیسے تھے۔ بہرحال جس جنگ میں ہمارے آقاؐ کے ایک ہزار سے زیادہ صحابہ کرام اور حق و باطل کے پہلے معرکہ کے سو مجاہدین شامل ہوں اس کی صفوں پر تصور ہی میں نظر ڈالنے سے بے ساختہ زبان سے "سبحان اللہ" نکل جاتا ہے۔

اہل روم کی پیش قدمی

باطل کی ٹڈی دل فوج دمشق سے آگے پھونک پھونک کر قدم رکھ رہی تھی۔ جناب خالدؓ نے جوان کی گت بنائی تو انہوں نے غسانی قبائل اور جبلہ کے لوگوں کو آگے کیا اور وہ ہر جگہ معلومات حاصل کر کے آگے بڑھتے تھے۔ انہوں نے آہستہ آہستہ یرموک کی وادی کے شمال میں پہنچنا شروع کر دیا۔ پھر مسلمانوں سے کچھ فاصلے پر ایک صف بندی کی شکل والا پڑاؤ اختیار کیا جو طول میں اٹھارہ میل لمبا تھا کہ انکی تعداد بھی مسلمانوں سے بہت زیادہ تھی۔ اب متحارب فوجیں ایک دوسرے کو دیکھ سکتی تھیں طرفین۔ دیکھ بھال، مخبری احکام ہدایات اور جنگی سامان کی مرمت پر لگ پڑے۔ لیکن ہرقل کے دل کو کوئی اندرونی فکر کھائے جا رہا تھا اُس کو جنگ کی صورت میں صاف شکست نظر آتی تھی۔ اُس نے ایک اور کوشش کی کہ کسی طرح سے صلح ہو جائے اور عزت رہ جائے۔ اِس لئے اُس نے باہان کو ہدایات دیں کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کی کوئی کوشش ضرور کریں۔

اہلِ رُوم کی صلح کی کوشش

باہان نے اپنے لشکریوں کے ایک مشہور کمانڈر جنرل گریگوری کو مسلمانوں سے پاس سفیر کے طور پر بھیجا اور وہ جناب ابوعبیدہؓ کے پاس حاضر ہوا۔ اہل روم کچھ حوصلہ میں تھے۔ مسلمانوں کی حکمتِ عملی کے تحت پسپائی والی چال کو وہ اچھی طرح نہ سمجھ سکے تھے۔ اُن کو خیال ہوا کہ اگر مسلمانوں کو یہ کہہ دیا جائے کہ جو کچھ انہوں نے بلادِ شام سے حاصل کیا ہے وہ لے کر چلے جائیں اور آئندہ کبھی ملک شام پر حملہ آور نہ ہوں، تو شاید مسلمان صلح کرلیں۔ چنانچہ گریگوری نے یہ شرائط پیش کر دیں۔ جناب ابوعبیدہؓ پہلے تو مسکرا دیئے۔ پھر فرمایا کہ ہم شرائط والا معاملہ ذرا کھلا رکھتے ہیں، ہم مخالفین کو ایک شرط کی بجائے متبادل شرائط بھی پیش کرتے ہیں کہ انہیں کچھ سوچنے کی گنجائش دی جائے تاکہ جو شرط ان کو بہتر معلوم ہو اس پر فیصلہ ہو جائے۔ گریگوری یورپین تھا اور اس علاقے

Marfat.com

بلکہ نو وارد تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ اس کو پہلی دفعہ واسطہ پڑ رہا تھا۔ جب ترجمان نے اس کو جناب ابو عبیدہؓ کا بیان سنایا تو وہ جناب ابو عبیدہؓ کی فصاحت اور طرزِ بیان اور کلام سے بڑا متاثر ہوا کہ خاندانی آدمی تھا جھٹ بول اٹھا "وہ کیا شرائط ہیں؟" تو جناب ابو عبیدہؓ نے فرمایا۔ اسلام کی آغوش میں آؤ۔ یہ منظور نہیں تو جزیہ دو اور یہ بھی منظور نہیں تو فیصلہ تلوار کرے گی۔" یہ سن کر زمین اس کے پاؤں تلے سے نکل گئی۔ خاص کر وہ آخری بات سن کر بڑا حیران ہوا۔ کہ مسلمان کوئی لگی لپٹی بھی نہیں رکھتے اور تلوار پر ان کو اتنا بھروسہ ہے۔ گریگوری بہادر آدمی تھا اس نے بات کو آگے نہ بڑھایا اور تسلیم کیا کہ بے شک مسلمانوں کی شرائط میں کسی بحث کی گنجائش نہیں۔ وہ امین الامتؓ کی باتوں کی تاب نہ لا سکا اور اٹھ کر چل دیا۔

ع پردہ اٹھا دوں اگر چہرۂ افکار سے ۔۔۔ لا نہ سکے فرنگ میری نواؤں کی تاب۔ (اقبالؒ)

جبلہ کی سفارت

گریگوری نے جب باہان کو انہی الفاظ اور اپنے تاثرات کے ساتھ رپورٹ پیش کی تو باہان کے ہاتھوں کے طوطے بھی اڑ گئے لیکن اُس کو کچھ شک گزرا کہ شاید ترجمان نے معاملات کو اُلجھا دیا ہے۔ اِس لئے اُس نے عربی نسل اور غسانی قبائل کے باجگذار بادشاہ جبلہ کو بھیجا کہ وہ سیدھی طور پر بات کر سکے گا۔ جبلہ جب مسلمانوں کے پڑاؤ میں داخل ہوا تو اُس کو اور زیادہ ندامت اُٹھانا پڑی۔ گو مسلمان کسی جغرافیائی رشتے کو کوئی وقعت نہ دیتے تھے۔ لیکن جبلہ مسلمانوں کی زبان بولتا تھا۔ اُس کا قبیلہ یمن سے ہجرت کر کے آیا تھا۔ اُس کی طرزِ معاشرت بھی مسلمانوں کے ساتھ کچھ نہ کچھ مشابہت رکھتی تھی۔ اِس لئے اُس کے منہ سے تو لفظ بھی مشکل سے نکل سکے کہ وہ غیروں کی وکالت کر رہا تھا۔ اور وہ گریگوری سے بھی جلد واپس چلا گیا۔

جبلہ کا اسلام اور فرار

یہاں بہتر رہے گا کہ جبلہ کی آئندہ کی کہانی بھی بیان کر دی جائے۔ جنگ یرموک کی شکست کے بعد در دَر کی ٹھوکریں کھانے کے بعد جبلہ نے معافی مانگی، اور اسلام لے آیا۔ بیت المقدس کی فتح کے بعد اُس نے مدینہ میں حاضری دی اور اس امید پر وہاں گیا کہ اہل روم کی طرح مسلمانوں کو بھی کسی باجگذار

Marfat.com

بادشاہ کی ضرورت ہوگی اور جبلہ کو وہ حق مل جائے گا۔ مدینہ کے کسی ہجوم میں کسی بدو کا پاؤں جبلہ کے پاؤں پر آگیا یا بدو کے بدن کا وزن جبلہ پر آگیا تو اس نے اس آدمی کو تھپڑ مار دیا۔ اُس بدو نے جناب خلیفہ دوم کے سامنے مقدمہ پیش کر دیا۔ جناب عمرؓ نے حکم دیا کہ وہ بدو اسی طرح کا ایک تھپڑ جبلہ کے منہ پر رسید کرے۔ جبلہ نے اس کو بے عزتی سمجھا اور اپنے قبائل کے لوگوں کے ساتھ مدینہ سے فرار اختیار کیا اور پھر کفر میں داخل ہو گیا بلکہ شاہ ہرقل کی سلطنت میں واپس پہنچ کر باقی عمر گمنامی کی زندگی میں گزار دی۔ دراصل اُس کو اسلام کے ساتھ محبت کی بجائے باجگزار بادشاہت کا چکر مدینہ لے گیا تو بے چارہ خاک مسلمان ہوتا۔ بدقسمت تھا۔

جنرل گلب اپنی کتاب میں کہتا ہے کہ اس طرح مسلمان ایک طاقتور قبیلہ کی مدد خواہ مخواہ ضائع کر بیٹھے بلکہ ایک ضعیف روایت بھی لکھتا ہے کہ مسلمانوں نے جبلہ کو راضی کرنے کی کوشش کی۔ یا جبلہ نے خود بعد میں مسلمانوں کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن کوئی خاص نتیجہ نہ نکلا۔ اور جبلہ نے اپنی آخری عمر ہرقل کے دربار ہی میں گزار دی۔

یہاں پر یہ تبصرہ ضروری ہے کہ اسلام کو کسی طاقتور قبیلہ یا آدمی کی ضرورت نہیں ہوتی یہ تو اللہ کی رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اسلام کی نعمت عطا کر دے۔ اس سلسلے میں جلال مصطفٰےؐ[١] میں بنو اسد کے قبولِ اسلام سے استفادہ کریں کہ اُن لوگوں کو کچھ غلط فہمی ہوئی کہ وہ اسلام پر بڑا احسان کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں واضح کر دیا۔ "لوگ اپنے اسلام کا آپؐ پر احسان جتاتے ہیں۔ آپؐ فرما دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان مت جتاؤ بلکہ اللہ کا احسان ہے کہ اُس نے تمہیں ایمان عطا فرمایا"۔ یہ نکتہ سمجھنے سے تعلق رکھتا ہے کہ اسی قبیلہ کے جناب ضرارؓ بن الازور بھی تھے جو یہ بات جلدی سمجھ گئے تو اُن کا نام تاریخ میں سنہری الفاظ میں لکھا جاتا ہے۔ لیکن اسی قبیلہ کے طلیحہ نے جو قبیلہ کا سردار تھا۔ یہ بات نہ سمجھی تو پہلے نبوت کا دعوےٰ کیا پھر ذلت کی زندگی دیکھی۔ پھر بات سمجھ میں آگئی تو مسلمان ہو گیا اور آخر نہاوندؔ کی جنگ میں شہادت حاصل کر کے ہماری آنکھوں کا تارا بن گیا۔ لیکن جبلہ بدقسمت تھا اس کی نیت میں فتور تھا۔ دنیا کی حب تھی اس لئے مسلمان ہونے کی کوشش کی اور مسلمان نہ ہو سکا۔

١: صفحہ ۲۶۲ تا ۲ حصہ اوّل کے ستائیسویں باب میں یہ ذکر تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

Marfat.com

ھ انسان کی ہوس نے جنہیں رکھا تھا چھپا کر + کھلتے نظر آتے ہیں بتدریج وہ اسرار۔ (اقبالؒ)

جنگ ناگزیر تھی

ابھی تک جمادی الثانی پندرہ ہجری کا مہینہ ہی چل رہا تھا لیکن باہان کو کوئی شک باقی نہ رہ گیا تھا کہ کوئی چیز جنگ کو روک سکے گی۔ بہر حال حالات سے باخبر ہونے کے لئے اُس نے جبلہ کے دستوں کو ذرا آگے بڑھایا کہ مسلمان دستوں پر چھاپے مارے جائیں اور یہ دیکھا جائے کہ مسلمان اِس مقام پر صرف دفاعی جنگ لڑنا چاہتے ہیں یا اُن کے ارادے کچھ اور ہیں۔ پھر ذرا نزدیک سے دیکھ بھال بھی ہو جائے کہ اُن کی صف بندی کیسی ہے۔ اور نفری کتنی ہے۔ لیکن جبلہ اور اُس کے دستے ذرا آگے نکلے تو مسلمان متحرک دستوں اور جیش المقدم کے دستوں نے اپنے طریقہ پر ان دستوں پر ایسا چھاپا مارا کہ جبلہ نے بھاگنے میں ہی اپنی خیریت سمجھی اب باہان سمجھ چکا تھا کہ مسلمانوں کیساتھ جنگ کوئی آسان کام نہ ہوگا۔ لیکن پورا ماہ اس کو کچھ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ دراصل اس کی کچھ خواہش یہ بھی تھی کہ مسلمان اس پر حملہ آور ہوں۔ اس لئے ایک مہینہ اسی طرح گزر گیا اور معاملات ویسے ہی رہے۔ لیکن اس کا فائدہ مسلمانوں کو ہوا کہ ان کو اس عرصہ میں چھ ہزار کی اور کمک مل گئی۔ مسلمان مطمئن اور بے فکر تھے۔ گرمی کا موسم تھا اور علاقے کی آب و ہوا ان کے اپنے علاقوں سے ملتی جلتی تھی۔

ایران میں قادسیہ کے مقام پر فتح حاصل ہو چکی تھی اور جناب سعدؓ بن ابی وقاص مدائن کی طرف پیش قدمی کے لئے پر تول رہے تھے اور اُس محاذ پر کوئی فکر کی بات نہ تھی۔ ہاں خلیفۂ وقت نے ایران میں محدود کارروائیوں کہ اجازت دی کہ پہلے شام کے معاملات۔ صحیح ہو جائیں اور مدائن کی طرف بھرپور، پیش قدمی نہ کی جائے۔ اگر مسلمانوں کی ساری حکمتِ عملی کا مطالعہ کیا جائے تو ظاہر ہوگا، کہ جب وہ ایک محاذ پر بھرپور کارروائی کرتے تھے، تو دوسرے محاذ پر معاملات کو محدود کر دیتے تھے۔ اِس ساری حکمتِ عملی کی مکمل سمجھ بارھویں باب میں آئے گی، جہاں پر واقعات کو تسلسل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اب خلیفۂ دوم کی تمام تر توجہ شام کے محاذ پر تھی اور آج تک مسلمانوں نے شام کے محاذ پر اتنا بڑا لشکر کبھی اکٹھا نہ کیا تھا۔ لشکر میں شامل جن صحابہ کرام رضؓ کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اُن میں سے کچھ بزرگ صحابی چھ ہزار کی کمک کے ساتھ آئے۔ خاص کر جناب زبیرؓ بن عوام اور ابو سفیانؓ بن حرب۔ جناب زبیرؓ نے جنگ کے دوران ایک دستہ کی کمانڈ بھی کی۔ لیکن اُن کا زیادہ کام صلاح و مشورہ تھا۔ اور اُن کی موجودگی سے مجاہدین کی دلجوئی ہوتی

Marfat.com

تھی۔ وہ خطبہ بھی دیتے تھے اور حضور پاکؐ کے زمانے کی جنگوں کا ذکر کر کے مجاہدین کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ یہی بات جناب ابو سفیانؓ کے سلسلے میں تھی کہ اُس زمانے میں اُن کی عمر ستر برس سے بھی زیادہ تھی۔ طبری میں لکھا ہے کہ آپ قصہ گوئی کا کام کرتے تھے پُرانے زمانے میں عمر رسیدہ لوگ میدان جنگ میں بہادری کے قصے کہانیاں سُنا کر لوگوں کے دل میں جذبہ پیدا کیا کرتے تھے اور ایسے عمل کی جنگ میں ضرورت بھی ہوتی ہے۔ آجکل زیادہ زور نفسیاتی جنگ پر دیا جاتا ہے اور ریڈیو۔ ٹی وی اور تمام ذرائع ابلاغ اِس کام پر لگے ہوتے ہیں۔ بلکہ سینئر افسر، وزراء اور قوم کے رہنما محاذِ جنگ پر جا کر سپاہیوں کی دلجوئی کرتے ہیں۔ اِسی طرح اُس زمانے میں بزرگ اور عمر رسیدہ صحابہ رضؓ خطابت کا کام کرتے تھے، اور جناب ابو سفیانؓ خطابت اور علم الکلام کے ماہر تھے۔ یہ اُن کا جذبہ تھا، کہ اِس عمر میں بھی وہ اسلام کی خدمت کے لئے محاذ جنگ پر آگئے تھے۔ ایک اور عظیم صحابی عبداللہؓ بن مسعود نے مدینہ کا چکر بھی لگایا اور پھر واپس آگئے۔ یرموک کی جنگ میں بندوبست کی تمام ذمہ داری آپ کی تھی اور چالیس ہزار فوج کے کھانے پینے اور کفالت کا بندوبست کافی مشکل کام تھا۔ لشکر میں عورتیں اور بچے بھی تھے اور کھانے پکانے کے کام میں عورتوں نے بھی حصہ لیا جناب عبداللہ رضؓ بن مسعود کو اِس جنگ کے بعد ایران بھیج دیا گیا، جس کا ذکر حصہ اول میں ہو چکا ہے کہ وہاں پر صحابہ کرام کی تعداد کم تھی۔

باہان کا تذبذب

باہان عجیب و غریب تذبذب کے حالات میں تھا۔ وہ مسلمانوں کی شمالی شام سے حکمتِ عملی کے تحت پسپائی کو نہ سمجھ سکا تھا۔ وہ حیران تھا کہ اگر مسلمانوں نے کوئی بھرپور جنگ لڑنا تھی تو یہ تمام نفری یا لشکر شمالی شام میں کیوں نہ اکٹھے کر دیئے۔ اُس زمانے میں تدبیرات کے تحت پسپائی کے واقعات تو عسکری ماہرین کے علم میں تھے کہ اُن کو داؤ یا چال کہا جاتا تھا۔ لیکن حکمتِ عملی کے تحت ایسی پسپائی والی بات ذرا اِتنی عام نہ تھی۔ پہلے وہ اِس خیال کا حامی تھا، کہ مسلمان کچھ فرار اختیار کر رہے ہیں، لیکن جب اُس کے قاصد اور سفیر مسلمانوں کے پاس آ کر وُہی جواب لے گئے، جو اسلامی جنگوں کی بنیاد تھے، تو وہ بہت حیران ہوا اِس لئے اُس نے سوچا کہ مسلمانوں کے کسی قاصد کو بلا کر اُس پر اپنی طاقت اور فوجوں کی کثرت کا رُعب ڈالا جائے۔ تو شاید مسلمان مرعوب ہو کر کوئی صلح کر لیں۔

Marfat.com

چنانچہ اُس نے جناب ابو عبیدہؓ کو دعوت دی کہ وہ اپنے کسی سفیر کو اہل روم کے پاس صلح وصفائی کی بات چیت کے لئے بھیجیں۔ جناب ابو عبیدہؓ نے سفارت کے لئے اللہ کی تلوارؓ کو منتخب فرمایا۔

جناب خالدؓ کی سفارت

باہان نے جناب خالدؓ پر اپنی ٹڈی دل فوج کی نفری کی زیادتی کے اثرات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اللہ کی تلوار پر اس کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ وہ لڑائی فتح و شکست کے لئے تو نہیں لڑتے تھے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے لڑتے تھے اور فتح کے لئے صرف دعا مانگتے تھے کہ فتح میں عزت ہوتی ہے۔ شکست کا ان کے ہاں کوئی تصور نہ تھا۔ انہوں نے کبھی یہ لفظ استعمال نہ کئے تھے کہ اگر ہم شکست کھا گئے تو یہ ہوگا یا وہ ہوگا۔ وہ دشمن کی شکست کا ذکر کرتے تھے کہ اگر ہم دشمن کو شکست نہ دے سکے تو شاید ہمارے اللہ کو ایسا ہی منظور ہو یا دشمن کو شکست دے دی تو پھر دشمن ہمارے سامنے نہ ٹھہر سکے گا۔ وغیرہ۔ عملی وبدنی شکست تو ویسے بھی بے معنی ہوتی ہے۔ اگر انسان ذہنی شکست نہ کھائے تو وہ کبھی ہار نہیں مانتا۔ اور یہی اسلام کا فلسفۂ حیات ہے۔

باہان نے جناب خالدؓ کے سامنے لمبی چوڑی تقریر کر دی تمام باتیں سننے کے بعد جناب خالدؓ نے باہاں کو کہا "سنو! ہم مسلمان صرف تین شرطیں جانتے ہیں۔ اسلام قبول کرو، یا جزیہ دو، نہیں تو فیصلہ تلوار پر چھوڑ دو۔ یہ باتیں سن کر باہان کی ساری دانائی اس کا ساتھ چھوڑ گئی۔ اب اسے کوئی شک نہ رہا تھا اور لڑائی ناگزیر تھی جناب خالدؓ نے واپس آکر جناب امین الامتؓ کو حالات سے آگاہ کیا۔ اور جناب سپہ سالارِ اعظم نے اپنے لشکر کے رخ کو تھوڑا تبدیل کر کے شمال مغرب کی طرف کر دیا کہ رومیوں کے رخ، سمت اور زمین کے لحاظ سے ایسی تبدیلی کی ضرورت تھی۔

زمین کا بیان

زمین ہر جنگ میں بڑی اہمیت کی حامل رہی ہے۔ لیکن اسلام سے پہلے طرفین زمین کے معاملات پر اتنی زیادہ توجہ نہ دیتے تھے۔ بلکہ یورپ میں تو پندرہویں اور سولہویں صدی تک زمین کے معاملات کو جنگ کا حصہ نہ سمجھا جاتا تھا۔ لڑائیاں زیادہ تر اکھاڑوں یا کشتی کے میدان میں ہوتی تھیں۔ وجہ یہ تھی کہ جنگ بے مقصد ہوتی تھی۔ گو کچھ داؤ اور چالیں جنگ میں استعمال ہوتی تھیں۔ لیکن زمین کا استعمال، جو

Marfat.com

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ؐ نے عملی طور پر اپنایا یا ایسا استعمال دنیا کی عسکری تاریخ میں آج سے صرف تین چار سو سال پہلے نظر آتا ہے۔ اب اسلامی لشکر میں سو سے زیادہ تو اصحاب بدر شریک تھے جنہوں نے اپنے آقا کو بدر کے مقام پر زمین کا چناؤ کرتے دیکھا۔ اسلام کی باقی جنگوں احد، خندق وغیرہ کے شرکاء بھی اس جنگ میں شامل تھے۔ اس لئے یرموک کے میدانِ جنگ اور چنی ہوئی زمین کے چپہ چپہ کا استعمال مسلمان مجاہدین بہتر طور پر کر رہے تھے اور زمین کے بازوؤں اور عقب کی حفاظت کو ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔

ہمارے کئی مبصرین نے یرموک کے میدانِ جنگ کا وہاں جا کر گہرا مطالعہ کیا ہے۔ تمام ندی نالوں اور کناروں کی اونچائی وغیرہ کے بارے میں بڑی تفصیل میں گئے ہیں۔ یہ بڑا اچھا مطالعہ ہے۔ لیکن ہم وہ مطالعہ نقل نہیں کر رہے کہ اصول یہ ہے کہ صرف وہ زمینی نشان بیان کئے جائیں جن کی کارروائی میں ضرورت ہو۔ اِس لئے قارئین ہمارے مطالعہ کو ادھورا نہ سمجھیں ہمارے لحاظ سے سارے میدانِ جنگ میں اہم جگہ ثمین کی پہاڑی تھی اِس پر مسلمانوں کا قبضہ تھا۔ یہ ساتھ والے علاقے سے تقریباً دو سو یا تین سو فٹ اونچی تھی اور دیکھ بھال یا احکام دینے کے لئے بڑی موزوں تھی۔ اکثر احکام سالارِ لشکر نے اِسی مقام سے دیئے۔ ویسے جس زمین پر مسلمانوں کا قبضہ تھا۔ وہ بھی مقابلتاً رومی فوج کے علاقے سے اونچی تھی۔

مسلمانوں کی صف بندی

مسلمانوں کی صفوں کا طول یا پھیلاؤ گیارہ میل لمبا تھا تو چالیس ہزار کی نفری کو اتنے علاقے میں اگر ایک ایک گز کے فاصلہ پر ایک جوان کھڑا کیا جائے تو کل دو صفیں بنتی تھیں۔ لیکن مسلمانوں کا طریقہ یہ تھا کہ دستوں کے درمیان میں جو یونٹیں یا رجمنٹیں تھیں ان کے درمیان بھی فاصلہ رکھا جاتا تھا کہ حرکت میں آسانی ہو اور اس طرح مسلمانوں نے درمیانی جوانوں کے فاصلے اور دستوں کے فاصلوں کو بڑھاتے ہوئے میدانِ جنگ میں تین صفیں بنائیں تین کا عدد حربی سائنس میں بڑا اہم رہا۔ آج بھی ایک کمپنی کی تین پلاٹونیں اور ایک پلاٹون کی تین سیکشنیں ہوتی ہیں اور عام طریقہ دفاع بھی یہ ہے کہ دو آگے اور ایک

ع۱ جلال مصطفےٰ ؐ صفحہ ۵۲ سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

پیچھے ریزرو میں ہو۔ ویسے مسلمانوں کا طریقہ یہی تھا کہ تین یا پانچ صفیں بناتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی ہم جب کھلے میدان میں عید کی نماز یا کوئی اور نفل نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو تین یا پانچ صفیں بنانے کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اور آدمی زیادہ ہوں تو صفوں کے لئے سات، نو یا کوئی بھی طاق عدد چنا جاتا ہے۔ دراصل ہماری عبادات بھی جنگ ہی کی ایک تیاری ہوتی ہیں۔ اس لئے عبادات میں بھی جنگی اصول یاد رکھے جاتے ہیں۔ اور ہماری نمازوں کی صف بندی، میدانِ جنگ کی صف بندی کی نقل ہے۔ آج کل دفاع میں صف بندی کی جگہ مورچہ بندی یا دفاعی لائن نے لے لی ہے اور حملہ میں صف بندی آج بھی قائم ہے۔

ویسے میدانِ جنگ کے حالات کچھ اس طرح تھے کہ مسلمان بھی دشمن کے بازوؤں کے خلاف کوئی بڑی حرکت نہ کر سکتے تھے۔ لیکن مسلمانوں نے جان بوجھ کر یہ طریقہ اختیار کیا جس کو رومی نہ سمجھ سکے مسلمان شروع میں دفاعی جنگ لڑنا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے محدود علاقے کو پسند کیا کہ اہل روم محدود محاذ پر کارروائی کر سکیں گے۔ مسلمانوں نے اپنے دفاع کو تمام تر اپنی اندرونی قوت پر استوار کیا، جس کو موجودہ زمانے میں اندرونی خطوط یا اندرونی ذرائع (INTERIOR LINES) کہتے ہیں۔ ان کی ساری طاقت ایک مٹھی میں تھی اور ان کی تجویز یہ تھی کہ اندرونی طاقت کے زور سے وہ دشمن کے حملوں کا مقابلہ کریں گے اور جب دشمن تھک کر چور ہو جائے گا تو پھر مسلمان کسی بازو سے حملہ کریں گے۔ بازو سے حملہ کی گنجائش دائیں طرف موجود تھی۔ کہ لاوا والی پہاڑی کی ڈھلان کو محدود حد تک کسی حرکت یا پھیلاؤ کے لئے استعمال کیا جا سکتا تھا اور مسلمان بسم اللہ کسی محدود کارروائی سے کر کے اس کو وسعت دے دیتے تھے۔ یہ ان کا طرزِ جنگ تھا۔ تو ظاہر ہے کہ مسلمان میدانِ جنگ کی یہ تمام باتیں ذہن میں رکھے ہوئے تھے۔

اسلام کے چیدہ چیدہ اُمراء

سپہ سالارِ اعظم جناب ابو عبیدہؓ خود تھے اور جناب خالدؓ ان کے نائب بھی تھے اور متحرک دستوں کے کمانڈر بھی۔ رسالہ والوں کو لشکروں میں بھی بانٹا ہوا تھا۔ کہ کل لشکر کی نفری چالیس ہزار کے قریب تھی جس میں دس ہزار رسالے کے مجاہد تھے۔ متحرک دستوں میں جناب خالدؓ کے ماتحت ضرارؓ بن ازور، میسرہؓ بن مسروق اور عامرؓ بن طفیل تھے۔ جناب ابو عبیدہؓ کے دائیں بازو پر جناب شرجیلؓ تھے اور ان کے دائیں پر جناب عمروؓ بن عاص جناب ابو عبیدہؓ کے لشکر کا ستون جناب عکرمہؓ بن ابو جہل تھے اور ان کے بائیں جناب یزیدؓ بن ابو سفیانؓ تھے

بر لشکر آ گئے چھتیس یا چالیس حصوں میں بانٹے گئے تھے جن کے امراء کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

1 رومیوں کی صف بندی

اہلِ روم کو اپنی اٹھارہ میل کی لمبی صف بندی کو کم کر کے گیارہ میل کرنا پڑا۔ اس میں ان کو ایک لحاظ سے فائدہ تھا کہ ان کی صفوں کی گہرائی بڑھ گئی اور مسلمانوں کی تین صفوں کے مقابلہ میں اہلِ روم کی دس یا بارہ صفیں تھیں۔ کچھ مبصرین نے صفوں کی تعداد کو بیس کے قریب بھی بتایا ہے۔ رومی اپنے آپ کو "باندھ کر" یا اکٹھے ہو کر لڑتے تھے اس لئے ایک جوان سے دوسرے جوان کا فاصلہ ایک گز سے بھی کم ہوتا تھا پھر وہ دستوں کے درمیان بھی فاصلہ نہ رکھتے تھے۔ اہلِ روم مسلمانوں سے چار گنا کے قریب تھے۔ اس لئے اگر وہ مسلمانوں کی طرح صف بندی کرتے تو ان کی بارہ صفیں بنتیں۔ اس میں فائدہ کی بجائے نقصان ہوتا ہے کہ ایک وقت میں صرف ایک یا دو صفیں لڑائی لڑ سکتی ہیں۔ اور ان کی صف بندی بھی نقشہ ششم پر موجود ہے۔ باہان اپنے آرمینیا کے لشکر کے درمیان میں تھا اس کے بائیں قناطیر کا لشکر تھا۔ اور باہان کے دائیں دیرجان تھا اور دیرجان کے دائیں گریگوری۔ گریگوری کے چالیس یا پچاس ہزار کے لشکر میں سے تیس ہزار نے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھ رکھا تھا لیکن ایرانیوں کے مقابلے میں رومیوں کا اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھنا زیادہ "لچک دار" ہوتا تھا۔ جبلہ کے عرب دستے جیش المقدم یا "پردہ" کا کام کرنے کے لئے چاروں لشکروں میں بانٹ دیئے گئے تھے اور رسالہ کو بھی لشکروں میں بانٹ دیا گیا تھا۔ رومیوں کا محاذ جابیہ کا رس سے لے کر دریائے یرموک تک پھیلا ہوا تھا۔ ان کے بازوؤں کی حفاظت بھی قدرتی رکاوٹ کے ذریعے سے ہو رہی تھی۔ ان کے عقب میں دریا تھا اور پیچھے وادی رقادہ تھی اور اہم مقام پل بنتِ یعقوب تھا۔

صف بندی اور مسلمان امراء

صف بندی کے بعد تمام مسلمان امرا اپنی صفوں کے سامنے چکر بھی لگاتے تھے اور سورۃ انفال کی آیات کی تلاوت بھی کرتے تھے۔ اور خطاب بھی فرماتے تھے۔ سورہ انفال کو اس زمانے میں اہل لشکر سورۃ جہاد کا نام دیئے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ سورۃ توبہ کی آیات پڑھی جاتی تھیں۔ اور خاص کر ان چیزوں کا ذکر ہوتا تھا جس میں مسلمان کی زندگی کا مقصد بھی اللہ کے راستے میں جہاد کرنا اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکام کا نفاذ

Marfat.com

ہے۔ حضور پاکؐ کی مثال اور آپؐ کی جنگوں میں شرکت کے واقعات کو دہرایا جاتا تھا۔ حضور پاکؐ کے صحابہ کرام ذاتی مشاہدات بیان کرتے تھے اور حضور پاکؐ کی حدیث مبارکہ کا بیان ہوتا تھا۔ جنگ کے سلسلے میں حضور پاکؐ کی زیادہ تر احادیث جنگ کے شرکاء نے ہی آگے پہنچائیں۔ میدانِ جنگ میں اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے نام کو اس طرح بلند کیا جاتا تھا کہ مجاہدین اللہ اور رسولؐ کے نام پر سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جاتے تھے اور ان کو یہ خیال ہی نہ رہتا تھا کہ دشمن کتنا اور کہاں ہے۔

جناب ابو ہریرہؓ کی روایت

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ جناب ابو ہریرہؓ بھی ایک دستے کے کمانڈر تھے۔ جب اہل روم مسلمانوں کے سامنے صف بند ہونے لگے تو جناب ابو ہریرہؓ نے ایڑیاں اٹھا کر دشمن کی طرف غور سے دیکھا۔ پچھلی صفوں میں ایک مجاہد تھا جو جناب ابو ہریرہؓ کو نہ جانتا تھا۔ وہ پکار اٹھا "مجاہدو! یہ تمہارے سامنے کون ہے جو دشمن کو اس طرح ایڑیاں اٹھا اٹھا کر دیکھ رہا ہے۔ یہ کوئی نو مسلم معلوم ہوتا ہے۔ اس کو سمجھاؤ کہ مسلمان یہ پرواہ نہیں کرتا کہ اس کے سامنے کتنا دشمن ہے وہ صف بندی کے بعد صرف اللہ اور شہادت کی سوچتا ہے"۔ جناب ابو ہریرہؓ کے دستے سے کسی نے اس مجاہد کو بتایا کہ یہ جناب ابو ہریرہؓ ہیں ان کو دشمن کے بارے میں تو کوئی پرواہ نہیں۔ ویسے دیکھ بھال کر رہے ہیں۔

اسی طرح جناب خالدؓ ایک جگہ سے گزر رہے تھے کہ ایک نوجوان مجاہد نے عرض کی۔ "اے سالار! دشمن کی تعداد تو بہت زیادہ ہے"۔ جناب خالدؓ نے فرمایا۔ "عزیزمن! فوج کی طاقت نفری میں نہیں ہوتی۔ بلکہ مسلمان اللہ کی امداد پر بھروسہ کرتے ہیں"۔

تبصرہ

یہ تھی دنیا کی ایک عظیم ترین اور فیصلہ کن جنگ کی تیاری جس کے عسکری پہلو کو پڑھ کر نہ صرف ایمان تازہ ہوتا ہے بلکہ ذہن کو ایسی حربی مشق ملتی ہے کہ آدمی کے سامنے دنیا کی مانی ہوئی حکمت عملیوں اور تدبیرات کی کتابیں کھل جاتی ہیں کچھ مبصرین نے اس ساری جنگ کی تیاری کے سلسلہ میں جناب ابو عبیدہؓ کی بجائے تمام تر کارروائی کا موجد جناب خالدؓ کو بنا دیا یہ بہت افسوسناک پہلو ہے اور ایسے لوگ جناب ابو عبیدہؓ

Marfat.com

کی شان کو نہیں سمجھتے۔ اب ذرا ایران کے محاذ پر جنگ قادسیہ کا ذکر پڑھیں کہ جناب فاروقِ اعظم رضؓ نے جناب سعد رضؓ بن ابی وقاص کو کتنے خطوط لکھے۔ حالانکہ جناب سعد رضؓ بھی عشرہ مبشرہ سے ہیں اور حق کے راستہ پر سب سے پہلا تیر چلانے کا شرف بھی آپؓ کو حاصل ہے لیکن پھر بھی جناب فاروق رضؓ ہر وقت باخبر رہنا چاہتے تھے۔ لیکن یہاں پر جناب ابو عبیدہؓ نے صرف ایک خط لکھا اور جناب عبداللہؓ بن مسعود کو مدینہ شریف بھیجا جنہوں نے حضرت عمرؓ کو حالات سے آگاہ کیا۔ اور جناب عمر رضؓ نے پوری تجویز کی منظوری دی اور باقی معاملات جناب امین الامتؓ پر چھوڑ دیئے۔

اس سلسلہ میں جناب عمر رضؓ کا وہ خط جو آپ نے جناب ابو عبیدہؓ کو لکھا وہ بڑا پر معنی ہے۔ کہ آپ نے لکھا کہ "اللہ تعالٰی نے میرا معاملہ تمہارے ہاتھ میں دے دیا ہے"۔ علاوہ حضور پاکؐ کے زمانے میں جناب فاروق رضؓ، ایک جنگ میں جناب ابو عبیدہؓ کے ماتحت بھی کام کر چکے تھے۔ اور کتاب اول میں یہ ذکر بھی ہو چکا ہے کہ حضرت عمر رضؓ کو خیال ہوا، کہ حضور پاکؐ کی وفات کے بعد خلافت کے لئے جناب ابو عبیدہؓ موزوں ترین ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں عظیم رفقاءِ رسولؐ کا فی حد تک "ہم نفس" تھے۔ ہم اس کی مزید وضاحت دسویں باب میں کریں گے جہاں فتح بیت المقدس کے وقت جناب ابو عبیدہؓ نے جناب فاروق رضؓ کی دعوت کی، کہ دنیا میں وہ اپنے قسم کی ایک عجوبہ دعوت تھی۔

اب جو لوگ جناب خالد رضؓ کو ہی سب کامیابیوں کا بانی سمجھتے ہیں۔ شاید وہ اِن باتوں سے ناواقف ہیں۔ یا ایک اور وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ صف بندی کچھ اِس قسم کی تھی کہ جناب خالد رضؓ متحرک دستوں کے کمانڈر تھے۔ اور وہ نائب سالارِ اعظم ہونے کی وجہ سے جناب ابو عبیدہؓ کے نزدیک رہتے تھے اور سپہ سالارِ اعظم نے اُن کو خوب استعمال کیا۔ کہ مسلمانوں کی تجویز یہ تھی کہ شروع میں تمام تر کارروائی دفاع تک محدود رکھیں۔ اس لئے ہر لشکر نے رسالے کو اپنی پچھلی طرف متعین کیا۔ اور جناب خالدؓ کے متحرک دستے پورے لشکر کے پیچھے تھے۔ سپہ سالارِ اعظم نے حدود مقرر کر دی تھیں کہ دشمن کی پیش قدمی کو وہاں سے آگے نہ جانے دیا جائے گا۔ یعنی کاؤنٹر پینیٹریشن لائن مقرر کر دی گئی تھی۔ اور دشمن کے وہاں پہنچنے پر ضرورت کے مطابق جوابی حملہ ہوتا تھا، جس کے لئے ہدایات جناب خالدؓ کے ذریعہ سے دی جاتی تھیں کہ خود جناب ابو عبیدہؓ لشکر کے درمیان میں موجود تھے۔

جنگ یرموک کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ یہاں پر بھی دفاع سے حملہ کو اس طرح پیدا کیا گیا جیسے حضور پاکؐ نے بدر کے مقام پر کیا تھا۔ اور اگر ہم ہر جنگ حضور پاکؐ کی کسی سنّت کی پیروی کے طور پر لڑیں

Marfat.com

تو فتح ہمارے قدم چومے گی۔ لیکن افسوس کہ ہم حضور پاکؐ کی جنگ کی سنتوں کو بھولتے جاتے ہیں۔

نتائج واسباق

۱۔ جنگِ قادسیہ کی طرح، جنگ یرموک کی تیاری کو الگ باب میں بیان کرنے میں ایک خاص مقصد تھا کہ ہم پر یہ پہلو واضح ہو جائے کہ جنگ لڑنے سے پہلے جنگ کی تیاری کی کتنی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح جہاد کا اعلان کرنے سے پہلے جہاد کی تیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہ جہاد ایک طرزِ زندگی ہے جب تک وہ طرزِ زندگی اختیار نہ کیا جائے۔ تو جہاد کا اعلان یا جہاد بالسیف کا تصور ایک لاحاصل مشق ہے۔ ہمارے جو دانشور مسلمانوں کی کسی جگہ تکالیف کی بات سن کر جہاد کے اعلان اور جہاد کی ضرورت پر اخباروں کے صفحے بھر دیتے ہیں وہ اسلام کے فلسفۂ حیات سے بے خبر ہیں۔ وہ جہاد کے بے جان فلسفہ کے قائل ہیں۔ جہاد کی تیاری کے لئے محنت کی ضرورت ہے اور پوری قوم کو اللہ کی فوج بنایا جاتا ہے۔

؎ یا مردہ ہے یا نزع کی حالت میں گرفتار
جو فلسفہ لکھا نہ گیا خونِ جگر سے (اقبالؒ)

۲۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ جناب ابو عبیدہؓ بن جراح کی عظمت کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ اسلام کے یہ مایہ ناز فرزند اتنے ارفع و اعلیٰ مقامات پر فائز تھے کہ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

۳۔ جناب ابو عبیدہؓ کو جنگ کے نتائج کے بارے میں ذرا بھر بھی شک نہ تھا اور نہ امیر المومنین جناب فاروق اعظمؓ کو کوئی شک تھا۔ آپ نے جنگ قادسیہ کے وقت جناب سعدؓ بن ابی وقاص کو متعدد ہدایات دیں۔ لیکن ابو عبیدہؓ کو سپہ سالارِ اعظم بناتے وقت جو ہدایات ایک بار دیں وہی سب کچھ تھیں۔ جناب ابو عبیدہؓ کا ایک مقام تھا جس کو جناب فاروقِ اعظمؓ سمجھتے تھے۔ اور انہوں نے آپ کو لکھ دیا تھا "کہ خدا نے تمہارا معاملہ میرے ہاتھ اور میرا معاملہ تمہارے ہاتھ میں دے دیا ہے"۔

ہم صرف یہ پہلو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جناب ابو عبیدہؓ اور جناب فاروق اعظمؓ میں ایک وحدتِ فکر پیدا ہو چکی تھی۔ یعنی جناب عمر فاروقؓ کو ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے جناب ابو عبیدہؓ کے شام کے محاذ پر ہوتے ہوئے وہ خود وہاں پر موجود ہیں۔ اور جناب ابو عبیدہؓ سمجھتے تھے کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں خلیفہؓ وقت بھی وہاں ہوتے تو وہ اسی طرح کرتے۔ اب جناب ابو عبیدہؓ اور جناب فاروقؓ کے اس روحانی رشتہ کو دنیاوی پیمانوں

Marfat.com

سے نہیں سمجھا جا سکتا۔ لیکن سبق یہ ہے کہ مومن، مومن کا آئینہ ہے۔ اور ہمیں بھی ایک دوسرے کے ساتھ ایسے تعلقات پیدا کرنے چاہئیں۔

۵ - جنگ میں بڑا مقصد دشمن کی فوج کو اس طرح تہس نہس کرنا ہوتا ہے کہ دشمن میں لڑنے کی سکت باقی نہ رہے۔ ایسا کس مقام پر کیا جائے اور کیسے کیا جائے۔ اس چیز کو فوجی حکمتِ عملی کہتے ہیں۔ اور اس حکمتِ عملی کو صحیح کارروائی میں تبدیل کرنے کو تدبیرات کہتے ہیں۔ پھر تدبیرات کا صحیح استعمال صرف فن یا ہنر سے کیا جا سکتا ہے، جس کو فوجی زبان میں فنِ سپہ گری کہتے ہیں۔ آج یرموک کے میدان میں اللہ اور رسولؐ کے نام پر قربان ہونے والے، دشمن کو اپنی مرضی کے میدان میں لے آئے تھے اور یہ اُن کی حکمتِ عملی کی کامیابی تھی۔ اور اب تدبیرات کی باری تھی کہ دشمن کو فنِ سپہ گری کے صحیح استعمال سے تہس نہس کر دیا جائے۔ کیا رومی امرا یا رومی فوج یہ خیال کر سکتی تھی کہ اتنی کم نفری اس میدانِ جنگ میں اُن کو ایسا تہس نہس کر دے گی؟ اور اُن کے قیصر کو شام کی سرزمین کو الوداعی سلام کرنا پڑے گا۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے یہ سب کچھ کر کے دکھایا کہ جنگ یرموک اسلامی جلال کی ایک جھلک بھی ہے:

سے نہ ہو جلال تو حسن و جمال بے تاثیر　　نرا نفس ہے اگر نغمہ ہو نہ آتش ناک۔　(اقبالؒ)

۶ - اہلِ روم کو یہ وہم و گمان بھی نہ تھا۔ کہ اگر وہ دشمن کو جال میں نہ پھنسا سکے تو یرموک کے میدان میں اُن کو اس طرح تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔

۷ - اب جنرل گلب سے کون پوچھے کہ جنگ اجنادین سے دو سال بعد مسلمانوں کا پانچ سو کا لشکر پچیس ہزار کیسے بن گیا۔ جھوٹ کی بھی کوئی حد ہوتی ہے کہ اہلِ مغرب نہ صرف اسلام کو اپنے بودے پیمانوں سے ناپتے ہیں، بلکہ اپنے لوگوں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ بہر حال ہمارا فرض یہ ہے کہ اپنوں کے بارے جو کچھ غیروں کا لکھا ہوا پڑھیں تو اُس سلسلہ میں اپنوں کا لکھا ہوا پڑھیں اور راقم نے اسی وجہ سے فکرا در گلب کو جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

۸ - بوڑھے ہرقل کی حکمتِ عملی یا تجویز میں کوئی کمی نہ تھی اور آگے واقعات سے ظاہر ہو گا کہ رومی فوج بڑی بہادری سے لڑی، لیکن پھر بھی وہ شکست کھا گئی تو ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا تدبر، فن، ہُنر، بہادری، حربی خوبیاں اور ہر چیز رومیوں سے بہتر تھی تو تب ایسا ہوا۔ اور اصلی بات تو فلسفۂ حیات کی ہوتی ہے۔ جب ہم اپنے فلسفۂ حیات پر یقین کر کے اِس پر عمل بھی کریں تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں شکست نہیں دے سکتی۔

Marfat.com

۹ ۔ مسلمان اللہ کی فوج ہیں۔ بوڑھے، عورتیں، بچے سب میدانِ جنگ میں موجود تھے۔ جناب ابو سفیانؓ کی عمر ستر سال سے زیادہ تھی۔ جناب زبیرؓ بن عوام کی عمر بھی کافی تھی۔ سب جنگ میں شریک تھے اور بزرگ صحابہ مجاہدین کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔ لشکر کے دستوں کے امراء میں جناب عمروؓ بن عاص بھی جناب فاروق اعظمؓ سے عمر میں بڑے تھے اور یہی حال جناب شرجیلؓ بن حسنہ کا تھا لیکن عالم، صحابہ کرام کے صاحبزادے عاشق فقیر، جنگجو، مزدور، کاشتکار، تجار یعنی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہ تھا جس سے تعلق رکھنے والے لوگ جنگ میں شریک نہ ہو رہے ہوں لیکن آج ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم میں سے کچھ تو "قلمی جہاد" کرتے ہیں۔ کچھ "زبانی جہاد" اور کچھ تالیاں بجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی فوج "پال" رکھی ہے اور اسی کا کام ہے کہ وہی ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار رہے۔ اور کہیں دشمن کی بمباری سے سولین لوگ مر جائیں تو اخباروں میں خبر آتی ہے کہ "بے گناہ سولین" بھی مارے گئے۔ یعنی گنہ گار "صرف فوجی ہیں یہ قوم کی بدقسمتی ہے۔ وہاں تو میدانِ جنگ میں عورتیں اور بچے، مجاہدین کے ساتھ شانہ بشانہ لڑنے کو تیار تھے۔ اور ہم صرف تالیاں بجاتے ہیں۔

۱۰ ۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج کل کے زمانے کے مہلک ہتھیاروں کے ہوتے ہوئے کیا یہ ممکن ہے کہ اب بھی مجاہدینِ اسلام پرانے زمانے کی طرح کامیاب ہو سکیں گے؟ ہمارا ایمان ہے کہ بے شک ایسا ہو سکتا ہے انسان اشرف المخلوقات ہے اور یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے اسی کے لئے پیدا کی ہے اور انسان ہی کائنات کا مرکز ہے۔ اگر مسلمان اپنا ایمان و عقیدہ صحیح کر لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ دنیا کے تمام علوم اُن کے سامنے آکر ہاتھ باندھ کر نہ کھڑے ہو جائیں اِس میں سائنس اور ٹیکنالوجی بھی شامل ہیں اور اگر وہ غیرت پیدا کر لیں، اور اس غیرت کے ساتھ اپنے عقیدہ کی حفاظت شروع کر دیں تو دنیا کی کوئی طاقت اُن کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی بلکہ ہمیں تو نظر آتا ہے کہ دنیا باطل فلسفوں سے تنگ آ چکی ہے اور اب پھر حق کی باری ہے :-

ے
اُٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے ۔ مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے ۔ (اقبالؒ)

Marfat.com

نواں باب

جنگِ یرموک

پندرھویں ہجری میں رجب کا مہینہ تھا اور ادھر ۶۳۶ عیسوی کا ماہ اگست تھا۔ تاریخ کیا تھی اور دن کونسا تھا، اِس سلسلے میں مورخین خاموش ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یرموک کی پہلی جنگ تیرہ ہجری میں رجب کے مہینہ میں ہوئی۔ اور دوسری بھی رجب ہی کے مہینے میں دو سال بعد ہوئی اور اُس وقت تک ہجری سن کا تعین نہیں کیا گیا تھا۔ یہ کام ربیع الاوّل سولہ ہجری میں ہوا۔ تو راویوں نے معاملات کو آپس میں کچھ ملا دیا ہے۔ جہاں سال نہ لکھے جائیں تو عرب میں ویسے بھی مشہور ہے کہ سالوں کو اونٹ اور بکری کی کہانی کی طرح یاد کیا جاتا تھا۔ کہ کونسا سال تھا۔ کہ بارشیں اچھی ہوئیں اور بکری اور اونٹ کے لئے مفید سال تھا وغیرہ۔ حالانکہ یرموک کی پہلی جنگ کافی مختصر تھی اُس میں رومیوں کے کچھ نئے دستے شمالی شام سے آئے تھے اور کچھ اجنادین کے بھگوڑوں میں سے تھے۔ لیکن مورخ حضرات حالات کو سنبھالا نہ دے سکے۔ اِس لئے جب سن ہجری کا تعین ہو بھی گیا تو کچھ اُلجھن باقی رہ گئی کہ کونسا سال لکھیں۔

بہرحال ہم حالات کو تسلسل سے بیان کرتے آئے ہیں اور اکثر مورخین نے یرموک کی جنگ کی تاریخ رجب پندرہ ہجری ہی لکھی، تو واقعات بھی اس کے ثبوت میں جاتے ہیں۔ اور رجب کی کسی درمیانی تاریخ کو اِس میدانِ جنگ میں اہلِ حق صف بند ہوئے جس کو علامہ اقبالؒ اپنی ایک نظم میں اِس طرح بیان کرتے ہیں:۔

صف بستہ تھے عرب کے جوانانِ تیغ بند
تھی منتظر حنا کی عروسِ زمین شام۔

رومیوں کی مجبوری

اہلِ روم اب تنگ آچکے تھے اور وہ حملہ کے لئے مجبور ہو گئے۔ انہوں نے اپنے انتظار کی گھڑیاں ختم کرکے پہل کاری کی کوشش کی وہ گرمی کے موسم سے تنگ تھے۔ اگست کا مہینہ تھا اور ابھی دو ماہ اور گرمی کا موسم تھا۔ پھر تقریباً دو لاکھ فوج کی کفالت و بحالی کا کام مشکلات پیدا کر رہا تھا۔ اسلامی لشکر صف بند تھا۔

Marfat.com

رومیوں نے سمجھا، کہ اجنادین کی طرح مسلمان یہاں پر بھی حملہ آور ہوں گے یا کوئی اور ترکیب کریں گے۔ جب مسلمان فوج نے ظاہراً بالکل انفعالی صورت دکھائی تو رومیوں نے مجبوراً حملہ کر ہی دیا۔ یہ تو ہم پہلے ہی واضح کر چکے ہیں کہ مسلمان خاموش اور ساکن تھے اور یہ سب تجویز کے تحت تھا۔ رومیوں کو حملہ سے کوئی پہل کاری حاصل نہ ہوئی۔ گو ظاہراً یہ پہل کاری ضرور ہے کہ میدانِ جنگ میں پہلا وار رومی کر رہے تھے اور مسلمان دفاع کر رہے تھے۔ دفاع کرنا بھی آسان نہیں۔ اور اس زمانے میں کھڑے ہو کر وار سہنے پڑتے تھے۔ تیروں کو ڈھالوں سے روکا جاتا تھا۔ اور جب نزدیک ہوتے تھے تو پھر مسلمان اپنی پھرتی دکھا کر نیزے اور تلوار استعمال کرتے تھے۔ بہرحال لڑائی کا یہ اصول ضرور یاد رکھا جائے، کہ مجبوری کی پہل کاری زیادہ ثمرات کی حامل نہیں ہوتی۔ اور رومیوں کو پہل کاری پر مجبور کر دیا گیا۔

پہلا دن

رجب کی کسی تاریخ کو مسلمان جب صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ رومی لشکر ان کے سامنے کافی نزدیک پہنچ گیا ہے۔ اور درمیانی فاصلہ جو کئی میل تھا وہ ایک میل سے بھی کم رہ گیا ہے۔ آگے والی مسلمان چوکیاں پہلے سے رومیوں کی حرکت کے بارے میں خبر دے چکی تھیں۔ اور سورج چڑھنے کے بعد تو رومی فوج کے جھنڈے ہی جھنڈے نظر آ رہے تھے۔ جن میں سے اکثر پر صلیب کے نشانات تھے۔ لیکن کچھ قبائل اور لشکر کے مختلف دستوں کے جھنڈے بھی تھے۔

جرجہ[۱] کا قبول اسلام

تھوڑی دیر کے بعد رومی فوج سے ایک جرنیل آگے نکلا۔ مسلمان مجاہدین نے اندازہ لگایا کہ یہ رومی مبارزت طلب کرے گا۔ اب مسلمان مجاہد تیار ہو رہے تھے کہ سب سے پہلے اسلامی فوج سے آگے نکلنے کی سعادت کس کو نصیب ہوتی ہے۔ کئی پہلوان ایڑیاں اٹھا رہے تھے اور کئی مجاہد اپنے سالاروں کی طرف دیکھ رہے تھے کہ ان کے سالار ان کی طرف متوجہ ہوں اور اجازت دیں کہ وہ آگے نکلیں۔ رومی جرنیل جرجہ گھوڑے پر سوار

ع۱ شاید نام جارج ہو۔

تھا۔ اور وہ میدانِ جنگ کے درمیان میں آ کر رک گیا۔ جرجہ کسی لشکر کے بڑے حصہ کا کمانڈر نہ تھا۔ البتہ وہ دستے کا کمانڈر تھا اور مشہور آدمی تھا۔ اپنی فوج والوں کو یا رومی سپہ سالار کو کیا کہہ کر آگے نکلا، اس سلسلہ میں مورخین خاموش ہیں۔ شاید ان کو بتایا ہو کر مبارزت کے لئے جا رہا ہے۔ یا کوئی آخری بات چیت کرنا چاہتا ہو۔ کیونکہ جرجہ عربی زبان سے بھی واقف تھا۔

میدانِ جنگ کے درمیان میں آ کر اس نے جناب خالدؓ کو پکارا۔ مسلمان خوش ہو گئے کہ چلو بسم اللہ۔ اللہ کی تلوار سے ہو گئی اور جناب خالدؓ جلدی ہی جرجہ کا کام تمام کر دیں گے۔ جناب خالدؓ آگے بڑھے لیکن جیسے ہی جرجہ کے نزدیک پہنچے تو جرجہ نے عربی زبان میں بڑی فصاحت سے عرض کی کہ "اے سالارِ میں لڑائی لڑنے نہیں آیا ہوں۔ میں تو چند سوالات کے جوابات دریافت کرنے کے لئے آیا ہوں"۔

جناب خالدؓ نے فرمایا۔ "ضرور پوچھو"۔

جرجہ کہنے لگا۔ "اے سالار، بلندی اور عظمت والے لوگ ہمیشہ سچ بولتے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ میرے سامنے غلط بیانی نہ کریں گے۔ میرا سوال یہ ہے۔ کہ "کیا یہ سچ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے عرش سے کوئی تلوار بھیجی جو آپ کے پیغمبرؐ نے آپ کو عطا کر دی اور جب آپ اس تلوار کو سونت لیتے ہیں تو کوئی طاقت آپ کو شکست نہیں دے سکتی؟"

جناب خالدؓ۔ "نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔

جرجہ۔ "پھر آپ کو اللہ کی تلوار کے نام سے کیوں موسوم کیا جاتا ہے؟"

جناب خالدؓ۔ "اے سوال کرنے والے، سنو! میں اکیلا اللہ کی تلوار نہیں ہوں۔ مسلمانوں میں میرے رتبہ سے بڑھ کر کئی لوگ ہیں۔ کئی اللہ کے شیر ہیں۔ کوئی صدیق ہے کوئی فاروق ہے اور کوئی امین ہے۔ اور یہ سب کچھ رہتی دنیا تک ہوتا رہے گا۔ اللہ کے مجاہد پیدا ہوتے رہیں گے اور اس وقت بھی بے حساب مجاہد اللہ کی تلواریں ہیں۔ میری خوش قسمتی یہ ہے کہ جنگِ موتہ میں جب میں نے مسلمانوں کا عَلَم سنبھالا، تو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے فرمایا۔ کہ اب اللہ کی تلوار نے مسلمانوں کا عَلَم سنبھال لیا۔ اس کے بعد میرا لقب اللہ کی تلوار مشہور ہو گیا"۔

"پھر اے سوال کرنے والے ایک اور بات بھی یاد رکھنا۔ کہ ہمارے آقاؐ جو کچھ فرما دیتے تھے: وہ ہو جاتا تھا:"

Marfat.com

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر ۔۔۔ وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین وہی طٰہٰ (اقبالؒ)

جرجہ نے عرض کی " اے خالدؓ! آپ مجھے کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟"

جناب خالدؓ نے فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ دل و یقین سے پڑھو اور جو کچھ ہمارے آقا نے فرمایا اس پر ایمان لے آؤ۔

جرجہ: " اگر میں ایسا نہ کروں تو؟"

جناب خالدؓ: " جزیہ دو۔"

جرجہ: " اگر ایسا بھی نہ کروں؟"

جناب خالدؓ: " تو پھر تلوار فیصلہ کرے گی!"

جرجہ نے کچھ سوچنا شروع کر دیا اور پھر کہا کہ اگر میں اب آپ کے دین میں شامل ہوتا ہوں، تو اس کا رتبہ کیسے مقرر کیا جاتا ہے۔ یعنی ترجیحات کیا ہوں گی؟"

جناب خالدؓ: " ہمارے ہاں رتبہ میں سب برابر ہیں۔"

اس پر جرجہ پکار اٹھا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ اور دونوں جرنیل اسلامی لشکر کی طرف چل پڑے۔ جرجہ اسلامی لشکر میں داخل ہوتے وقت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ رہا تھا۔ اور مسلمان مجاہدین مرحبا مرحبا کے پیارے الفاظ سے جناب جرجہؓ کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ جناب جرجہؓ اسلام لانے کے بعد اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ اور آج ہم جناب جرجہؓ پر سلام بھیجتے ہیں کہ ہماری تاریخ میں ان کا نام سنہری الفاظ میں لکھا ہوا ہے۔ کتاب اول کا ہمارا وعدہ بھی پورا ہو گیا کہ خود جناب خالدؓ کی زبان کے ذریعے یہ ثابت ہو گیا کہ وہ اکیلے اللہ کی تلوار نہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

مبارزتیں

حالات کو سہارا دینے کے لئے رومی جرنیل نے رومی پہلوانوں کو حکم دیا کہ وہ آگے بڑھ کر مبارزتیں طلب کریں اور مسلمانوں کو مبارزتوں میں نیچا دکھا کر حالات کا پانسہ تبدیل کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ مبارزت کا دور شروع ہوا۔ لیکن صرف درمیان والے حصے سے چیدہ چیدہ رومی پہلوان نکلے۔ مورخین طرفین کے ناموں کے سلسلے میں خاموش ہیں۔ صرف یہی لکھتے ہیں کہ جو رومی آیا مارا گیا اور صرف جناب عبدالرحمٰنؓ بن ابو بکرؓ نے تنہا

پانچ رومیوں کو واصلِ جہنم کیا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر باہان کی اخلاقی قوتوں اور حوصلے کو بڑا دھچکا لگا۔ وہ حیران تھا کہ ہر پہلو سے اس کو نیچا دیکھنا پڑ رہا ہے۔ اس نے لشکر کے باقی حصوں یعنی بازوؤں سے بھی پہلوان نکالے لیکن ان کا حشر اور بھی بدتر رہا۔

رومیوں کا حملہ

دوپہر تک کا وقت تو مبارزتوں میں گزر گیا۔ لیکن سورج کے ڈھلنے کے ساتھ باہان نے رومیوں کو آگے بڑھ کر حملے کا حکم دے دیا۔ لیکن وہ پھونک پھونک کر قدم رکھ رہا تھا۔ اس نے صرف آدھی صفوں کو حملہ کا حکم دیا جو پانچ یا چھ صفیں ہو سکتی ہیں۔ ہم پہلے تجزیہ کر آئے ہیں کہ رومیوں کی صفیں دس یا بارہ سے زیادہ نہ تھیں اور جن مسعرین نے رومیوں کی صفیں تیس کے قریب لکھی ہیں وہ صحیح نہیں۔ بہرحال باہان یہ نہیں چاہتا تھا کہ پورے لشکر کو حملے کا حکم دے، کہ وہ ایک قدم زمین پر قائم رکھنا چاہتا تھا کہ کیا معلوم آگے سے مسلمانوں کا کیا طریقہ ہو۔ اس کی پانچ یا چھ صفوں کی طاقت بھی مسلمانوں کی نفری یا تین صفوں سے دگنی تھی اور حملہ سارے محاذ پر تھا۔ باہان یہ بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ مسلمانوں کی قوت اور طاقت کتنی ہے اور وہ کیسے مقابلہ کریں گے۔ باہان کے اس حملہ کو آج کل کی زبان میں پروبنگ (Probing) حملہ کہتے ہیں۔ یعنی طاقت کے استعمال سے دشمن کی طاقت کا اندازہ لگانا کہ دشمن کتنے پانی میں ہے۔

حملہ بڑا زوردار تھا۔ لیکن رومی فوج میں کافی نفری ایسے نوجوانوں کی تھی جنہوں نے پہلے جنگ میں حصہ نہ لیا تھا۔ اجنادین، فحل اور شمالی شام کے علاقوں میں اور پچھلے دو سال کی جنگوں میں اہلِ روم کافی زیادہ تجربہ کار جنگجو لوگوں کو مروا بیٹھے تھے اور اب نئی پود آگے آئی تھی۔ مسلمان مجاہدین سب جنگجو تھے اور کئی جنگوں میں حصہ لے چکے تھے۔ پہلے تو مسلمانوں نے رومی حملہ آوروں پر تیروں کی ایسی بوچھاڑ کی کہ ان کے منہ پھیر کر رکھ دیئے۔ اور مسلمانوں کا طریقہ یہ تھا کہ تیر دیکھ کر اپنے امیر کے حکم پر ایک وقت میں کسی مقررہ ہدف پر پھینکے جاتے تھے۔ یہ تیر جیسے ہی رومیوں کے کسی ایک دستہ کے کسی حصہ پر گرتے تو رومی فوج کا وہ حصہ ناکارہ ہو جاتا اور صفوں میں شگاف پڑ جاتا۔ اور رومیوں کی صفوں میں بے ترتیبی آ جاتی۔

بہرحال رومی فوج کے کچھ حصے مسلمانوں کے نزدیک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ مسلمان مجاہدین نے نیزے اور تلواریں اٹھالیں اور دشمنوں کو مولی گاجر کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ اب مناسب تو یہ تھا کہ باہان ان صفوں کو

Marfat.com

آگے بڑھانا، جو پیچھے ریزرو میں رہ گئی تھیں۔ لیکن باہان کو ایسا کرنے کی ہمت نہ ہوئی یا دوسرے دن کے بھرپور حملہ کی سوچ کے تحت رومیوں نے اپنے حملہ آور دستوں کو کوئی کمک نہ بھیجی۔ اور جو مسلمانوں کے ہاتھ چڑھ گئے وہ بچ کر نہ جا سکے۔ لڑائی شدید ضرور تھی اور کچھ مسلمان مجاہدین نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ لیکن رومیوں کے مرنے والوں کی تعداد کو دیکھ کر مسلمانوں کو اپنی اس کامیابی پر بڑی خوشی ہوئی، اور ان کو اپنے آپ پر اللہ کے فضل سے اور بھروسہ ہو گیا۔ مسلمانوں نے رومیوں کی طاقت کا اندازہ لگا لیا کہ ان کے زوردار حملے کہاں تک پہنچ سکیں گے۔ سورج غروب ہونے کے ساتھ ساتھ، طرفین اپنی صفوں میں واپس جانے کے لئے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ آئے۔ مسلمانوں میں زخم تو کئی مجاہدین نے کھائے۔ لیکن ایسے زخمی بھی تھے، جو پٹیاں باندھنے کے بعد دوسرے دن کی لڑائی میں دشمن پر ضرب کاری لگانے کو تیار تھے۔

دوسرا دن (نقشہ ہفتم)

رات آرام سے کٹی۔ گو باہان کی امیدیں بر نہ آئیں۔ رومیوں کا اتنا زیادہ جانی نقصان دیکھ کر وہ سخت پریشان تھا اور اس کو یہ فکر لاحق ہوئی، کہ ہر روز اگر حالات ایسے ہی رہے تو چند دنوں کے بعد معاملہ ختم ہو جائے گا۔ اس لئے پہلے دن شام کو جب لڑائی ختم ہوئی تو باہان نے تمام امرا کو صلاح و مشورہ کے لئے طلب کیا۔ اور دوسرے دن کی لڑائی کے لئے جو تجویز اُس نے بنائی اُس سے اُن کو آگاہ کیا۔ تجویز یہ تھی کہ دونوں درمیان والے لشکر، مسلمانوں کے درمیان والے لشکروں پر حملہ ضرور کریں گے۔ اور یہ ظاہر کیا جائے گا کہ پورے محاذ پر شدت سے حملہ ہو رہا ہے۔ لیکن درمیان والے لشکر مسلمانوں کے لشکروں کو الجھائے رکھیں گے اور انہیں زیادہ پیچھے کی طرف نہ دھکیلیں گے۔ لیکن اتنا دباؤ ضرور ڈالا جائے گا کہ یہ لشکر بازوؤں والے لشکروں کی مدد نہ کر سکیں۔ دونوں بازوؤں پر شدید ترین حملے ہوں گے اور حملے اتنے شدید ہوں کہ بازوؤں سے رومی لشکر پوری طاقت کے ساتھ آگے بڑھ کر مسلمانوں کو گھیر ڈال لیں گے۔ اور ایسا تب ہو سکے گا کہ بازوؤں کے مسلمان لشکروں کو تہس نہس کر دیا جائے۔ گھیرا پڑ جانے کے بعد درمیان والے لشکر شدید حملوں کے ساتھ مسلمانوں کو اس گھیرے کے اندر ہی تباہ کر دیں تاکہ کوئی آدمی بچ کر نہ جا سکے۔

مسلمان چوکنے تھے۔ اور بھرپور حملہ کی توقع رکھتے تھے ان کو آگے والی چوکیوں نے پہلے سے ہی خبر دے دی۔ کہ رومیوں کے درمیان ہل چل ہے اور صفیں تیار ہو رہی ہیں۔ مسلمانوں نے تیار ہونے میں دیر نہ لگائی لیکن

Marfat.com

شمال

نقشہ ہفتم۔ یرموک کی جنگ۔ (خاکہ بغیر سکیل کے)

دوسرے دن کی جنگ۔ دوپہر سے پہلے

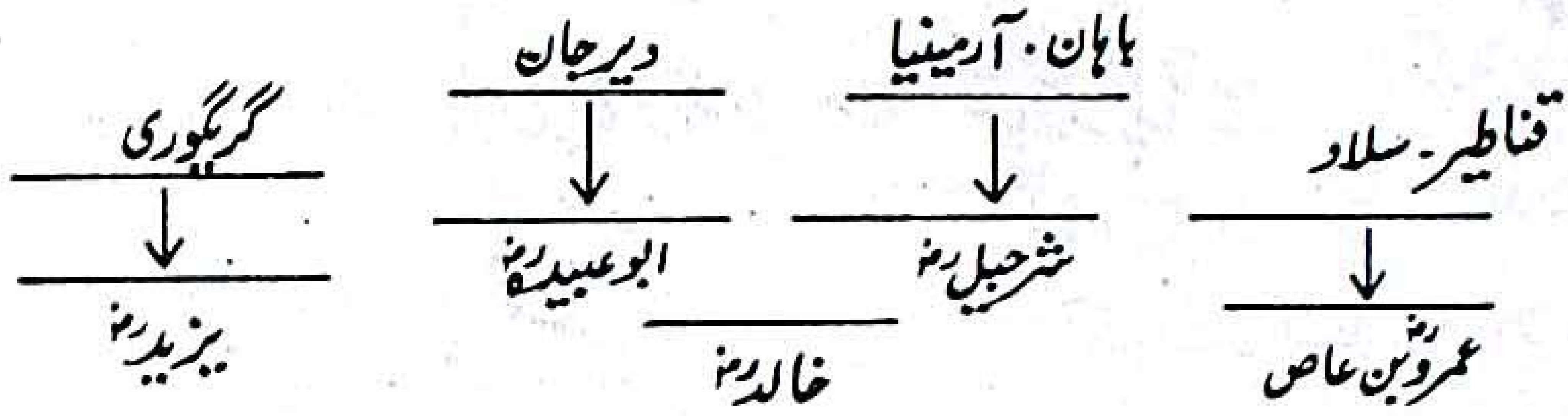

دوسرے دن کی جنگ۔ دوپہر کے بعد

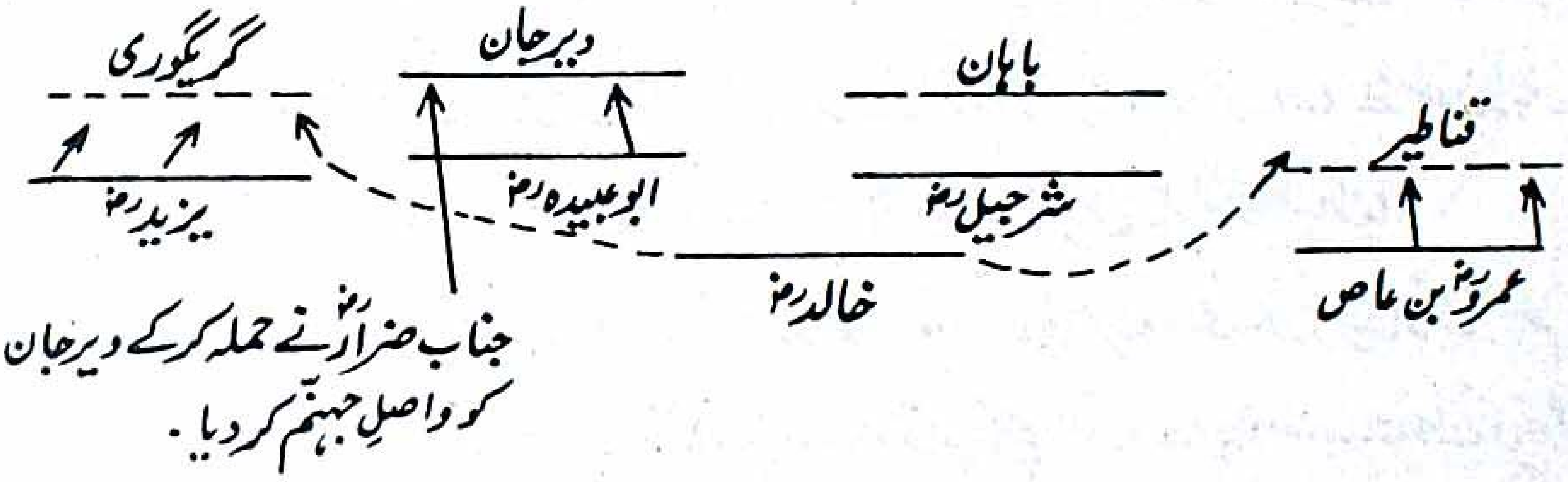

Marfat.com

آخر اندھیرے میں صفیں باندھنا اتنا آسان بھی نہیں ہوتا لیکن مسلمانوں کے آگے کی چوکیوں والے دستے ہوشیار تھے۔ عام طور پر روشنی ہو جانے کے بعد وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے تھے۔ لیکن اس دن وہ لڑ کر پیچھے ہٹ رہے تھے اور رومی حملہ کو اس طرح تھامے ہوئے تھے کہ رومی بھی حیران ہو گئے، کہ شاید مسلمانوں نے پوری صفیں آگے کر دی ہیں ان دستوں نے رومیوں کو سخت نقصان پہنچایا۔ رومیوں کو جو یہ خیال تھا کہ وہ حیران کن اور تیز کارروائی کر کے مسلمانوں کے بازوؤں کے دستوں کو اکھیڑ دیں گے۔ اس تجویز کے تو وہ نزدیک نہ پہنچ سکے۔ البتہ سورج ابھی پوری طرح افق پر نہ آیا تھا، کہ دونوں فوجیں آپس میں مکمل طور پر ٹکراؤ اختیار کر چکی تھیں۔

رومیوں کا دائیں بازو پر حملہ

درمیان میں اہل روم کا حملہ عام قسم کا تھا۔ لیکن مسلمانوں کے بازوؤں پر سخت حملے ہوئے۔ پہلے دائیں بازو کی کہانی بیان کی جاتی ہے۔ دائیں بازو پر حملہ قناطیر کے لشکر نے کیا۔ وہاں پر جناب عمروؓ بن عاص کا لشکر تھا۔ جناب عمروؓ کی سنجیدگی، تدبر، ٹھنڈے مزاج اور دور رس سوچ کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ انہوں نے رومی حملہ کے ریلے کو نہایت ثابت قدمی کے ساتھ رد کیا اور رومیوں کا حملہ ناکام ہو گیا۔ لیکن تجویز کے مطابق رومیوں نے جلدی سے دوسرے ریلے کے ساتھ حملہ کر دیا۔ مسلمان پھر بھی ثابت قدم رہے اور یہ حملہ بھی ناکام ہو گیا۔ لیکن رومی فیصلہ کن کارروائی کی تیاری کر چکے تھے۔ انہوں نے پچھلی صفوں سے تازہ دم فوج کے ساتھ تیسری دفعہ ایک بھرپور حملہ کر دیا۔ مسلمان مجاہد اس حملے کی مکمل طور پر تاب نہ لا سکے اور کچھ مجاہدین کے قدم اکھڑ گئے۔ بعض عقب کی طرف ہٹ کر جھپٹنا چاہتے تھے۔ لیکن ٹڈی دل رومی لشکروں کی صفوں کی گہرائی زیادہ تھی۔ اس لئے مسلمان واپس اپنی کھوئی ہوئی جگہ حاصل نہ کر سکے۔ بعض اہل لشکر نے اپنے بائیں جناب شرجیلؓ کے لشکر کا سہارا لیا۔

جناب عمروؓ بن عاص دیکھ رہے تھے کہ اب کچھ سخت جوابی کارروائی کی ضرورت تھی۔ ورنہ جیسا کہ نقشہ ہفتم کے پہلے مرحلہ سے ظاہر ہے، ان کی صفوں میں شگاف پڑنے والا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے عقب سے رسالے کی مدد سے جوابی حملہ کر کے رومیوں کے حملے کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ لیکن رومیوں کو پوری طرح پیچھے نہ دھکیلا جا سکا، اور انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کے زور کو بڑھا دیا۔ کہ ان کی صفوں کی گہرائی بہت زیادہ تھی۔ لیکن مسلمان مجاہدین کے لئے پیچھے ہٹنے والی بات اب ختم ہو چکی تھی۔ عقب سے رسالہ بھی جنگ میں شریک ہو چکا تھا۔ اس کے علاوہ مسلمان مجاہدین کی عورتیں اور بچے ہاتھ میں ڈنڈے یا خیموں کی چوبیں لے کر کھڑے تھے۔ کچھ مجاہدین عورتوں اور

Marfat.com

بچوں کا حوصلہ دیکھ کر پھر ثابت قدم ہو گئے۔ بہر حال مسلمانوں نے جلد اپنی صفیں درست کر لیں جناب عمرؓو بن عاص نے دوسرا جوابی حملہ رسالے اور پیدل فوج کے ملے جلے دستوں کے ساتھ کیا۔ یہ جوابی حملہ اتنا سخت تھا کہ مسلمان مجاہدین نے اپنی کھوئی ہوئی زمین کافی حد تک واپس لے لی اور رومیوں کے قدم اکھڑنے لگے۔

مسلمانوں کے بائیں بازو پر حملہ

عین اسی وقت جب رومیوں نے مسلمانوں کے دائیں بازو پر حملہ کیا تو گریگوری نے مسلمانوں کے بائیں بازو پر زبردست حملہ کر دیا۔ یہاں پر آگے جناب یزیدؓ بن ابو سفیانؓ کا لشکر تھا۔ گریگوری کے لشکر میں سے تیس ہزار جوانوں نے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھا ہوا تھا۔ آگے آگے دس ہزار پیدل جوان تھے جو زنجیروں سے بندھے ہوئے نہ تھے اور ساتھ جبلہ کے غسانی بھی تھے پیچھے زنجیروں سے بندھے ہوئے رومی ایک دیوار کی طرح حرکت کر کے آگے والوں کو سہارا دیتے تھے۔ ایرانیوں اور رومیوں کا زنجیروں سے باندھنے کے طریقے میں فرق تھا ایرانی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوتے تھے اور رومیوں کی زنجیریں لچک دار تھیں۔ ایرانی زنجیریں باندھ کر دشمن کے سامنے دیوار بننے کی کوشش کرتے تھے اور ایسی فوج زیادہ تر دفاع میں لڑتی تھی۔ اور جب حملہ آور دشمن تھک کر چور ہو جاتا تھا تو پھر کھلے سپاہی آگے نکل کر حملہ آور ہوتے تھے۔ رومیوں کی زنجیریں "لچکدار" تھیں۔ ایک تو باندھے ہوئے گروہ چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے۔ کہ یہ لوگ متحرک بھی ہو سکتے تھے۔ پھر زنجیر کو کھولنے کے بھی طریقے تھے کہ کوئی آدمی زخمی ہو گیا یا گر گیا تو اس کو بیچ سے نکال دیتے تھے یعنی زنجیروں والے بندھے طور پر بھی حملہ کر سکتے تھے۔

گو گریگوری کے لشکر کا پہلا حملہ بھی بڑا سخت تھا لیکن جناب یزیدؓ کے لشکر نے ثابت قدمی کے ساتھ رومیوں کو پیچھے دھکیل دیا۔ گو گریگوری کے لشکر کا دوسرا ریلہ بھی بہت سخت تھا۔ زنجیروں میں کسے ہوئے رومی ہاتھی کی طرح آگے بڑھ رہے تھے۔ اور وہ لوگ اپنے جمگھٹ کے زور کی وجہ سے کئی مقامات پر جناب یزیدؓ کے لشکر کے اندر گھس گئے۔ جناب یزیدؓ نے بھی حالات کو سنبھالا دینے کے لئے اپنے عقب سے رسالے سے جوابی حملہ کر دیا اور کچھ کامیابی ضرور ہوئی۔ لیکن رومیوں کے حملہ کا زور نہ ٹوٹ سکا۔ کچھ مسلمانوں کے قدم یہاں پر اکھڑ گئے۔ پچھلی صفوں میں جناب یزیدؓ کے والد جناب ابو سفیانؓ تھے۔ وہ بھی کچھ پیچھے ہٹے۔ اب رسالہ آگے جا چکا تھا اور پیچھے عورتیں اور بچے تھے اور جناب ابو سفیانؓ کی بیوی ہندؓ یہ سب کچھ دیکھ رہی تھیں۔ وہ

Marfat.com

پکار اٹھیں خبردار! ابویزیدؓ اور ابو معاویہؓ۔ یہ کیا بات ہے اگر ضرورت تھی تو ہمیں کیوں نہ پکارا گیا۔ اور اس کے بعد ہندہؓ کئی عورتیں بچے جو کچھ ان کو ملا، لے کر اسلامی لشکر کی صفوں میں آکر شامل ہو گئے اور جو رومی نظر آیا اس کا منہ توڑ کر رکھ دیا۔ ایک مجاہدہ کے پاس تلوار بھی تھی۔ وہ مردوں کے ساتھ شامل ہو کر جنگ میں شریک ہو گئیں اور کئی رومیوں کو بھی واصلِ جہنم کیا۔

واقدی کے لحاظ سے جناب ہندہؓ نے وہ گانا بھی گایا جو اُس نے احد کے میدان میں قریش کی دلجوئی کے لئے گایا تھا۔ کہ اہل قریش جنگ احد کے پہلے مرحلے میں مسلمانوں کے سامنے سے بھاگ گئے تھے۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ گانا یہاں موزوں نہ تھا اور وہ بارہ سال پرانی بات تھی۔ ہندہ اُس زمانے میں چالیس سال سے کم عمر کی تھیں اور کسی اور فلسفہ حیات کے تحت زندگی گزار رہی تھیں۔ اب وہ مسلمان مجاہدہ تھیں۔ اُن کے دو بیٹے اللہ اور رسولؐ کے نام پر جنگ کر رہے تھے۔ اُن کے خاوند اللہ اور رسولؐ کے نام پر اہل لشکر کی دلجوئی کر رہے تھے۔ ہندہؓ شاعرہ تھیں۔ علم الکلام کی ماہر تھیں۔ حاضر جوابی میں اپنا مقام نہ رکھتی تھیں۔ اُن کی غیرت اب اللہ اور رسولؐ کے احکام کے تابع ہو گئی تھی۔ اس لئے شاید کوئی رجز پڑھی ہو۔ اور ممکن ہے قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسحور کرنے والی آواز بھی نصیب فرمائی تھی۔ لفاظی کے شوقین راویوں نے شاید اُس کو اور رنگ دے دیا۔ اور واقدی پر یہ اعتراض اکثر کیا جاتا ہے کہ وہ ایسی باتوں کو لکھ کر تاریخ میں دلچسپی پیدا کرتا تھا۔ اور مورخین کے لیے معمولی خیالات پر درگذر کیا جا سکتا ہے۔

سالار لشکر کا جوابی حملہ

بہرحال بائیں بازو پر بھی حالات کچھ سنبھل گئے۔ لیکن رومیوں کے حملوں کا زور جاری تھا۔ جناب ابو عبیدہؓ اور ان کے نائب جناب خالدؓ درمیان میں کھڑے حالات کا جائزہ لے رہے تھے۔ جناب خالدؓ نائب سالار ہونے کے علاوہ ریزرو اور متحرک دستوں کے بھی کمانڈر تھے۔ دوپہر تک جنگ کی یہ حالت رہی جو اوپر بیان کی گئی ہے۔ اب سورج ڈھلنے لگا اور وہ وقت آگیا تھا جس وقت حضور پاکؐ جوابی حملہ کرنے کا حکم دیتے تھے۔ جناب امین الامت شاید اسی وقت کے انتظار میں تھے۔ انہوں نے جناب

ع۱ جلال مصطفےؐ کے صفحہ ۹۰ - ۸۹ سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

خالدؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا: ابا سلیمان! کیا اب حضور پاکؐ سے سیکھے ہوئے طریقہ کے مطابق جوابی کارروائی کا وقت نہیں آگیا؟۔ جناب خالدؓ اس اشارہ کے منتظر تھے۔ کہ ریزرو دستوں کے استعمال کے بارے میں وہ اپنے ذہن میں تجویز بنا چکے تھے اور حالات کے مکمل طور پر نبض شناسی بھی کر چکے تھے۔ چنانچہ جناب خالدؓ نے اپنے ریزرو دستوں کو پہلے دائیں جانب کارروائی کا حکم دے کر معاملات کو ایسا سنبھالا دیا کہ صورتِ حال صحیح ہو گئی۔

البتہ بائیں جانب زیادہ بھرپور کارروائی کی ضرورت تھی۔ زنجیروں سے بندھے ہوئے گریگوری کے لشکر یہ بائیں بازو سے حملہ زیادہ کامیاب نہ رہتا۔ یہاں پر جناب خالدؓ نے یہ تجویز بنائی کہ ایک تو بائیں جانب سے اسی طرح حملہ کیا گیا، جیسے دائیں بازو پر کیا گیا تھا۔ لیکن درمیان میں جہاں گریگوری اور دیرجان کے لشکروں کا جنکشن پوائنٹ تھا، وہاں پر جناب ضرارؓ نے متحرک دستوں سے ایک سخت حملہ کیا۔ ایسا کرنے کے لئے جناب ضرارؓ نے جناب عکرمہؓ بن ابوجہل کے دستوں کا سہارا لیا۔ اور نقشہ ہشتم کے دوسرے مرحلہ سے یہ طریق کار بھی آسانی سے سمجھا جا سکے گا۔ لیکن اسی دوران جناب ضرارؓ کو کہیں دیرجان نظر آ گیا۔ جو اپنے لشکر میں بے فکر تماشہ دیکھ رہا تھا کہ اس کا لشکر بھرپور حملے میں شریک نہ تھا۔ بلکہ وہ صرف جناب ابو عبیدہؓ کے درمیان والے لشکر کو الجھائے ہوئے تھا۔ جناب ضرارؓ شیر کی طرح جھپٹے اور دیرجان کے لشکر کے اندر گھس کر دیرجان کا کام تمام کر دیا۔ اور پھر واپس اپنے دستوں میں شریک ہو گئے۔ اب رومیوں کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ گریگوری کا لشکر مسلمانوں کے رحم پر تھا۔ وہ الگ ایک طرف مسلمانوں کی تلواروں اور نیزوں کی بھینٹ چڑھ رہے تھے۔ گریگوری بہادر آدمی تھا اور سمجھدار بھی۔ وہ حالات کو بھانپ گیا اور پسپائی کے احکام دے دیئے۔ گو یہ پسپائی بھی مہنگی رہی کہ زنجیروں سے بندھے ہوئے کئی جوان خود بھی ہلاک ہوتے اور دوسروں کو بھی لے ڈوبے۔ لشکر میں زیادہ یورپین تھے۔ اگست کے مہینہ میں گرمی اور پسینہ کی وجہ سے ان کا برا حال ہو رہا تھا۔ متحرک مسلمان دستوں کی تلواریں۔ گھوڑ سواروں کے وار یہ وار رومی بری طرح مار کھا کے پیچھے ہٹے۔

دوسرے دن کی جنگ کا ماحصل

دوسرے دن کی جنگ مسلمانوں کے لئے سخت گھڑیاں لے کر آئی تھی۔ جتنے حملے مسلمانوں کے بازوؤں والے لشکروں پر ہوئے اور جس طرح مسلمان مجاہدین نے ان حملوں کو پسپا کیا اس کی عسکری تاریخ میں

Marfat.com

مثال نہیں ملتی۔ جناب ابو عبیدہؓ کا صبر، اور اس گھڑی کا انتظار کہ جس گھڑی میں حضور پاکؐ جوابی کارروائی کا حکم دیتے تھے، یہ ایسے سبق ہیں کہ آج بھی صحیح ہیں اور اس سے روحانی طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جنگ کی تمام حکمت عملیاں اور تدبیرات حضور پاکؐ کے نام مبارک پر قربان کی جا سکتی ہیں۔ قرون اولیٰ کی ہر جنگ سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے کہ جہاں حضور پاکؐ کی سنت پوری کی، وہاں کامیابی ہی کامیابی تھی۔ ویسے اس پہلو کو دنیاوی پیمانوں سے ناپا جائے، تو بھی دوپہر کے بعد جوابی کارروائی کے بڑے فائدے ہوتے ہیں کہ دشمن کے پاس ردعمل کا وقت نہیں رہتا۔ اور اپنا عمل آدھے دن کے نتائج کے تجزیہ اور نبض شناسی کے بعد ہوتا ہے۔ لیکن یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ جوابی کارروائی ہمیشہ بعد دوپہر ہی کی جائے کہ اسلام دین الوسطیٰ ہے اور میانہ روی سکھاتا ہے کہ کارروائی حالات کو بھانپ کر کی جائے۔

بہرحال دوسرے دن کی جنگ نے مسلمانوں کے حوصلوں کو اور بلند کیا اور رومیوں کو یہ حملہ بہت مہنگا پڑا۔ جنرل دیرجان مارا گیا اور اس کے لشکر کی کمانڈ ایک اور جنرل قربن کو دی گئی۔ اور گریگوری کے زنجیروں سے باندھے ہوئے جوان اتنے زیادہ مارے گئے کہ وہ ان سب کی لاشوں کو بھی نہ اٹھا سکے۔ رومی لشکر کے لوگ رات کے اندھیرے میں چھپ کر آتے رہے اور اپنے مردوں اور زخمیوں کو اٹھانے کی کوشش بھی کی۔ جو مردے مسلمانوں کے قدموں کے نیچے روندے گئے ان پر مسلمانوں نے مٹی ڈال دی۔ اور شام پڑنے پر مسلمانوں نے اپنے شہداء کو عزت کے ساتھ دفن کیا۔

عورتوں نے آگے بڑھ کر زخمیوں کی مرہم پٹی کی۔ البتہ کچھ مورخین اور مبصرین نے جنگ کے واقعات کو لطف آمیز بنانے کے لئے! اور جنگ کو افسانوی رنگ دیتے ہوئے عورتوں کی کارکردگی کے سلسلے میں کچھ زیادہ ہی لفاظی سے کام لے لیا ہے۔ کہ ہر روز مجاہدین کے قدم کسی نہ کسی جگہ اکھڑ جاتے تھے۔ اور عورتیں خیموں کے چوبیں لے کر ان مسلمانوں کی خوب مرمت کرتی تھیں کہ وہ کہاں بھاگ رہے ہیں۔ بلکہ کچھ مورخین نے مجاہدین کے منہ میں یہ الفاظ بھی ڈال دیئے کہ رومیوں سے مقابلہ تو اتنا مشکل نہیں لیکن بخدا۔ اپنی عورتوں کے ڈنڈے بڑے سخت ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

تبصرہ

مانا کہ ایک آدھا ایسا واقعہ کسی جگہ ضرور ہوا ہوگا کہ کوئی مجاہد کچھ زیادہ پیچھے چلا گیا ہوگا۔ اور شاید کسی مجاہد نے دل لگی کے ساتھ بھی ایسا کہہ دیا ہو۔ کو عورتوں سے ڈر آتا ہے۔ اور ڈر کی بجائے اصلی لفظ

Marfat.com

تو ندامت ہے، لیکن کسی ایسے ایک آدھ واقعہ کو افسانہ نہیں بنا لینا چاہیئے کہ مجاہد روزانہ کسی ایک جگہ سے بھاگتے تھے، اور عورتوں کے ڈنڈے کھاتے تھے۔ یہ الگ پہلو ہے کہ کئی عورتوں نے جنگ میں بھرپور حصہ لیا۔ جناب ہندہ رضؓ کے علاوہ عظیم صحابی جناب زبیر رضؓ بن عوام کی ایک زوجۂ محترمہ جنگ یرموک میں شریک تھیں۔ اور جناب عکرمہ رضؓ کی زوجہ جناب ام حکیم رضؓ جنہوں نے جناب عکرمہ رضؓ کو اسلام کی طرف مائل کیا تھا وہ بھی جنگ میں شامل تھیں۔ جناب ضرار رضؓ بن ازور کی بہن جناب خولہ رضؓ کا ذکر بھی آتا ہے۔ بلکہ جناب خالد رضؓ کی ایک بہن جو صفوان رضؓ بن امیہ کی زوجہ تھیں اُن کے بارے میں بھی کچھ روایات میں ذکر ہے کہ وہ بھی جنگ میں موجود تھیں اور مسلمان عورتیں لشکر کا حوصلہ بڑھاتی تھیں۔ کھانے پکانے کا کام کرتی تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی اور تیمارداری کرتی تھیں جنگ میں پیاسوں کو پانی پلاتی تھیں۔

تیسرے دن کی جنگ (نقشہ ہشتم)

اہلِ روم دو دن کی کارروائی میں بری طرح پٹ چکے تھے۔ لیکن جارحانہ کارروائی کے بغیر اُن کے پاس کوئی اور چارہ کار بھی نہ رہ گیا تھا، یہی مسلمانوں کی حکمت عملی کی عظیم کامیابی تھی کہ دشمن اِس حالت میں تھا، کہ یا وہ بھرپور حملہ کرتا رہے یا میدانِ جنگ چھوڑ دے۔ جنرل گلب کے سوال کا جواب یہاں بھی مل جاتا ہے کہ اگر مسلمان دمشق کے شمال میں پوزیشن لیتے تو اہل روم اُن کے ساتھ بلی اور چوہے والا کھیل کھیلتے رہتے۔

رومیوں کی تجویز

تیسرے دن کی کارروائی کرنے سے پہلے رومیوں کو سوچنا تھا کہ وہ کیا کریں۔ پہلے دن سارے محاذ پر کارروائی کر کے مار کھا چکے تھے۔ دوسرے دن بازوؤں پر کارروائی میں زیادہ کامیابی نہ ہو سکی۔ گو اصولی لحاظ سے یہ کارروائی صحیح تھی۔ اور تیسرے دن بھی اگر رومی یہ کارروائی کرتے تو ان کی کامیابی کی کچھ امید تھی۔ لیکن گریگوری کا لشکر اتنی مار کھا چکا تھا کہ وہ تیسرے دن کی لڑائی میں کوئی جارحانہ کارروائی کرنے کے قابل نہ تھا۔ دونوں درمیان والے لشکر بہتر حالت میں تھے۔ لیکن ان میں سے ایک کا سپہ سالار مارا گیا تھا اور درمیان سے آگے بڑھنے میں خطرہ یہ تھا کہ دونوں لشکر بیچ میں پھنس جاتے۔ مسلمانوں کے عقب میں رسالہ تھا اور مسلمان

Marfat.com

نقشہ ہشتم ۔ یرموک کی جنگ ۔ خاکہ بغیر سکیل کے ۔

تیسرے دن کی جنگ ۔ دوپہر سے پہلے (پہلا مرحلہ)

(دیرجان مارا گیا تھا اس کی جگہ قرین نے لے لی)

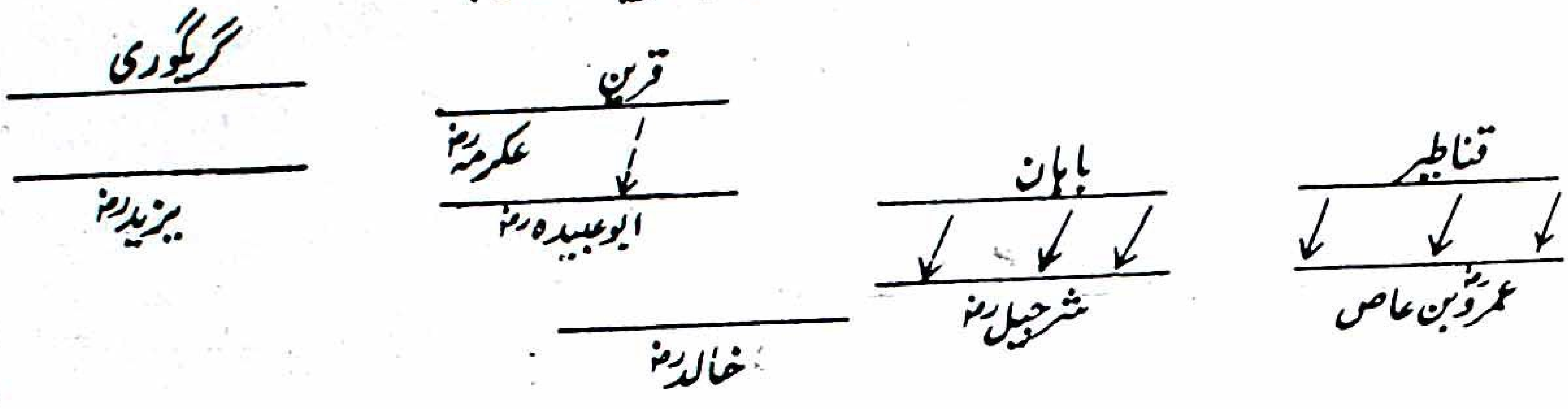

تیسرے دن کی جنگ بعد دوپہر (دوسرا مرحلہ)

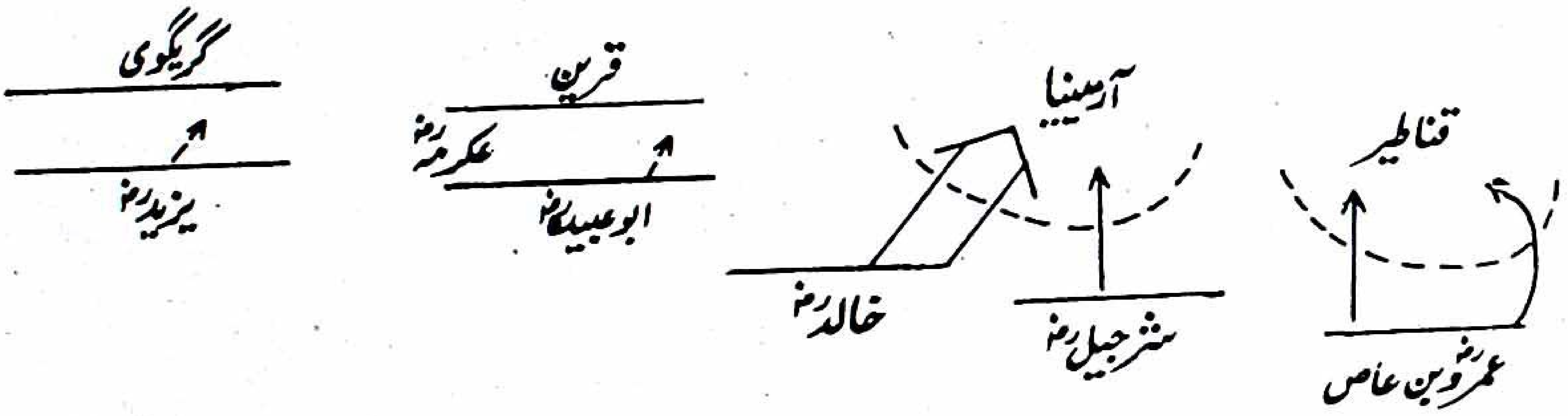

Marfat.com

رومیوں کو پھنسا کر تہس نہس کر دیتے۔ اس لیے باہان نے یہ تجویز بنائی کہ گو حملے کا مظاہرہ سارے محاذ پر کیا جائے گا لیکن اپنے دونوں بائیں بازو والے لشکروں کی مدد سے وہ لوگ مسلمانوں کے دائیں بازو پر حملہ کریں گے۔ باہان نے اپنے لشکر اور قناطیر کے دونوں لشکروں کو ملا کر اس ساری کارروائی کی کمانڈ قناطیر کو دے دی اور جبلہ کے عیسائی لوگ بھی نام کے تمام ان کے ماتحت کر دیئے۔ جہاں رومیوں نے حملہ کرنا تھا، وہاں پر آگے مسلمانوں کے جو دو دائیں بازو والے لشکر تھے، ان کی کمانڈ جناب عمروؓ بن عاص اور جناب شرجیلؓ کر رہے تھے۔

نقشہ ہشتم کے پہلے مرحلے کے خاکے میں رومی تجویز اور کارروائی کی ایک جھلک ہے، جس سے حالات کچھ اور واضح ہو جاتے ہیں۔ رومیوں کے دائیں بازو والے لشکر کچھ زیادہ کارروائی نہ کر سکتے تھے کہ گریگوری کے "با بہ زنجیر" بہت زیادہ نقصان اٹھا چکے تھے اور سامنے سے جنرل قرنن نے جو کارروائی کی جناب ابوعبیدہؓ خود دیکھ رہے تھے، اور اپنی فراست سے وہ سمجھ رہے تھے کہ وہ دکھاوے کی کارروائی تھی۔ اس لئے مسلمان اس محاذ پر چوکنے ضرور تھے لیکن ظاہر ہو رہا تھا کہ رومیوں کے ریلے کا زور دونوں دائیں بازوؤں والے لشکروں پر ہے اور رومیوں نے ایک پرزور حملہ کر دیا۔ حملے کا زیادہ زور وہاں تھا، جہاں جناب شرجیلؓ اور جناب عمروؓ کے لشکروں کی حدود ملتی تھیں۔ اور یہ پرانے زمانے کا اصول آج بھی اتنا ہی اہم ہے کہ کسی بھی یونٹ، کمپنی یا پلاٹون کے ملاپ والی جگہ یا باہمی حد پر دشمن کا حملہ زیادہ کامیاب رہتا ہے۔ اس لئے آج کل اصول یہ رکھا جاتا ہے کہ ایسے ملاپ یا باہمی حدیں وہاں ہونی چاہئیں جو زمین غیر اہم ہو کہ اگر دشمن کو اس علاقے میں کچھ کامیابی حاصل بھی ہو جائے تو وہاں سے دشمن کو جوابی حملہ کی مدد سے ہٹانا آسان ہوتا ہے۔ یا دشمن جو حاصل کر لیتا ہے وہ اس کو بہت مہنگا پڑتا ہے۔

افواج کی گتھم گتھا لڑائی

رومیوں کا پہلا حملہ بڑا زوردار تھا۔ لیکن مسلمانوں نے اس کو آسانی کے ساتھ پسپا کر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ رومی کچھ نقصان اٹھا چکے تھے لیکن ان کے پاس بے پناہ نفری تھی۔ دوسرا حملہ انہوں نے اور زیادہ تیاری اور پیچھے سے صفوں کو آگے بڑھا کر پہلے حملے سے بھی زیادہ زور سے کیا جس سے مسلمانوں کی صفوں میں شگاف پڑنے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اس لئے جناب عمروؓ بن عاص نے تدبیر کے تحت محدود پسپائی

Marfat.com

اختیار کی۔ اس کی وجہ سے جناب شرجیلؓ کی فوج کا وہ حصہ جو جناب عمروؓ بن عاص کے نزدیک تھا اس کو بھی پیچھے ہٹنا پڑا۔ لیکن جناب شرجیلؓ کے وہ دستے جو درمیان میں جناب ابوعبیدہؓ کے لشکر کے نزدیک تھے انہوں نے ان مجاہدین کا سہارا لے لیا اور ادھر ہی ڈٹ گئے۔ دوپہر تک گھمسان کی جنگ ہوئی۔ رومیوں کو کچھ کامیابی کی امید بھی نظر آئی۔ لیکن حالات مسلمان مجاہدین کے کنٹرول میں تھے۔ تدبیراتی طور پر پیچھے ہٹنے کے بعد مسلمانوں نے رومیوں پر زوردار حملے شروع کر دیئے اور سورج ڈھلنے سے پہلے میدانِ جنگ رومیوں کی لاشوں سے بھر گیا۔ وہ بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے لیکن مسلمان جہاں تک پہنچ سکے۔ وہاں مضبوطی سے ڈٹ گئے تھے اور اب صرف یہ بات تھی کہ اسلامی لشکر کی صف کی سیدھائی ٹیڑھی ہو چکی تھی جس کو بحال کرنا ضروری تھا۔ یاد رکھیں کہ دفاعی لائن کی سیدھائی کی بحالی آج بھی دفاع کی ایک اہم ضرورت ہے۔

مُسلمانوں کا جوابی حملہ

جیسے ہی سورج ڈھلنا شروع ہوا تو جناب ابوعبیدہؓ نے جناب خالدؓ کو جوابی حملے کی اجازت دے دی۔ جناب خالدؓ کے لئے جوابی حملہ آسان تھا کہ انہوں نے صرف ایک طرف یعنی دائیں طرف حملہ کرنا تھا۔ اور جناب خالدؓ کو معلوم تھا کہ جناب عمروؓ بن عاص کی پسپائی تدبیراتی تھی۔ انہوں نے اپنے رسالے کو استعمال نہ کیا تھا۔ ان کا رسالہ اپنے لشکر کے عقب میں تازہ دم تھا۔ اس لئے جناب عمروؓ بن عاص کو جناب خالدؓ کی بھرپور کارروائی کا انتظار تھا اور پھر رابطہ قائم کر کے جناب خالدؓ نے جناب عمروؓ کو آگاہ کر دیا کہ وہ حملہ ایک ہی مقام سے کر کے باہان کے آرمینیا کے لشکر کی درمیانی صفوں کو تہس نہس کریں گے۔ چنانچہ جیسے ہی جناب خالدؓ نے اپنے متحرک دستوں کے ساتھ آرمینیا کے لشکر پر زوردار حملہ کیا تو جناب عمروؓ بن عاص نے دائیں بازو سے اپنے رسالہ کو آگے بڑھا کر قناطیر کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ نقشہ ہشتم کے خاکہ سے دوپہر کے بعد لڑائی کا جو دوسرا مرحلہ دکھایا گیا ہے اس سے حالات زیادہ واضح طور پر سمجھ آ سکیں گے۔ جناب خالدؓ کے حملے کی طرز رومیوں کے لئے نرالی تھی۔ پہلے وہ گھیرا ڈال کر دشمن کو تہس نہس کرتے تھے یا سامنے سے کشتوں کے پشتے لگاتے تھے۔ اس دن پہلے وہ دور تک دشمن کے اندر گھس گئے اور پھر اپنی کامیابی کو پھیلا دیا۔ اس سے آرمینیا کے لشکر کی ترتیب بھی ختم ہو گئی۔ کسی کو یہ سمجھ نہ آتی تھی کہ وہ کیا کرے اور میدانِ جنگ رومیوں کی لاشوں سے بھر گیا۔

جناب عمروؓ بن عاص کا دائیں سے رسالے کا حملہ بڑا جاندار تھا۔ آپ خود شہسواری میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔

اور خود اس رسالے میں شامل تھے جس نے دائیں سے آگے بڑھ کر قناطیر کے لشکر کو گھیر ڈال لیا۔ دونوں رومی لشکروں کے پاس اب ان کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ پسپائی اختیار کریں لیکن یہ پسپائی کسی ترتیب کے ساتھ نہ تھی۔ اس لئے جناب شرجیلؓ کے جو دستے پیچھے ہٹ گئے تھے یا جناب ابو عبیدہؓ کے لشکر کا سہارا لے رہے تھے وہ بھی آگے بڑھے اور جناب عمروؓ بن عاص کے پیدل دستوں نے بھی پیش قدمی شروع کر دی اور اپنی تدبیراتی پسپائی کو ختم کر دیا۔ اب معاملہ یہ تھا کہ رومیوں کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ مسلمانوں کے پنجے سے کیسے رہائی حاصل کریں۔

گو کافی مسلمان مجاہد بھی شہید ہوئے لیکن میدانِ جنگ رومیوں کی لاشوں سے پٹ گیا۔

تیسرے دن کی جنگ کا ماحصل

تیسرے دن کی جنگ کے شروع کے وقت میں مسلمانوں کے لئے بھی چند فکر کی گھڑیاں آئیں۔ لیکن یہ دن رومیوں کو کافی مہنگا پڑا خاص کر جبلہ کے غسانی جو آرمینیا کے لشکر میں تھے ان کا بہت نقصان ہوا۔ قناطیر کا لشکر پچھلے تین دن سے جنگ میں بھر پور کارروائی کر رہا تھا۔ اس کا بھی کافی نقصان ہوا لیکن اتنا نہ ہوا جتنا آرمینیا کے لشکر کا۔ مسلمانوں میں پچھلے تین دن سے جناب عمروؓ بن عاص کے لشکر پر زور پڑ رہا تھا لیکن آج کے دن تدبیراتی پسپائی کی وجہ سے ان کا نقصان کم ہوا۔ البتہ جہاں دونوں لشکروں کو باہمی حدود ملتی تھیں۔ وہاں مسلمان زیادہ شہید یا زخمی ہوئے لیکن سورج غروب ہونے تک رومی جب اپنی صفوں میں واپس پہنچے تو ان کی بہت بڑی تعداد ختم ہو چکی تھی۔ تین دن گزر چکے تھے ان کی فوج کا کافی حصہ تباہ ہو چکا تھا لیکن ان کو کسی طرح کی کوئی کامیابی نصیب نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ باہان نے شام کے وقت اپنے تمام امراء کو اکٹھا کیا اور ان کو بتایا کہ اگر لڑائی کا چوتھا دن بھی اسی طرح گزرتا ہے تو پھر کسی کامیابی کی کوئی امید نہیں ہے۔ البتہ اس کے جرنیلوں نے وعدہ کیا کہ اگلے دن وہ سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے۔

چوتھا دن (نقشہ نہم)

چوتھے دن کی کارروائی کے بارے میں طرفین کو کوئی شبہ نہ تھا۔ اہل روم جانتے تھے کہ ان کے تین دن کے لگاتار سخت حملے بھی کوئی اچھا نتیجہ نہ حاصل کر سکے تھے۔ اگر چوتھے دن بھی وہ کوئی خاطر خواہ نتیجہ حاصل نہ کر سکے تو پھر معاملات ان کے حق میں نہیں جا سکتے۔ اس لیے اس دن کے لئے، رومیوں کے پاس صرف ایک ہی

Marfat.com

طریقہ رہ گیا تھا کہ اتنا بھرپور حملہ کریں جتنا اُن کو ان کی طاقت اجازت دے۔ بلکہ مکمل طاقت کو داؤ پر لگا دیں۔ مسلمانوں کے دل میں اب کوئی شبہ باقی نہ رہ گیا تھا کہ رومی صرف ایک اور بھرپور حملہ کر سکیں گے۔ اگر اس حملہ کو انہوں نے ناکام بنا دیا۔ تو پھر رومیوں کا معاملہ آگے نہ بڑھ سکے گا۔ اس لئے لڑائی کے چوتھے دن مسلمان نہ صرف ایک بھرپور حملہ کی توقع کر رہے تھے، بلکہ ان کو اپنی کمزوریاں بھی نظر آ رہی تھیں۔ گو مسلمان شہداء کی نسبت اہلِ روم کے دس گنا آدمی مارے جا چکے تھے۔ لیکن مسلمان مجاہدین میں تیر انداز زیادہ شہید ہو گئے تھے۔ اور خاص کر جناب عمروؓ بن عاص کے لشکر کے تیر انداز کافی زیادہ شہید ہو گئے تھے۔ مسلمان مجاہدین نے شام کے محاذ پر اس سے پہلے اتنی سخت جنگ نہ دیکھی تھی۔

جناب ابو عبیدہؓ کا جائزہ اور کارروائی

جناب ابو عبیدہؓ حالات سے باخبر تھے۔ اور ان کو معلوم تھا کہ لڑائی کا زیادہ بوجھ جناب عمروؓ بن عاص کے لشکر پر پڑا۔ یا جناب شرجیلؓ کے لشکر کے اس حصہ پر جو جناب عمروؓ بن عاص کے نزدیک تھا۔ جنگ کے دوسرے دن جناب یزیدؓ کے لشکر پر بھی بہت بوجھ پڑ چکا تھا۔ صرف درمیان والے لشکر پر مقابلتاً کم بوجھ پڑا۔ اس لئے انہوں نے اس لشکر سے کچھ تیر انداز جناب عمروؓ بن عاص کے لشکر کو بھجوا دیئے۔ اور جناب عکرمہؓ کو پہلے سے ہی بتا دیا کہ آج کے دن دشمن کا حملہ درمیان میں، ہو نہ ہو، درمیان سے کچھ کارروائی کر کے دشمن کے حملوں کے زور کو بالواسطہ طور پر ختم کرنے کی ضرورت ہو گی اور اس کے لئے وہ تیار رہیں۔ اس کے علاوہ جناب ابو عبیدہؓ نے جناب عمروؓ بن عاص اور شرجیلؓ کے لشکروں کی باہمی حدود والی صفوں کے لئے کچھ ریزرو دستوں کو بھی متعین کیا کہ وہاں نفری کچھ کم ہو گئی تھی۔ زیادہ تبدیلی کرنے کا وقت گزر چکا تھا۔ اور جو مجاہد جہاں تھا اس کی وہاں زیادہ ضرورت تھی۔

باہان کا تجزیہ

باہان بھی حالات سے باخبر تھا۔ جنگ کو تینوں دنوں میں وہ ایک الگ الگ تجویز پر عمل کر چکا تھا۔ اور اس کو معلوم تھا کہ ایک بار پھر حملہ سے دشمن کو جب تک بازو سے نہ اکھیڑ دیا جائے لڑائی کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتی۔ یہ حملہ وہ مسلمانوں کے بائیں بازو پر بھی کر سکتا تھا۔ لیکن گریگوری کے پابہ زنجیر سپاہی ابھی دوسرے دن کی جنگ کے زخم چاٹ رہے تھے۔ پھر گریگوری کا لشکر رومیوں کے لئے ایک جہاز کے لنگر کی طرح تھا کہ اس لشکر

Marfat.com

نقشہ نہم ۔ یرموک کی جنگ ۔ خاکہ بغیر سکیل کے

چوتھے دن کی جنگ ۔ دوپہر سے پہلے ۔ (پہلا مرحلہ)

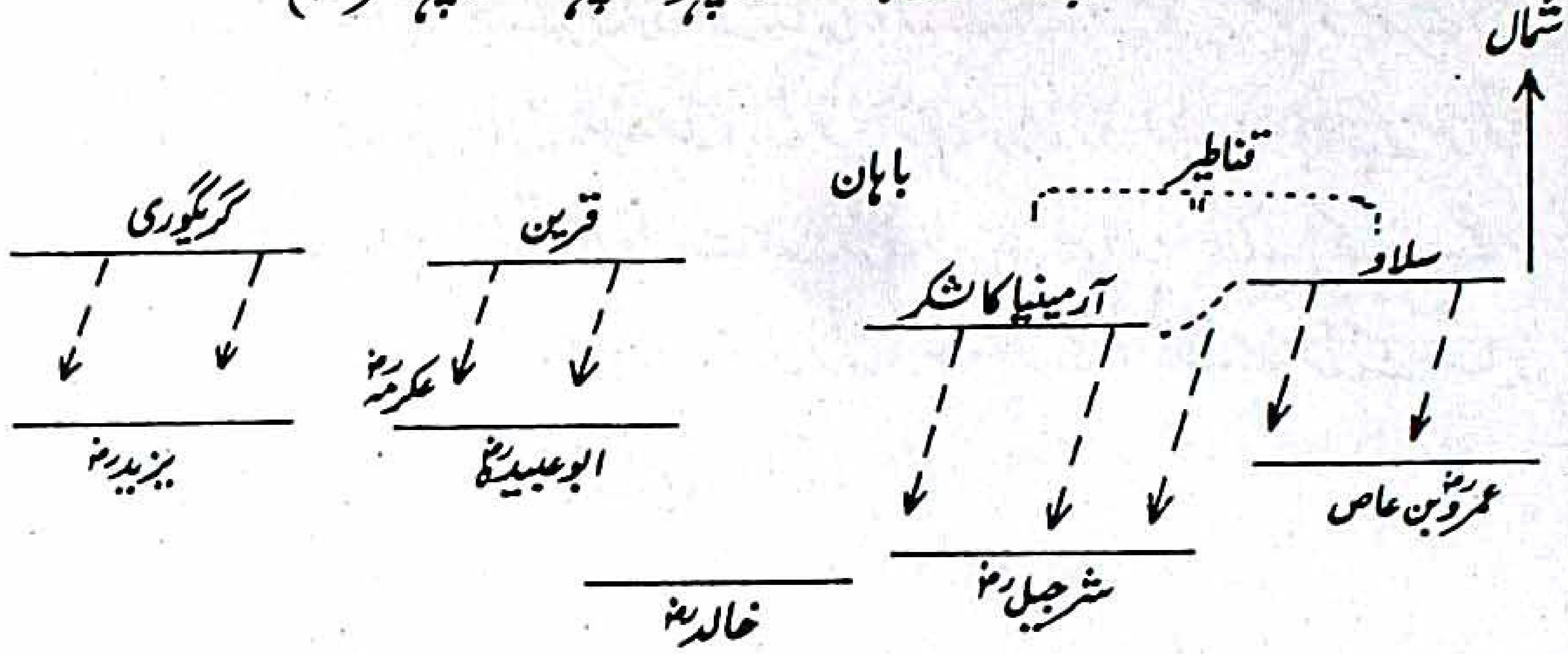

چوتھے دن کی جنگ ۔ دوپہر کے بعد (دوسرا مرحلہ)

نوٹ
جناب ابوعبیدہ رض اور یزید رض نے حملہ کی کارروائی دوپہر سے پہلے شروع کردی تھی ۔

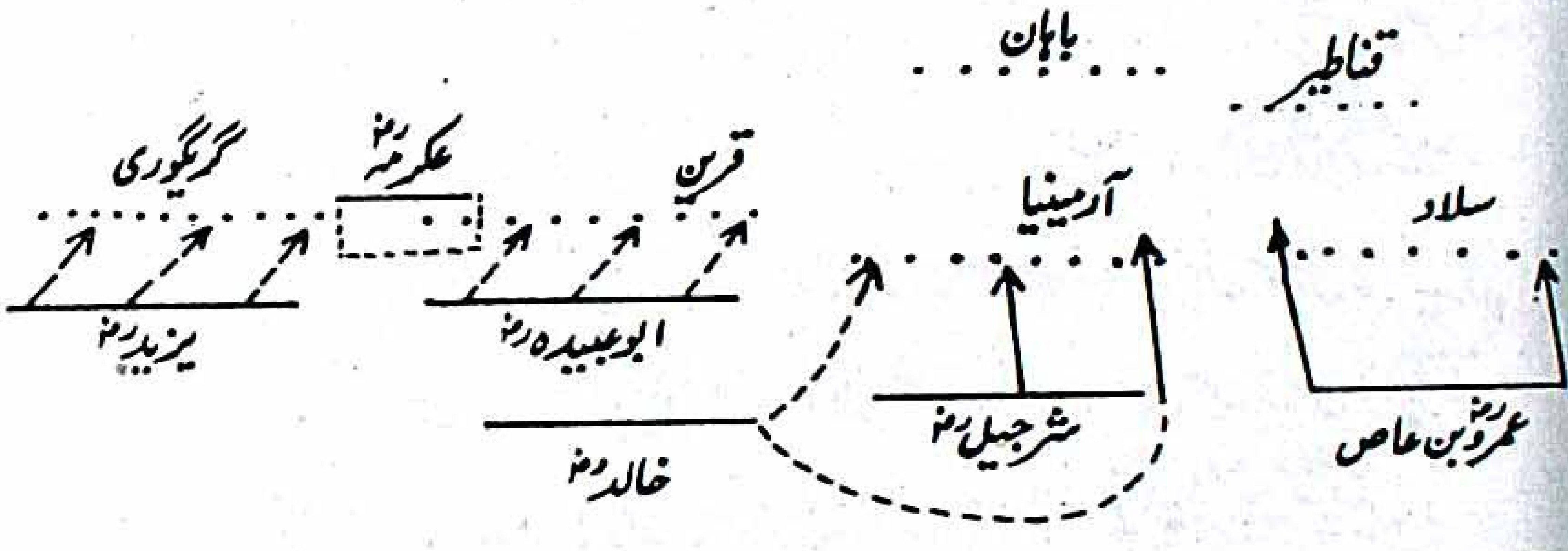

خاکے سے ظاہر ہے کہ پورے محاذ پر بھرپور حملہ کے بعد رومی لشکر میں لڑنے کی سکت ختم ہوگئی ۔

Marfat.com

کے ساتھ ان کے قدم زمین میں گڑے ہوئے تھے۔ وہاں سے حملہ کرنا مشکل تھا کہ وہاں آگے مسلمان بھی تازہ دم تھے۔ کیونکہ انہوں نے تیسرے دن کی جنگ میں کوئی حصہ نہ لیا تھا۔ اس نے باہان اس نتیجہ پر پہنچا کہ تیسرے دن کی کارروائی کو چوتھے دن بھی دہرایا جائے۔ صرف حملہ کا رخ تھوڑا ترچھا اور اندر کی طرف ہو۔ باہان کو معلوم تھا کہ مسلمان لشکر بھی اس محاذ پر پچھلے تین دنوں سے سخت لڑائی لڑ رہے تھے اور وہ تھک چکے ہوں گے۔ ساتھ ہی اس کو امید تھی کہ مسلمان آج اس بازو پر حملہ کی توقع نہ کر رہے ہوں گے کہ جنگ کے اصول کے مطابق ناکامی والی جگہ پر دوبارہ سر پھوڑنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔

رومیوں کا حملہ

چنانچہ چوتھے دن صبح سویرے رومیوں کے بائیں محاذ کے دونوں لشکروں نے مسلمانوں کے دائیں محاذ کے دونوں لشکروں پر ایک بھرپور حملہ کیا۔ مسلمان مجاہدین بڑی ثابت قدمی سے دفاع میں ڈٹ گئے۔ لیکن حملے کی طرز میں ریلے پہ ریلہ تھا۔ ایک دو ریلوں کو انہوں نے روک لیا۔ لیکن تیسرے ریلے کے ساتھ جناب عمروؓ بن عاص کو کچھ تدبیراتی پسپائی اختیار کرنا پڑی، لیکن بہت معمولی۔ جناب شرجیلؓ کے دستوں نے بھی حملے کے ایک دو ریلوں کو روکا۔ لیکن وہ زوردار حملوں کو مکمل طور پر نہ روک سکے۔ جناب عمروؓ بن عاص کے لشکر میں قناطیر کے لشکر والے کوئی شگاف نہ پیدا کر سکے۔ لیکن آرمینیا کا لشکر جبلہ کے عسانی عربوں کے ساتھ مل کر جناب شرجیلؓ کے لشکر میں کچھ شگاف پیدا کرنے لگا۔ ان حالات میں جناب شرجیلؓ کو بھی تدبیراتی پسپائی کی ضرورت پڑ گئی۔ اور ان کی صفیں کافی پیچھے چلی گئیں۔ عورتوں کو بھی ان کی صفوں میں شامل ہونا پڑ گیا۔ اور ان عورتوں کے ہاتھ جو کچھ بھی لگا، وہ لے کر مجاہدین کی صفوں میں شامل ہو کر مقابلے میں شریک ہو گئیں۔

جناب ابو عبیدہؓ کا تجزیہ

سورج ابھی دوپہر تک نہ پہنچا تھا۔ اور یہ وقت مسلمانوں کے متحرک یا ریزرو دستوں کو جنگ میں شامل کرنے کا نہ تھا۔ ابھی تک یہ بھی مکمل طور پہ ظاہر نہ ہو رہا تھا کہ رومیوں کے ارادے کیا ہیں خدانخواستہ اگر رومی جناب شرجیلؓ کے دستوں کو شکست دے دیتے ہیں یا دینے کے قابل ہو جاتے ہیں تو آگے کیا کریں گے اس کا تجزیہ ضروری تھا۔ ان حالات کا تجزیہ ذہنی طور پہ امین الامت پہلے ہی کر چکے تھے۔ درمیان

Marfat.com

والا لشکر جہاں ابو عبیدہؓ تھے آج تک کسی بھرپور کارروائی میں تو شرکت نہ کر سکا تھا کہ مسلمانوں کے لحاظ سے یہ لشکر اُن کا مضبوط پاؤں یا "لنگر" تھا۔ اس لئے کیا اب وقت نہیں آگیا تھا کہ اس لشکر سے کچھ فائدہ ایسی صورت میں اٹھایا جائے کہ اس کی "لنگر" والی خاصیت پر بھی اثر نہ پڑے۔

دشمن کے حملہ کو درہم برہم کرنا

جناب ابوعبیدہؓ۔ جناب عکرمہؓ کو پہلے ہی سے بتا چکے تھے کہ آج کے دن انہیں کچھ کارروائی کرنا ہوگی۔ لیکن اب ایک عجیب وغریب صورت تھی۔ رومیوں کے حملہ کا رخ ترچھا تھا۔ اور اسی وجہ سے جناب عمروؓ بن عاص کے لشکر پر زور نہ پڑا۔ نقشہ نمبر کے مطالعہ سے اس ترچھے حملہ والی بات سمجھ آجائے گی۔ رومی اس ترچھے حملہ کی مدد سے مسلمانوں کی صفوں میں شگاف پیدا کر کے اسلامی لشکروں کو دو حصوں میں بانٹنے کی کوشش کر رہے تھے تاکہ اس طرح مسلمانوں کی قوت منتشر ہو جائے اس لئے اگر جناب شرجیلؓ کے لشکر کو سنبھالا یا سہارا نہ دیا جاتا تو رومی اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاتے۔
اب اگر اُس رومی لشکر پر حملہ کر کے جناب ابو عبیدہؓ حالات کو سنبھالا دیتے جو رومی لشکر جناب شرجیلؓ پر حملہ آور تھے تو خطرہ یہ تھا کہ جناب ابو عبیدہؓ کے سامنے قرین کا لشکر خالی جگہ پر قبضہ کر کے مسلمانوں کے لئے خطرناک صورتِ حال پیدا کر دیتا۔ بلکہ پورے میدانِ جنگ میں افراتفری مچ جاتی

ان حالات میں جناب ابو عبیدہؓ کیلئے صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ اپنی صفوں کو قائم رکھتے ہوئے دشمن کے حملے کے زور کو درہم برہم کر دیں۔ آج کل کی فوجی اصطلاح میں ہم اس کو SPOILING کہہ سکیں گے۔ اور دینِ فطرت کے مجاہد جنگ کے سب اصول اپنے آقاؐ سے سیکھ چکے تھے

چنانچہ جناب ابو عبیدہؓ نے جناب یزیدؓ کو اور جناب عکرمہؓ سمیت اپنے تمام امرا کو حکم دیا کہ شمال مشرق کا ترچھا رخ اختیار کر کے وہ گریگوری اور قرین کے لشکروں پر حملہ کر دیں۔ اس بات کو سمجھنے کیلئے نقشہ نمبر کے دوسرے مرحلے والے نقشے کی مدد لیں۔ یہ ایک عجیب وغریب صورت تھی۔ ترچھے حملے سے جناب شرجیلؓ کو سیدھے طور پر تو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ لیکن کچھ رومی جو حملہ کر رہے تھے اُن کے عقب پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اُن میں سے چند بھاگنے لگے اور چند میں افراتفری مچ گئی۔ اور آرمینیا کا لشکر رک گیا۔

باہان کے لئے اب عجیب قسم کے حالات پیدا ہو چکے تھے اور اُس کو مسلمانوں کی اس کارروائی پر کسی ردِعمل کی

Marfat.com

کوئی بات سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ اس لئے رومیوں کا حملہ رک گیا اور دوپہر سے پہلے یہ حالات ہو چکے تھے کہ رومی ساکن ہو گئے اور اپنی پیش قدمی کو جاری نہ رکھ سکے۔ جناب ابو عبیدہؓ زیادہ پیش قدمی کی اجازت تو نہ دے رہے تھے کہ اُن کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ لیکن مسلمانوں کا بھی ایک نقصان ہو گیا کہ اُن کے دونوں بائیں والے لشکر بھی رومیوں کے ساتھ الجھ گئے۔ جب سورج ڈھلنے لگا تو دونوں لشکر پورے محاذ پر ایک دوسرے کے ساتھ نہ صرف گتھم گتھا تھے بلکہ کسی حد تک "بندھ" بھی گئے تھے۔ جناب یزیدؓ۔ گریگوری کے مقابلے میں جناب عکرمہؓ قرین کے مقابلے میں۔ جناب شرجیلؓ۔ آرمینیا والوں کے مقابلے میں اور جناب عمروؓ بن عاص قناطیر کے مقابلہ میں سخت الجھے ہوئے تھے۔

جنابِ خالدؓ کا جوابی حملہ

اب صرف اللہ کی تلوار جناب خالدؓ سالارِ اعظم کے حکم کے منتظر تھے۔ سورج ڈھل چکا تھا اور جناب خالدؓ نے جب امین الامتؓ کی طرف دیکھا تو انہوں نے جوابی حملہ کا اشارہ دے دیا۔ جناب خالدؓ تیار تھے بلکہ اُن کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ انہیں اپنے دستوں کو متحرک کرنے کی کافی جگہ مل گئی کہ جناب ابو عبیدہؓ درمیان سے آگے جا چکے تھے۔ جناب خالدؓ اپنے متحرک دستوں کو دو حصوں میں تقسیم کر چکے تھے ایک حصہ کی کمانڈ کا خود فیصلہ کیا اور ایک کی کمانڈ جناب ضرارؓ کو سونپ دی اس دفعہ تجویز پہلے دو دنوں کی تجویز سے مختلف تھی۔ جناب خالدؓ نے تو اسی جگہ سے حملہ کیا جہاں سے انہوں نے ایک دن پہلے یعنی جنگ کے تیسرے دن کیا تھا۔ اور رومی ایسی کارروائی کی امید بھی کر رہے تھے۔ لیکن جناب خالدؓ کا دوسرا حملہ جو انہوں نے جناب ضرارؓ سے کروایا وہ اس جگہ سے تھا جہاں جناب شرجیلؓ اور جناب عمروؓ کی حدود ملتی تھیں۔ اس تجویز کو سمجھنے کے لئے نقشہ نمبر کے دوسرے مرحلے کے خاکہ کا مطالعہ کریں۔ رومیوں کا سب سے بڑا لشکر آرمینیا والوں کا تھا جس میں جبلہ کے غسانی بھی شامل تھے وہ لشکر اب جناب خالدؓ کے "قلابوں" میں پھنس گیا۔ بلکہ سامنے سے جناب شرجیلؓ کے لشکر نے بھی آرمینیا والوں پر حملہ کر دیا۔ آرمینیا والے بڑی بہادری سے لڑے اور گھمسان کا رن پڑا۔ دوپہر کے بعد سارا دن بڑی سخت لڑائی ہوتی رہی لیکن آخر آرمینیا والوں کے قدم اکھڑ گئے اور سخت جانی نقصان اٹھاتے ہوئے انہوں نے پسپائی شروع کر دی۔ ادھر جناب ابو عبیدہؓ کے ترچھے حملے سے آرمینیا والوں کے لئے عقب میں پسپائی بھی مشکل ہو رہی تھی اور اُن کا جبلہ کے غسانی عربوں

Marfat.com

سمیت اُس دن اتنا نقصان ہوا جتنا پہلے تین دنوں میں ہوا تھا۔

جنابِ عمرؓو بن عاص کی نبض شناسی

اب جناب عمرؓو بن عاص کی نبض شناسی کام آئی۔ انہوں نے پہلے بھی زیادہ پسپائی اختیار نہ کی تھی اُن کے بائیں جانب جناب ضرارؓ متحرک دستوں سے پیش قدمی کر رہے تھے۔ انہوں نے موقع کو غنیمت جانا اور اپنے دستے کو دائیں بازو سے آگے بڑھ کر دشمن پر ایک قسم کا گھیرا ڈالنے کی کوشش کی۔ اور سامنے سے پیدل دستوں کے ساتھ ایک بھرپور حملہ کر دیا۔ قناطیر کے یورپین دستے اگست کی گرمی میں پہلے ہی پسینہ پسینہ ہو رہے تھے۔ لیکن یہ پسینہ لہو بچانے کے کام نہیں آتا وہ الٹا لہولہان ہو گئے۔ اور بری طرح مار کھائی۔ اسی طرح سے سورج غروب ہونے سے پہلے جناب عمرؓو بن عاص اور جناب شرجیلؓ نہ صرف اپنی کھوئی ہوئی زمین حاصل کر چکے تھے۔ بلکہ قناطیر اور آرمینیا کے لشکر کافی حد تک گھیرے میں آ چکے تھے اور مجاہدین چن چن کر اُن کو واصل جہنم کر رہے تھے۔ یہ عمل سورج کے غروب ہونے تک جاری رہا۔ اور بڑی مشکل سے مسلمانوں کے دائیں بازو والے لشکروں کے سامنے سے نڈھال رومی اپنی پوزیشن پر واپس جا سکے۔

مسلمانوں کے حملے کے خلاف رومیوں کا ردِعمل

اب حالات یہ تھے کہ اب تک اہل روم جارحانہ جنگ لڑ رہے تھے۔ جارحانہ جنگ میں تیر اندازوں کا استعمال محدود ہوتا ہے کہ حملہ شروع کرنے سے پہلے یا پسپائی کے وقت تیروں کو دور مار ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لئے رومی فوج کے تیر انداز بھی تازہ دم تھے۔ بلکہ قریبن اور گریگوری کے لشکر کے تیر انداز کافی حد تک تازہ دم تھے۔ تیر اس زمانے میں جارحانہ کارروائی کے وقت حملہ آوروں کو مقصود تک یا گتھم گتھا ہونے تک مددگار ہوتے تھے جیسے آج کل توپخانے کا فائر یا بکتر بند گاڑیوں کا فائر یا خودکار ہتھیاروں کا فائر پیدل دستوں کو مقصود تک پہنچاتا ہے۔ لیکن دفاع میں تیر انداز اگر باقاعدہ طور پر استعمال کئے جاتے تو وہ جنگ کا رخ ہی تبدیل کر دیتے تھے اور اہل روم کے پاس تیروں اور تیراندازوں کی کوئی کمی نہ تھی۔

مسلمانوں نے جارحانہ کارروائی سے گریز بھی اسی وجہ سے کیا تھا۔ کہ اگر پہلے وہ ایسا کرتے تو وہ رومی

Marfat.com

تیر اندازوں کے سامنے تر نوالہ بن جاتے۔ چنانچہ جب یزیدؓ اور جناب عکرمہؓ سمیت جناب ابو عبیدہؓ کے تمام امرا نے پیش قدمی کی تو اہل روم کے تیر اندازوں نے تیروں کی بوچھاڑ سے مسلمانوں کی بُری حالت کر دی بلکہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ اہل روم آنکھوں کا نشانہ باندھتے تھے۔ اور اس دن سات سو مجاہدین کی آنکھوں پر تیر لگے، جن میں سے کئی مجاہدین کی آنکھ بھی ہمیشہ کے لئے ضائع ہو گئی روایت ہے کہ جناب ابو سفیانؓ کو ایک تیر طائف ع۱ کی جنگ میں لگا تھا اور ان کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی یا اس میں نقص ہو گیا تھا اب اس جنگ میں ایک تیر آکر اسی آنکھ میں لگا اور اس میں اگر کوئی نظر باقی تھی تو وہ بھی ختم ہو گئی۔ بہر حال جو کچھ ہوا وہ اللہ کی راہ میں ہوا۔ جن مجاہدین کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی ان کے مقامات اللہ تعالیٰ نے اور بلند کر دیئے۔ مسلمان ظاہری آنکھوں کی پروا نہیں کرتا۔ اس کے دل کا آئینہ صحیح ہونا چاہیئے۔

سورج ڈھلنے کے بعد جب جناب خالدؓ نے جوابی کارروائی شروع کر دی تو جناب ابو عبیدہؓ نے دونوں لشکروں کو پیچھے ہٹنے کے احکام دے دیئے کہ دشمن کے تیروں کی مار سے باہر نکلا جائے۔ لیکن پسپائی جس حالت میں بھی کی جائے یہ بڑی مشکل جنگی کارروائی ہوتی ہے۔ جیسے ہی اسلامی لشکروں نے قدم پیچھے ہٹائے قرین اور گریگوری کے لشکروں نے تعاقب شروع کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اسلامی لشکروں میں کچھ بے ترتیبی بھی آئی۔ یہ دونوں رومی لشکر کافی حد تک تازہ دم تھے گریگوری کے لشکر نے دوسرے دن مار کھائی تھی۔ لیکن قرین کے لشکر نے دوسرے اور تیسرے دن کسی خاص کارروائی میں حصہ نہ لیا تھا۔ اس لئے ان دونوں لشکروں نے اپنے تعاقب کو حملہ کی شکل دے دی۔ اب اگر اس حملہ کو بر وقت اور اپنی پرانی پوزیشن سے دور ہی نہ روکا جاتا تو میدان جنگ کا کھیل ہی تبدیل ہو جاتا۔ یہ بڑی نازک گھڑی تھی اور ضرورت اس کی تھی کہ اس سیلاب کے آگے بند باندھا جائے۔

جناب عکرمہؓ کی ثابت قدمی

یہاں پر جناب عکرمہؓ بن ابوجہل کی اسلامی غیرت کام آئی اور آپؓ کا نام ہماری تاریخ میں سنہری الفاظ میں لکھا ہوا ہے عکرمہؓ کی بہادری پر تو کسی کو کوئی شبہ نہ تھا۔ مسلمانوں کے خلاف

ع۱ جلال مصطفےٰ صفحہ ۲۴۷ اور ۲۴۸ دیکھیں۔

Marfat.com

بھی وہ جنگِ بدر، جنگِ اُحد اور جنگِ خندق میں دادِ شجاعت دے چکے تھے۔ بلکہ فتح مکہ کے وقت جناب خالدؓ کے دستہ کی مخالفت صرف جناب عکرمہؓ اور آپ کے بہنوئی صفوانؓ نے کی تھی۔ اس جنگ میں جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے جناب عکرمہؓ کے جواں سال بیٹے عمرؓ بھی شریک تھے۔ جناب عکرمہؓ اس سے پہلے مہرہ، حضر موت اور یمن میں بہادری کے جوہر دکھا چکے تھے۔ جس کا ذکر حصہ اول میں آ چکا ہے۔ اور اس کتاب کے شروع میں شام کی کارروائیوں کے سلسلے میں جناب عکرمہؓ کی بہادری کا ذکر ہو چکا ہے کہ انہوں نے کس طرح اسلامی غیرت کے تحت جناب خالدؓ بن سعید کے لشکر کو دشمن کے نرغے سے باہر نکالا۔

جناب عکرمہؓ کا دن

یہ اللہ کی عطا ہوتی ہے کہ اسلام کی ایک فیصلہ کن جنگ کے دن یعنی چوتھے دن نے جناب عکرمہؓ کے دن سے مشہور ہونا تھا۔ اور اسلام کی اس بلندی اور ارفع خصوصیت کا مظاہرہ ہونا تھا کہ اسلام میں آجانے کے بعد ماضی کی دشمنیاں اور گناہ ختم ہو جاتے ہیں۔ عکرمہؓ کے باپ عمرو بن ہشام نے جو ابو جہل کی کنیت سے معروف ہیں حضور پاکؐ کو بے حد اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں۔ اور باقی مسلمانوں کو جو تکلیفیں پہنچایں وہ ایک پوری کتاب کا مضمون ہے۔ مسلمانوں کی مکہ سے ابے سینیا یا مدینہ شریف کو ہجرت بھی ابو جہل اور اُس کے رفقا کی شرارتوں سے تنگ آجانے کی وجہ سے ہوئی تھی۔ جنگ بدر کی ذمہ داری بھی ابو جہل کے سر آتی ہے۔ لیکن اُس کے بیٹے عکرمہؓ آج ہمارے سر کے تاج ہیں کہ جنگ یرموک میں وہ ایک مثال قائم کر گئے۔

شہادت پر بیعت

شہادت پر بیعت کا لفظ پہلی دفعہ جنگ احد میں سننے میں آیا۔ جب متعدد صحابہ کرام نے جنگ کے دوسرے مرحلے پر شہادت پر بیعت کی اور عکرمہؓ جو اُس زمانے میں مسلمانوں کے دشمن تھے۔ انہوں

ع۱ جلال مصطفےٰ صفحہ ۲۲۱ سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

نے یہ نظارہ اسلام لانے سے پہلے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ آج وہی عکرمہؓ اسلامی غیرت کے تحت پکار اٹھے آؤ مسلمانو شہادت پر بیعت کریں۔ وہ الفاظ کیا تھے؟

"خبردار۔ اے مسلمانو۔ اے اللہ اور رسولؐ کے نام پر لڑنے والو! آؤ شہادت پر بیعت کریں۔ کہ اس جگہ سے ہمارے قدم صرف شہادت ہی ہٹا سکتی ہے۔"

جہاں تک جناب عکرمہؓ کی آواز پہنچی سب مجاہدین لبیک لبیک پکار اٹھے اور روایت ہے کہ چارسو مجاہدین نے شہادت پر بیعت کی اور رومیوں پر ایسا بھرپور وار کیا کہ اُن کے چھکے چھڑا دیئے۔ بلکہ رومیوں نے پسپائی بھی اختیار کرنا شروع کر دی۔ اب جناب ابو عبیدہؓ کے سامنے والے لشکر کے باقی امرا بھی ڈٹ گئے اور مسلمان "بنیان المرصوص" بن گئے۔ جناب یزیدؓ کے لشکر والے بھی جناب عکرمہؓ کے نزدیک تھے۔ یہ نظارہ دیکھ کر وہ بھی تھم گئے اور اپنی صفیں بحال کرلیں بلکہ اب تک عورتیں بھی جنگ میں شریک ہو چکی تھیں۔ اور اُس محاذ پر جناب خولہؓ بن ازور نے بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ مردوں کو بھی حیران کر دیا اور اُن کے بھائی جناب ضرارؓ دوسرے محاذ پر رومیوں کو تہس نہس کر رہے تھے۔ جناب ہندہؓ اور جناب عکرمہؓ کی زوجہ اُم حکیمؓ سب اُس دن جنگ میں شریک ہوئیں اور پکار پکار کر مجاہدین کے حوصلے بڑھاتی رہیں

دوپہر کے بعد پورے محاذ پر بڑی گھمسان کی جنگ لڑی گئی۔ اور بڑے بڑے پہلوانوں نے مبارزتیں بھی طلب کیں اور کئی مسلمانوں نے رومیوں کو واصلِ جہنم بھی کیا مسلمان بہادروں میں اِس جنگ میں پہلی دفعہ مالک اشتر کا نام سننے میں آیا، جنہوں نے کئی رومیوں کو واصل جہنم کیا۔ تیسری اور چوتھی کتاب میں وہ اکثر ہمارے ساتھ رہیں گے۔

چوتھے دن کی شام

یہ چوتھے دن سورج غروب ہونے کے بعد جنگ تھم گئی۔ مسلمان اپنی صفیں بحال کر چکے تھے رومی بُری طرح مار کھانے کے بعد اپنے زخموں کو چاٹ رہے تھے۔ دونوں لشکروں کی تھکاوٹ کی کوئی حد نہ تھی۔ جناب خالدؓ اپنی صفوں کو درست کر کے فارغ ہوئے ہوں گے کہ اُن کو خبر ملی کہ جناب عکرمہؓ اور اُن کے بیٹے عمرؓ زخموں سے چُور چُور ہو کر زندگی کے آخری لمحوں میں داخل ہو چکے ہیں اور اس محاذ پر متعدد

Marfat.com

مسلمان مجاہدین جامِ شہادت نوش کر چکے ہیں۔ چنانچہ جناب خالدؓ ادھر چل پڑے اور جب وہاں پہنچے تو جناب عکرمہؓ اور اُن کے بیٹے عمرؓ اس وقت تک زندہ تھے۔ جناب خالدؓ نے دونوں باپ بیٹے کے سر اپنی گود میں رکھ لیئے۔ گو مؤرخین نے ذکر نہیں کیا لیکن ضروری ہے کہ اُم حکیمؓ بھی اپنے عظیم خاوند کے چہرے سے خون صاف کر رہی ہوں گی۔ بہرحال روایت ہے کہ جناب عکرمہؓ اور جناب عمرؓ دونوں کو شہادت کا تحفہ جناب خالدؓ کی گود میں پیش ہوا۔ جناب خالدؓ کی اپنی قسمت میں میدانِ جنگ کی شہادت نہ تھی۔ اور یہ ذکر بعد میں آئے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کے قریب ترین رشتہ داروں کو خالدؓ کی گود میں شہادت کا تحفہ پیش کر کے جناب خالدؓ کی شہادت کی پیاس کو کچھ نہ کچھ ٹھنڈا ضرور کر دیا۔

جنابِ خالدؓ کا تبصرہ

غمناک آنکھوں سے جناب خالدؓ صرف یہ کچھ کہہ سکے!" کہ بنو مخزوم نے اسلام کی اوّل اوّل دشمنی کے داغ آج دھو دیئے ہیں۔ اور ہماری بہن کے بیٹے کے اب تو سارے شکوک دور ہو جائیں گے۔"

مخزوم جناب خالدؓ کے پردادا کے دادا کا نام تھا۔ اور وہی ابوجہل کے دادا پردادا بھی تھے۔ اِس خاندان سے بہت کم لوگ مکہ میں اسلام لائے اور اسلام کی انہوں نے شروع میں بڑی مخالفت کی۔ حضرت عمرؓ کی والدہ اِسی خاندان سے تھیں اور ابوجہل کی بہن تھیں۔ حضرت عمرؓ کو اِس بات کا افسوس تھا کہ اُن کی ماں کے خاندان سے شروع میں بہت کم لوگ مسلمان ہوئے اور اُنہوں نے شروع شروع میں اسلام کی خدمت نہ کی تھی! اور جناب خالدؓ یہی فرما رہے تھے۔ کہ اب ہم جو اسلام لے آئے تو اسلام کی خدمت میں پرانے داغوں کو بھی دھو رہے ہیں۔ اور حضرت عمرؓ کو اب تو ہماری کارکردگی سے تسلی ہو جانی چاہیئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جناب خالدؓ کے صحیح الفاظ یہ ہوں کہ ہماری بہن حنتمہؓ کے بیٹے کے اب تو شکوک دور ہو جانے چاہئیں۔ کہ جناب حنتمہؓ جناب فاروقؓ کی والدہ کا نام تھا۔ اور جناب خالدؓ کے اِن الفاظ میں نہ کوئی ہجو ہے نہ طعنہ اور نہ کوئی شک وغیرہ۔ لیکن طبری اور اِس زمانے کے ایک مبصر نے اِن الفاظ کی ادائیگی کو ایسا رنگ دیا ہے کہ سارے معنی اُلٹ ہو جاتے ہیں۔ بات تو سیدھی تھی کہ اِس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جناب عمرؓ کو اپنے ننھیال پر اب فخر کرنا چاہیے۔ لیکن طبری نے یہ الفاظ استعمال کیئے: کیا حنتمہؓ کا بیٹا یہ سمجھتا ہے کہ ہم شہید نہیں ہو سکتے؟ یہ لفاظی ہے اور سارے واقعہ کو اِس طرح غلط رنگ مل جاتا ہے۔ دراصل جو لوگ

Marfat.com

حضور پاکؐ کے رفقا کا ادب ملحوظ نہیں رکھتے وہ ایسی غلطیاں کر ہی جاتے ہیں۔ اللہ معاف کرے۔

بیوہ کی عزّت افزائی

حصہ اوّل کے بیسویں باب میں جناب مثنیٰؓ کی وفات کے بعد ان کی بیوہ کی عزت افزائی کے سلسلے میں تفصیلی تبصرہ کیا جا چکا ہے اور جناب صدیق اکبرؓ اور جناب علی المرتضےٰؓ کی مثال پیش کی کہ انہوں نے جناب جعفر طیارؓ کی عزت افزائی کی۔ اس سلسلے میں اگر ہم مثالیں پیش کرنا شروع کر دیں تو کتاب انہی مثالوں سے بھر جائے گی لیکن جناب عمر فاروقؓ کی ماموں زاد بہن اور جناب خالدؓ کی بھتیجی جناب اُم حکیمؓ زوجہ عکرمہؓ کی مثال پیش کرنے میں ایک مقصد ہے کہ یہ بات عام تھی اُم حکیمؓ کوئی معمولی ہستی نہ تھیں۔ جناب عکرمہؓ کو اسلام کی طرف راغب بھی اُن ہی نے کیا۔ بہرحال جناب عکرمہؓ کی وفات کے بعد اسلام کے کئی مایۂ ناز فرزندوں نے آپ کو نکاح کے پیغام بھیجے۔ جن میں جناب یزیدؓ بن ابوسفیانؓ کے علاوہ جناب خالدؓ بن سعید بھی تھے جنہوں نے شام میں ایک لشکر کی شروع شروع میں کمانڈ کی تھی۔ جناب اُم حکیمؓ نے جناب خالدؓ بن سعید کے پیغام کو منظور فرمایا اور چار ماہ کے بعد شمالی شام میں نکاح ہوا اور نکاح کے دوسرے یا تیسرے دن جناب خالدؓ بن سعید بھی ایک جھڑپ میں شہید ہو گئے۔ اور عدت پوری ہونے کے بعد اُم حکیمؓ کو جناب فاروق اعظمؓ نے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ کہ ماموں کی بیٹی، دوسرے ماموں کے بیٹے اور شہید عکرمہؓ کی زوجہ اور پھر دوسرے شہید جناب خالدؓ بن سعید کی زوجہ کی عزت افزائی کی ضرورت تھی۔

چوتھے اور پانچویں دن کی درمیانی رات

چوتھے دن کی جنگ شدید ترین تھی۔ تمام مجاہدین تھک کر چور ہو گئے تھے۔ جناب ابو عبیدہؓ کے احکام کے مطابق اور حضورؐ پاک سے سیکھے ہوئے طریقے کے مطابق امراء رات کے وقت چکر لگا کر دیکھتے تھے کہ آگے والے محافظ لوگ چوکنے ہیں یا نہیں۔ رات کے وقت دشمن پر بھی کڑی نگاہ رکھی جاتی تھی اور اس کام کے لئے بھی کچھ لوگ مقرر کئے جاتے تھے جو دشمن کے نزدیک جا کر مخبری کرتے تھے۔ اُمرا جو رات کو ملاحظہ کرتے تھے اُن کو پہلے سے مقرر کیا جاتا تھا اور پھر یاد دہانی بھی کرائی جاتی تھی کہ وہ اپنی ذمہ داری بھول نہ جائیں اور ہماری فوج میں جو ڈیوٹی افسر یا ڈیوٹی جے سی او اور اوپر والی سطح پر پوری چھاؤنی کے لئے ملاحظہ والے افسر

Marfat.com

مقرر کئے جاتے ہیں۔ یہ کام اہل یورپ نے مسلمانوں سے سیکھا۔

بہر حال اس رات جناب ابو عبیدہؓ نے کسی کو یاد دہانی کرانا مناسب نہ سمجھا اور حضور پاکؐ کے چیدہ چیدہ صحابہؓ جو آپ کے نزدیک تھے اُن کو لے کر آپ خود ڈیوٹی افسر بن گئے۔ ایک طرف مجاہدین کو دیکھتے گئے کہ وہ چوکنے ہیں یا نہیں اور ساتھ ہی حوصلہ افزائی اور دلجوئی بھی کرتے گئے۔ لیکن آپ حیران ہو گئے کہ آگے جناب زبیرؓ[1] بن عوام گھوڑے پر سوار اپنے آپ بالکل ایسی ہی کارروائی کر رہے تھے۔ آپؓ اکیلے نہ تھے۔ دوسرے گھوڑے پر آپؓ کی ایک زوجہ محترمہ سوار تھیں۔ اور اسلام کے ان دونوں عظیم خاوند اور بیوی نے ایک نئی روایت قائم کی تھی کہ جب مجاہدین تھک گئے تو جناب زبیرؓ کی رفاقت اسلام کی ایک عظیم دختر نے کی۔ دونوں نے ساری رات جاگ کر گزاری اور مجاہدین کی دلجوئی کرتے رہے۔

پانچواں دن

جنگ کے پانچویں دن طرفین نے صف آرائی ضرور کی۔ مسلمان مجاہدین بہت زیادہ تھکے ہوئے تھے اور وہ ابھی تک کسی جوابی یا جارحانہ کارروائی کے بارے میں کچھ زیادہ نہ سوچ سکے۔ لیکن مسلمانوں کی حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی کہ رومیوں نے بھی کوئی حرکت نہ کی۔ دو تین گھنٹے مسلمان انتظار کرتے رہے کہ شاید رومی کوئی حیرن کن کارروائی کریں، یا بھرپور حملہ کر کے زندگی اور موت میں سے ایک چیز کو حاصل کر لیں۔ اُس وقت تک تقریباً ایک لاکھ سے زیادہ رومی زندہ تھے۔ لیکن کسی محاذ سے رومیوں کی کوئی حرکت نظر نہ آئی، ہاں دو تین گھنٹے کے بعد ایک آدمی آگے نکلا اور امن کے سمجھوتے کی پیش کش کی، کہ لڑائی سے کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا اس لئے بہتر ہے کہ امن کا کوئی سمجھوتہ کر لیا جائے۔ کچھ مورخین نے لکھا ہے کہ جناب ابو عبیدہؓ تو بات چیت کے لئے تیار تھے۔ لیکن جناب خالدؓ نے مشورہ دیا کہ ایسا نہ کیا جائے۔ یہ تبصرے صحیح نہیں معلوم ہوتے اور ظاہر کرتے ہیں کہ جناب ابو عبیدہؓ بڑے امن پسند تھے اور جناب خالدؓ بڑے جنگجو تھے۔ بات سیدھی ہے کہ حضور پاکؐ کے رُفقار بڑے جنگجو بھی تھے اور بڑے امن پسند بھی تھے۔ کہ امن طاقت سے قائم ہو سکتا ہے۔ اب جب اہل روم جنگ ہار

---

[1] جناب زبیرؓ بن عوام حضور پاکؐ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ اور اُن کی یہ اہلیہ جناب صدیق اکبرؓ کی بیٹی تھیں جو ذوالنطاقینؓ کی کنیت سے مشہور ہیں بلال مصطفٰے کے صفحہ ۵۳، ۸۱، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۸، ۲۲۱ اور ۲۶۲ پر جناب زبیرؓ کا ذکر ہے

چکے تھے۔ تو اُن کے ساتھ کیا سمجھوتہ کیا جاتا؟ اہل اسلام پر ظاہر ہو چکا تھا کہ رومی اب کوئی جارحانہ کاروائی کرنے کے قابل نہ تھے۔ لیکن اُس وقت تک بھی رومیوں کی تعداد ایک لاکھ سے کم نہ ہوگی۔ کہ چالیس ہزار تو صرف گھڑ سوار تھے۔ اور باقی اسی ہزار یا ایک لاکھ فوج سے کم از کم آدھے تو لڑنے کی سکت رکھتے ہوں گے۔ رومی ایک چال کا سوچ رہے تھے۔ کہ موسم اور زمین دونوں نے اُن کا ساتھ نہ دیا تھا اور اُن کی طاقت ویسے جواب دے گئی تھی کہ بنیان المرصوص کے ساتھ چار دن ٹکرا کر وہ اپنا سر ہی پھوڑتے رہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی طرح میدانِ جنگ سے فرار اختیار کر کے کسی اور مقام پر مسلمانوں کے ساتھ اپنی چُنی ہوئی زمین اور موسم میں ٹکر لینے کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ اِس میں بھی مسلمانوں کی فتح تھی۔ لیکن ادھوری فتح۔ مسلمان رومی لشکر کے ساتھ بلی چوہے کا کھیل کھیلنے کے لئے تیار نہ تھے وہ اُن کو اِس میدانِ جنگ میں برباد کرنا چاہتے تھے اِس لئے خواہ کتنی تھکاوٹ کیوں نہ ہو، اب مسلمانوں کو دشمن کی فوجی قوت برباد کرنے میں دیر نہ لگانا چاہیئے تھی۔

چھٹا دن

چنانچہ امین الامت اور لشکر کے سالار نے اگلے دن کے لئے جو تجویز مرتب کی اُس کا خلاصہ کچھ اس طرح تھا کہ تمام محاذ پر رومی فوجوں کو ایک ہی دن میں ختم کیا جائے گا اور اُن کے بھاگ کر جانے والے راستے کی ناکہ بندی رات کو ہی کر دی جائے گی۔ حملہ دائیں بازو سے کیا جائے گا اور اسی کو آگے بڑھاتے ہوئے سارے دشمن کو ختم کیا جائے گا۔ یاد رہے کہ زمین کے مطالعہ میں ہم کہہ آئے ہیں کہ دایاں بازو محدود پھیلاؤ دیتا تھا اور گو عمروؓ بن عاص کا لشکر جس نے حملہ کی ابتدا کرنی تھی وہ پچھلے چار پانچ دن لگاتار سخت دباؤ کے نیچے کام کرتا رہا۔ لیکن اس محاذ پر رومیوں کی بھی ایسی گت بنائی گئی تھی کہ قناطیر اور باہان کے لشکر بھی ادھ موئے ہو چکے تھے۔ رومی فوج کی تعداد کافی تھی۔ سامنے سے کوئی کارروائی کوئی فائدہ نہ دیتی کہ رومی تیر اندازوں نے جنگ کے چوتھے دن مسلمانوں کو جو نقصان پہنچایا تھا وہ سبق آموز تھا۔

اس جارحانہ کارروائی کے لئے تمام گھڑ سوار جناب خالدؓ کے متحرک دستوں میں آکر شامل ہو گئے کوشش یہ کرنا تھی کہ رومی رسالے کو جنگ میں الجھا کر ناکارہ کر دیا جائے یا اُن کی ہمت توڑ دی جائے

Marfat.com

تاکہ دشمن جوابی جارحانہ کارروائی یا مقامی طور پر بھی جوابی حملہ کرنے کے قابل نہ رہ جائے۔ رومی رسالے والے تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ لیکن چند عرب غسانی شہسواروں کو چھوڑ کر باقی رومی رسالہ میں بہت بھاری بھرکم قسم کے سوار تھے۔ اول تو رومی گھوڑے، عرب گھوڑوں کی طرح ہلکے پھلکے نہ تھے دوم رومی شہسوار بھاری بدن تھے اور گھوڑوں پر بوجھ زیادہ ہوتا تھا۔ سوم ہر رومی سوار کی ضروریات زندگی اور ہتھیار زیادہ ہوتے تھے اور وہ سب گھوڑے پر لادے ہوئے ہوتے تھے۔ مسلمان سوار صحرائی عقابوں کی طرح جھپٹ پلٹ کر متحرکانہ طریقے سے حملے کرتے تھے اور وہ رومی سواروں کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیتے تھے۔

رومیوں کی ناکہ بندی

جناب سپہ سالارِ اعظم اپنی کامیابی کے لئے بالکل پرامید تھے اور رومیوں کی ناکہ بندی کے لئے انہوں نے جناب ضرار رضؓ کو پانچ سو سواروں کے ساتھ وادی رقاۃ میں بھیج دیا تھا تاکہ رومیوں کی پسپائی کی صورت میں وہ مناسب کارروائی کریں۔ جناب ضرار رضؓ پل بلنت یعقوب کے عقب میں جاکر چھپ گئے۔

تبصرہ

یہاں پر کچھ تبصرہ اور موازنہ ضروری ہے۔ قارئین حیران ہوں گے کہ اتنی بڑی فوج کی پسپائی کی ناکہ بندی صرف پانچ سو شہسواروں سے کی گئی۔ یہ ایک اصول ہے کہ پسپائی کے راستوں کی ناکہ بندی جتنی کم نفری سے کی جائے اتنی ہی بہتر ہوتی ہے۔ اگر زیادہ نفری سے پسپائی والوں کا گھیرا ڈالنے کی کوشش کی جائے تو اپنا بھی نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پسپائی کے راستے مسدود کرنے کی کارروائی بڑی مہنگی بھی پڑ سکتی ہے اور یہ ایک مشکل قسم کی حربی چال ہوتی ہے۔ صحیح مقام کو چننا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ مقام کو چننے کے بعد اُس مقام پر دستوں کی تعیناتی کا کام اور مشکل ہو جاتا ہے۔ اور تعیناتی کے بعد دستوں سے کام لیا اور کارروائی کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا اور بھی زیادہ مشکل ہوتا ہے۔

Marfat.com

نقشہ دہم الف ۔ یرموک کی جنگ ۔ خاکہ بغیر سکیل کے

چھٹے دن کی جنگ ۔ مسلمانوں کی پہلے مرحلہ کی کارروائی

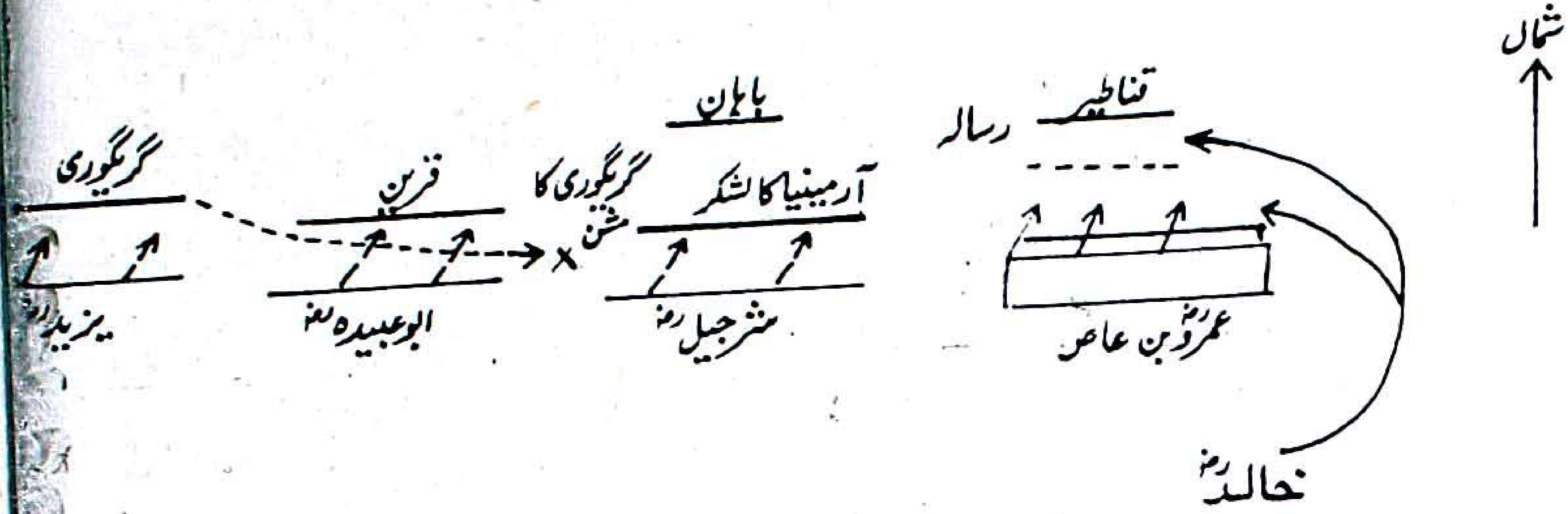

مسلمانوں کے دوسرے مرحلہ کی کارروائی

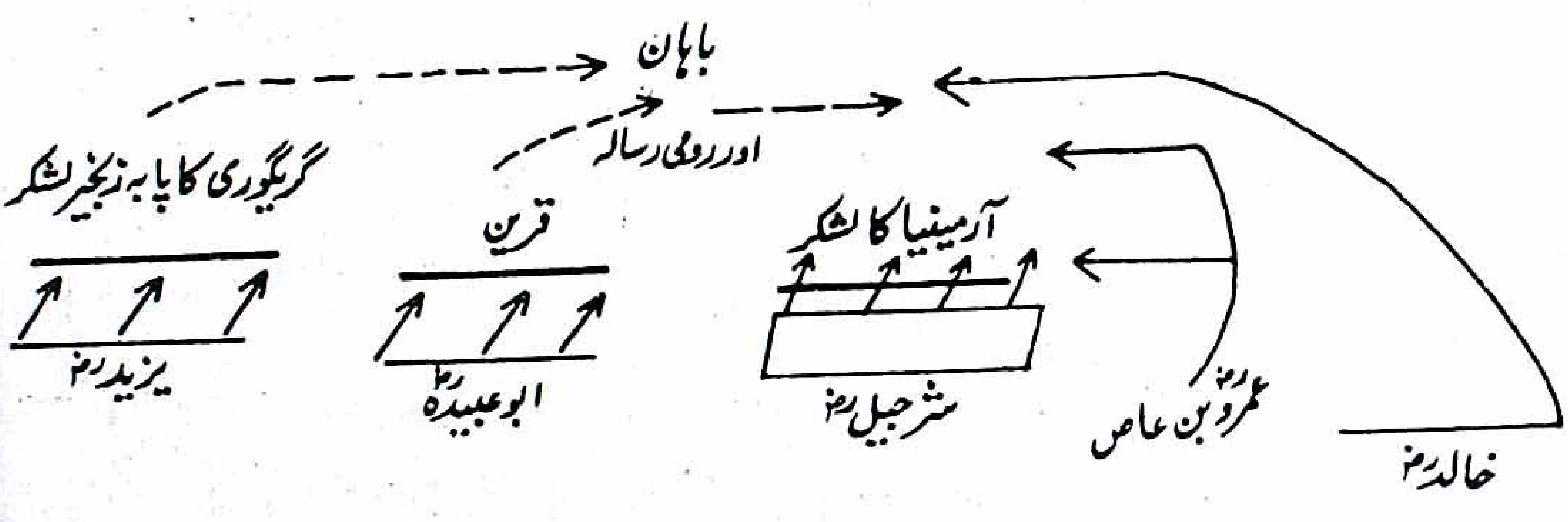

Marfat.com

گریگوری کی مبارزت

بہرحال چھٹے دن صبح سویرے جب مسلمان جوابی حملہ کے لئے کمربستہ ہو رہے تھے تو رومی فوج کے دائیں بازو کے لشکر کا کمانڈر گریگوری آگے نکلا۔ اور اُونچی آواز میں پکار اُٹھا۔ لڑائی کا فیصلہ نہیں ہُوا کہ میں مسلمانوں کے سپہ سالار کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ میرے سامنے آئے اور اِس جنگ کا فیصلہ ہو جائے گریگوری کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ بہادر آدمی اور دنیا کا مانا ہوا شہسوار تھا۔ تیغ زنی کا ماہر اور لڑاکا تھا۔ رومیوں کی چال یہ تھی کہ اِس طرح مسلمانوں کے سپہ سالار کو اگر وہ ختم کر سکے تو اُن کے اپنے لشکر کے حوصلے قائم ہو جائیں گے اور مسلمانوں پر اس کا بھیانک اثر پڑے گا جس کے بعد وہ ضرور کسی صلح کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ اور اگر ایسا نہ بھی ہو سکا تو اِس کامیابی کے بعد وہ اعلان کر کے اپنے لشکر کو پسپا کر لیں گے اور بعد میں لڑائی لڑیں گے۔ دراصل رومی موسم کی وجہ سے بھی بڑے تنگ تھے۔ اور اُن کی یہ بھی خواہش تھی کہ مسلمانوں کے ساتھ ایسا مقابلہ کسی سرد علاقے میں ہوتا تو بہتر تھا۔

گریگوری کا یہ اعلان سُن کر جناب ابوعبیدہؓ نے اپنا عَلَم جناب خالدؓ کے حوالے کیا اور فرمایا کہ اگر وہ شہید ہو جائیں تو خلیفۂ دوم کے نئے احکام آنے تک جناب خالدؓ ہی سپہ سالار رہیں گے اور پھر وہ خود گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کی طرف چل پڑے۔

تبصرہ

یہاں چند نکتوں کی وضاحت بہت ضروری ہے۔ اوّل اُن مورخین اور مبصرین پر ہنسی آتی ہے کہ ساری جنگ کے دوران اُن کا قلم یہی لکھتا رہا کہ جناب خالدؓ ہی عملی طور پر سپہ سالار تھے اور جناب ابوعبیدہؓ اُن کے ماتحت کام کر رہے تھے اور جناب ابوعبیدہؓ کو صرف درمیان والے لشکر کا کمانڈر ظاہر کرتے ہیں لیکن وہ سب یہاں آ کر واقعات کی حقیقت کے تحت اپنی غلطی کو بھول جاتے ہیں، اور لکھتے ہیں کہ جناب ابوعبیدہؓ نے وقتی طور پر کمانڈ جناب خالدؓ کو سونپ دی۔ ظاہر ہے کہ یہ لفاظی والے لوگ "وقتی" لوگ ہوتے ہیں اور اُن کو یاد نہیں رہتا کہ پہلے کیا کہہ چکے ہیں۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ انہی مبصرین میں سے ایک لکھتا ہے۔

Marfat.com

کہ جناب ابو عبیدہؓ کے بارے میں ذاتی مبارزت کے سلسلے میں اہلِ لشکر کو شکوک تھے اور جناب خالدؓ نے اُن سے گذارش بھی کی کہ اُن کو آگے جانے کی اجازت دی جائے" ہم جناب خالدؓ کی آگے جانے کی اجازت والی بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ کئی اور مجاہد بھی ایسے موقع پر جانا چاہتے ہوں گے لیکن اہلِ لشکر کے شکوک والی بات بیچ میں لاکر جناب ابو عبیدہؓ کی شان کو کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سوم جب جناب ابو عبیدہؓ کی کامیابی کا ذکر بیان کرتے ہیں تو اپنے قلم کے اُتار چڑھاؤ سے قارئین کو لطف اندوز کرنے کی کوشش کرتے ہیں چہارم، یہاں پر یہ پہلو بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جناب ابو عبیدہؓ نے جناب خالدؓ کو ہمیشہ اپنا نائب سالار سمجھا اور ہر خطرے کے وقت جناب خالدؓ کو ہی اپنی جگہ منتخب کرتے تھے۔ کیا وہ یہ سب کچھ خلیفہ دوم سے پردہ پوشی کے طور پر کر رہے تھے؟ نہیں ہرگز نہیں! ایسی کوئی بات نہ تھی۔ خلیفہ دوم بھی جنابِ خالدؓ کے مقام کو سمجھتے تھے۔ اور اُن کو جناب خالدؓ کے ساتھ کوئی ناراضگی نہ تھی اور نہ جناب خالدؓ کو خلیفہ دوم کے ساتھ کوئی رنجش تھی۔ یہ بھی روایت ہے کہ جنابِ فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ لوگوں کو خیال ہو گیا ہے کہ سب فتوحات جناب خالدؓ اور جناب مثنیٰؓ بن حارث کی وجہ سے ہو رہی ہیں۔ اِس لئے بہتر ہو گا کہ دونوں کو سپہ سالاری سے ہٹا لیا جائے اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ فتوحات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں۔ جناب مثنیٰؓ کو شہادت مل گئی اور جناب خالدؓ کو صرف ایک درجہ نیچے لایا گیا

گرگوری اور جناب امین الامت کا آمنا سامنا

جناب ابو عبیدہؓ کی شان کو سب اہلِ لشکر خوب سمجھتے تھے کہ وہ امین الامت ہیں۔ اور جناب ابو عبیدہؓ کی ذاتی بہادری، شہسواری، تیغ زنی اور حربی خوبیاں کسی سے چھپی ہوئی نہ تھیں۔ جیسے ہی دونوں کا آمنا سامنا ہوا۔ تیغ زنی کا مقابلہ شروع ہو گیا۔ یہ مقابلہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ دونوں شہسوار وار کرنے، بچاؤ کرنے، تلوار کے استعمال اور ہاتھوں کی حرکت کے ماہر تھے۔ دونوں لشکر محوِ حیرت تھے اور اُن کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کون برتر ہے اور کون اپنی برتری سے دوسرے کو نیچا دکھا سکے گا۔ کہ اتنے میں گرگوری نے بچاؤ کرتے ہوئے اپنے گھوڑے کو سرپٹ اپنی فوجوں کی طرف دوڑا دیا۔ مسلمانوں نے نعرہ تکبیر کی صدا بلند کی کہ دشمن ہار گیا۔ لیکن جناب ابو عبیدہؓ اس کا کام تمام کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ اور اُس پر نظر رکھے ہوئے تھے چنانچہ انہوں نے اُس کا تعاقب شروع کر دیا۔

Marfat.com

گریگوری کا قتل

کوئی سو قدم جانے کے بعد گریگوری نے جان بوجھ کر اپنی رفتار ایسی مدھم کر دی کہ جناب ابو عبیدہؓ اُس کے نزدیک پہنچ گئے ہیں تو وہ اچانک ایسا رکا کہ اگر جناب ابو عبیدہؓ کی بجائے کوئی اور ہوتا تو اپنا توازن کھو بیٹھتا۔ اور اسی حساب سے گریگوری نے اپنی تلوار کا سخت وار کر دیا۔ یہ دھوکا تھا۔ اس کو داؤ بھی کہہ سکتے ہیں لیکن یہ دغا بازی کے تحت نہیں آتا۔ بہرحال جنگ میں ایسے دھوکے یا داؤ بڑے نتیجے کے حامل ہوتے ہیں۔ لیکن امین الامت کا دل اللہ تعالٰی کے نور سے منور تھا۔ انہوں نے اپنی روشن ضمیری پر پردے ڈالے ہوئے تھے جیسے ہی گریگوری نے رک کر تلوار کا وار کیا۔ جناب ابو عبیدہؓ مسکرائے اور اپنی تلوار کے معمولی اشارے سے اس کی تلوار کا رُخ دوسری طرف کر دیا اور جلدی سے اپنی تلوار کے ساتھ گریگوری پر ایسا وار کیا کہ اس کا سر اُس کے دھڑ سے جدا ہو کر زمین پر گر گیا تھوڑی دیر کے بعد گریگوری کا دھڑ بھی گھوڑے سے نیچے لڑھک گیا۔ گریگوری نے سر پر جو ٹوپی پہنی ہوئی تھی اُس کی قیمت لاکھ درہم تھی اور یہ جناب ابو عبیدہؓ کے حصہ میں آتی تھی لیکن آپ نے اس طرف نگاہ بھی نہ کی۔ پھر آپؓ اپنے گھوڑے کو واپس موڑ کر اپنے لشکر کی طرف چل پڑے۔

جناب خالدؓ کو جناب ابو عبیدہؓ کا انتظار تھا اور اُن کے اپنے مقام پر واپس آجانے کے بعد جناب خالدؓ نے مرحبا کی صدا دی اور پھر اپنے متحرک دستوں میں پہنچ گئے۔

چالیس ہزار کا یہ لشکر ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ اب رومی لشکر اس کے آگے کیسے ٹھہر سکتا تھا۔ جناب ابو عبیدہؓ نے سب امراء سے تیاری کے اشارے کو دیکھ کر اللہ اکبر کی صدا اس طرح دی کو پورے چالیس ہزار مجاہدین کے نعرۂ تکبیر سے وادی یرموک گونج اُٹھی۔ اہل روم ہر طرف دھیان دیئے ہوئے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سارے محاذ پر مجاہدین آگے بڑھ رہے ہیں رومی کچھ سوچ ہی رہے تھے کہ جناب خالدؓ کے متحرک دستوں نے اُس رومی رسالے پر دائیں بازو سے حملہ کر دیا جو قناطیر کے پیچھے کھڑا کسی جوابی کارروائی کی تیاری کر رہا تھا۔ مسلمان شہسوار پچھلے چار پانچ دن سے دفاعی اور محدود جارحانہ لڑائی لڑ رہے تھے۔ انہوں نے نہ صرف قناطیر کے عقب والے رسالہ کو تہس نہس کر دیا بلکہ قناطیر کے لشکر کے عقب میں پیدل صفوں کو بھی تتر بتر کر کے رکھ دیا جناب عمروؓ بن عاص اس

انتظار میں تھے۔ انہوں نے محدود محاذ پر آگے بڑھ کر قناطیر کے لشکر کے بچے کھچے آدمیوں کو روند ڈالا۔ یہ ساری کارروائی بجلی کی تیزی کی طرح کی گئی۔ یہ تمام کارروائی ایک آدھ گھنٹہ میں ہو گئی اور اس سے پہلے کہ رومیوں کچھ سمجھتے قناطیر کا لشکر ختم ہو چکا تھا۔ یعنی اب وہ جنگ میں شرکت کرنے کے قابل نہ تھے۔ کچھ تو زخموں کو چاٹ رہے تھے اور کچھ میدان میں کراہ رہے تھے ایک آدھ آدمی جو زندہ بچا اُس نے آرمینیا والوں کے لشکر میں پناہ لی اور کچھ لوگوں نے میدانِ جنگ کو خیر باد کہہ دیا اور وہ بالکل عقب میں نکل گئے۔

رومی رسالے کا جوابی حملہ

باہان نزدیک تھا۔ اُس نے تمام رسالے والوں کو حکم دیا کہ اپنے لشکر کو چھوڑ کر آرمینیا والوں کے لشکر کے پیچھے پہنچ جائیں۔ اور اسلامی رسالے اور متحرک دستوں کو روکیں۔ اُس نے رسالہ کی کمانڈ خود سنبھال لی اور جو اسلامی رسالہ آرمینیا کے لشکر کے عقب میں تھا اُس کی یلغار کو روکنے کی کوشش کی۔ جناب خالدؓ بھی یہی کچھ چاہتے تھے۔ بلکہ باہان نے اُن کی خواہش سے کچھ بڑھ کر کیا۔ باہان کے لئے صحیح طریقہ تو یہ تھا کہ آرمینیا والے لشکر کے رسالہ کو بھی قریب کے لشکر کے پیچھے لے جاتا اور وہاں پہنچے ہوئے تینوں رسالے کے دستوں سے مل کر مسلمانوں پر جوابی حملہ کرتا۔ لیکن اُس نے جلد بازی میں جو کچھ مل سکا اُس کے ساتھ مسلمانوں کی یلغار کو روکنے کی کوشش کی۔ نقشہ دہم الف کے دوسرے مرحلہ کی کارروائی سے دونوں رسالوں کے ٹکرانے کی بات سمجھ آجائے گی۔ جناب خالدؓ کی خواہش یہ تھی کہ اہل روم کی پیدل فوج اور رسالہ کو الگ الگ کر دیا جائے اور یہ مدعا پورا ہو گیا۔ چنانچہ باہان کے رسالہ والے جیسے ہی جناب خالدؓ کے متحرک دستوں کے سامنے آئے تو اہل روم کو صحرائی گھوڑوں کے مسلمان شہسواروں نے جنگ کے وہ تماشے دکھلائے کہ رومی رسالہ والوں کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے مسلمان شہسوار کھلے میدان میں ہلکے پھلکے عربی نسل کے گھوڑوں کی شہسواری اور گھوڑوں کی پیٹھ پر لڑائی میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ گو۔ رومی رسالے والے تعداد میں زیادہ تھے۔ لیکن وہ منتشر گروہوں میں میدان جنگ میں آئے انہوں نے لڑائی کے میدان میں کچھ بہادری ضرور دکھائی۔ لیکن اول تو وہ لوگ ردعمل کے طور پر آگے آئے تھے۔ دوم تینوں حصوں میں کوئی ربط نہ تھا۔ وہ بے ترتیبی سے لڑ رہے تھے۔ جناب خالدؓ

Marfat.com

کے متحرک دستے ربط وضبط کے ساتھ تجویز کے تحت باری باری ایک ریلے کی طرح دستوں کو بڑھاتے تھے اور ہر ریلے کے یہ سوار جھپٹ جھپٹ کر حملہ کرتے ہوئے رومی رسالے کی صفوں کو چیر کر رکھ دیتے تھے چنانچہ رومیوں کو بہت جلد پتہ چل گیا کہ ان کا رسالہ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور بعض سواروں نے فرار اختیار کرنا شروع کر دیا۔

رومی رسالہ کی شکست

جنگ یرموک کے چھٹے دن کی یہ کارروائی بڑی اہم ہے کہ تقریباً تیس ہزار نفری کا رومی رسالہ ہاتھوں ہاتھ کی جنگ میں متحرک مسلمانوں کے رسالے سے شکست کھا گیا جن کی نفری آٹھ دس ہزار سے زیادہ نہ تھی اس میں چند نکتے ہیں۔ اول مسلمان جنگ کے سلیقے یا فن میں رومیوں سے بہتر تھے۔ دوم مسلمانوں کا جذبہ بہت اعلےٰ اور ارفع تھا۔ سوم وہ ربط کے ساتھ اپنے امیر کی تجویز کے تحت اپنے چھوٹے امیروں کے ماتحت لڑائی لڑ رہے تھے اور اہلِ روم بے ترتیبی سے ردعمل کے طور پر جنگ لڑ رہے تھے۔ بے ترتیبی میدانِ جنگ میں ساتھ نہیں دیتی۔ اس لئے اہلِ روم میدانِ جنگ چھوڑ کر شمال کی طرف بھاگنے پر مجبور ہو رہے تھے اور لطف کی بات یہ ہے کہ باہان جو اپنے آرمینیا کے لشکر کو چھوڑ چکا تھا۔ وہ بھی رسالے والوں کے ساتھ میدانِ جنگ سے فرار ہو رہا تھا۔ اب وہ باقی تین لشکروں کے پیدل دستوں کی طرف نہیں جا سکتا تھا۔

جنگ کی فیصلہ کن گھڑی

یہ جنگ کی فیصلہ کن گھڑی تھی اور جنگ کا فیصلہ تو ہو چکا تھا۔ دراصل اسلامی لشکر کے سالاروں کے حساب سے تو جنگ کا فیصلہ اُن کے مطابق ایک دن پہلے ہو چکا تھا کہ انہوں نے رات کو اپنے دستے رومیوں کی ناکہ بندی کے لئے بھی بھیج دیئے تھے۔ لیکن ابھی سورج دوپہر تک نہ پہنچا تھا۔ ایک طرف گریگوری مارا جا چکا تھا۔ باہان رسالے والوں کے ساتھ مل کر میدانِ جنگ سے فرار اختیار کر رہا تھا۔ دیرجان پہلے ہی مارا جا چکا تھا۔ قناطیر کا لشکر تہس نہس ہو چکا تھا۔ لیکن رومیوں کے تین لشکر ابھی تک باقی تھے اور دیرجان کی جگہ نیا کمانڈر قرین اس وقت تک میدانِ جنگ میں موجود تھا۔ اور تینوں لشکروں

Marfat.com

کی تعداد مسلمانوں کے لشکر سے دوگنا تھی ۔

جناب خالدؓ کا آرمینیا کے لشکر پر حملہ

اب سوال یہ تھا کہ جناب خالدؓ دشمن کے رسالے کا پیچھا کرتے یا پہلے باقی ماندہ پیدل فوج پر حملہ کر کے پیدل فوج کو تہس نہس کرتے ۔ یہ بڑا مشکل فیصلہ تھا ۔ تعاقب کے جو ثمرات جلدی میں حاصل ہوتے ہیں وہ بعد میں حاصل نہیں ہوتے ۔ لیکن پسپائی صرف رسالے والے کر رہے تھے ۔ صرف رسالے کے تعاقب سے فائدے کم ہوتے ہیں ۔ چنانچہ جناب خالدؓ نے رسالے والوں کا محدود تعاقب کیا کہ اُن کو میدانِ جنگ سے بھگا دیا اور خود آرمینیا کے لشکر کے عقب پر حملہ کر دیا ۔

ادھر جناب شرجیلؓ جو اسی انتظار میں تھے انہوں نے سامنے سے آرمینیا والوں پر حملہ کر دیا اور جناب عمروؓ بن عاص بھی قناطیر کے لشکر کو روندتے ہوئے اب آرمینیا والوں کی طرف بڑھ رہے تھے ۔ اسی دوران جناب ابو عبیدہؓ اور جناب یزیدؓ کے لشکروں نے اپنے سامنے پیش قدمی شروع کر دی ۔ اس لئے قرین اور مرے ہوئے گریگوری کا لشکر آرمینیا والوں کی کوئی مدد نہ کر سکا ہر طرف سے شدید حملوں کی وجہ سے آرمینیا والوں کی ہمت بھی جواب دے گئی پھر وہ شمال کی طرف تو بھاگ نہ سکتے تھے کہ اُدھر جناب خالدؓ کے متحرک دستے تھے اس لئے آرمینیا والوں نے مغرب کا رخ اختیار کیا کہ دریا کو پل سے عبور کر کے وہ وادی رقاۃ والے راستے سے فرار ہو جائیں

تبصرہ

باہان بڑی غلطی کر چکا تھا ۔ اور رسالے کی کمانڈ خود سنبھال کر اُس نے اپنے آپ کو رسالے کے ساتھ باندھ دیا ۔ اب رومی فوج کسی سپہ سالار کے بغیر لڑ رہی تھی ۔ اگر باہان کچھ متحرک دستے اپنے پاس رکھتا اور خود لشکروں کی کمانڈ آخری وقت تک کرتا تو شاید حالات اتنے خراب نہ ہوتے ۔ میدانِ جنگ کے بڑے کمانڈر کو اپنے آپ کو مکمل طور پر متحرک دستوں کے ساتھ وابستہ نہیں کر دینا چاہیئے ۔ متحرک دستوں کے جب قدم اُکھڑ جائیں تو وہ بھاگتے بھی اتنا تیزی سے ہیں جتنا تیز وہ حملہ کرتے ہیں ۔ باہان اگر گھوڑے پر سوار رہ کر بھی پیدل دستوں کے ساتھ رہتا تو رومی رسالے والے اتنی تیزی کے ساتھ نہ بھاگتے ۔ اور دوم پیدل دستے اس افراتفری سے

Marfat.com

نقشہ دہم ب۔ یرموک کی جنگ۔ خاکہ بغیر سکیل کے۔

چھٹا دن (تیسرا مرحلہ)

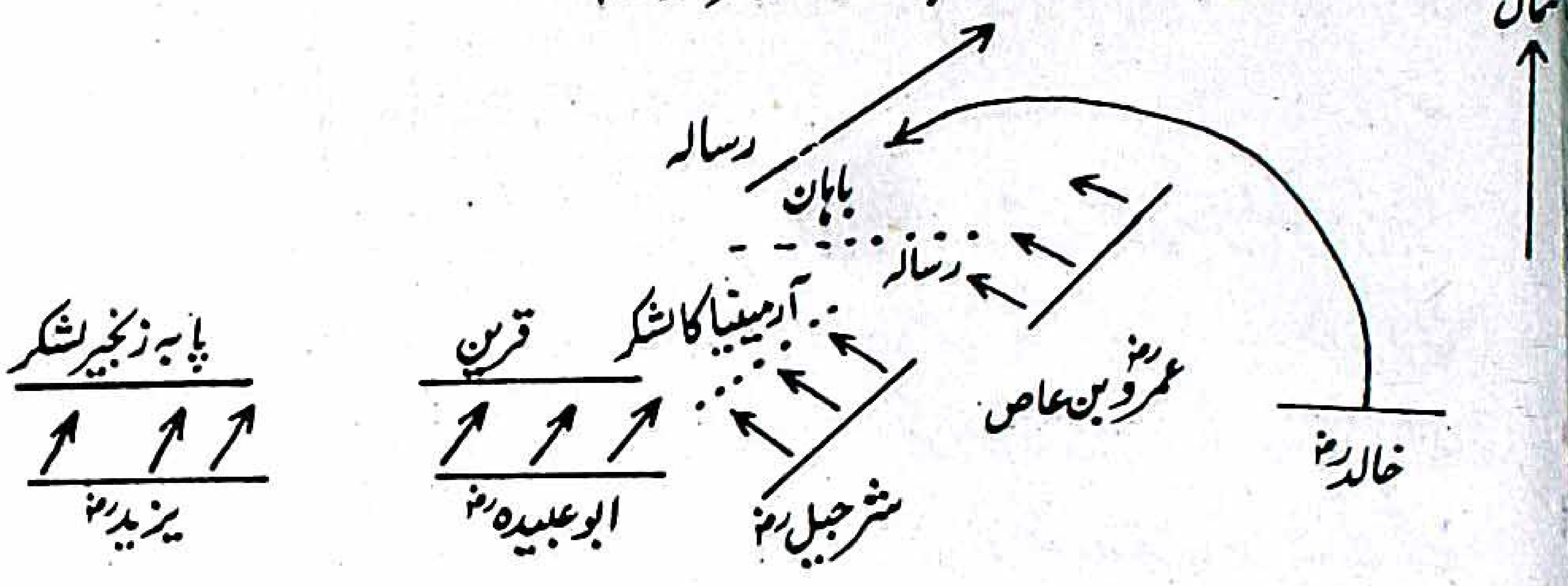

چھٹا دن (چوتھا مرحلہ)

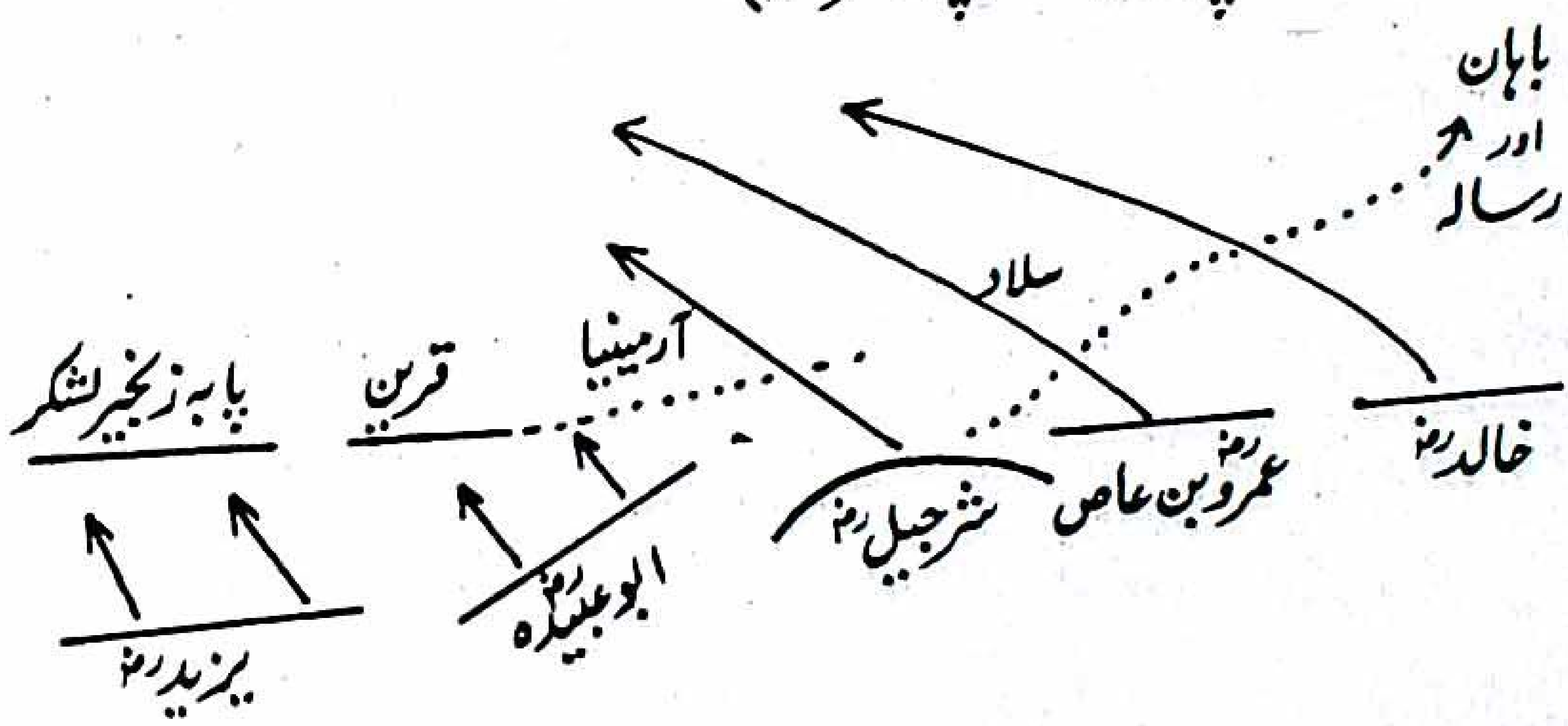

Marfat.com

فرار اختیار نہ کرتے۔ اور یہ اصول ہمیشہ یاد رہے یہ آج بھی اتنا اہم ہے جتنا اُس زمانے میں تھا۔

دوپہر کے وقت جنگ کا رنگ

چھٹے دن دوپہر کے وقت جنگ کا رنگ یہ تھا کہ قناطیر اور آرمینیا کے لشکر تہس نہس ہو چکے تھے اور مغرب کی طرف بھاگ رہے تھے۔ رسالہ شمال کی طرف بھاگ گیا تھا۔ اب صرف قرین اور گریگوری کے لشکر باقی تھے اور ویسے تو ان دونوں لشکروں کی ملی جلی تعداد اب بھی مسلمانوں کے لشکر سے زیادہ تھی۔ میدانِ جنگ میں جب آدھے سے زیادہ لشکر کے قدم اکھڑ چکے تھے تو یہ دو لشکر بھی نہ ٹھہر سکے۔ اور ابھی تک جناب خالدؓ کے متحرک دستوں نے ان کی پچھلی طرف حملہ نہ کیا تھا۔ لیکن ان لشکروں کی پچھلی صفوں نے خود بخود میدانِ جنگ کو چھوڑ کر مغرب یا شمال مغرب پل بنت یعقوبؑ کی طرف فرار شروع کر دیا۔

کچھ مبصرین کا خیال تھا کہ دونوں لشکر کس ترتیب کے ساتھ پسپائی کر رہے تھے اور شاید ایسا ہو لیکن ہمارا تجزیہ ہے کہ ان حالات میں کوئی ترتیب قائم رکھنی بڑی مشکل بات ہے۔ آگے والی صفوں پر تو مسلمان حملے کر رہے تھے اور پیچھے سے لوگوں نے "کرڑکوں"[1] والا کام شروع کر دیا تھا اور اب پیچھے والے فاصلے کر بھاگ رہے تھے۔ سامنے سے البتہ گریگوری کی پابہ زنجیر فوج بری طرح پٹ گئی۔ گو اُن کی زنجیریں لچکدار تھیں لیکن زنجیریں کھولنے کا کام ہر جوان نہ کر سکتا تھا کہ زنجیر کھول کر بھاگ جائے جس کمانڈر کو تالا کھولنا ہوتا تھا۔ وہ خود شاید اپنے آپ کو بیچ سے نکال کر ویسے ہی بھاگ گیا۔ اور گریگوری کے لشکر والے اس طرح بھاگ رہے تھے جس طرح بچے ایک دوسرے کے ساتھ ٹانگیں باندھ کر دوڑنے کا مقابلہ کرتے ہیں چنانچہ مسلمان مجاہد اُن پر پے در پے آسانی سے وار کر سکتے تھے۔

رومی پیدل فوج کا حشر

یرموک کے میدانِ جنگ میں ڈیڑھ لاکھ رومی فوج سے تقریباً چالیس ہزار آدمی کھیت رہے

---

[1] بھارتی جاٹ رجمنٹ کا لنگر پر کھانا کھانے کے لئے جانے کے لئے لفظ جس کے معنی جنگ سے بھاگنا بھی ہے۔

Marfat.com

ہوں گے اور تیس ہزار کے قریب رسالہ جنگ سے فرار اختیار کر چکا تھا۔ باقی تقریباً اسی ہزار رومی تقریباً چالیس ہزار مجاہدین کے سامنے بھاگ رہے تھے۔ رومی پیدل فوج جو فرار اختیار کر رہی تھی اُس کا رخ بھی پل بنت یعقوب کی طرف تھا۔ یہ سب کچھ دوپہر تک ہو چکا تھا کیونکہ جیسے ہی ظہر کا وقت ہوا مسلمانوں نے جنگ کا پانچویں مرحلہ شروع کر دیا اور اس کی بسم اللہ اس طرح کی جا رہی تھی کہ رومی پیدل فوج اپنے فرار کے لئے رسالے والا راستہ نہ استعمال کرے۔ پھر جیسے رومیوں کے پہلے دستے نے پل کو پار کیا اور پل سے چند قدم نیچے وادی میں گئے تو جناب ضرارؓ کے دستوں نے اُن کو تہ تیغ کرنا شروع کر دیا۔ یعنی یہاں پر آسمان سے گرے اور کھجور میں اٹکے والی بات ہو گئی۔

پہلے تو رومیوں کو بات کچھ سمجھ نہ آئی۔ کچھ دستے تو تہ تیغ ہو گئے لیکن تھوڑی دیر کے بعد رومیوں نے دیکھا کہ پل کو پار کرنے والے سیدھے راستے پر جانے کی بجائے دائیں بائیں بھاگ رہے ہیں۔ یا پل سے واپس آنے کی کوشش کر رہے ہیں اور پل کا راستہ بند ہو گیا ہے یہ دھکا پیل دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ پہلے گذارش کر دی گئی تھی کہ ناکہ بندی محدود علاقے میں ایسے مقام پر ہونی چاہیئے جس کا کچھ فائدہ اٹھایا جا سکے اور وہاں پر تھوڑی نفری ہی کام آتی ہے۔ جس نے رومیوں کو بھاگنے سے روک دیا اور اب اسلامی لشکر جو پیچھے سے رومیوں کا تعاقب کر رہے تھے انہوں نے رومیوں کو تہ تیغ کرنا شروع کر دیا جناب ضرارؓ کے پانچ سو مجاہد ناکہ بندی کے لئے بہت کافی تھے۔

رومیوں کے لئے اب یہ طریقہ کار باقی رہ گیا تھا کہ پل کی بجائے انہوں نے دریا کے بیچ میں جہاں جگہ ملتی وہاں پر چھلانگ لگا تا تھی۔ لیکن جگہ کہاں تھی۔ دریا کے کنارے کھڑے تھے۔ اور دریا میں پانی تھا یہ ایک ایسی گھڑی تھی جس کی تفصیل میں کوئی مورخ نہیں گیا۔ نقشہ یازدھم حالات کی کچھ نشاندہی کرتا ہے کہ رومی پل بنت یعقوب کے نزدیک ایک جمگھٹ کی صورت میں ریوڑ کے گلہ کی طرح تھے۔ اور ایک ایک دو دو کر کے رومی جس جگہ سے بھی فرار اختیار کر سکتے انہوں نے کیا۔ سورج کے غروب ہونے تک مزید تیس یا چالیس ہزار رومی مردہ حالت میں پل بنت یعقوب کے علاقے میں باقی رہ گئے اور باقی جا چکے تھے۔ باقی کہاں گئے اور کیا صورت اختیار کی یہ جاننا کسی رومی کے بس کی بات نہ تھی کہ دراصل جس کسی کا جدھر منہ آیا وہ ادھر چل دیا۔ لڑائی کے چھٹے دن جب سورج غروب ہوا تو یرموک کا میدان جنگ رومیوں کی لاشوں سے پٹا پڑا تھا مسلمان مجاہدین وادی رقاد تک پہنچ گئے تھے۔ لیکن وہ بھی

Marfat.com

نقشہ یازدہم ۔ یرموک کے میدانِ جنگ کے آخری لمحات ۔ جہاں اہلِ روم کا لشکر تہس نہس ہوگیا ۔

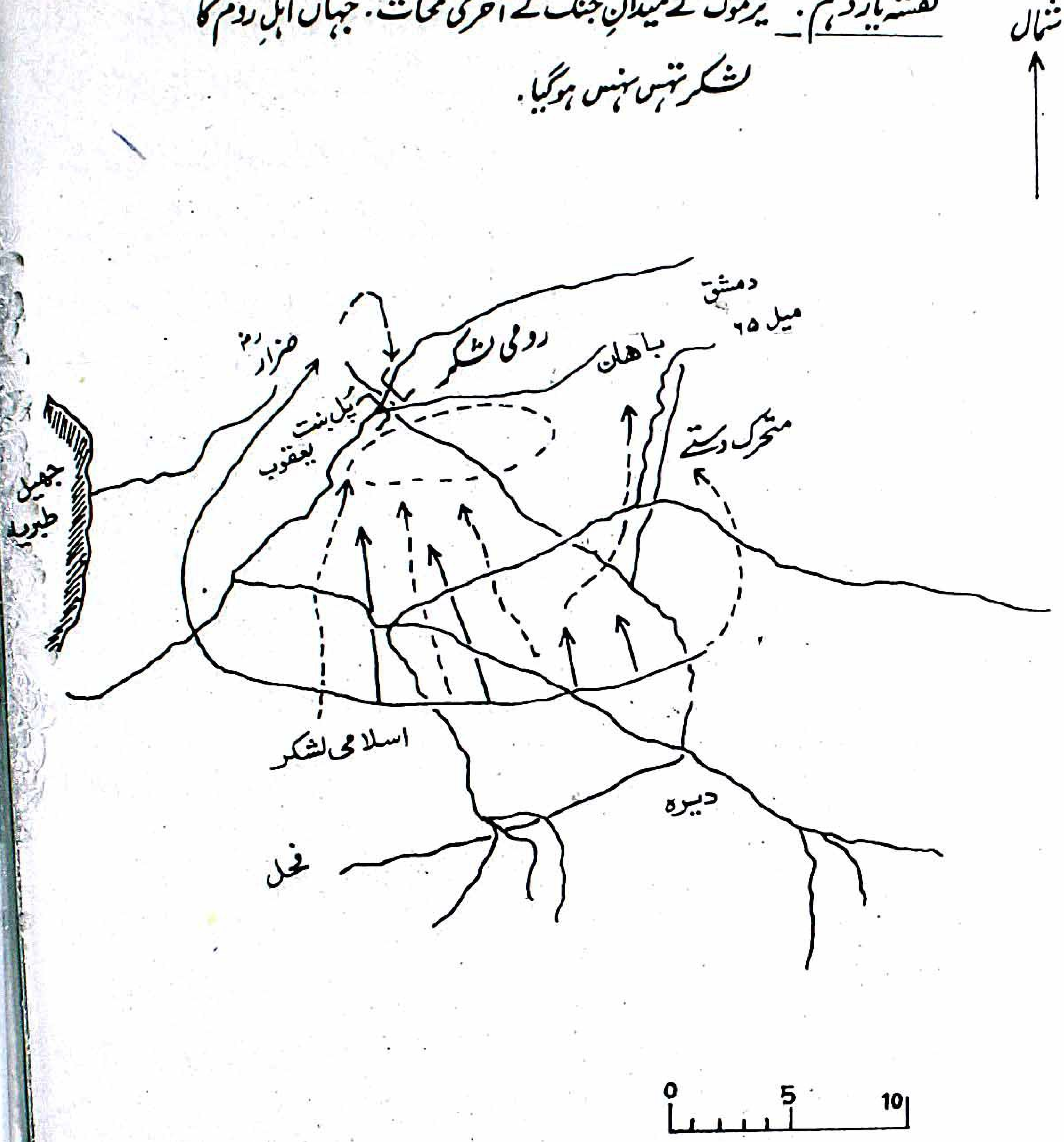

Marfat.com

تھک کر چور ہو چکے تھے۔ تعاقب کا وقت گزر چکا تھا اور کس کا تعاقب کرتے؟ تتر بتر فوج اور اکیلے جوانوں کے فوری تعاقب سے کچھ بھی حاصل نہ ہوتا۔ اس لیے مسلمان مجاہدین رات کو جہاں تھے وہیں لیٹ گئے۔

ساتواں دن

جناب خالدؓ البتہ تعاقب کے بارے میں سوچ چکے تھے اور ساتویں دن صبح سویرے جناب ابو عبیدہؓ نے اُن کو تعاقب کی اجازت دے دی۔ حضور پاکؐ سے سیکھے ہوئے طریقوں کے مطابق تعاقب کو مسلمان بڑی اہمیت دیتے تھے اور یہاں علاقہ بھی میدانی تھا۔ لیکن یہ تو معلوم نہ تھا کہ دشمن نے آگے سے کیا ترتیب اختیار کی ہوگی۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ باہان رسالے کے ساتھ چھٹے دن دوپہر سے پہلے ہی میدانِ جنگ سے فرار اختیار کر چکا تھا۔ پہلے تو وہ لوگ خوب بھاگے۔ لیکن چند میل جانے کے بعد باہان رک گیا۔ اس کو معلوم تھا کہ اُس کے لشکر کے ابھی ستر اسی ہزار لوگ ضرور زندہ ہوں گے اس لیے وہ اُن کا انتظار کرنے لگا کہ وہ کیسے اور کس حالت میں اُس کے پاس پہنچتے ہیں اور اسی حالت میں اُس کو شام پڑ گئی اور اُس نے پڑاؤ کر لیا۔ رات کے وقت پیدل فوج کے بھگوڑے اُس کے پاس پہنچے اور اُس کو حالات سے کچھ آگاہ کیا۔ گو ایسے لوگ بہت کم تھے کہ پیدل فوجوں کا زیادہ رخ شمال مغرب کی طرف تھا۔ بہرحال ایسے بھگوڑے لوگ حالات کو کبھی صحیح طور پر بیان نہیں کر سکتے۔ ہر ایک اپنی رام کہانی بیان کرتا ہے۔ ایک تو اُسے میدانِ جنگ چھوڑنے کا جواز پیش کرنا ہے۔ دوسرا وہ کچھ عجیب تذبذب میں ہوتا ہے کہ باقی لوگ مر گئے اور وہ کیسے بچ گیا حالانکہ ایسے حالات میں تقدیر بچا کرے آتی ہے۔ لیکن لوگ اپنی کہانی میں اپنی بہادری اور دشمن کے حملوں کی سختی کو ضرور لے آتے ہیں۔

باہان کا خاتمہ

باہان کو جب اس قسم کی خبریں ملیں تو اُس کو معاملات کچھ سمجھ نہ آئے اس لیے صبح سویرے اس نے اپنے پڑاؤ سے کوچ ضرور کیا۔ لیکن وہ بہت آہستہ آہستہ جا رہا تھا۔ بار بار پیچھے دیکھتا تھا کہ

Marfat.com

کوئی اور پیچھے کچھے لوگ آکر اُس کے لشکر میں شامل ہو جائیں۔ یا حالات اور واضح ہو جائیں۔ وہ خود بھی تو بھگوڑا تھا۔ اپنے جواز کی تلاش میں اُس کو اپنے جیسے کافی ساتھیوں کا انتظار تھا۔ جناب خالدؓ کے دستے تیزی سے بڑھ رہے تھے اور جہاں باہان کا لشکر اُن کو نظر آیا۔ وہاں سے ایک چھوٹا راستہ اختیار کر کے جناب خالدؓ کے رسالے نے رومیوں کو عقب میں جالیا۔ باہان اب فکر مند ہوا۔ اور اپنی عقبی فوج کو ترتیب دے کر مسلمانوں کو روکنے کی کوشش کی۔ کہ اس طرح وہ چاہتا تھا کہ عقب میں کچھ دستے یلغار کو روکیں اور باقی لشکر دور نکل کر پھر راستہ میں ایک دستہ چھوڑیں جس کی مدد سے پسپائی جاری رکھی جائے۔ یعنی وہ اپنی پسپائی کو ترتیب دینا چاہتا تھا کہ باری باری رکاوٹیں پیدا کر کے پسپائی جاری رکھی جائے۔ لیکن قسمت نے یاوری نہ کی باہان ایک مسلمان شہسوار کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔

اس طرح رومی سپہ سالار کے قتل کے بعد رومی بھاری بھر کم رسالے کی تیز اور پھرتیلے اسلامی رسالے نے جو گت بنائی وہ ظاہر ہے۔ گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو کر مسلمان مجاہدوں نے بھاگتے رومی سواروں کو نشانہ بنایا۔ اور اکثر رومی گھوڑے بغیر سواروں کے دمشق پہنچے۔ لیکن زیادہ تر گھوڑے سوار کے مرنے کے بعد رک جاتے تھے اور تعاقب ختم کرنے کے بعد مسلمان مجاہد اِن گھوڑوں کو ہانک کر واپس لے گئے۔ مرنے والے رومی سواروں کی لاشیں راستے میں بکھری پڑی تھیں۔

ایک مبصر کے مطابق جناب خالدؓ نے رومی رسالہ والوں کا دمشق تک تعاقب کیا۔ جہاں لوگوں نے اُن کو خوش آمدید کہا اور جناب خالدؓ نے لوگوں کو تسلی دی کہ مسلمان جلدی اُن کی حفاظت کے لئے پہنچ جائیں گے۔ اور دوسرے دن واپس آکر اپنے لشکر میں مل گئے۔ دمشق یرموک سے پینسٹھ میل دور ہے۔ اگر جناب خالدؓ دمشق تک گئے تو جاتے ہوئے دو دن لگے ہوں گے۔ اور دو دن واپسی پر۔ لیکن خیال ہے کہ تعاقب صرف ایک دن ہوا ہو گا اور جناب خالدؓ اُس وقت دمشق تک نہ گئے ہوں گے۔ اکثر پرانے مورخین اِس سلسلے میں خاموش ہیں۔ بہر حال کچھ لوگ اپنی تحریروں کی لفاظی میں رنگ بھرنے کے لئے جناب خالدؓ کے نام کو استعمال کرتے ہیں۔ اور بعض لوگوں کو "اندھی عقیدت" کی وجہ سے مسلمانوں کی ہر جنگ اور ہر کارروائی میں جناب خالدؓ ہی نظر آتے ہیں۔ اور شاید یہی وجہ تھی کہ جناب فاروق اعظمؓ نے جناب خالدؓ کو اپنے مقام پر رکھا کہ لوگ اُن کی پرستش نہ شروع کر دیں۔ کہ مسلمانوں کا ایمان ہے کہ سب فتوحات اللہ تعالیٰ کی طرف سے

Marfat.com

ہیں اور انسان عاجز ہے، اس سلسلے میں ہم سلسلہ اول میں جناب علی المرتضیٰ رضی کے بیان کو اُس حصّہ کے چھبیسویں باب میں واضح کر چکے ہیں کہ انسان عاجز ہے۔ بے شک ہم جناب خالد رض کے قدموں کی خاک ہیں اور اُن کی فتوحات اور دینِ اسلام کی خدمات کے بیان کے سلسلے میں اپنے قلم کو عاجز پاتے ہیں۔

لیکن اسلام کے عظیم فرزندوں میں ہر ایک کا اپنا اپنا مقام ہے۔ ہمارے لحاظ سے جنگِ یرموک کی فتح کا شرف مسلمانوں کے سپہ سالار جناب امین الامت ابو عبیدہ رض بن جراح کو ملتا ہے یہ اللہ کی دین ہے۔ جنگِ یرموک سے چھ ماہ پہلے ایک ایسا شرف عشرہ مبشرہ سے جناب سعد رض بن ابی وقاص قادسیہ کے مقام پر حاصل کر چکے تھے کہ ایران کی بادشاہت کے پرخچے اُڑ گئے۔ آج یہ شرف عشرہ مبشرہ سے جناب امیر رض بن عبداللہ بن جراح کو حاصل ہوا۔ کہ یرموک کے مقام پر رومی سلطنت کے بلادِ شام میں پرخچے اُڑا دیئے گئے۔ اور یہ دونوں شرف جناب فاروقِ اعظم رض کو حاصل ہونے تھے کہ اُن کے رفیق، مسلمانوں کے صدیقِ اکبر رض اور ہمارے آقا کے یارِ غار جناب عبداللہ رض بن ابو قحافہ رض جس حکمتِ عملی کو متعین فرما گئے اُس کو فاروق رض نے پروان چڑھایا۔ یہ سب اسم محمد ﷺ کی برکتیں ہیں۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اُجالا کر دے (اقبال رح)

دنیا کی عظیم ترین فیصلہ کن جنگ

جنگِ یرموک دنیا کی عظیم ترین فیصلہ کن جنگ ہے عقلی پیمانوں سے ناپتے ہوئے جنگِ یرموک کے ساتھ تاریخ میں بہت کم جنگوں کا موازنہ کیا جا سکتا ہے۔ اتنی فیصلہ کن کوئی جنگ نظر نہیں آتی جس کے تاریخ پر اتنے اثرات ہوں بلکہ چودہ سو سال سے اس جنگ کے اثرات جاری و ساری ہیں اور حق و باطل کی ٹکر انہی مقامات پر ہو رہی ہے۔ اس وجہ سے ہم نے لکھا تھا کہ اگر اس جنگ کو پہلی صلیبی جنگ کا نام بھی دے دیں تو کوئی ہرج نہیں کہ اتنے صلیبی جھنڈے نہ اس سے پہلے کسی جنگ میں اٹھائے گئے اور نہ بعد میں لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ اتنے جھنڈے کسی جنگ میں کبھی بھی اس طرح سرنگوں نہ ہوئے

حکمتِ عملی اور تدبیرات کے لحاظ سے بھی طرفین نے ہر سطح پر کوئی کسر نہ چھوڑی۔ واقعات کے بعد

Marfat.com

کمانڈروں کی غلطیاں نکالنا بڑا آسان ہوتا ہے، اور کلاسوٹز کہتا ہے کہ ہر کارروائی کے بعد نقادوں کے لئے طرفین کی کارگردگی میں سے کیڑے نکالنے آسان ہوتے ہیں۔ لیکن ایسے کیڑے نکالنے والوں نے خود کبھی یہ نہیں سوچا کہ اگر اُن حالات میں وہ ہوتے تو کیا کرتے۔ اِس میں شک نہیں کہ یرموک مسلمانوں کی ایک عظیم فتح ہے۔ لیکن ہرقل کی حکمتِ عملی اور تدبیرات پر حرف نہیں آنا چاہیئے اور باہان کی جنگی کارروائی پر بھی زیادہ تنقید نہیں ہو سکتی۔ بڑی سے بڑی غلطی اُس نے لڑائی کے آخری دن یہ کی کہ جلدبازی کر گیا اور پیدل فوجوں کو رسالے کی مدد کا کوئی فائدہ نہ پہنچا سکا۔ اِس طرح رومی چھوٹے لشکروں کے کمانڈروں نے بہادری سے مقابلے کیئے اور بہادری سے لڑتے ہوئے میدانِ جنگ میں کام آئے۔ مرتا وہی ہے جو لڑتا ہے۔ بھاگنے والوں میں سے تو کچھ بچ ہی جاتے ہیں۔

بہرحال مسلمانوں کو یہ سب کامیابیاں اِس لئے ہو رہی تھیں، کہ وہ اسلامی فلسفۂ حیات پر عمل کرتے تھے، لیکن بدقسمتی سے اِس فلسفۂ حیات پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم چوتھی کتاب میں اِس پہلو کو ایک پورے باب میں بیان کریں گے۔ مانا کہ جنگ یرموک تاریخ کی ایک عظیم ترین فیصلہ کن جنگ ہے۔ لیکن مسلمان تاریخ کی یا شہرت کی پرواہ نہیں کرتا۔ اُس کا نظریہ حیات یہ ہے کہ وہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دے گا۔ اور تاریخ کے بامقصد مطالعہ کا حکم ہے نہ کہ تاریخ برائے تاریخ، یا نام پیدا کرنے کے لئے۔ اِس سلسلہ میں محمود غزنویؒ کا ایک فقرہ کافی ہے کہ میں روز قیامت بت شکن کے نام سے پکارا جانا پسند کروں گا۔

جنرل فُلر کا تعصّب

یہ تو تاریخ کا اسلامی پہلو تھا۔ لیکن غیر یہ بھی نہیں چاہتے کہ تاریخ سے ہم اپنے کارناموں سے سبق سیکھ کر اپنی حالت کو ٹھیک کریں۔ اب ایک طرف اِن واقعات پر نظر ڈالیں، جو بیان کئے گئے ہیں۔ دوسری طرف جنرل فلر کے بیان پر نظر ڈالیں کہ مسلمانوں کی کل نفری پچیس ہزار بتاتا ہے۔ کہ اُن کے ہاتھوں پچاس ہزار رومی ایک ہی دن میں شکست کھا گئے۔ اس سے دو سال پہلے جنرل فلر کے حساب سے جناب خالدؓ

ع۱ جلال مصطفےٰؐ صفحہ ۳۷۹ اور ۳۸۰ سے استفادہ کریں۔

پانچ سو کی نفری کے ساتھ عراق فتح کر کے اجنادین کے مقام پر پہنچ گئے اور مسلمان دستوں کی کمانڈ سنبھالی جو چند سو یا ایک ہزار ہوں گے۔ اب دو سال بعد مسلمانوں کو جنرل فلر نے پچیس ہزار تو بنا دیا۔ چلو حالات کو کچھ وقعت تو دی۔

۲۔ لیکن مشہور یورپین مورخ گبن تو تسلیم کرتا ہے کہ مسلمانوں کی تعداد چالیس ہزار کے قریب تھی اور رومی فوج ایک لاکھ سے تجاوز کرتی تھی۔ جن سے آدھے میدانِ جنگ میں مارے گئے۔ اور وہ یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ جنگ کئی دن جاری رہی۔

۳۔ البتہ جنرل گلب اور جنرل فلر کے لحاظ سے مسلمانوں کی فتح ایک آندھی کی وجہ سے ہوئی۔ اور ریت کے چھینٹے رومیوں کے منہ پر پڑ رہے تھے۔ مسلمانوں نے اس موقع کا فائدہ اٹھا لیا۔ ہم نے میدانِ جنگ میں آندھیاں چلتی اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں۔ آندھی میں دفاع والا تو پھر بھی گزارہ کر لیتا ہے لیکن حملہ کرنے والے کو یا تو ہاتھ سے ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔ یا ہوا آدمیوں کا رخ ہی پھیر دیتی ہے۔ آندھی ایک رخ پر قائم نہیں رہتی۔ بلکہ تھوڑا تھوڑا سمت تبدیل کرتی رہتی ہے تب ہی درخت اکھڑ جاتے ہیں۔ پھر کسی مسلمان مورخ نے آندھی کا ذکر نہیں کیا۔

۴۔ اگست کا مہینہ تھا۔ اس مہینہ میں اگر کوئی آندھی چلتی تو اس کا رخ شمال سے جنوب کو ہوتا یا شمال مغرب سے جنوب مغرب کی آندھی ٹھنڈے علاقے کی ہوا کو گرم علاقے میں لے جاتی ہے۔ مسلمان جو ریگستان کی سمت میں تھے۔ وہاں سے پہاڑوں کی طرف کبھی آندھی نہیں چلتی۔ بلکہ چھوٹے پہاڑ بھی آندھی کو روک لیتے ہیں۔ تھل اور ضلع خوشاب سے کوہستان نمک کی طرف آج تک کوئی آندھی کبھی نہیں چلی۔ اگر تیز ہوا کسی طرف سے آئے بھی تو پہاڑ روک لیتے ہیں۔ اس لئے اگر کوئی آندھی چلتی تو وہ مسلمانوں کے حملے کے رخ پر اثر کرتی۔

۵۔ کیا جناب ابو عبیدہؓ کو پتہ چل گیا تھا کہ آندھی چلے گی ؟ اور انہوں نے جناب ضرارؓ کو یل بنت یعقو پر رات کے وقت بھیج دیا۔ یہ سب سوچنے والی باتیں ہیں۔

۶۔ کیا سلطنتِ روم کی فوج اتنی گئی گذری تھی کہ آندھی سے ایسی شکست کھا گئی کہ قیصر روم ایشیا اور خاص کر ملکِ شام کو ہمیشہ کے لئے الوداع کہہ گیا ؟

۷۔ جھوٹ کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ لیکن ہم کیا کریں اہل یورپ کو ہمارے نام ہی سے نفرت ہے۔

Marfat.com

اور اس کا صرف ایک علاج ہے کہ ہم پھر قرون اولی والے مسلمانوں کی طرح فقر اختیار کریں:-

۵ لفظِ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرا نام اِسی دین کا ہے فقرِ غیور۔ (اقبالؒ)

نتائج واسباق

۱- جنگ یرموک کے نتائج اور ان کے اثرات چودہ سو سالوں سے قائم دائم ہیں۔ اور جاری وساری بھی ہیں کہ حق و باطل کی ٹکر جاری ہے۔ آج بھی اُس وادی بلقا یا وادیِ یرموک کے ذکر سے ہمارے اخبار بھرے پڑے ہیں۔ آج وہی جولان کی پہاڑیاں، وہی بیت المقدس، وہی بیروت، وہی دریائے اردن اور اُس کا مغربی کنارہ ہر روز کسی واقعہ کے ساتھ وابستہ ہو کر ہماری آنکھوں کے سامنے آتے ہیں۔ اہلِ یورپ نے اسرائیل کو "جنم" دے کر صلیبی جنگوں کی شکل وصورت کو تبدیل کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن مقاصد وہی ہیں اُنہوں نے پہلے "عربوں" اور "ترکوں" کو عرب اور ترک بنایا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ فلسطین کے مسلمان در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں اور اُن کے بیوی بچوں کو بھی تہ تیغ کیا جا رہا ہے۔ علامہ اقبالؒ آنے والے حالات کو بھانپ چکے تھے:-

رندانِ فرانسیس کا میخانہ سلامت
پر ہے مئے گلرنگ سے ہر شیشہ حلب کا
ہے خاکِ فلسطین پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہل عرب کا؟
مقصد ہے ملوکیتِ انگلیس کا کچھ اور
قصہ نہیں نارنج کا یا شہد و رطب کا۔

۲- بہرحال اُس وقت مسلمانوں میں جان تھی، تو یرموک کی فتح کے ثمرات اور عطیات اتنے زیادہ حاصل ہوئے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں سارے فلسطین و شام پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور کئی سو سال اہل روم کو اُس طرف نظر اُٹھا کر دیکھنے کی بھی ہمت نہ ہوئی۔ گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی سے صلیبی جنگوں کا جو سلسلہ شروع کیا گیا اُس کا بھی مسلمانوں نے بھرپور جواب دیا۔ پہلے عمادالدین زنگی اور نورالدین زنگی نے صلیبیوں کی طبیعت صاف کی۔ پھر سلطان صلاح الدین ایوبی نے اُن کے مزاج درست کئے۔ لیکن سلطان بیبرس اور اس کے مملوک جانشینوں نے صلیبیوں کو بحیرہ روم میں پکے طور پر ڈبو دیا۔ اس کے بعد ترکوں نے اللہ اور رسولؐ کے جھنڈے اٹھائے اور یلغار پہ یلغار کر کے دو دفعہ وہ یورپ کے وسط میں دی آنا

Marfat.com

تک گئے اور آخر کار پندرہویں صدی کے وسط میں قسطنطنیہ کو فتح کر کے انہوں نے قیصر روم کی سلطنت کو آبنائے باسفورس میں پکے طور پر ڈبو دیا۔

ان شکستوں کے بعد اہلِ یورپ نے سوداگروں کا روپ دھار لیا اور جو کچھ ہمارے ساتھ کیا۔ اُس پر کسی تبصرہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ آخری وار جنگِ عظیم کے بعد کہ خلافت کو ختم کروا کے مسلمانوں کی رہی سہی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا۔ کمال ترکی کی غیروں کی اِس سازش میں شرکت اور سر سید کی اس برِ اعظم میں اسلام کو غیروں کے رنگ میں پیش کرنے کی سازش میں شمولیت از خود ایک کتاب کا مضمون ہیں اس کی جھلک البتہ ندوی[1] صاحب کی کتاب "مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کش مکش" میں ملتی ہے۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ افواج پاکستان نے اِس کتاب کو پاکستان میں شائع کروا کے سب یونٹوں کی لائبریریوں کا حصّہ بنا لیا ہے اور ہر افسر کو ایک ایک کتاب دی گئی ہے۔ خدا کرے ہم غیروں کی سازش کو سمجھ جائیں کہ حق و باطل کا معرکہ جاری ہے اور اب ہماری باری ہے:۔

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے ۔۔۔ تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی
عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونیوالا ہے ۔۔۔ شکوہ ترکمانی ذہنِ ہندی نطقِ اعرابی ۔ (اقبالؒ)

۳۔ جنگِ یرموک کی فتح کے فوری نتائج اگلے ابواب میں آئیں گے۔ کہ کس طرح جنگِ یرموک کے بعد ایک طرف بیت المقدس اور دوسری طرف شمالی شام کے سارے علاقے آسانی سے فتح کر لئے گئے۔ ایک پہلو البتہ تجزیہ طلب ہے روایت ہے کہ مدینہ فتح کی خبر دینے کے لئے قاصد بھیجا گیا اور آئندہ کے حکمتِ عملی کی وضاحت طلب کی گئی۔ لیکن خلیفہ دوم کا کوئی اضطراب یا انتظار اس جنگ کے نتائج کے واسطے کسی مورخ نے بیان نہیں کیا تو گویا ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ جناب ابو عبیدہؓ کے ہوتے ہوئے جناب فاروقؓ سمجھ رہے تھے کہ وہ خود وہاں موجود ہیں۔

۴۔ یہاں پر جنرل گلب کے تبصرہ کا جائزہ بھی ضروری ہے۔ اُس کے مطابق اگر مسلمان اہل روم کو اتنی بڑی شکست دے سکتے تھے پھر انہوں نے اتنی لمبی چوڑی پسپائی کیوں اختیار کی۔ رومیوں کو شمالی شام

ع! جلال مصطفےٰؐ کے صفحہ ۱۸ پر اس سلسلہ میں صرف اشارہ کیا گیا تھا۔ اب کھل کر وضاحت کی جا رہی ہے۔ مصنّف

[1] کتاب مولانا سید ابوالحسنؒ ندوی متعدد کتابوں کے مصنّف ہیں۔

Marfat.com

میں ہی کیوں شکست نہ دے دی۔ سوال بڑا اہم ہے۔ ہم کلاسوٹز کی زبان میں جواب دیں گے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر اپنے علاقے کی وسعت زیادہ ہو اور پسپائی کو اندرون ملک طول دیا جا سکے۔ تو بہتر ہوتا ہے کہ دشمن کو اپنے اندرون ملک لے جا کر اپنی مرضی کے مقام اور وقت پر شکست دی جائے ــــ جناب ابو عبیدہؓ کا تجزیہ کچھ اس طرح کا معلوم ہوتا ہے :۔

ا :۔ درمیانی علاقے کو اِس لئے چنا گیا کہ پانچوں لشکر جلدی سے اکٹھے ہو جائیں اور مسلمانوں کی منتشر طاقت ایک "بنیانٌ مرصوص" بن جائے ۔

ب :۔ جنگی مقام ایسا تھا کہ بازوؤں کی حفاظت بھی تھی ۔ لیکن اگر اس مقام پر رومیوں کو شکست نہ دی جا سکتی تو مسلمان مجاہدین دائیں بازو سے نکل کر ریگستان میں جا سکتے تھے اور رومیوں کو یرموک سے آگے عمان یا موتہ کی طرف پیش قدمی کی ہمت نہ پڑتی ۔

ج :۔ رومی اپنے دوست سمندر سے دور ہو گئے تھے ۔

د :۔ موسم ایسا تھا کہ مسلمان گرم علاقے میں زیادہ دن ٹھہر سکتے تھے یورپ اور آرمینیا کے سرد علاقوں کے لوگ اگست کے مہینے میں یرموک کے میدان کی گرمی برداشت نہ کر سکے ۔

۵ ۔ مسلمان متحرک طرز جنگ کے اصولوں کو اپنائے ہوئے تھے ۔ اُن کے لئے کسی جگہ کو چھوڑ دینا یا کسی جگہ اچانک پہنچ جانا معمولی بات تھی ۔ ان کو کسی بند و بستی دُم کی ضرورت نہ ہوتی تھی ۔ یرموک کے میدان میں بھی وہ کمک کی امید کے لئے ٹھہر گئے اور رومیوں کو پہل کاری دینا چاہتے تھے ۔ ورنہ وہ کسی مقام پر لاؤ لشکر زیادہ دیر اکٹھا نہ رکھتے تھے ۔ اُن کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی زمین میں بڑی وسعت ہے اور وہ اُس میں پھیل جاتے تھے ۔

۶ ۔ مسلمانوں کے سامنے ایک مقصد تھا کہ اللہ اور رسولؐ کے احکام نافذ کریں اور ایسا کرنے کے لئے اہل روم کو ایسی شکست دینے کی ضرورت تھی کہ وہ شام کو الوداعی سلام کر جائیں ۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں نے یرموک کے مقام کو چنا ۔ اور رومی اُن کے داؤ میں آگئے ۔

۷ ۔ تدبیراتی طور پر مسلمانوں کی صف آرائی اور دفاعی جنگ کو جارحانہ جنگ میں تبدیل کرنا ایک ایسی کارروائی ہے کہ دنیا کی عسکری تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی ۔ کلاسوٹز دفاع کو جنگ کے ایک طاقتور عنصر کے طور پر پیش کرتا ہے ۔ لیکن اگر وہ مسلمانوں کی عسکری تاریخ کا

Marfat.com

مطالعہ کرتا تو وہ حیران رہ جاتا کہ دشمن سے طاقت میں کم تر ہوتے ہوئے مسلمانوں نے صف بندی کر کے اُس کے ساتھ توازن پیدا کیا۔ دفاعی انتظار سے فائدہ اٹھایا اور دفاعی جنگ میں اپنی اندرونی طاقت یا ذرائع سے جارح دشمن کا منہ پھیر دیا۔ اور پھر اسی دفاعی تعیناتی سے جارحانہ کارروائی پیدا کی۔ اور دشمن کی ناکہ بندی کر کے جارحانہ کارروائی کے فوری مطلبات اور ثمرات وصول کئے اور دوسرے دن فوری تعاقب کر کے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔ جنگ کے تمام مبصر اور نقاد یہ باتیں جانتے ہیں لیکن کسی ایک جنگ میں یہ سارے عملی سبق نہیں ملتے اور نہ ہی دنیا کے کسی ایک جرنیل نے کسی جنگ میں ایسا کر کے دکھایا ہاں حق و باطل کے پہلے معرکہ میں سرکارِ دوعالم اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰؐ ہمیں یہ سبق سکھا گئے تھے کہ متحرک دفاع اپنا کر پہلے دشمن کے وار کا مقابلہ کیا جائے اور پھر اُس دفاع سے جارحانہ کارروائی پیدا کی جائے یہ بدرؐ کے مقام پر ہوا۔

۸۔ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ سے پہلے ہم نے جو دفاعی طریقِ کار اپنایا۔ اس میں بھی کار فرما اصول یہی تھا کہ دفاع کو جارحانہ صورت میں تبدیل کر دیں گے۔ لیکن طریقہ یہ اپنایا کہ ایک تہائی حصّہ کو دفاع میں استعمال کریں گے اور دو تہائی کو پیچھے رکھیں گے کہ وہ جارحانہ کارروائی کریں گے۔ لیکن جب محاذوں پر پہنچے تو، پھیلاؤ اور طول کے باوجود یہ ایک تہائی حصّہ اگلی دفاعی لائن پر پورا نہ ہو سکا اور نوے فی صد فوج اگلی دفاعی لائن پر تعینات کر دی۔ چنانچہ ایک اصول کے تو جنگ سے پہلے ہی پرخچے اڑ گئے، لیکن جنگ کے دوسرے یا تیسرے دن باقی دس فی صد کو بھی اگلی دفاعی لائن میں جانا پڑا اور ایسا وقت آ گیا، کہ بعض مقامات پر "سپاہی محمد خان" اور اس کے سامنے "چھ انچ مٹی" پاکستان کی دفاعی لائن تھی۔ ان میں سے بھی متعدد مجاہدین نے آخری دن اللہ کے نام پر اپنی جان قربان کر دی اور پاکستان کو بچا لیا جن میں سو کے قریب میرے ساتھی اور ماتحت بھی تھے۔ یہ دفاع جو ہم نے اپنایا تھا۔ غیروں کی نقالی تھی۔ اگر ہم جنگِ یرموک کے اسباق کی نقل کرتے اور خلفائے راشدین کی حکمتِ عملی اپناتے جس کے تحت پوری قوم کو اللہ کی فوج بنانا پڑتا ہے۔ تو اس برِ عظیم کی تاریخ تبدیل ہو چکی ہوتی۔

ع۱ جلال مصطفیٰؐ کے پہلے باب سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

۹۔ جنگ یرموک میں مسلمانوں نے دشمن کو مجبور کر دیا کہ وہ پہل کاری کرے۔ جب دشمن کو پہل کاری پر مجبور کر دیا جائے تو یہ پہل کاری نہیں ہوتی۔ یہ رد عمل ہوتا ہے جس کو انگریزی میں "بد ضرورت" (NECESSARY EVIL) کہتے ہیں۔ ہم اس کو مجبوری کہتے ہیں۔ کہ ہمارے معاشرہ اور مزاج کے لحاظ سے ضرورت بری یا بد نہیں ہوسکتی۔

۱۰۔ مسلمان عورتوں کی جنگ میں شمولیت اور محاذ جنگ میں لشکروں کے ساتھ ہونے والی بات سے ہماری آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ عورت کے پردہ والے معاملہ کے مطالعہ کی ضرورت ہے، عورت نہ تتلی ہے، کہ بازار میں اپنے حسن کی زیبائش کا مظاہرہ کرتی پھرے اور نہ گٹھڑی ہے کہ چار دیواری سے اس کو اٹھا کر باہر لایا جائے اور پھر واپس آ کر گٹھڑی کی طرح چار دیواری کے اندر پھینک دیا جائے۔ چادر کو "پردہ" کے طور پر سے استعمال کرنے کی ضرورت ہے نہ کہ اس چادر کے ساتھ عورت کو گٹھڑی کی طرح باندھ دیا جائے۔ پردہ کے فلسفے کو پوری قوم کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔ جس معاشرہ میں شرارت پسند لوگوں کو اتنی آزادی ہو کہ وہ عورتوں اور لڑکیوں پر آوازے کسیں یا ان کا پیچھا کریں وہاں چادر کا پردہ کس کام کا ہے پردہ کی زیادہ ضرورت مردوں کے لئے ہے کہ وہ عورت کی عزت، ماں، بہن او بیٹی کی طرح کریں۔ یہ دین فطرت کے احکام ہیں:-

نے پردہ نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی

نسوانیتِ زن کا نگہبان ہے فقط مرد۔ (اقبالؒ)

۱۱۔ تدبیرات، فن، ہنر، سلیقہ اور اسلامی فلسفہ حیات کے جو اسباق ہمیں جنگ یرموک سے ملتے ہیں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ مسلمانوں کی ہر جنگ میں ہمیں کچھ مشابہ قسم کے اسباق ملتے ہیں لیکن ایک ضروری سبق ہے جس کو دہرانا ضروری ہے، وہ مسلمانوں کے لئے حضور پاکؐ کی ذات ہے۔ علامہ اقبالؒ نے تو بالکل واضح کر دیا کہ خدائے پاک کے تصور کے سلسلہ میں اپنی عقل کو کبھی بھی استعمال نہ کریں ہما خدا وہی ہے جو ہمارے آقا حضور پاکؐ نے بیان فرمایا اور اس سے آگے ہم کچھ نہیں جانتے۔ ہمارے لئے حضور پاکؐ ہی قرآن، فرقان، یٰسین، اور طٰہٰ ہیں اور نگاہِ عشق و مستی میں اول و آخر بھی وہی ہیں۔ اس لئے یہاں یہ اسلام کے دو عظیم فرزندوں کی مثال دینا ضروری ہے۔

ا:۔ جناب ابو عبیدہؓ حسین و جمیل تھے لیکن جنگ احد کے بعد آپ کا حسن نکھر گیا۔ کہ آپؓ نے حضو

Marfat.com

کے بدن مبارک سے خود کے ٹکڑے نکالتے وقت آپؓ نے حضور پاکؐ کا خون مبارک اور پسینہ چوس لیا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ بے فکر گریگوری کے مقابلہ کے لئے نکل کھڑے ہوئے کہ آپ پر نہ دشمن کا کوئی وار اثر کر سکتا تھا، نہ میدانِ جنگ کی شکست بھی، اور نہ میدانِ جنگ کی شہادت۔ آپؓ نے گریگوری کی ایک لاکھ درہم والی ٹوپی پر کیوں نظر نہ کی۔ آپ روشن ضمیر تھے اور آپؓ کو نظر آرہا تھا کہ چند لمحوں کے بعد سارا میدانِ جنگ رومیوں کی ٹوپیوں سے بھر جائے گا۔ اور یہی ہوا۔ جناب عمر فاروقؓ کو یہ سب کچھ معلوم تھا۔ تب ہی انہوں نے یرموک کی جنگ کے نتائج کے لئے کسی قاصد کا انتظار نہ کیا۔ جناب ابو عبیدہؓ کے بدن پر ہر وقت اللہ کے حبیبؐ کا سایہ ہوتا تھا۔ اور یہ سب کچھ حضور پاکؐ کی غلامی کی وجہ سے تھا۔

ب :۔ دوسری مثال جناب خالدؓ کی ہے۔ ہم اُس ٹوپی کا ذکر کر چکے ہیں جو جناب خالدؓ کے سر پر ہوتی تھی اور اس میں حضور پاکؐ کے بال مُبارک تھے۔ جنگ کے چوتھے دن یہ ٹوپی گُم ہو گئی۔ خالدؓ پریشان ہو گئے اور ٹوپی ٹوپی کر کے پُکار اُٹھے۔ روایت ہے کہ جناب خالدؓ کو کسی نے اتنا پریشان زندگی میں نہ دیکھا جتنا اِس ٹوپی کے گم ہونے کی وجہ سے ہوئے۔ چند لمحوں بعد ٹوپی مل گئی۔ جناب خالدؓ نے ٹوپی کو بوسہ دیا اور پھر ٹوپی کو سر پر رکھا اور پُکار اُٹھے۔ مسلمانو! فتح مل گئی۔

Marfat.com

دسواں باب

فتح بیت المقدس

جنگ یرموک کے اثرات بہت زیادہ تھے۔ ستر ہزار رومیوں کو دفن کرنے میں بھی دو تین دن لگ گئے ہوں گے۔ مالِ غنیمت کو اکٹھا کرنا تھا۔ اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال اور شہدا کے دفن کرنے کے کام تھے۔ روایت ہے کہ جناب ابو عبیدہ رضؓ نے ایک فوجی دستے کو اہلِ دمشق کے اصرار پر جلدی ہی بھیج دیا کہ وہاں پر امن و امان بحال کیا جائے۔ آگے سارے شام پر کسی ترتیب یا ترجیح کے تحت قبضہ کیا گیا اس میں تھوڑا سا اختلاف ہے۔ کچھ مورخین کا خیال ہے کہ جناب یزیدؓ دمشق چلے گئے اور جناب خالدؓ حمص کی طرف۔ اور جناب عمروؓ بن عاص اور شرجیلؓ بن حسنہ فلسطین کی طرف چلے گئے اور بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ کچھ مورخین نے سارے اسلامی لشکر کو فلسطین بھیج دیا اور اُن کے لحاظ سے صرف چند مجاہد دمشق تک گئے۔

آگے فلسطین میں بھی قساریہ اور بیت المقدس یعنی دو مقامات پر رومیوں کا قبضہ تھا۔ یہاں کچھ مورخین کا خیال ہے کہ جناب ابو عبیدہؓ نے مشاورت طلب کی، کہ ترجیحات کا فیصلہ کیا جائے کہ پہلے کونسا مقام فتح کیا جائے۔ کچھ امرا کا خیال تھا کہ پہلے قساریہ فتح کیا جائے اور کچھ کا خیال تھا کہ بیت المقدس کو پہلے فتح کیا جائے۔ بے شک دونوں شہر اہم تھے۔ قساریہ سمندر کے ذریعہ سے اہلِ روم کو رابطہ مہیا کر رہا تھا۔ بیت المقدس فلسطین کا دل تھا اور مسلمان کچھ عرصہ اس طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتے رہے یعنی ان کا قبلہؑ رہ چکا تھا۔ وہاں سے دشمن کو نکالنا ضروری تھا۔ اِس لئے فلسطین کے علاقے میں ترجیح

ؑ یہاں پر قبلہ اوّل کے الفاظ جان بوجھ کر استعمال نہیں کئے جا رہے۔ مکہ قبلہ اول ہے یا بیت المقدس قبلہ اول ہے۔ ہمارے لئے دونوں برابر ہیں۔ بلکہ مکہ کو ترجیح ہے۔ مکہ میں رہتے ہوئے مکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے ہر جگہ سمت الگ ہو جاتی۔ ہجرت کے بعد ایسا کیا کہ وحدتِ عمل کے طور پر سب کے منہ ایک طرف ہوں اور ہجرت میں نیز یہ بھی تھا کہ مکہ کو قبلہ مانا جائے۔ اور ہمارا مکہ ہی خانہ کعبہ ہے۔ اور بیت المقدس ہماری سر آنکھوں پر ہے لیکن کعبہ کی بنیاد حضرت ابراہیمؑ نے پہلے رکھی تھی۔

Marfat.com

کے طور پر بیت المقدس کو پہلے فتح کرنے کی کارروائی کی گئی اور بعد میں قساریہ کو فتح کیا گیا۔ اور شمالی شام کے سلسلہ میں ہمارا تجزیہ یہ ہے کہ محدود کارروائی اسی زمانے میں کی گئی۔ اور بھرپور کارروائی بیت المقدس کی فتح کے بعد۔ کچھ مورخین نے محدود اور بھرپور کارروائی کو ملا کر تمام واقعات کو اکٹھا کر کے بیت المقدس کے بعد کے واقعات میں شامل کر دیا۔ اور کچھ نے محدود کارروائی کو "طول" دے کر سب واقعات کو، بیت المقدس کی فتح سے پہلے کے واقعات قرار دے دیئے۔

یہی وجہ ہے کہ ۔۔۔۔ بیت المقدس کی فتح کی دو الگ الگ تاریخیں بیان کی جاتی ہیں۔ کچھ مورخین نے ربیع الاول سولہ ہجری بتایا ہے اور کچھ نے ذی قعد سولہ ہجری۔ جو لوگ ربیع الاول کی تاریخ بتاتے ہیں ان کے لحاظ سے تمام لشکروں نے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا اور چار ماہ کے محاصرہ کے بعد بیت المقدس پر قبضہ ہو گیا۔ جو لوگ ذی قعد سولہ ہجری کی تاریخ بتاتے ہیں۔ وہ اسلامی لشکروں کو پہلے شام کے شمالی علاقوں میں کارروائی دکھاتے ہیں اس لئے فتح بعد میں بتاتے ہیں۔

ہمارے لحاظ سے افواج شمالی شام میں ضرور گئیں لیکن کارروائی محدود تھی اور جب جناب عمر فاروق رضؓ بیت المقدس کی کنجی لینے کے لئے مدینہ سے آئے تو وہ پہلے جابیہ آئے اور سب مورخین یہ کہتے ہیں کہ وہاں پر جناب ابوعبیدہؓ، جناب خالدؓ اور جناب یزیدؓ ملے۔ اور جناب خالدؓ اور جناب یزیدؓ کے لئے سب مورخ یہ الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں کہ وہ اپنے علاقوں سے جنوب کی طرف آ کر امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو ظاہر ہے وہ دمشق یا اس کے شمال میں تھے جہاں تک بیت المقدس کی فتح کا تعلق ہے، اس سلسلے میں ہمارا حساب کتاب وقت کے لحاظ سے ربیع الاول سولہ ہجری صحیح بیٹھتا ہے کہ سب لشکروں کی بجائے صرف جناب عمروؓ بن عاص اور جناب شرجیلؓ کے لشکروں نے جا کر بیت المقدس کا محاصرہ کیا۔ اور سارے لشکروں کو محاصرہ پر بھیجنے کی ضرورت بھی نہ تھی۔ بیت المقدس میں فوجی نفری کم تھی۔ جو کام پورا لشکر کر سکتا وہ دو لشکر بھی کر سکتے تھے وہ اس لئے کہ رومیوں کی باہر سے امداد کی زیادہ امید نہ تھی کیونکہ ساحلی علاقوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔

پرانے مورخ تو واقعات کو ویسے بھی تسلسل سے بیان نہیں کرتے۔ لیکن جنرل اکرم اور جنرل گلب

Marfat.com

بھی بیت المقدس کے واقعات کو بہت مختصر طور پر بیان کیا ہے۔ اور اپنے بیان کے ثبوت میں کوئی جائزہ پیش نہیں کیا۔ دونوں کے بیانات الگ الگ ہیں۔

جنرل اکرم کا بیان

جنرل اکرم لکھتے ہیں کہ جناب عمرؓ سے احکام ملنے کے بعد اور فتح یرموک کے کچھ عرصہ بعد جناب ابو عبیدہؓ نے بیت المقدس کی طرف پیش قدمی کی۔ جناب خالدؓ جیش المقدم پر کام کر رہے تھے۔ رومی فوجوں نے مسلمانوں کو دیکھا تو وہ قلعہ بند ہو گئیں۔ مسلمانوں نے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا جو چار ماہ تک جاری رہا۔ اُس کے بعد وہاں کے بڑے پادری نے کہا کہ اگر خلیفہ وقت جناب عمرؓ خود تشریف لے آئیں تو وہ ہتھیار ڈالنے پر تیار ہیں۔

جناب شرجیلؓ نے مشورہ دیا کہ حضرت عمرؓ کو تکلیف نہ دی جائے۔ جناب خالدؓ خلیفہ دوم کے ہم شکل ہیں اُن کو جناب عمرؓ جیسے کپڑے پہنا کر مشہور کر دیا جائے کہ خلیفہ وقت تو ادھر ہی موجود ہیں اور ایسا ہی کیا گیا۔ لیکن بڑا پادری بات کو تاڑ گیا اور کامیابی نہ ہو سکی۔ اِس لئے جناب عمرؓ کو مدینہ شریف میں خبر دی گئی اور وہ تشریف لے آئے۔ جناب عمروؓ بن عاص کو محاصرہ پر چھوڑ آ گیا اور باقی تمام سپہ سالاروں نے جناب عمرؓ کو جابیہ کے مقام پر خوش آمدید کہا۔ جناب یزیدؓ اور جناب خالدؓ نے ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھے اور حضرت عمرؓ نے اِس بات کو ناپسند فرمایا وغیرہ۔

تبصرہ

جنرل اکرم نے یہ نہیں بتایا کہ جابیہ کا مقام کوئی اور تھا جو بیت المقدس کے نزدیک بیر شیبہ یا اجنادین کے پاس تھا۔ تمام مورخین نے ایک ہی جابیہ کا ذکر کیا ہے جو اردن اور شام کی سرحد میں وادی یرموک میں دیرہ کے پاس ہے اور جنرل گلب بھی اسی جابیہ کا ذکر کرتا ہے اور الفاروق کے مصنف مولانا شبلیؒ بھی اسی جابیہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور جنرل گلب سمیت سب مورخ یہ کہتے ہیں کہ جناب عمرؓ پہلے جابیہ آئے اور وہاں سے فحل اور بیسان کے راستے بیت المقدس گئے طبری کے حوالے سے ایک جگہ کسی راذی نے سرغ کے مقام کا ذکر کیا ہے کہ جناب عمرؓ کو شام کی فوج کے اُمرا نے وہاں خوش آمدید کہا

Marfat.com

پرانے زمانے کے مورخ نقشوں اور جغرافیہ کا حوالہ نہیں دیتے تھے اور نہ ہی زماں و مکاں کا تجزیہ کرتے ہیں اس لئے یہ بیان بھی کچھ مددگار ثابت نہیں ہوتا۔

لیکن جنرل اکرم کا بیان تجزیہ طلب ہے کہ انہوں نے تمام مقامات اپنی آنکھوں سے دیکھے اور نقشے بھی بنائے۔ اب کسی نقشہ پر دیکھا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ اگر مدینہ شریف سے سیدھے جابیہ گئے اور وہاں سے بیت المقدس گئے تو اس کی نسبت اگر مدینہ شریف سے ایلہ (عقابہ) کے راستے بیر شیبہ سے ہو کر بیت المقدس جاتے تو ان کو دو سو میل کم سفر کرنا پڑتا۔ جابیہ بیت المقدس سے سو میل شمال کی طرف ہے۔ اول جناب عمرؓ نے دو سو میل فالتو سفر کیوں کیا؟ اور دوم یہ کہ اگر سارے لشکروں نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ تو پھر لشکر کے امرا سو میل شمال کی طرف جا کر حضرت عمرؓ کو صرف خوش آمدید کہنے کے لئے کیوں گئے؟ تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر سارے لشکر بیت المقدس میں تھے اور صرف چند دستے دمشق تھے تو پھر حضرت عمرؓ جابیہ کس کو ملنے گئے۔ اور چوتھا سوال یہ ہے کہ کیا یرموک کی فتح کے بعد سارے شمالی شام میں چند دستے دمشق کے مقام پر رکھے گئے اور یرموک کی فتح کا کوئی فائدہ نہ اٹھایا گیا کہ شمالی شام میں کوئی فوج چھوڑی جاتی۔

ان سوالوں سے ایک ہی بڑا جواب نکلتا ہے کہ تقریباً آدھے سے زیادہ اسلامی لشکر کے دستے جابیہ اور اس سے شمال میں تھے اور جناب عمرؓ ان امرا کو ملے اور پھر آپؓ چند مشہور صحابہ کو بیت المقدس کی فتح کی رسم میں شرکت کے لئے وہاں لے گئے۔ ظاہر ہے کہ بیت المقدس میں صرف جناب عمروؓ بن عاص اور زیادہ سے زیادہ شرجیلؓ بن حسنہ کے لشکر تھے۔

جنرل گلب کا بیان

جنرل گلب اس ساری کہانی کو مختصر طور پر بیان کرتا ہے اور اس کے لحاظ سے یرموک کی فتح کے بعد جناب عمروؓ بن عاص فلسطین کے علاقے میں واپس چلے گئے اور جناب ابو عبیدہؓ نے پہلے حمص اور بلبک وغیرہ تک پیش قدمی کی اور پھر سارے شمالی شام یعنی قنسرین، انطاکیہ، حلب وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اسی دوران جناب عمروؓ بن عاص نے بیت المقدس کے بڑے پادری کے ساتھ رابطہ قائم کیا لیکن اس نے کہا کہ وہ بیت المقدس کی کنجی صرف مسلمانوں کے خلیفہ کو دیں گے۔ چنانچہ جناب ابو عبیدہؓ کے ذریعے سے حضرت عمرؓ کو خبر بھیجی گئی۔

Marfat.com

اور حضرت عمرؓ نے شام کا دورہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ جناب عمرؓ نے پرانے قافلوں والا راستہ استعمال کیا اور پھٹے پرانے کپڑوں میں دیرہؔ[1] پہنچ گئے۔ جواب ملک شام کی جنوبی سرحد پر ہے جہاں پر سرداردن سے ملتی ہے۔ جناب عمرؓ کو سخت کوفت ہوئی کہ وہاں کے لوگ ناچ ناچتے اور گانا گاتے باہر نکل آئے اور ان کی عورتیں بھی تنبور بجا رہی تھیں۔ جناب عمرؓ نے حکم دیا کہ اس بے حیائی کو بند کر دیا جائے تو جناب ابو عبیدہؓ فرمایا کہ یہ ان لوگوں کے رسم ورواج کے لحاظ سے ٹھیک ہے۔ اگر ان کو روکا گیا تو یہ لوگ سمجھیں گے کہ جناب عمرؓ ایک دشمن کی حیثیت سے آئے ہیں۔ اس قسم کے بیانات سے خلیفۂ وقت کو کچھ تسلی دی گئی۔ لیکن جناب عمرؓ مسلمان سپہ ساروں سے سخت ناراض ہوئے۔ جناب ابو عبیدہؓ، جناب خالدؓ، اور جناب یزیدؓ جو جنوب میں حضرت عمرؓ کو خوش آمدید کہنے آئے تھے انہوں نے ریشمی لباس پہنے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے اپنے گھوڑوں کو بھی سنگار پہنائے ہوئے تھے حضرت عمرؓ سخت ناراض ہوئے کہ ان کو ایسے ہمت کیسے ہوئی، کہ وہ اُن کے سامنے ایسے لباس میں آئے۔ اُن سب کو معزول کر دینا چاہیئے وغیرہ تو سب سالاروں نے بتایا کہ وہ خود پہنے ہوئے ہیں اور اس لباس کے نیچے ہتھیار بھی پہنے ہوئے ہیں یہ اوپر کی ظاہری کارروائی یہاں بسنے والوں کے لئے دکھاوہ ہے۔ وغیرہ۔

جابیہ کی چھاؤنی ہی میں بڑے پادری سوفورینس کا وفد آیا ہوا تھا جس نے ہتھیار ڈالنے کے معاہدہ پر دستخط کر دیئے۔ اور پھر خلیفہ دوم بیسان والے راستے بیت المقدس چلے گئے۔ جنرل گلب کے حساب سے معاہدہ کے لئے بات چیت ۶۳۷ عیسوی کے آخری ایام میں شروع ہوئی لیکن ساتھ ہی وہ تسلیم کرتا ہے کہ کچھ مورخین کے حساب سے یہ واقعہ ایک سال پہلے کا ہے۔

تبصرہ

جنرل گلب نے بھی یہ واقعات پرانے تاریخ دانوں کی کتابوں سے نچوڑ کے طور پر نکالے ہیں اور اس سے کوئی خاص اختلاف نہیں ہو سکتا۔ سوائے اس کے کہ اگر بیت المقدس ربیع الاول سولہ ہجری میں فتح ہو گیا

---

[1] دیرہ کا ذکر جنگ یرموک میں بھی ہو چکا ہے۔ اور پرانے زمانے میں اسرائیلوں اور بادشاہ اوگ کی لڑائی بھی یہاں ہوئی تھی۔

Marfat.com

جس کے بارے میں جنرل گلب کوئی شک ظاہر نہیں کرتا تو پھر یہ تسلیم کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ اتنے تھوڑے عرصہ میں انطاکیہ تک سارا شمالی شام بھی فتح ہو گیا تھا۔ اور جناب عمرؓو بن عاص نے انطاکیہ تک جناب ابو عبیدہؓ کی خبر پہلے پہنچائی جو بیت المقدس سے چار سو میل دور تھا اور پھر سارا کام اُن کی نگرانی میں ہوا۔ تو زماں و مکاں کے تانے بانے نہیں ملتے۔ ہمارا تجزیہ بین بین ہے۔ اور مختلف تاریخوں کے مطالعہ کے بعد اور دو جرنیلوں کے بیانات پڑھنے کے بعد ہم جس نتیجہ پر پہنچتے ہیں وہ کچھ اس طرح ہے۔

۱۔ وادی یرموک کی اہمیت مسلمانوں پر ظاہر ہو گئی، کہ تیسری دفعہ مسلمانوں کو وہاں جھگڑا کرنا پڑا۔ حضرت عمرؓ پہلے ہی احکام دے چکے تھے کہ فتح شدہ علاقوں میں چھاؤنیاں بنائی جائیں اور اس کے نتیجہ کے طور پر ایران کے محاذ پر کوفہ اور بصرہ کو چھاؤنی بنایا گیا۔ اور حضرت عمرؓ کے احکام کے تحت وادی یرموک میں جابیہ کو بھی چھاؤنی بنایا گیا۔

۲۔ حضرت عمرؓ کے حکم کے تحت یا حکمت عملی کے تحت اور خلیفہ دوم کی اجازت سے جناب ابو عبیدہؓ نے جابیہ کے مقام کو اپنا ایک ہیڈ کوارٹر بنا لیا۔ یا وہاں پر کچھ ہیڈ کوارٹر کے عملہ کے قسم کے لوگوں کو رکھا اور خود بھی وہاں آکر اکثر ٹھیرتے ہوں گے کہ سارے علاقے کے وہ سپہ سالار تھے۔

۳۔ جناب عمرؓو بن عاص اور جناب شرجیلؓ کے لشکر فلسطین کی طرف چلے گئے اور بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ علاقہ جناب عمرؓو بن عاص کا تھا، تو وہ سپہ سالار تھے۔ رومیوں اور نصرانیوں کو کچھ پتہ تھا کہ جس شخص نے بیت المقدس کو فتح کرنا ہے اس کا نام عمرؓ ہوگا کہ کچھ پیشگوئیاں اس قسم کی تھیں۔ پہلے تو نصرانیوں نے جب دیکھا کہ عمرؓو بن عاص نے محاصرہ کر لیا تو اُن کو خیال ہوا کہ بیت المقدس کا فاتح آگیا۔ لیکن ساتھ لفظ 'واؤ' کے اضافہ کی وجہ سے نصرانیوں نے کہا کہ نہیں یہ وہ شخص نہیں پھر نصرانی یہ بھی چاہتے تھے کہ کچھ التوا ہو اس لئے انہوں نے بہانہ بنایا کہ اپنے خلیفہ عمرؓ کو بلاؤ جناب ابو عبیدہؓ نزدیک ہی جابیہ میں تھے اُن کو حالات سے آگاہ کیا گیا تو انہوں نے خلیفہ دوم کو خبر دی جو شام کا دورہ کرنے اور بیت المقدس کی فتح کی سعادت میں شریک ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔

Marfat.com

۴۔ بیت المقدس میں زیادہ فوج نہ تھی اور نہ ہی مسلمان اس کی دیواروں کو گرانا چاہتے تھے۔ محاصرہ کرنے سے وہ لوگوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے سارے اسلامی لشکروں کو بیت المقدس لانے کی ضرورت نہ تھی۔

۵۔ ان وجوہات کے تحت جناب یزیدؓ کا لشکر دمشق چلا گیا اور جناب خالدؓ کا حمص۔ لیکن ابھی شمالی شام میں فتوحات بڑھانے کا وقت نہ آیا تھا کہ مسلمان جنوب میں اُلجھے ہوئے تھے۔ بلکہ ابھی تو قساریہ پر بھی مسلمانوں کا قبضہ نہ تھا۔ اور دمشق کے مغرب میں بیروت کی بندرگاہ بھی رومیوں کے ہاتھ میں تھی۔

۶۔ جب تک جنوب میں دشمن کا مکمل قلع قمع نہ کیا جاتا شمالی شام میں اپنے آپ کو حمص سے آگے الجھا دینا فضول تھا اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ جنرل گلب بھی یہاں بھول گیا۔

زماں مکاں کا تجزیہ

زماں و مکاں کا ہمارا تجزیہ یہ ہے کہ رجب پندرہ ہجری میں یرموک کی جنگ ہوئی۔ شعبان کا مہینہ وہاں گذرا ہوگا یا رمضان میں بھی آرام کیا ہوگا۔ بہرحال رمضان اور شوال میں جناب عمروؓ بن عاص، جناب شرجیلؓ بیت المقدس کے لئے رواں دواں ہوگئے اور اُس کا محاصرہ کر لیا۔ اور مورخین کے مطابق چار ماہ محاصرہ رہا۔ تو محرم میں بات چیت شروع ہوگئی اور صفر تک پیغام رسانی اور صفر ختم کر کے ربیع الاول سولہ ہجری میں بیت المقدس فتح ہوگیا۔ زیادہ مورخین نے یہی تاریخ بتائی ہے اور اوپر کے واقعات کو جو تسلسل دیا گیا ہے وہ بھی مورخین کے بیانات سے ہے اور یہی طریقہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

بیت المقدس کی فتح

ہمارے تجزیہ کے مطابق جناب عمرؓ پہلے جابیہ تشریف لائے جہاں پر جناب ابوعبیدہؓ نے انہیں خوش آمدید کہا۔ جناب خالدؓ، جناب یزیدؓ اور حمص و دمشق سے کئی امرا اور لشکر سے صحابہ کرام جابیہ آئے ہوئے تھے اُن سب کے ساتھ جناب عمر فاروقؓ نے ملاقات کی۔

Marfat.com

جناب عمر فاروق رضؓ نے مدینہ سے جابیہ تک کا سفر بھی چند مجاہدین کے ساتھ کیا اور تاریخ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ آپ کے ساتھ صرف ایک غلام تھا اور سواری کے لئے ایک اونٹنی یہ قصہ گوئی والی باتیں ہیں۔ بلکہ جابیہ سے آگے جناب عمرؓ نے جناب ابو عبیدہ رضؓ کے علاوہ جناب خالدؓ اور متعدد امرا کو بیت المقدس ساتھ لے جانے کا شرف بخشا۔ ممکن ہے جناب یزیدؓ کو بھی ساتھ لے گئے ہوں کہ وہاں پر جناب عمرؓ نے آئندہ کے لئے ملک کی فوجی حکمتِ عملی کو بھی متعین کیا۔ آپ نے فحل، بلیسان والا راستہ اختیار کیا اور جودہ کے پہاڑوں کو عبور کرکے بیت المقدس پہنچے۔ معاہدہ کے سمجھوتے پر بیت المقدس میں دستخط ہوئے اور نہ کہ جابیہ میں، جس طرح جنرل گلب کہتا ہے۔ سمجھوتہ مسلمانوں کی شرائط کے مطابق تھا، اور مسلمانوں کی طرف سے جناب فاروق اعظم رضؓ نے خود دستخط کئے۔ گواہ کے طور پر جناب عبدالرحمٰنؓ بن عوف، جناب خالدؓ بن ولید، جناب عمروؓ بن عاص اور جناب معاویہ رضؓ بن ابو سفیان نے دستخط کئے۔ جناب عبدالرحمٰنؓ بن عوف شاید جناب فاروق اعظم رضؓ کے ساتھ مدینہ سے آئے تھے کہ مدینہ میں جناب فاروق اعظمؓ نے جناب علی المرتضیٰ رضؓ کو اپنا نائب چھوڑا۔ جناب عمروؓ بن عاص کی گواہی یہ ثبوت پیش کرتی ہے کہ معاہدہ پر دستخط بیت المقدس میں ہوئے۔ جنرل گلب جس معاہدہ کے کاغذات کا ذکر کرتا ہے کہ جابیہ میں دستخط ہوئے۔ اس سلسلہ میں ممکن ہے کہ صرف کاغذات جابیہ لے گئے ہوں ہمارا تجزیہ ہے کہ یہ مسودہ کم تھا، اور مسلمانوں کے طریقۂ کار کا اعلان زیادہ تھا کہ مفتوحہ علاقے میں اللہ اور رسولؐ کے احکام جاری کرنے کا ایک اعلان تھا۔

اللہ کے گھر میں داخلہ

ہمارے لئے جو نکتہ زیادہ اہم ہے وہ یہ ہے کہ حضور پاکؐ کے غلام یہاں بھی اپنے آقاؐ کی سنت کو پورا کر رہے تھے۔ بیت المقدس بھی اللہ کا گھر ہے اور جس طرح حضور پاکؐ بغیر لڑائی کے مکہ میں داخل ہوئے آج اُن کے غلام اسی طرح بیت المقدس میں داخل ہو رہے تھے۔ وہ بھی حکمتِ عملی کی فتح تھی اور یہ بھی حکمتِ عملی کی فتح۔ مسلمان خواہ مخواہ خونریزی کو پسند نہیں کرتے۔ وہ تو ایک مقصد کے لئے جنگ لڑتے ہیں اُن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ساری دنیا کو ایک کریں اور تمام

Marfat.com

انسانیت کو ایک راستے یعنی صراط مستقیم پر گامزن کریں۔

جناب بلالؓ کی اذان

آج ایک عظیم دن تھا۔ چوٹی کے صحابہؓ میں کئی اصحاب بدر موجود تھے اور عشرہ مبشرہ میں سے بھی چار عظیم صحابہ موجود تھے لیکن دوسروں سے اسلام کی آغوش میں سبقت لے جانے والے ایک عجمی بھی موجود تھے۔ جو ہماری تاریخ میں سیدنا بلالؓ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ افریقہ کے رہنے والے تھے لیکن آج اسلامی دنیا کے ہر خطہ میں آپ کے نام مبارک پہ نام رکھنے کو ایک بڑی سعادت سمجھی جاتی ہے کہ آپ حضور پاکؐ کے موذن بھی تھے۔ چنانچہ جب نماز کے لئے اذان کا وقت ہوا۔ تو اُس نیک گھڑی میں سب کی نظریں جناب بلالؓ پر پڑی اور حضور پاکؐ کا زمانہ یاد آگیا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی " یا امیر المومنین! آج پھر جناب بلالؓ ہی اذان دیں کہ حضور پاکؐ کے زمانہ کی یاد تازہ ہو جائے"۔ جناب بلالؓ خاموش تھے۔ کہ حضور پاکؐ کی وفات کے بعد اُن کے لئے اذان کی ادائیگی مشکل ہو گئی تھی۔ خاص کر جب حضور پاکؐ کے نام مبارک پر آتے تھے تو ایسی رقت طاری ہو جاتی تھی کہ الفاظ زبان سے نہ نکلتے تھے۔

جناب فاروق اعظمؓ کی زبان سے تو کوئی الفاظ نہ نکل سکے۔ لیکن انہوں نے جناب بلالؓ کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا ضرور اور نبوت سے مستنیر جناب بلالؓ سمجھ گئے۔ کہ امیر المؤمنین کی کیا خواہش ہے۔ انہوں نے ہمت کی اور اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی پیاری آواز میں اذان دینا شروع کر دی۔ اُن پر رقت طاری تھی، آبدیدہ تھے، آنسو جاری تھے اور اذان ادا کرتے جاتے تھے لیکن جب اشھد ان محمدً رسول اللہ پر پہنچے تو پھوٹ پڑے لیکن اس میں وہ اکیلے نہ تھے سب مجاہدین کی یہی حالت تھی۔

سب جہاں و دنیا مافیہا سے بے خبر یا حضورؐ! یا حضورؐ! پکار رہے تھے۔ کوئی یا حبیب اللہؐ یا حبیب اللہؐ کی صدا دے رہا تھا اور کوئی یا سیدنا؟ یا سیدنا؟ کی صدا دے رہا تھا پھر کسی کی زبان سے نکلا قرۃ العینی یا رسول اللہؐ، یا حبیب اللہؐ اور انہوں نے اپنے ہونٹوں سے یہ لفظ نکالتے وقت دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو اپنے منہ کے قریب کیا چوما اور پھر ان انگوٹھوں کو

Marfat.com

اپنی نم آنکھوں پر رکھ دیا تو افاقہ ہوا اور وہ اپنی اصلی حالت میں واپس آگئے۔ حضور پاکؐ کے عاشقوں میں یہ طریقہ عام تھا کہ اس طرح وہ اپنے دل کی پیاس بجھاتے تھے۔

قارئین! امید واثق ہے کہ آپ کی آنکھیں ضرور نم ہوئی ہوں گی اور حضور پاکؐ کے اسم مبارک کو چوم کر دل کی پیاس بجھائی ہوگی۔

جناب بلالؓ نے اذان کے اگلے فقرے کس حالت میں ادا کئے۔ اس سلسلے میں نہ کسی راوی نے کچھ لکھا ہے اور نہ ہی ہم کوئی تصور پیش کرنے کے قابل ہیں۔ ان فقروں میں نماز اور بھلائی کی طرف بلاوا بھی ہے۔ اور آج اللہ کے گھر میں نماز اور بھلائی کی نشاندہی کرنے والے کی طرف سے پہلے ہی بلاوا آچکا تھا اور یہ اللہ کی عطا تھی کہ حضور پاکؐ کے عظیم رفقا اور لشکروں کے نئے مجاہد آج اذان سے پہلے ہی اللہ کے گھر میں اکٹھے ہو چکے تھے۔ اور اذان کے آخری فقروں میں جو اللہ کی بڑائی کا ذکر ہے۔ اس کا عملی ثبوت پیش ہو رہا تھا۔ صحرا کے بسنے والے آج اللہ کے گھر میں اللہ کی کبریائی کے آگے سر جھکائے کھڑے تھے۔ اور اس گھڑی کو تاریخ میں جناب بلالؓ کی گھڑی کہیں گے:-

لیکن بلالؓ وہ حبشی زادہ حقیر — فطرت تھی جس کی نور نبوّت سے مستنیر
جس کا امین ازل سے ہوا سینہ بلالؓ — محکوم اس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر

(اقبالؒ)

تبصرہ

اذان کا ایک فوجی پہلو بھی ہے۔ قرون اولیٰ کے سب موذن فوجی اور مجاہد تھے اسی وجہ سے علامہ اقبالؒ نے اپنے کلام میں ملا کی اذان اور مجاہد کی اذان کے الگ الگ اثرات کا ذکر کیا ہے لیکن میدان جنگ میں اذان کی آواز میں جو لطف ہے اور اس سے جو سرور پیدا ہوتا ہے اس کو کوئی قلم بیان نہیں کر سکتی۔ بلکہ اذان کی آواز کا دشمن کی فوجوں پر اتنا رعب ہوتا ہے کہ اس آواز سے وہ بھی سہم جاتے تھے۔ ستمبر ۱۹۶۵ء کی فائر بندی کے دوران بھی بھارت کی طرف سے کئی دفعہ اقوام متحدہ کے مبصر یہ شکایت لے کر آئے کہ ہماری فوجی فائر بندی کے نزدیک اونچی آواز میں اذان نہ دیں۔ بہانہ تو یہ تھا کہ اس سے اشتعال پیدا ہوتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ اشتعال

Marfat.com

اور جذبہ مسلمانوں میں پیدا ہوتا تھا اور بھارتی اپنی کم تری اور خوف پر پردہ ڈال رہے ہوتے تھے

؎ مٹ نہیں سکتا کبھی مرد مسلمان کہ ہے
اس کی اذانوں سے فاش سر کلیمؑ و خلیلؑ (اقبالؒ)

غیروں کی عبادت گاہیں

روایت ہے کہ بیت المقدس میں رہتے ہوئے حضرت عمرؓ ایک دن ایک گرجا کے صحن میں تشریف فرما تھے، تو آپؓ نے حکم دیا کہ گرجا کے صحن سے باہر نماز پڑھیں گے۔ ورنہ میری نقل کرتے ہوئے مسلمان جہاں جائیں گے تمام گرجوں کو مسجدیں بنا دیں گے۔ یہ بات صحیح بھی ہو سکتی ہے یا ممکن ہے کہ عیسائی مورخین نے بعد میں یہ بات گھڑ لی ہو کہ حضرت عمرؓ نے تو غیروں کی عبادت گاہوں کا بڑا احترام کیا۔ دراصل عیسائی دنیا کا مسلمانوں پر بڑا اعتراض مسجد صوفیا کے سلسلے میں ہے کہ قسطنطنیہ کی فتح کے بعد مسلمانوں نے اس گرجا کو مسجد میں تبدیل کر دیا صوفیا دراصل گرجا نہ تھا۔ عیسائیوں سے پہلے وہاں پر بت پرستوں نے اپنا کچھ مذہبی رسم و رواج جاری رکھا ہوا تھا۔ عیسائیوں نے ایک طرف گرجا بھی بنا دیا۔ جب مسلمان وہاں پہنچے تو اس زمانے میں بھی اختلاف تھا۔ لیکن غیر عیسائی یا بت پرست مسلمان ہو گئے تو انہوں نے اس جگہ کو مسجد میں تبدیل کر دیا۔ کمال ترکی نے اس جگہ کو عجائب گھر میں تبدیل کر کے معاملات کو ختم کرنے کی کوشش کی واللہ اعلم معاملات کیسے ختم ہوئے کہ کمال کی کارروائیاں از خود ابھی طشت از بام ہونا باقی ہیں بحر حال یہ لمبی بحث ہے لیکن یہ ثابت ہے کہ مسلمانوں نے دوسروں کے احساس کا بہت خیال رکھا، اور بڑی رواداری سے کام لیا۔ لیکن مسلمانوں میں اب ایسا ایک گروہ جنم لے رہا ہے جن کا خیال ہے کہ ہم نے اللہ کے دشمن کے ساتھ زیادہ مہربانیاں کیں، اور ان کو مکمل طور پر کیف کردار تک نہ پہنچایا۔ ہمیں بھی یہ چاہیئے تھا، کہ ان لوگوں کے ساتھ وہی سلوک کرتے جو ان کے جانشین ہمارے ساتھ کر رہے ہیں ہم اس رائے کے ساتھ اتفاق نہیں کرتے، مسلمان اپنے رنگ میں رنگا ہوا ہے اور وہ اِن چھوٹی حرکتوں سے بہت بلند ہے:۔

؎ مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دلنوازی کا مروّت حسین عالمگیر سے مردان غازی کا۔ (اقبالؒ)

Marfat.com

جناب فاروقِ اعظمؓ نے بیت المقدس میں دس روز قیام کیا اور اُس کے بعد چھوٹے راستہ سے مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ انہوں نے جو ہدایات دیں اُن کو ہم اگلے باب میں زیر بحث لائیں گے۔ بیت المقدس کی فتح کا بڑا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کے گھر میں اللہ اور اُس کے حبیبؐ کے نام کی صدا بلند ہونا شروع ہو گئی:۔

کسی یکجائی سے اب عہدِ غلامی کر لو

ملتِ احمدؐ مرسل کو مقامی کر لو۔ (اقبالؒ)

جنابِ فاروقؓ کی دعوت

اس بات کو ختم کرنے سے پہلے ایک واقعہ کا بیان ضروری ہے اور وہ ہے جناب فاروقِ اعظمؓ کی دعوت۔ اور اس سلسلہ میں پچھلے ایک باب میں وعدہ کیا گیا تھا کہ یہ ذکر بعد میں ہوگا۔ دنیا میں شاید یہ اپنے قسم کی واحد دعوت ہے کہ دنیا کے ایک عظیم حاکم کی دعوت اس کی افواج کے ایک محاذ کے سپہ سالار اعظم نے اس طرح کی ہو۔ بیت المقدس میں چند روز قیام کے بعد جناب عمرؓ نے جناب ابو عبیدہؓ سے پوچھا: کہ اے رفیق خاص۔ جب دوست دوستوں سے ملتے ہیں تو خاندانی رواج کے مطابق میزبان دوست مہمان دوست کی دعوت کرتا ہے اور آپؓ نے اب تک میری کوئی دعوت نہیں کی۔" جناب امین الامت نے فرمایا کہ ہاں وہ اس سلسلہ میں کافی سوچ چکے ہیں لیکن وقت نہیں مل رہا۔ بہر حال آخر ایک دن دعوت کا بندوبست کیا گیا۔ اور اس نرالی دعوت میں مہمان بھی ایک تھا اور میزبان بھی ایک۔ اُس دن جناب ابو عبیدہؓ بھی ویسا ہی پرانا لباس زیب تن کئے ہوئے تھے جیسا کہ وہ حضور پاکؐ کے زمانے میں پہنتے تھے۔ اور خیر جناب فاروقِ اعظمؓ تو ہمیشہ سے ایک جیسا لباس پہنتے رہے۔ اور اُسی لباس میں بلادِ شام و فلسطین میں تشریف لے آئے۔ دنیا کے اس عظیم حاکم جن کا نام سن کر قیصر و کسریٰ کے درباروں میں کپکپی طاری ہو جاتی تھی۔ آج مہمان کے طور پر اکیلے ہی اپنے رفیقِ خاص کی جائے رہائش پر تشریف لے گئے جناب ابو عبیدہؓ کے ہاں کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائی بچھی ہوئی تھی، جس پر دونوں عظیم صحابہؓ بیٹھ گئے۔ اور کچھ باتیں شروع ہی کیں۔ کہ جناب ابو عبیدہؓ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور مہمان سے عرض

Marfat.com

کی کہ پہلے وہ دعوت کا کھانا ذرا تیار کر لیں تو پھر تسلی سے بات چیت کریں گے۔ آپؓ نے پہلے سے جو کی سوکھی روٹی توڑ رکھی تھی۔ اب اُس روٹی کو ایک پیالہ میں ڈال کر اوپر تھوڑا سا پانی ڈال دیا۔ تاکہ جب تک باتیں ہوتی ہیں یہ روٹی پانی کی وجہ سے نرم ہو کر گھل مل جائے تاکہ کھانے میں آسانی ہو۔

اور اس دعوت کی انتظار میں اسلام کے ان عظیم فرزندوں نے اپنے ماضی کے زمانے کی باتیں شروع کیں۔ ملک عرب کے جرداہے صحراؤں میں، خیموں میں گزارہ کرنے والے آج کہاں پہنچ چکے تھے اور یہاں پر اُن کو اللہ تعالےٰ نے کس کے وسیلے سے پہنچایا۔ چنانچہ حضور پاکؐ کی یاد میں دونوں پر رقت طاری ہو گئی۔ اور آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں۔ بات بات پر آنکھیں نم ہوتی تھیں اور دونوں صاحب، زندگی کا سرور حاصل کر رہے تھے۔ بلکہ جناب ابو عبیدہؓ کے جو خدمتگار نزدیک تھے اور یہ نظارہ دیکھ رہے تھے وہ بھی اس جہان دنیا سے بے خبر ہو گئے تھے۔ اُن کا کہنا ہے کہ انہوں نے اس سے پہلے نہ کوئی ایسی مجلس یا دعوت دیکھی اور نہ آئندہ دیکھنے کی امید ہے۔ حضور پاکؐ کی یاد اور اُن کی رفاقت کی باتیں حضور پاکؐ کی اپنے رفقا پر مہربانیاں، شفقتیں، احسان، بھلا کیا کیا یاد کیا ہوگا، کہ وہ کیا تھے اور حضور پاکؐ نے اُن کو کیا بنا دیا۔ اور اس قسم کی باتیں ختم ہونے میں نہ آتی تھیں بلکہ اپنے عظیم رفیق جناب صدیق اکبرؓ کو بھی یاد کیا اور باقی رفقا جو بچھڑ چکے تھے اُن کی یاد بھی آئی۔ حضور پاکؐ کے عاشقوں اور غلاموں کا ذکرِ خیر بھی ہوا۔ اور کچھ پتہ نہیں یہ مجلس کتنا عرصہ جاری رہی۔

قارئین! اگر کبھی کوئی ایسے ہم نشین مل جائیں جو صرف حضور پاکؐ کی باتیں کرتے ہیں تو رات کٹتے دیر نہیں لگتی۔ یا اگر کسی وقت کوئی ایسی گھڑی میسر آجائے تو اُسی کو زندگی کہا جاتا ہے گو ہمارے ہاں الفاظ یہ ہے کہ" وہ وقت زندگی سے باہر تھا۔ کہ باقی زندگی ہم مادیات کے چکر میں گزار دیتے ہیں اور اصلی زندگی وہی ہے۔

بہر حال ان عظیم ساتھیوں نے اُس کھانے کا جو لطف اُٹھایا ہوگا جو امین الامت نے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا تھا اور جس ماحول میں وہ کھانا تیار ہوا تھا وہ ماحول سرکار دو عالمؐ کی خوشبو سے ضرور بضرور مہک اُٹھا ہوگا۔ قارئین اگر یہ پڑھتے وقت آپ کو بھی کچھ خوشبو آجائے تو اللہ کا شکر ادا کرنا۔

Marfat.com

؎ خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اُسؐ کا

خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اُسؐ کا۔ (اقبالؒ)

بیت المقدس کی فتح سے ایک ماہ پہلے صفر سولہ ہجری میں جناب سعدؓ بن ابی وقاص مدائن کو فتح کر چکے تھے۔ یعنی ایک ہی وقت اُس زمانے کی دو عظیم سلطنتیں پاش پاش ہو رہی تھیں اور وہاں اللہ اور رسولؐ کے نام کی صدا بلند ہو رہی تھی۔

؎ ناگاہ فضا بانگ اذاں سے ہوئی لبریز

وہ نعرہ کہ ہل جاتا ہے جس سے دل کہسار۔ (اقبالؒ)

Marfat.com

گیارھواں باب

بلادِ شام کی دیگر فتوحات

جہاں تک پہلے دو خلفائے راشدین کے سرزمین شام و فلسطین کے لئے جنگی حکمت عملی کا تعلق ہے اس کے تحت عسکری تاریخ کا بامقصد مطالعہ فتح یرموک پر اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔ اس سے آگے سب کارروائیاں اس حکمت عملی اور یرموک کی فتح کے ثمرات اور عطیات ہیں۔ چونکہ بعد کے چند سالوں میں کچھ کارروائیاں ضرور ہوئیں۔ اس لئے اُن کے مختصر بیان سے ہماری کہانی کچھ مکمل ہو جاتی ہے

خلیفہ دوم نے بیت المقدس ہی دس دن کے قیام کے دوران مختلف امرا سے ملاقات کی اور اُن سے حالات سنے۔ بعض کے ساتھ تفصیلی بات چیت بھی ہوئی اور مدینہ جانے سے پہلے کچھ فیصلے کئے جن کا مورخین نے بڑا سرسری ذکر کیا ذکر درج ذیل ہے۔

۱۔ جابیہ کو مکمل طور پر چھاونی بنا دیا جائے اور یہی مقام مدینہ شریف اور بلادِ شام کے لئے رابطے کے طور پر استعمال ہو گا۔ جناب ابو عبیدہؓ جو شام کے سپہ سالارِ اعظم ہیں اُن کا یہ ایک مرکز ہو گا جس کو وہ ضرورت کے تحت استعمال کر سکیں گے۔

۲۔ جناب ابو عبیدہؓ اور جناب خالدؓ شمالی شام میں حمص سے آگے انطاکیہ اور شمالی شام کے ساحلی علاقوں میں اب مکمل طور پر اللہ اور رسولؐ کا نام بلند کریں گے۔

۳۔ جناب یزیدؓ بن ابو سفیانؓ فتح بیت المقدس کے وقت ہی جابیہ سے واپس دمشق چلے گئے تھے کہ جناب خالدؓ بھی شمالی شام میں حمص سے بیت المقدس کی فتح میں شریک ہوئے تھے۔ اُن کا وہاں ہونا ضروری تھا کہ شمال میں رومیوں پر نظر رکھی جائے۔ اب جب جناب خالدؓ اور ابو عبیدہؓ شمال ہی چلے جائیں گے تو جناب یزیدؓ تھوڑے لشکر کے ساتھ دمشق کا بندوبست سنبھالیں گے وہ لشکر کا زیادہ حصہ اپنے چھوٹے بھائی جناب معاویہؓ کے سپرد کر دیں گے جو قساریہ کا دوبارہ محاصرہ شروع کریں گے۔

۴۔ جناب عمروؓ بن عاص قساریہ سے جنوب کے علاقے یعنی باقی ماندہ فلسطین کا انتظام سنبھال لیں گے۔ دراصل جناب عمروؓ بن عاص کی نظر مصر پر تھی اور اُن کو خیال تھا کہ جب تک اسکندریہ پر قبضہ

Marfat.com

نہیں ہو جاتا ۔ اہل روم مصر کے راستے سمندر کو استعمال کر کے فلسطین و شام کے ساحل کے لئے ہر وقت خطرہ پیدا کرتے رہیں گے ۔ اس لئے وہ جنوبی فلسطین ہی میں رہنا چاہتے تھے خلیفہ دوم کے ساتھ انہوں نے اس سلسلہ میں بات چیت بھی کی ۔ اور یہاں پر سرسری اشارہ ہی کافی ہے کہ افریقہ کی فتح کے لئے بنیادی اینٹ رکھی جا رہی تھی تفصیل تیسری کتاب میں ہے

۵۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب جناب شرجیلؓ بن حسنہ کے لئے کوئی کام باقی نہ رہ گیا تھا ۔ کچھ راویوں کا خیال ہے کہ اردن اور شمالی فلسطین کا عامل جناب معاویہؓ بن ابو سفیانؓ کو ہی مقرر کر دیا گیا کہ قساریہ میں وہ ایک جنگ لڑ رہے تھے ۔ یہ کام بیت المقدس کی فتح سے جلد بعد کیا گیا یا قساریہ کی فتح کے بعد ایک چیز واضح ہے کہ جناب عمرؓ کے بیت المقدس آنے کے بعد جناب شرجیلؓ کا نام کسی امیر یا بڑے کمانڈر کے طور پر نہیں آتا ۔ اس لئے ممکن ہے کہ اُن کے لشکر کا کافی حصہ جناب معاویہؓ کو دے دیا گیا ہو اور کچھ جناب ابو عبیدہؓ کو، کہ وہ بھی جنگوں میں مصروف ہونے والے تھے ۔ البتہ جناب شرجیلؓ اس کے بعد ملک شام میں ہی رہے اور طاعون کی وبا میں اُن کو بھی شہادت نصیب ہوئی ۔

اسلام میں امارت پر تبصرہ

اسلام میں امارت نہ کسی کا حق ہے اور نہ اُس کو دی جاتی ہے جو اس کی چاہت کرے اور اسلام کے لحاظ سے کسی بھی امیر کے ماتحت کام کرنا ضروری ہے اور امارت کا یہ تصور ہرگز نہیں جو آج کل ہم لوگوں میں ہے ۔ اس لئے اگر جناب شرجیلؓ کو ضرورت کے تحت امارت سے ہٹا دیا گیا تو بڑی معمولی بات تھی ۔ جناب صدیق اکبرؓ اور جناب فاروق اعظمؓ حضور پاکؐ کے زمانے میں جناب ابو عبیدہؓ بن جراح کے ماتحت کام کر چکے تھے ۔ جناب ابو عبیدہؓ بن جراح نے حضور پاک کے زمانے میں جناب عمروؓ بن عاص کے ماتحت کام کیا ۔ اور اب جناب عمروؓ بن عاص اُن کے ماتحت تھے ۔ جناب ابو عبیدہؓ بن جراح ، جناب اسامہؓ بن زیدؓ کے لشکر میں بھی اُن کے ماتحت کام کر چکے تھے اور متعدد عظیم صحابہ کرامؓ نے جناب اسامہؓ بن زیدؓ اور اُن کے والد جناب زیدؓ بن حارث کے ماتحت کام کیا ۔ اس پہلو کو آگے چل کر جناب خالدؓ کی سبکدوشی کے وقت اور

Marfat.com

نقشہ دوازدہم. شمالی شام. اور جزیرہ کا علاقہ
(محلِ وقوع)

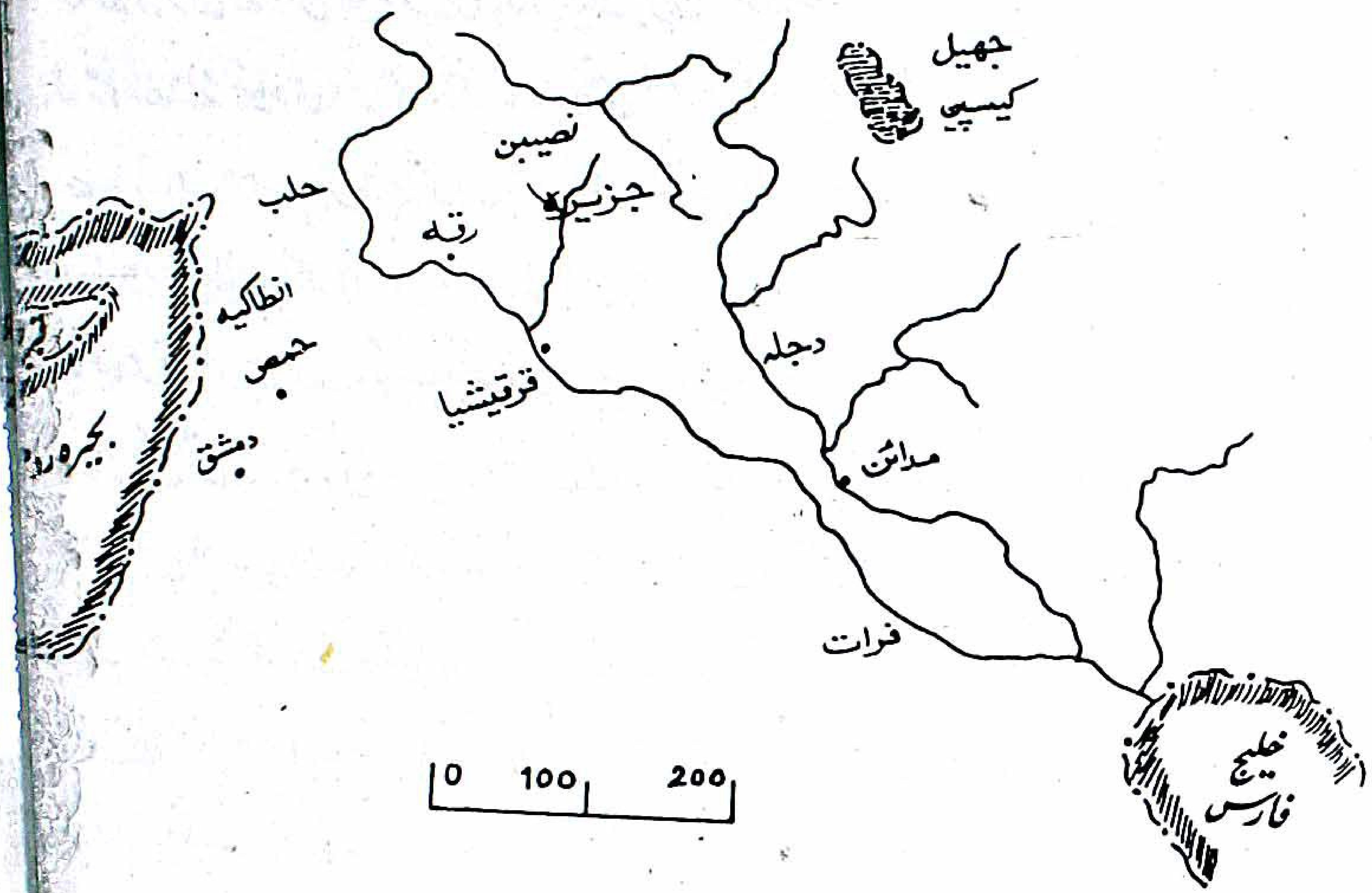

زیادہ واضح کیا جائے گا۔ ویسے جناب معاویہؓ، جنگ یمامہ کے وقت سے جنگوں میں شرکت کر رہے تھے۔ وہ کاتب وحی بھی رہ چکے تھے جناب فاروقِ اعظمؓ کی دور رس نگاہ بھانپ چکی تھیں کہ جناب معاویہؓ بڑے ذہین اور تدبر والے ہیں اور آئندہ اُن پر جو ذمہ داریاں آنے والی تھیں اُن کے لیے اُن کو تیار کرنے کے لئے آپ کو اردن کا عامل بنا دیا

قساریہ کا دوسرا محاصرہ

بیت المقدس کی فتح کے بعد پہلی فوجی کارروائی قساریہ کا محاصرہ تھا، جو جناب معاویہؓ بن ابوسفیانؓ نے کافی بڑے لشکر سے کیا۔ جس کی تعداد کے بارے میں مورخین خاموش ہیں۔ لیکن رومیوں کی تعداد اسی ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے تو اسلامی لشکر بھی پندرہ بیس ہزار کے قریب ضرور ہو گا۔ قارئین کو یاد ہو گا کہ جنگ یرموک سے پہلے بھی جناب معاویہؓ نے قساریہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا جو بعد میں اٹھانا پڑا۔ اس لئے یرموک کی فتح کے بعد کچھ افراد نے یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ بیت المقدس سے پہلے قساریہ کو فتح کیا جائے اور اس کا ذکر ہم پچھلے باب میں کر چکے ہیں۔ بہرحال اب ربیع الثانی یا جمادی الاوّل سولہ ہجری میں قساریہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔

محاصرے کی کارروائی کی زیادہ تفصیل نہیں ملتی اور محاصرہ تین طرف سے تھا سمندر پر اس وقت تک مسلمانوں کا کنٹرول نہ تھا۔ لیکن روایت ہے کہ کوشش جاری تھی اور اس علاقے کے نومسلم ملاح اسلامی لشکر میں شامل ہو چکے تھے۔ آگے بھی بحری جنگوں کی ابتداء جناب معاویہؓ نے کی اس لئے ممکن ہے کہ اس کی بسم اللہ آپ ہی نے قساریہ سے شروع کی ہو۔ قساریہ کی جنگ کے مورخین یہی کہتے ہیں کہ رومی قلعہ سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ کرتے تھے اور مار کھا کر پھر قلعہ بند ہو جاتے تھے۔ آخری بار ذرا زیادہ گھمنڈ میں آ گئے یا مسلمانوں نے اپنی پسپائی کی شہرت دی۔ جس سے وہ زیادہ ہی باہر نکل آئے۔ اور مار بھی کچھ اتنی زیادہ کھائی کہ قلعہ کے دروازے نہ بند کر سکے اور قساریہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ بعض روایت کے مطابق محاصرہ ایک سال یا اُس سے زیادہ عرصہ جاری رہا۔

قساریہ کی فتح حکمت عملی کے لحاظ سے بڑی اہم تھی۔ کہ اہل روم کا فلسطین کے ساحلی علاقوں سے قلع قمع ہو گیا۔ اور اس کی سخت ضرورت تھی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اوپر والے علاقوں میں بیروت اور الطاکیہ

Marfat.com

پر بھی قبضہ ہو گیا۔ جس کا ذکر آگے آئے گا۔ اب مسلمانوں نے اپنا رخ افریقہ کی طرف پھیرنا تھا اور مصر پر قبضہ کرنے کے لئے فلسطین و شام کے سارے سمندری ساحل پر مسلمانوں کے قبضہ ہونا لازمی تھا تاکہ اہل روم ان بندرگاہوں کے ذریعے مصر کو کوئی کمک نہ بھیج سکیں۔ اور مصر پر قبضہ اس لئے ضروری تھا کہ مصر کے علاقہ کو استعمال کر کے اہل روم شام و فلسطین کے ساحلوں پر قبضہ کی دوبارہ کوشش نہ کریں۔

شمالی شام

جناب ابُو عبیدہؓ اب شمالی شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ جناب خالدؓ کے دستے پہلے ہی سے حمص میں موجود تھے اور جناب ابو عبیدہؓ سپہ سالارِ اعظم کے طور پر حمص تک ایک چکر لگا چکے تھے۔ نقشہ و دازدہم اور نقشہ سیازدہم شام کے شمالی علاقوں کے محل وقوع اور پرانے شہروں اور پرانے قلعوں کے راستوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یہاں بھی حکمت عملی یہی تھی کہ پہلے مشرقی حصوں کو فتح کیا جائے جو ریگستان یا عراق کی سرحد کے ساتھ ملتے ہیں اور پھر ساحلی علاقوں پر توجہ دی جائے۔ شیراز تک کے علاقے تو مسلمان جنگ یرموک سے بھی پہلے فتح کر چکے ہیں۔ اب ان علاقوں میں جب مسلمان دوبارہ داخل ہوئے تو لوگوں نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور جشن منائے۔

مسلمانوں کا طریق کار

چنانچہ حمص سے آگے مسلمانوں نے پہلے قناسرین اور کا رُخ کیا۔ جناب خالدؓ اپنے متحرک دستوں کے ساتھ جیش المقدم کا کام کر رہے تھے۔ قناسرین کا رومی کمانڈر میناس تھا جو بہادر آدمی تھا۔ اُس نے قلعہ بند ہو جانے کے بجائے قناسرین سے نکل کر کھلے میدان میں حاضر کی مقام پر مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔

حاضر کی جنگ

حاضر کا مقام قناسرین سے تقریباً دو میل جنوب کو تھا اور کچھ مبصرین کا یہ خیال بھی ہے کہ کھلے

Marfat.com

مقابلہ کی بجائے نیاس نے حاضر کے مقام پر اسلامی لشکر کے خلاف گھات لگانے کی کوشش کی مسلمان البتہ چوکنے تھے جنہوں نے نیاس کے لشکر کو تہ و بالا کر ڈالا۔ مورخین جنگ کی تفصیلات کے بارے خاموش ہیں لیکن سب یہ ضرور کہتے ہیں کہ نیاس نے بڑا داؤ لگایا تھا اور اس جنگ میں جناب خالدؓ نے چوکنا ہو کر دشمن سے برتر حربی خوبیوں سے داؤ لگا کر کچھ ایسی کاروائیاں کی تھیں، کہ لوگ عش عش کر اٹھے۔ اور خلیفہ دوم کے پاس جب خبر پہنچی اور خاص کر امین الامت جناب ابو عبیدہؓ نے جب پوری تفصیل لکھی تو جناب فاروق اعظمؓ بہت خوش ہوئے اور جناب خالدؓ کے لئے بڑی دعائیں کیں۔ البتہ وہاں کے لوگ مسلمانوں کی آمد کے مدت سے منتظر تھے کہ مسلمانوں کے حسن اخلاق کی اُن کو خبر مل چکی تھی، اس لئے انہوں نے اسلامی لشکر کی بڑی آؤ بھگت کی۔ ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حاضر کی جنگ ایک بہت بڑی جنگ تھی۔ کہ خلیفہ دوم نے اتنی تعریف کی۔

قناسرین کی فتح

حاضر کی فتح کے بعد اسلامی لشکر نے قناسرین کی طرف پیش قدمی شروع کر دی اور جو لوگ نیاس کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوئے تھے۔ وہ قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمانوں نے قناسرین کا محاصرہ کر لیا اور ساتھ ہی لوگوں کو خبردار کیا کہ مسلمان ان علاقوں میں اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کے احکام کے نفاذ کے لئے پہنچ چکے ہیں۔ اس لئے بہتر ہو گا کہ وہ لوگ راہ راست پر آ جائیں۔ مسلمانوں کا پیغام سن کر قلعہ بند لوگوں نے غیر مشروط طور پر مسلمانوں کا باجگزار بننا منظور کر لیا یہ جمادی الاوّل سولہ ہجری کا واقعہ ہے۔

حلب

اس کے بعد جناب ابو عبیدہؓ اور جناب خالدؓ نے مل کر حلب کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ وہاں اہل روم کی طرف سے جوشم نامی ایک جنرل متعین تھا اور اس کی بہادری بھی مانی ہوئی بات تھی اُس نے بھی نیاس کی طرح شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور بری طرح مار کھائی۔ لیکن وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا اور حلب میں جا کر قلعہ بند ہو گیا۔ مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ جوشم نے قلعہ سے نکل کر کئی دفعہ مسلمانوں پر حملے کیے کہ وہ اس امید میں تھا کہ قیصر روم اُس کی مدد ضرور

Marfat.com

کرے گا۔ لیکن ہرقل کی طرف سے کوئی مدد نہ پہنچ سکی۔ جوشم بہادر آدمی تھا دو تین ماہ تک لڑائی لڑتا رہا اور حلب، رمضان سولہ ہجری میں فتح ہوا۔ لیکن جوشم پہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کی کہ وہ مسلمان ہوگیا اور جوشم کی سفارش پر جو رومی سپاہی یورپ جانا چاہتے تھے اُن کو اجازت دے دی گئی کہ وہ ادھر جا سکتے ہیں۔

اس کے بعد جناب ابوعبیدہؓ نے مالک اشتر کے ماتحت ایک دستہ عزاز پر لشکر کشی کے لئے بھیجا۔ اسلام کی گود میں آنے والے نئے جنرل جوشم بھی اُن کے ساتھ تھے۔ مالک اشتر نے عزاز پر قبضہ کرکے اُن لوگوں کو بھی باجگزار بنالیا اور   کی طرف واپس آگئے۔ مالک اشتر کو اشتہ نخعی بھی کہتے ہیں آپ بہادر آدمی تھے۔ اور جناب علیؓ کے زمانے میں آپ کا ذکر اکثر آئے گا۔

انطاکیہ

کچھ مورخین کے لحاظ سے انطاکیہ ہی ہرقل کا ایشیائی دارالخلافہ تھا اور ہرقل نے اپنی زندگی کا کافی حصّہ ایشیا میں گزارا تھا۔ پہلے اہل ایران کے ساتھ جنگوں کی وجہ سے۔ اور پھر اپنے علاقوں کی بازیابی کے بعد ابھی شکرانے ہی ادا کرتا پھرتا تو حضور پاکؐ کا پیغام مل گیا کہ اسلام کی آغوش میں آؤ۔ اور اس کے چند سال بعد مسلمانوں اور اہل روم کی جنگیں چھڑ گئیں چنانچہ ہرقل نے بیت المقدس اور دمشق میں بھی شاہی دربار لگائے اور حمص کو بھی کچھ عرصہ دارالخلافہ بنایا۔ لیکن اجنادین کی شکست اور مسلمانوں کے دمشق کو فتح کرلینے کے بعد ہرقل نے حمص کو چھوڑ کر انطاکیہ کو دارالخلافہ بنالیا۔ اور یرموک کی جنگ کے بعد انطاکیہ کو چھوڑ کر قسطنطنیہ چلا گیا۔ گو اُس کی فوج شمالی شام میں موجود رہی۔ مسلمان انطاکیہ پر جلد قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن ساحلی راستہ استعمال کرنے کی بجائے انہوں نے مشرقی راستہ اختیار کیا اور حلب سے انطاکیہ کی طرف کوچ کردیا۔

مسلمانوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ کسی شہر کا تب محاصرہ کرتے تھے کہ اُس کے اردگرد ایسے حالات پیدا کیے جائیں کہ دشمن کو یہ ہمت نہ پڑے کہ وہ محاصرہ کرنے والوں کا "محاصرہ" کردے۔ پہلی کتاب کے تیرھویں باب میں دومۃ الجندل کے سلسلے میں اس پہلو کی تفصیل کے ساتھ وضاحت کی گئی ہے مسلمانوں نے ہمیشہ شہروں کا محاصرہ مجبوری کی حالت میں کیا اور اگر محاصرہ اٹھالینے سے کوئی خاص نقصان نہ

Marfat.com

ہوتا تھا تو محاصرہ اٹھا بھی لیتے تھے۔ شہروں کی جنگ پچھلے سو یا دو سو سالوں میں کچھ زیادہ اہمیت اختیار کر گئی تھی، کہ اس میں کچھ تفاخر تھا۔ کچھ مال و دولت تھی اور قبضہ بھی رکھا جا سکتا تھا۔ کہ حکومت کے پاس چھوٹے فائر کرنے والے ہتھیار یعنی رائفل وغیرہ ہوتے تھے، اور شہریوں کے لئے ان ہتھیاروں کا بارود رکھنا یا اُن سے لڑنا مشکل تھا، کہ جلد پتہ لگ جاتا تھا کہ فلاں جگہ سے مخالفت ہو رہی ہے۔ لیکن اب پھر شہروں پر قبضہ کرنا مہنگا پڑتا ہے۔ دوسری جنگِ عظیم میں جرمنی کو لینن گراڈ اور سٹالن گراڈ پر قبضہ کرنے کی کوشش میں بہت نقصان ہوا۔ اب اسرائیل کا بیروت میں جو مقابلہ ہوا ایسا مقابلہ کسی اور جگہ نہ ہوا۔ پھر آجکل کے زمانے میں تلوار کے ساتھ شہروں پر قبضہ رکھنا مشکل ہو گیا ہے۔ شہر پر تب قبضہ رکھا جا سکتا ہے کہ ایسے شہروں کے لوگوں اور قبضہ رکھنے والے کا سیاسی فلسفہ ایک ہی قسم کا ہو یا ایک ہو۔

انطاکیہ پر حملہ

چنانچہ جناب ابو عبیدہؓ نے انطاکیہ پر مشرقی راستے سے حملہ کیا۔ جناب خالدؓ بھی ان کے ساتھ تھے۔ اہل روم کی وہاں پر کافی فوج موجود تھی جنہوں نے شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور گھمسان کا رن پڑا۔ جس میں متعدد رومی تہ تیغ ہوئے۔ مورخین کے لحاظ سے رومیوں کے لئے یرموک اور اجنادین کی جنگوں کے بعد تیسرے نمبر پر مہنگی جنگ تھی کہ اُن کا بے پناہ جانی نقصان ہوا۔ لیکن جنگ کی تفصیلات نہیں ملتیں۔ البتہ جو رومی قلعہ کے باہر لڑ رہے تھے انہوں نے نہایت افراتفری میں میدان جنگ کو چھوڑ دیا۔ جو لوگ انطاکیہ کے قلعہ میں رہ گئے تھے انہوں نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ لیکن وہ تعداد میں زیادہ نہ تھے۔ چند دنوں کے بعد انہوں نے بھی غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیئے۔ یہ شوال سولہ ہجری کا واقعہ ہے۔ اُس زمانے میں عراق کے محاذ پر مسلمان موصل تک پہنچ چکے تھے جس کا ذکر پہلی کتاب کے چوبیسویں باب میں ہو چکا ہے۔

انطاکیہ پر قبضہ کرنے کے بعد اسلامی لشکر کے دستے شمال کی طرف سے جنوب کی طرف کے ساحلی علاقوں کی طرف بڑھے اور انہوں نے انطاکیہ اور جبلہ کے بندرگاہوں پر قبضہ کر لیا۔ نیچے سے جناب یزیدؓ کے دستوں نے آگے بڑھ کر بیروت پر قبضہ کیا۔ اور اب شام کے سارے ساحلی علاقوں پر مسلمانوں کا قبضہ

Marfat.com

ہوگیا۔ انطاکیہ پر قبضہ کرنے کے بعد جناب ابو عبیدہؓ وہاں سے حلب واپس آگئے اور مشرق میں منبج تک کے علاقوں کو فتح کیا۔ اور آخر میں خود حمص واپس چلے گئے کہ یہ اُن کا آگے والے یعنی ایڈوانس ہیڈ کوارٹر تھا اور جابیہ پیچھے والا یا ریئر ہیڈ کوارٹر تھا۔ جناب خالدؓ نے قیام کے لیے قناسرین کے مقام کو چنا اور آپؓ مسلمانوں کے اگلے دستوں کے کمانڈر اور شمالی شام کے عامل تھے۔ وہ دشمن پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھے۔ کہ آگے والی سرحدی ذمہ داری اُن کی تھی۔

مفتوحہ علاقے

بلادِ شام و فلسطین میں اب حالات مکمل طور پر مسلمانوں کی مرضی کے مطابق ہو چکے تھے اور تمام علاقے جو فتح کیے گئے تھے ان میں اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے احکام نافذ کیے جا رہے تھے۔ بڑے بڑے شہروں میں عاملوں کے علاوہ مبلغ اور وصولی کرنے والے حاکم مقرر کر دیئے گئے تھے اور علاقوں کی حدود مقرر کیے گئے۔ کہ وہ کس کی عملداری میں آتے ہیں۔ چھوٹے شہروں میں امرا کو مقرر کیا کہ سول نظام چلا رہے تھے۔ علاقہ کے لوگوں کو حکومت میں شریک کیا جاتا اور علاقہ کے نومسلم لوگوں کو اُس علاقہ کا نظم و نسق سپرد کر دیا گیا۔ ادھر ایران و عراق میں اُس وقت تک مسلمانوں نے مشرق کا رخ نہ کیا تھا۔ جناب سعد بن ابی وقاصؓ نے مدائن کو فتح کرنے کے بعد جلولہ، تکریت اور موصل کا رخ کیا۔ اور دریائے فرات کے ساتھ ساتھ انبار اور فراض وغیرہ پر پہلے قبضہ ہو چکا تھا مسلمانوں نے سول نظام کے لیے جو طریق کار اختیار کیے وہ الگ کتاب کا مضمون ہے۔ لیکن اوپر سے لے کر نیچے تک وظائف اور سالانہ اخراج پورے کرنے یا پنشن کے جو طریقے مقرر کیے اُن کو پڑھ کر مغربی مبصر حیران ہو جاتے ہیں کہ اُس زمانے میں اتنا اعلیٰ پایہ کا نظام تھا جب بہت کم لوگ لکھے پڑھے تھے۔ اور لکھنے کے لئے کاغذ تک میسر نہ تھے۔ ہم صرف یہی کچھ کہیں گے کہ مسلمانوں میں دیانتداری تھی اور اُن کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ اُن کی زبان کی اہمیت تحریر سے بڑھ کر ہوتی تھی۔ اور حضور پاکؐ نے فرمایا تھا کہ یاددہانی کے لئے لکھ لیا کریں ورنہ مسلمان زبانی حکومت چلا سکتے تھے۔

جزیرہ

عراق اور شام کے سرحدوں کے درمیان صرف ایک ایسا علاقہ باقی رہ گیا تھا۔ جس پر مسلمانوں

Marfat.com

نقشہ سیازدہم ۔ شمالی شام کا نقشہ۔

مشہور شہر اور پرانے قافلوں کے راستے

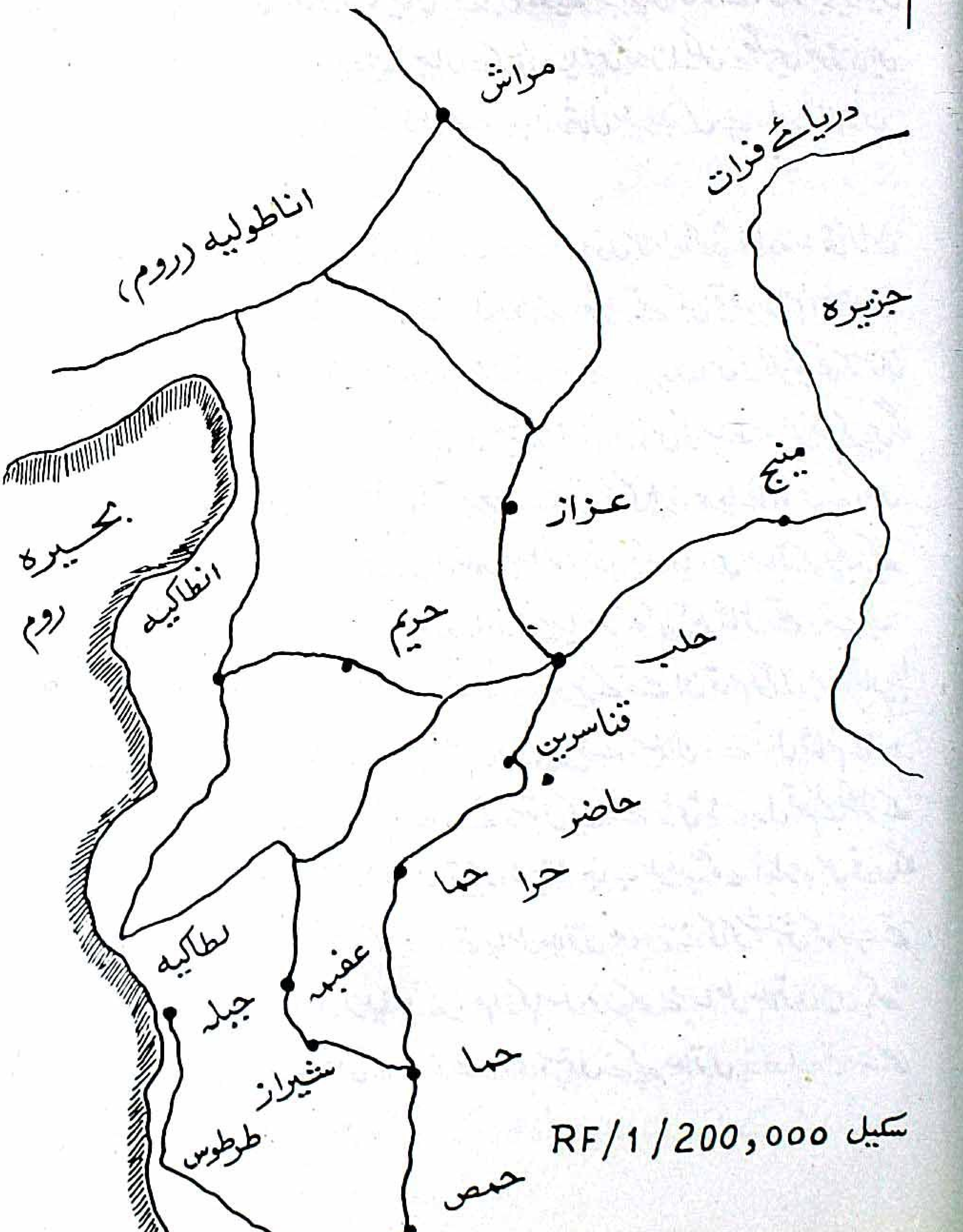

Marfat.com

کا قبضہ نہ ہوا تھا اور اس کو جزیرہ کہتے تھے ۔ نقشہ دواز دہم اور چہار دہم سے اس علاقہ کے محل وقوع سے معلوم ہوگا ۔ کہ یہ علاقہ وہ ہے ۔ جہاں موجودہ عراق، شام اور ترکی کی سرحدیں ملتی ہیں یہ علاقہ دریائے دجلہ اور دریائے فرات کے بالائی حصوں اور معاونوں سے گھرا ہوا ہے ۔ بلکہ جزیرہ کے بیچ جزیرے ہیں ۔ یعنی کئی معاون دریا یہاں بہتے ہیں ۔ ویسے جغرافیائی لحاظ سے اس کو جزیرہ نہیں کہہ سکتے کہ خشکی کے ایسے ٹکڑے موجود ہیں ۔ جہاں سے کوئی دریا نہیں گذرتا لیکن یہ جگہیں تھوڑی ہیں نقشہ سے یہ ظاہر ہے کہ عراق میں یہ علاقہ موصل کے مغرب اور شمال مغرب میں ہے ۔ اور شام میں حلب سے شمال مشرق میں ۔

ظاہر ہوتا ہے اُس زمانے میں حکمت عملی کے تحت مسلمانوں کا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا کہ اس علاقے کو فتح کیا جائے ۔ اس علاقے کے کافی حصے اہل روم کے باجگزار تھے لیکن قیصر روم اس قابل نہ تھا کہ اس طرف کوئی لشکر بھیج کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوسکے ۔ بہر حال اس کو فکر یہ تھی کہ مسلمان اناطولیہ کی طرف یا آبنائے باسفورس کی طرف جلد پیش قدمی کر کے اُس کی سلطنت کو ختم کر دیں گے اس لئے اُس نے ایک چال چلی کہ مسلمانوں کی توجہ جزیرہ کے علاقے کی طرف ہو جائے ۔ اُس نے وہاں آباد لوگوں کو مبلغوں کے ذریعہ سے مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا ۔ اس علاقہ کے لوگ کچھ جنگجو قسم کے بھی تھے جن میں کرد، ترکمان، دروزا اور آرمینیا نسل کے کئی قبیلے شامل تھے ۔ مذہب کے لحاظ سے یہ لوگ بھی نصرانی تھے ۔ تو قیصر روم نے ایک تجویز کے تحت ان تمام لوگوں میں اتحاد پیدا کیا اور یہ لوگ ایک لاؤ لشکر تیار کر کے بلادِ شام کی طرف چل پڑے ۔ مسلمان دستے شمالی شام کے دور دراز مقامات میں پھیلے ہوئے تھے ان چھوٹے چھوٹے دستوں کیلئے اتنے بڑی ٹڈی دل قسم کے لشکر کے ساتھ الگ مقام پر مقابلہ کرنا فوجی لحاظ سے ٹھیک نہ ہوتا ۔ جناب ابو عبیدہؓ یہ اندازہ بھی نہیں لگا سکتے تھے کہ خطرہ کتنا بڑا ہے ۔ اُدھر کے کچھ دستے ساحلی علاقوں میں اترنے کی کوشش کر رہے تھے کہ یا تو انطاکیہ کو دوبارہ حاصل کر لیا جائے یا کم از کم مسلمانوں کے لئے ساحلی علاقوں میں کچھ خطرات پیدا کئے جائیں ۔ کچھ مورخین کے لحاظ سے رومی دستوں نے کچھ علاقوں پر دوبارہ قبضہ بھی کر لیا تھا ۔

Marfat.com

جناب ابو عبیدہؓ کا ردِ عمل

چنانچہ جناب ابو عبیدہؓ نے حضور پاکؐ سے سیکھے ہوئے طریقے کے مطابق اپنی منتشر طاقت کو اکٹھا کیا اور تمام چھوٹے چھوٹے دستوں کو حمص میں اکٹھا ہونے کے احکام جاری کر دیئے مسلمانوں نے ایسی کارروائی تیسری بار کی پہلے اجنادین کے مقام پر دوسری دفعہ یرموک کی دوسری جنگ کے موقع پر اور تیسری دفعہ حمص کے مقام پر۔ اب فرق یہ تھا کہ جنوب میں دستوں کو دمشق وغیرہ سے نچلے مضافات پر اپنے کام پر رہنے دیا۔ روایت ہے کہ جناب خالدؓ نے مشورہ دیا کہ آگے بڑھ کر جزیرہ سے پیش قدمی کرنے والے بے ترتیب لشکر کو کسی بھی میدانی علاقہ میں تہ تیغ کر دیا جائے لیکن جناب ابو عبیدہؓ نے بہتر سمجھا کہ پہلے اپنی طاقت کو اکٹھا کر کے دشمن کے بارے میں صحیح اندازہ لگایا جائے۔ ساتھ ہی حمص کا مقام ایسا تھا جس کی چار دیواری دمشق سے بہتر تھی اور ٹڈی دل بے ترتیب لشکر کے سامنے کچھ عرصہ قلعہ بند ہو جانے میں کوئی ہرج نہ تھا۔ گو مسلمان ساکن جنگ کو پسند نہ کرتے تھے۔

جناب خالدؓ کی تجویز بھی ٹھیک تھی کہ اس قسم کی "جذباتی اور بے ترتیب" فوج کسی میدانِ جنگ میں زیادہ دیر نہ ٹھہر سکتی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جناب ابو عبیدہؓ کسی اور تجویز کے تحت کام کر رہے تھے۔ انہوں نے مدینہ شریف میں خلیفہ دوم کو حالات سے آگاہ کیا اور اپنی تجویز بھی لکھی کہ اہل جزیرہ کے حمص آ جانے کے بعد پورے کا پورا دشمن مسلمانوں کے رحم پر ہو گا اور اگر اسی دوران عراق سے کچھ دستے جزیرہ کی طرف پیش قدمی کریں تو دوطرفہ کارروائی سے سارے دشمن کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اگر اسی دوران سمندر کے راستے ہرقل کی کوئی فوج اہل جزیرہ کی امداد کے لئے آ جاتی ہے تو جناب ابو عبیدہؓ دونوں حملہ آوروں کا کئی دن تک حمص میں قلعہ بند ہو کر مقابلہ کر لیں گے

معاملات فکر مندی کے بالکل نہ تھے یہ سب کچھ ایک تجویز کے تحت ہو رہا تھا لیکن چونکہ ایک طرف خلیفہ دوم خود مدینہ سے چل پڑے۔ اور ادھر آپؓ نے جناب سعدؓ بن ابی وقاص کو مدائن میں لکھا کہ کچھ دستے اہل جزیرہ کی سرکوبی کے لئے وہ جزیرہ کے علاقہ میں بھیجیں۔ اور ایک دستہ جناب قعقاعؓ بن عمرو کے ماتحت جناب ابو عبیدہؓ کی مدد کے لئے حمص بھیجیں۔

Marfat.com

کچھ مورخین اور مبصرین نے صورت حال کو بھیانک بتایا۔ لیکن ایسی کوئی بات نہ تھی۔ اس میں شک نہیں کہ جناب فاروقِ اعظمؓ مدینہ سے بعد میں چلے بھی، لیکن جب وہ جابیہ کی چھاؤنی میں پہنچے تو حالات ٹھیک ہو چکے تھے جس کا ذکر آگے آئے گا۔ ظاہر ہے کہ جناب فاروقِ اعظمؓ آگے اس لئے آ رہے تھے کہ دو محاذوں کی افواج نے مل کر کام کرنا تھا۔ اور اگر حالات جلدی سے مسلمانوں کی مرضی کے مطابق نہ ہوتے تو جناب فاروقؓ کے نزدیک ہونے سے تجویز میں تبدیلی اور طاقت جلدی سے پیدا کی جا سکتی۔ اور ایسی کوئی بات نہ تھی کہ حالات بھیانک تھے تو اِس وجہ سے جناب عمر فاروقؓ آئے۔ سوچنے کی بات ہے کہ جناب یزیدؓ کا لشکر دمشق میں، جناب معاویہؓ کا قساریہ کے محاصرہ میں، اور جناب عمروؓ بن عاص کا لشکر فلسطین میں موجود تھے جناب ابو عبیدہؓ سپہ سالارِ اعظم تھے اور اگر حالات بھیانک ہو جاتے تو آپ اُن لشکروں سے مدد مانگتے یرموک کے وقت کہیں سے مدد نہ مانگی۔ اور اب حالات کونسے بھیانک تھے۔ یہ غیر فوجی ذہنوں کی لفاظی ہے، اور جس کسی فوجی مبصر نے ایسا لکھ دیا کہ حالات بھیانک تھے تو وہ غیر فوجیوں کی لفاظی کے چکر میں آ گیا۔ حالات اتنے اچھے تھے کہ جناب عمروؓ بن عاص فلسطین میں مجاہدین کو اکٹھا کر کے مصر پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اور انہوں نے اگلے سال یہ کارروائی کی جس کا ذکر تیسری کتاب میں ہو گا۔ یہاں جو کچھ کیا گیا، حکمتِ عملی اور ضرورت کے تحت کیا گیا۔ اور آسانی کو مدِنظر رکھا گیا۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمان دشمن کے ردِعمل کو معلوم کر لینے کے بعد سمجھنے کی کوشش کرتے تھے اور پھر تجویز کے تحت کارروائی کرتے تھے اور ہماری طرح نہ تھے کہ دشمن ہم کو بے خبری میں آ لیتا ہے۔

جناب سعدؓ کی کارروائی

جناب فاروقِ اعظمؓ نے جناب سعدؓ بن ابی وقاص کو جزیرہ کی کارروائی کیلئے تفصیل کے ساتھ احکام دیئے۔ انہوں نے تین لشکر جزیرہ میں روانہ کئے۔ ایک جناب عیاضؓ بن غنم کے ماتحت، ایک جناب خالدؓ بن عرفطہ کے ماتحت اور تیسرا اپنے بھتیجے ہاشمؓ بن عتبہ کے ماتحت۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ صرف عیاضؓ بن غنم آگے گئے کہ خبر ملی کہ اُس علاقہ میں زیادہ فوج نہ تھی جناب عیاضؓ بن

Marfat.com

غنم نے آگے اپنے لشکر کو تین دستوں میں تقسیم کیا۔ ایک دستہ سہلؓ بن عدی کے ماتحت رقہ بھیجا اور دوسرا عبد اللہؓ بن عتبان کے ماتحت نصیبن۔ اور پھر ان دونوں لشکروں نے مل کر حران اور رہا کو فتح کیا۔ تیسرے دستہ کو جناب ولیدؓ بن عتبہ کے ماتحت جزیرہ کے قبائل ربیعہ اور تنوخ کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ جناب عیاضؓ بن غنم کسی تعارف کے محتاج نہیں حصہ اول میں دومتہ الجندل کی مہم کے سلسلہ میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ آپ جناب خالدؓ کے لشکر کے ساتھ عراق سے شام آئے تھے اور پھر ہاشمؓ بن عتبہ کے ماتحت شام سے عراق چلے گئے تھے جہاں قادسیہ کی جنگ میں شرکت کی تھی اب جزیرہ کے علاقہ کو تاخت وتاراج کرنے۔ یا وہاں حربی مظاہرہ کرنے کے بعد شام میں جناب ابو عبیدہؓ کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کے لئے آپ موزوں سپہ سالار تھے علاوہ آپ جناب ابو عبیدہؓ کے خالہ زاد اور چچیرے بھائی تھے

دوسرے موزوں سپہ سالار جناب قعقاعؓ بن عمرو تھے جن کے بارے خلیفہ دوم احکام دے چکے تھے کہ وہ ایک لشکر کے ساتھ حمص تک کے علاقہ میں جناب ابو عبیدہؓ کے ساتھ رابطہ قائم کریں۔ جناب قعقاعؓ اسلام کے ایک عظیم فرزند ہیں۔ اور جنگ قادسیہ میں شرکت کے لئے عراق گئے تھے اب دوبارہ شام میں آکر عراق اور شام کی فتوحات کو مکمل کرنے کی شرکت کی سعادت اُن کا حق تھا جو اللہ تعالےٰ نے اُن کو نصیب کیا۔ کہ جناب قعقاعؓ وہ اکیلے مجاہد تھے جن کو جناب صدیقؓ نے جناب خالدؓ کی امداد کے لئے یمامہ اس وقت روانہ کیا جب وہ عراق کی فتوحات کی بسم اللہ کر رہے تھے۔ دنیا کی تاریخ میں اوّل تو کوئی ایسی مثال نہیں کہ کبھی امداد کے طور پر لشکر کے لئے صرف ایک آدمی بھیجا گیا ہو۔ اور شاید کوئی ایسی بات ہو تو ایسے اکیلے آدمی نہ اتنی ذاتی مبارزتوں میں حصہ لیا ہو گا۔ اور نہ ہی اتنے تعاقب کئے ہوں گے۔ شام کی فتوحات کے سلسلہ میں ہم جناب قعقاعؓ کی شرکت کیوجہ سے اُن کو ایک دفعہ پھر سلام کرتے ہیں۔ اور کتنے عظیم تھے وہ ماں و باپ جن کے بیٹے قعقاعؓ اور عاصمؓ جیسے ہوں۔

چنانچہ جن مورخین کے حساب سے جناب قعقاعؓ صرف قرقیسیا تک آئے ہمارا ان کے ساتھ اتفاق نہیں ہے جناب قعقاعؓ حمص تک آئے۔ کہ گو اُن کے آنے سے پہلے جزیرہ کے قبائل منتشر ہو چکے تھے۔ لیکن روایت ہے کہ جناب ابو عبیدہؓ نے خلیفہ دوم سے پوچھا کہ مال غنیمت میں جناب قعقاعؓ کے لشکر کا حصہ ہو گا یا نہیں تو جناب عمرؓ نے حکم دیا کہ ان کو مال غنیمت میں سے حصہ

Marfat.com

نقشہ چہاردہم ۔ جزیرہ کے علاقہ کی تفصیلات

مشہور شہر اور دریا

RF 1/4,000,000 سکیل

Marfat.com

دیا جائیگا کہ وہ لوگ کامیاب ہوئے۔ اور قبائل کچھ اس وجہ سے بھی منتشر ہوئے کہ جناب قعقاعؓ کی لشکر کی آمد کی خبر ان کو مل گئی تھی۔

جزیرہ کے قبائل

جزیرہ کے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف کاروائی مہنگی پڑی وہ گھروں کے خیرباد کہہ کر چل پڑے تھے اور اُن کے گھروں میں جناب عیاضؓ بن غنم کے لشکر پہنچ گئے جنہوں نے سارے علاقہ کو فتح کر ڈالا۔ ایک قرقیشا کا شہر رہ گیا تھا اُس کو جناب قعقاعؓ نے اپنی پیش قدمی کے دوران فتح کر لیا۔ بے ترتیب قبائل کوئی کاروائی نہ کر سکے جب حمص کے نزدیک پہنچے تو جناب ابو عبیدہؓ نے اُن کی بے ترتیبی کو دیکھتے ہوئے اُن پر حملہ کر دیا اور وہ سارا سامان اور بار برداری کے اونٹ وغیرہ تک وہاں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ وہ جب منتشر ہو کر بھاگتے جا رہے تھے تو آگے سے جناب قعقاعؓ کے لشکر نے اُن کو نقصان پہنچایا۔ اور اُن کا علاقہ جناب عیاضؓ بن غنم نے فتح کر لیا تھا

جناب عیاضؓ بن غنم کی عملداری

جناب قعقاعؓ تو حمص سے واپس چلے گئے لیکن جناب عیاضؓ نے چند دستے جزیرہ کے اہم مقامات پر چھوڑ دیئے اور خود کچھ لشکر کے ساتھ حمص میں جناب ابو عبیدہؓ کے ساتھ رابطہ قائم کر لیا۔ اُس زمانے میں ہرقل کی کچھ فوجوں کی طرف سے خطرہ تھا کہ ساحلی علاقوں میں وہ اترنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ جناب ابو عبیدہؓ نے جناب خالدؓ اور جناب عیاضؓ کو انطاکیہ وغیرہ کی طرف حربی مظاہروں کے لئے بھیجا اور کوئی اکا دکا رومی جو مخبری کے لئے وہاں تک آئے بھی تھے۔ وہ بھی واپس بھاگ گئے۔ اس لئے مسلمانوں نے جو علاقے فتح کئے تھے۔ اُن پر اپنی عملداری کو بحال کر دیا البتہ مفتوحہ علاقوں میں بہت زیادہ وسعت ہو چکی تھی۔ اس لئے جناب ابو عبیدہؓ نے خلیفۂ دوم کو لکھا کہ اگر جزیرہ کے علاقوں کو شام کے عملداری میں شامل کرنا ہے۔ تو جناب عیاضؓ بن غنم کو بھی ادھر ہی رہنے دیا جائے۔ کہ جناب خالدؓ اکیلے طور پر سارے علاقوں کی دیکھ وبھال نہ کر سکیں گے۔ خلیفہ دوم نے جناب ابو عبیدہؓ کے رائے سے اتفاق کیا اور جناب عیاضؓ بن غنم اپنے

Marfat.com

لشکر سمیت شام کی اسلامی افواج کا حصہ بن گئے (۳۰) کی ضرورت اس وجہ سے بھی تھی کہ ایران کے محاذ پر مشرق کی طرف نہاوند کا رخ ہونے والا تھا۔

یہ تھی جناب صدیق اکبرؓ کی عراق و شام کو فتح کرنے کی حکمت عملی جس کو فاروق اعظمؓ نے پروان چڑھایا۔ اور وہ اب خود باقی ماندہ ایران اور مصر کو فتح کرنے کی حکمت عملی بنا رہے تھے۔

فاتحین شام کے زندگی کے آخری ایام

شام و فلسطین کی فتوحات کے بیان کو ختم کرنے سے پہلے جناب ابو عبیدہؓ اور اُن کے چند ساتھیوں کے شام میں آخری ایام اور وفات کا ذکر ضروری ہے۔ کہ مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق موت ایک دروازہ ہے اور حضور پاکؐ کے فرمان کے مطابق موت کے بعد مومن کی طاقتیں ستر گنا زیادہ ہو جاتی ہیں۔ حضور پاکؐ نے فرمایا اَلدُّنیَا سِجْنُ الْمُؤمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِر یہ دنیا تو ہمارے لئے ایک قید خانہ کی طرح ہے اور یہاں پر ہم امتحان کے لئے آئے ہیں۔ دنیا میں اچھے کام کرنے میں یہی مقصد ہوتا ہے کہ وہ کام آخرت کے لئے جزا کا کام دیتے ہیں۔ اس لئے زندگی کے بیان کی نسبت موت کے بیان کو بہتر ولولے سے بیان کرنا چاہیئے اسی طرح فوج یا نوکری سے ایک دن سبکدوشی ہوتی ہے اور اگر عزت کے ساتھ کسی کو سبکدوش کر کے وظیفہ یا پنشن دے دی جائے تو اُس کا ذرا بھر بھی افسوس نہیں ہونا چاہیئے۔ گو اسلام میں سبکدوشی کے لئے کسی عمر کا تعین نہیں ہے اور ستر یا اسی سالہ مجاہدوں نے جنگ میں حصہ لیا۔ بدن کے کئی حصوں سے معذور مجاہدین بھی جنگ میں حصہ لیتے رہے۔

جناب خالدؓ کی سبکدوشی

شام میں ساری فتوحات کے مکمل ہو جانے کے بعد جناب خالدؓ شمالی شام میں مراش کے نزدیک ٹھہرے ہوئے تھے تو آپؓ نے اپنے غسل کے پانی میں ایک ایسی دوائی ڈالی جس کو موجودہ زمانے کی سپرٹ یا ڈیٹول کے مشابہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ دوائی بھی کسی ایسی بھٹی میں تیار ہوئی تھی جو شراب کی بھٹیوں کے مشابہ تھی۔ اور یہ ایک اس قسم کا عرق بھی بن جاتا تھا جس کو کچھ لوگ شراب کے طور پر نشہ لینے کے لئے استعمال کرتے تھے جیسے آج کل جڑی وغیرہ دوائیوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اُسی زمانے میں

Marfat.com

جناب خالدؓ کی ملاقات اشعث بن قیس کے ساتھ ہوئی اور جس کا ذکر یمن کے مرتدین کے سلسلہ میں بھی ہو چکا ہے کہ بعد میں اُس کو معافی مل گئی اور ایران کی کئی جنگوں میں شرکت کی، اور بہادری کے جوہر بھی دکھائے۔ اشعث شاعر بھی تھا اور جناب عیاضؓ بن غنم کے لشکر کے ساتھ جزیرہ اور شمالی شام آیا ہوا تھا۔ جہاں پہلے جناب خالدؓ کے ساتھ ملاقات کر چکا تھا۔ اور ان کی تمام جنگوں کے احوال سے آگاہ ہوا۔ واپس جا کر اُس نے جناب خالدؓ کے تمام کارناموں کو ایک نظم کی شکل دے دی اور یہ نظم جناب خالدؓ کو مراش میں آ کر سنائی اور پیش بھی کر دی جناب خالدؓ بڑے خوش ہوئے اور اُس کو ایک ہزار درہم انعام دے دیا۔

جناب عمرؓ کی برہمی

جناب فاروقِ اعظمؓ کے پاس یہ دونوں خبریں، کہ شراب کا غسل کے پانی میں استعمال، اور اشعث کو انعام دینے کی خبر ایک ہی وقت پہنچیں۔ جناب فاروقِ اعظمؓ نے جواب طلبی کی۔ جناب خالدؓ نے دونوں باتوں کی وضاحت کی، کہ پانی میں جو دوائی استعمال کی وہ صرف شراب کے نام سے مشہور ہے اور اشعث کو جو انعام دیا گیا۔ وہ جناب خالدؓ کی ذاتی ملکیت تھی۔ خلیفہ دوم کو دونوں جوابات سے تسلی نہ ہوئی۔ اُن کا خیال تھا کہ جناب خالدؓ جیسے مجاہد اعظم کا شراب کی کسی قسم کی چیز کو غسل کے پانی میں استعمال کرنا بھی ایک خراب نمونہ ہے اور گو اس سلسلہ میں کوئی حد جاری نہیں ہو سکتی یعنی قانونی کارروائی نہیں کر سکتے۔ لیکن کچھ اور کارروائی تو کی جائے۔ اسی طرح اپنی خوشامد سے خوش ہو کر کسی کو انعام دینا بھی صحیح بات نہیں کہ امت کے لوگ اس کی نقل کریں گے۔ اسلیئے جناب فاروقِ اعظمؓ نے جناب خالدؓ کو ملازمت سے سبکدوش کر کے مدینہ آنے کے احکام دیئے۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اس سے پہلے حصّہ اوّل میں جناب سعدؓ بن ابی وقاص جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے ان کی سبکدوشی کا ذکر ہے۔ بلکہ جناب عمارؓ بن یاسر، جناب مغیرہؓ بن شعبہ، اور جناب علاؓ بن الحضرمی کی سبکدوشی کا ذکر ہے اور اس کتاب میں جناب خالدؓ بن سعید اور جناب شرجیلؓ بن حسنہ کی سبکدوشی کا ذکر ہے۔ کچھ مبصرین نے لکھا ہے کہ جناب خالدؓ کی خدمات کو دیکھتے ہوئے ایسی چھوٹی باتوں سے درگذر کرنا چاہیئے تھا۔ یہ بیان غیر اسلامی ہے کہ حضور پاکؐ کا

Marfat.com

فرمان ہے کہ پہلی قومیں تباہ اسی وجہ سے ہوئیں کہ امرا کو قانونی رعایتیں دے دیتے تھے۔ اور آپؐ نے اپنی پیاری بیٹی فاطمۃ الزہرہؓ کا نام لے کر فرمایا کہ اُن کو بھی قصور پر اتنی ہی سزا ملنی چاہیئے۔

مبصرین کی حاشیہ آرائی

بعض مبصرین نے اس واقعہ اور جناب خالدؓ کے سپہ سالارِ اعظم سے ہٹانے کے واقعہ کو ملا کر یہاں تک لکھ دیا ہے کہ جناب عمرؓ نے تو خلیفہ بننے کے بعد ہی جناب خالدؓ کو ہر قسم کی امارت سے ہٹا دیا تھا، اور یہ جو امارت ان کو ملی ہوئی تھی یہ جناب ابو عبیدہؓ کی طرف سے تھی یہ دروغگوئی تو یہاں ہی ختم ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو پھر جناب عمرؓ، جناب ابو عبیدہؓ کو لکھتے کہ اپنے فلاں امیر کو امارت سے ہٹا دو، یہ سب کہانیاں ہیں بیت المقدس کی فتح کے وقت جناب عمر فاروقؓ نے جناب خالدؓ کی عزت افزائی کے طور پر اُن کو وہاں ساتھ لے گئے اور جس معاہدہ پر دستخط کئے اُس کی عظیم گواہوں میں جناب خالدؓ بھی تھے۔ ایک مبصر نے جناب خالدؓ اور جناب عمرؓ کی بچپن کی ایک کشتی کا ذکر بھی کیا ہے جس میں جناب خالدؓ نے جناب عمرؓ کو گرا لیا اور اُن کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی اور اُس مبصر کے لحاظ سے جناب عمرؓ نے جناب خالدؓ کو کبھی معاف نہ کیا۔ یہ افسوسناک بیان ہے۔ اول تو کسی پرانی تاریخ میں ایسا واقعہ نہیں ملتا اور نہ کہیں حضرت عمرؓ کی ٹانگ ٹوٹنے کا ذکر ہے۔ پھر یہ بہتان ہے۔ جناب عمرؓ تو حبّ للہ اور بغض للہ کی مثال تھے۔ اور حق و باطل یا سچ و جھوٹ میں فرق کرنے والے تھے تو حضور پاکؐ نے اُن کو فاروقؓ کا خطاب دیا۔ حضرت عمرؓ کے خلاف ایسا بہتان لگانے سے حضور پاکؐ کی بے ادبی ہوتی ہے۔

بات صرف اتنی تھی کہ جناب خالدؓ اور جناب عمرؓ کے باقی ننھیال میں سے کچھ لوگوں نے اسلام لانے میں دیر کی۔ حالانکہ ابو جہل کے رضائی بھائی حضرت عیاشؓ بن ابی ربیعہ حضور پاکؐ کے دارلارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام لا چکے تھے۔ ابو جہل کے سگے بھائی سلمہؓ بن ہشام بھی اولین مسلمانوں سے ہیں اور حبشہ میں ہجرت بھی کی۔ خالدؓ کے اپنے بھائی ولیدؓ جنگِ بدر کے بعد ایمان لے آئے۔ اور جناب ہاشمؓ بن ابی حذیفہ جناب ہبارؓ بن سفیان ا

عبداللہ رضؓ بن سفیان جو بنو مخزوم میں سے تھے سب اول اسلام لانے والوں سے تھے۔ لیکن باقی لوگوں کے مقابلے میں بنو مخزوم سے کم لوگ اول اول اسلام لائے اور جناب عمرؓ کو افسوس تھا۔ کہ ان لوگوں نے اسلام لانے میں دیر کی۔ اور جب یہ لوگ اسلام لائے تو جناب عمرؓ کو خوشی ہوئی۔ ہمیں ان واقعات میں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی کہ جناب عمرؓ کے دل میں کسی کے لئے بغض تھا۔

جناب خالدؓ کی مدینہ میں آمد

جناب خالدؓ جب مدینہ تشریف لے آئے تو تمام مورخین کے مطابق جناب عمرؓ نے اُن کو خوش آمدید کہا کہ "اے ابا سلیمان! آپؓ نے جو اسلام کی خدمت کی ہے اُس کی مثال ملنا مشکل ہے لیکن یہ سب اللہ کی عطا ہے"۔ اور حضرت عمرؓ نے اپنے عام خطبے میں بھی یہی الفاظ دہرائے۔ اور بعض روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ کو اکثر یہ فکر رہتی تھی کہ لوگ حضرت خالدؓ اور حضرت مثنیٰؓ کی پوجا نہ شروع کر دیں اور جناب فاروق اعظمؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نے وہ درخت بھی جڑ سے اکھڑوا دیا جس کو لوگوں نے متبرک کہنا شروع کر دیا تھا۔ فاروق کے معنی بھی یہی ہیں کہ حق اور باطل میں فرق کرنے والا۔ لیکن اس کے لئے جناب فاروقؓ کی طرح مومن کی فراست کی ضرورت ہے کہ باطل کے آنے سے پہلے اس کو رد کیا جائے۔ اور سپہ سالارِ اعظم کے عہدہ سے جناب خالدؓ کو ہٹا کر دوسری سطح کا امیر بنا دیا تو لوگوں پر یہ ظاہر کرنا تھا کہ فتوحات اللہ کی طرف سے ہے۔ اور اب جناب خالدؓ کو سبکدوش کر کے اور ظاہر کیا کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے کہ فتوحات بعد میں بھی جاری رہیں۔ جناب خالدؓ کو جناب فاروقؓ کے خلاف کوئی شکایت نہ تھی کہ جب اُن کی وفات ہوئی تو آپ نے اپنا وارث جناب فاروقؓ کو قرار دے دیا کہ وہ اُن کے جائیداد کو جس طرح چاہیں بانٹ دیں۔ جو مبصر اور جو مورخ سارا وقت جناب فاروقؓ اور جناب خالدؓ کے اختلاف کو ہوا دیتے رہے یہاں آکر کہتے ہیں کہ آخری ایام میں جناب خالدؓ نے اپنے آپ کو حالات کے مطابق ڈھال لیا تھا اور حضرت عمرؓ کی دانائی کے قائل ہو گئے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ جناب خالدؓ ہمیشہ سے حضرت عمرؓ کی دانائی کے قائل تھے اور حضرت عمرؓ جناب خالدؓ کی بہادری اور اصولوں کے۔

Marfat.com

طاعون کی وبار

اللہ تعالیٰ کے عجیب رنگ ہیں اور مشیتِ ایزدی کو کوئی نہیں سمجھ سکتا جب بلادِ شام کی فتوحات مکمل ہو گئی۔ تو مشیت ایزدی کو کسی ٹھہراؤ کی شاید ضرورت پڑ گئی کہ جس رفتار سے مسلمان مجاہدین نے دو عظیم سلطنتوں کو پاش پاش کر دیا تھا اس رفتار سے تو وہ چند سال میں دنیا کے کناروں سے باہر نکل جاتے۔ لیکن خالق حقیقی نے حق و باطل کی ٹکر کو چلانا تھا اور چلانا ہے۔ اس لئے بیچ میں ٹھہراؤ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور ہر ٹھہراؤ کی شکل دوسرے سے الگ ہوتی ہے پہلا ٹھہراؤ حضور پاکؐ کی وفات کی وجہ سے ہوا۔ جو چند ماہ تھا۔ دوسرا ٹھہراؤ اب آیا۔ یہ مکمل ٹھہراؤ بھی نہ تھا بس رکاوٹ کہہ لیں تو صحیح ہو گا۔ اور یہ طاعون کی صورت میں سامنے آیا۔ کہ اہل حق سے کئی عظیم صحابہؓ کو اس دوران شہادت نصیب ہوئی اور اسلام کے قافلہ کی رفتار مدھم پڑ گئی یہ وبا سترہ اور اٹھارہ ہجری میں دو دفعہ آئی۔ اس لئے کچھ مورخین نے جو صرف سترہ ہجری کا ذکر کیا ہے اور کچھ نے اٹھارہ ہجری کا تو اس کو اختلاف نہ سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ زیادہ بہتر یہ ہو گا کہ یہ کہا جائے کہ دونوں سنہ ہجری میں یہ وبا کہیں نہ کہیں کچھ نقصان کرتی رہی۔

حضرت عمرؓ کا تردد

روایت ہے کہ پہلی دفعہ وبا پھیلنے کے بعد حالات کچھ ٹھیک ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے تیسری بار ملک شام کے سفر کا رخت باندھا اور جابیہ تک تشریف لے گئے لیکن جب وہاں پہنچے تو وبا پھر شروع ہو گئی۔ جناب عبدالرحمٰنؓ بن عوف بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے حضور پاکؐ کے اس سلسلہ جس فرمان کی وضاحت کی وہ کچھ اس طرح سے تھا۔ "جب تم سنو کہ وبا کسی شہر میں پھیلی ہوئی ہے تو تم وہاں مت جاؤ۔ اور جب تم کسی شہر میں موجود ہو اور وہاں یہ وبا نازل ہو، تو تم وہاں سے اس طرح بھاگ کر نہ نکلو کہ تمہارے نکلنے کا سبب یہی ایک وجہ ہو۔"

بات بالکل واضح اور صاف ہے کہ اسلام ایک اجتماعی دین ہے۔ جہاں بیماری پھیل چکی ہو۔ وہاں نہیں جانا چاہیئے۔ لیکن جو لوگ وہاں پر موجود ہوں اُن کو اگر کھلی چھٹی ہوتی کہ وہ بھاگ جائیں تو امرا بھاگ

Marfat.com

جاپئیں گے اور صرف غریب اور نادار لوگ وہاں رہ جائیں گے۔ اس لئے وہاں سے بھاگنے والی بات صحیح نہیں ہے کہ یا تو سب لوگوں کو صحت افزاء مقام پر لے جایا جائے تو پھر بھاگنے کی بجائے یہ ایک ہجرت یا مصیبت سے بچنے کی کارروائی ہے جو جائز ہے۔ بہر حال یہ ساری بات بڑے وسیع فلسفہ والی ہے۔

لہٰذا جناب فاروقِ اعظم رضؓ نے اعلان کیا کہ چونکہ وہ بلادِ شام میں داخل نہیں ہوئے اس لئے وہ ملکِ شام میں داخل نہ ہوں گے۔ اور واپس چلے جائیں گے۔ جناب ابوعبیدہ رضؓ بھی جا بیہ اپنے ایئر ہیڈ کوارٹر میں آئے ہوئے تھے کہ خلیفہ دوم کو خوش آمدید کہیں۔ ویسے سارا شام آپ کی عملداری میں تھا۔ اس لئے وہ بھی بات کو تو سمجھ گئے کہ اُن کو ملک شام سے نہ جانا چاہیئے۔ لیکن انہیں کچھ خیال ہوا کہ جناب عمر رضؓ بھی اب اس علاقے میں داخل ہو چکے ہیں اس لئے اُن کو بھی واپس نہیں جانا چاہیئے۔ اور وہ ہم نفس تھے اور اُن کا ظاہر و باطن ایک تھا اس لئے جناب ابوعبیدہ رضؓ نے حضرت عمر رضؓ کو یہ کہا :"

" کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگ کر جا رہے ہیں ؟ "

حضرت عمر رضؓ نے فرمایا " ہاں ! کہ ہم اللہ کی تقدیر سے بھاگ کر اللہ ہی کی تقدیر کی طرف جا رہے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اگر کوئی شخص ایسی وادی میں اُترے جس کے دو کنارے ہوں ایک سرسبز اور دوسرا خشک جو خشک کنارے پر ہو وہ بھی اللہ کی تقدیر ہے اور جو سرسبز کنارے پر ہو وہ بھی اللہ کی تقدیر ہے "

جناب عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف بھی نزدیک ہی تھے۔ پھر تینوں صحابہ رضؓ ایک طرف الگ ہو گئے اور آپس میں کافی دیر باتیں کرتے رہے۔ آپس میں کیا بات ہوئی وہ کسی راوی نے بیان نہیں کی۔ ویسے تبصرے کافی موجود ہیں۔ کچھ نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ جناب عمر رضؓ کو جناب ابوعبیدہ رضؓ کی بات پسند نہ آئی اور انہوں نے یہ بھی کہا " کاش ! امین الامت یہ الفاظ آپ کی زبان سے نہ نکلتے۔ کسی نے کچھ اور کہا۔ وغیرہ ہمارے لحاظ سے بات واضح ہے۔ جناب ابوعبیدہ رضؓ نے اپنے خیال کو مکمل مجلس میں ظاہر کر دیا اور جناب عمر رضؓ نے بھی کھلی مجلس میں جواب دیا۔ جس کا سیدھے طور پر مطلب یہ تھا کہ یہ مشیت ایزدی ہے۔ جناب ابوعبیدہ رضؓ اُس وقت خشک کنارے پر تھے اور جناب عمر رضؓ اور جناب عبدالرحمٰن رضؓ سبز کنارے پر ہم قضا و قدر کے مسئلہ پر اپنی طرف سے کوئی تبصرہ نہ کریں گے اور اس کے لئے جناب فاروق رضؓ کے الفاظ کافی ہیں

Marfat.com

حضرت عمرؓ کا جناب ابو عبیدہؓ کو خط

جناب ابو موسیٰؓ اشعری، کوفہ اور ایران کے محاذ پر بعد میں گئے۔ طاعون کے زمانے میں شام میں تھے اُن سے روایت ہے کہ جب طاعون کی وبا دوسری دفعہ بھی عام ہو گئی تو جناب عمرؓ نے جناب ابو عبیدہؓ کو جو خط لکھا وہ اس طرح تھا۔

"مجھے تمہارے ساتھ ایک ضروری کام در پیش ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس معاملہ میں تم سے بالمشافہ بات کر دوں۔ لہٰذا جب تم میرا خط مطالعہ کرو تو فوراً میرے پاس آنے کے لئے روانہ ہو جاؤ۔"

حضرت ابو عبیدہؓ سمجھ گئے کہ حضرت عمرؓ اُن کو وبا سے نکالنا چاہتے ہیں اس لئے انہوں نے جواب دیا "اے امیر المومنین! مجھے آپ کے مقصد کا علم ہو گیا ہے۔ مگر میں مسلمانوں کے لشکر میں اسی حالت میں ہوں کہ میں یہاں سے نہیں نکل سکتا ہوں بلکہ میں انہیں چھوڑنا نہیں چاہتا ہوں تا آنکہ اللہ اُن کے اور میرے بارے میں اپنا فیصلہ صادر نہ کرے۔ لہٰذا آپ مجھے اس بات سے معاف فرمائیں۔ اور مجھے اپنے لشکر میں رہنے دیں۔"

روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے یہ خط پڑھا تو رونے لگے تو لوگوں نے پوچھا یا امیر المومنین کیا ابو عبیدہؓ وفات پا گئے۔ آپؓ نے فرمایا۔ نہیں مگر آپ نے کچھ ایسی بات کہی ہے۔ بہر حال روایت ہے کہ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے جناب ابو عبیدہؓ کو دوسرا خط لکھا۔ جس کے لفظ یہ تھے۔

"السلام علیک۔ تم نے لوگوں کو گہرے اور نشیبی ملاقے میں بسا رکھا ہے۔ انہیں بلند اور پاکیزہ مقام پر منتقل کر دو۔"

جناب ابو موسیٰؓ روایت کرتے ہیں کہ اس خط کے بعد جناب ابو عبیدہؓ نے مجھے حکم دیا کہ کوئی ایسا مقام تلاش کیا جائے لیکن ایسا کرنے سے پہلے جناب ابو عبیدہؓ بیمار ہو گئے اور وہ وفات پا گئے۔ ہم حضور پاکؐ کے ان رفیق کو سلام کرتے ہیں جن کی ایک مسکراہٹ کو بیان کرنے کی بھی ہماری قلم کو طاقت نہیں۔

Marfat.com

طاعون کے اثرات

روایت ہے کہ جناب ابو عبیدہؓ نے اپنے جانشین کے طور پر جناب معاذؓ بن جبل کو نامزد فرمایا وہ بھی چند دنوں کے بعد وفات پا گئے اور اسی دوران جناب یزیدؓ بن ابو سفیانؓ اور جناب شرجیلؓ بن حسنہ بھی طاعون کی وجہ سے وفات پا گئے۔ اب خلیفۂ وقت کے احکام کے تحت جناب عمروؓ بن عاص شام کی افواج کے سپہ سالارِ اعظم بنے جنہوں نے افواج کو پاکیزہ اور بلند مقام کی طرف منتقل کر دیا۔ روایت ہے کہ ایک اصحاب رسولؐ جو اولین مسلمانوں میں سے تھے اور جن کا نام ابو وائلہؓ ہندی تھا انہوں نے جناب عمروؓ بن عاص کی اس سلسلہ میں سخت مخالفت کی کہ اُن کے خیالات کے مطابق وبا سے بھاگنا غلط تھا۔ لیکن جناب عمروؓ بن عاص نے فرمایا کہ یہ خلیفۂ وقت کا حکم ہے اور مصلحت ہے۔ اور فوجوں کو بلندیوں پر منتقل کر دیا گیا۔

تبصرہ

تاریخ اسلام میں ہم طبری کے حوالے سے پہلی دفعہ جناب ابو وائلہؓ ہندی کا نام اس دعویٰ سے سنتے ہیں کہ وہ جناب عمروؓ بن عاص سے بہت پہلے مسلمان ہوئے مورخین آپ کے سلسلہ میں ویسے خاموش ہیں اور آپ کی زندگی کے حالات کہیں سے پتہ نہ چل سکے۔ بہرحال ہمارے لئے یہ بڑی عزت افزائی ہے کہ عجمیوں میں جناب بلال حبشیؓ، جناب سلمان فارسیؓ، جناب حبیبؓ رومی کے علاوہ کوئی جناب ابو وائلہؓ ہندی بھی تھے۔ جن کو حضورؐ پاک کے غلامی کا شرف حاصل ہوا اور آن کا تعلق اس خطہ سے تھا۔

طاعون سے اموات

مورخین نے طاعون سے اموات کی تفصیل نہیں دی کہ کل کتنے مجاہدین نے اس وبا کیوجہ سے وفات پائی۔ لیکن اثرات بڑے بھیانک تھے۔ جن اموات کا ذکر ہو چکا ہے اُن کے علاوہ بنو اسد کے جانبازِ اعظم اور اسلام کے عظیم فرزند جناب ضرارؓ بن ازور بھی اس موذی مرض کا شکار ہوئے ہم جناب ضرارؓ کو سلام کرتے ہیں۔ جن کا نام لینے سے رگ رگ میں لہو گرم ہو جاتا ہے۔ روایت ہے کہ جناب خالدؓ

Marfat.com

بھی اُن دنوں واپس دمشق آگئے تھے لیکن آپ اس بیماری سے بچ گئے البتہ آپکے متعدد بیٹے اس وباء کا شکار ہو گئے۔ بلکہ بعض تاریخوں میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جناب خالدؓ کے آگے کوئی اولاد ہی نہ چلی اور یہی کچھ جناب ابو عبیدہؓ کے بارے میں لکھا ہوا ہے۔ ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ جناب خالدؓ کے بیٹے عبدالرحمنؓ، جناب علی المرتضٰیؓ کی خلافت میں اُن کے ساتھ تھے۔ جناب ابو عبیدہؓ کے دو بیٹے تھے جن میں ایک کا نام یزیدؓ اور ایک کا عمیرؓ تھا۔ اور شاید کوئی اور بھی ہوں۔ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ بنو امیہ کے زمانے میں قریش کے خاندان بنو ہاشم کے فرزندوں کے نام تاریخ سے نکال دیئے گئے یہی چیز اور عظیم صحابہؓ کی اولاد کے ساتھ کی گئی کہ وہ بنو امیہ سے حکومت نہ لے سکیں۔

جناب خالدؓ بن ولید کے آخری ایّام

جناب خالدؓ نے بھی زندگی کے آخری ایام حمص میں گزارے اور وہیں دفن ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسا سپہ سالار نہیں ملتا جس نے اتنی جنگوں یا لڑائیوں میں کمانڈ کی ہو جتنی جناب خالدؓ کو اللہ نے نصیب کیں۔ اور کسی جنگ میں اُن کو وقتی شکست سے بھی دوچار نہ ہونا پڑا لیکن دنیا میں کوئی ایسا سپہ سالار نہیں ہے جس نے ذاتی جنگوں یا مبارزتوں میں جناب خالدؓ کی طرح دشمن کو ہمیشہ چاروں شانے چت کیا ہو۔ یا اتنے دشمنوں کا مقابلہ کیا ہو۔ یا میدانِ جنگ میں اتنے لوگوں کو تہ تیغ کیا ہو یا میدانِ جنگ میں اُن کے ہاتھوں سے اتنی تلواریں ٹوٹی ہوں۔ جناب خالدؓ کی جنگ ایک سپاہی سے لے کر سپہ سالارِ اعظم کے عہدہ تک ہر میدان میں تھی اور اُس جیسی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ کی زندگی کے حالات ادھورے ہیں۔ آپ کی جنگی کارروائی، جنگی حکمت عملی، جنگی تدبیرات، فن سپگری حربی تدبیرات، داؤ، جنگی چالوں متحرک طرزِ جنگ، حیران کن کارروائیوں کے بارے ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے خالدؓ، جنگ یا جہاد کا دوسرا نام ہے۔ یہ خواہ میدانِ جنگ ہو یا جنگ کی تیاری یا کوئی جھڑپ یا ڈبھیڑ، یا چھاپہ یا پیش قدمی یا تدبیراتی پسپائی یا دشمن کی صفوں کے اندر گھس جانے کی تربیت۔ یعنی جنگ کا کوئی ایسا فن نہیں ہے جس کو جناب خالدؓ کے عمل سے واضح نہ کیا جا سکے۔ خالدؓ کے آنکھ میں غضب کی تیزی تھی۔ دیکھنے کے بعد "دل بنیا" سے تیز رد عمل ہوتے تھے اور پھر عجب لطف ہے کہ ان تیز رد عملوں کو تیز کارروائی میں تبدیل کر دیا جاتا تھا۔ آنکھ، دل اور ہاتھ پاؤں کا ایسا رابطہ سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ ان

Marfat.com

کتابوں میں ہمارا مضمون خلفائے راشدین کی جنگی حکمت عملی پر تھا اس لئے تمام جنگوں کو بہت اختصار سے بیان کیا۔ ورنہ کئی ایسی جنگیں ہیں جو ایک کتاب کا مضمون ہیں ۔

البتہ جناب خالدؓ کے پاس سب سے بڑے ہتھیار دو تھے ۔ ایک حضور پاکؐ کا فرمان کہ خالدؓ اللہ کی تلوار ہیں اور دوسرا وہ سرخ ٹوپی جس میں حضور پاکؐ کے بال مبارک سی رکھے تھے ۔ جناب خالدؓ نے اپنی زندگی کا خوب لطف اٹھایا اور جی بھر کے جہاد میں شرکت کی ۔ لیکن ایک چیز سے وہ حیران تھے کہ اُن کو میدان جنگ میں شہادت کیوں نصیب نہ ہوئی ۔ اور آخری ایام میں جنگ کے میدان سے لتنے دور چارپائی پر کیوں ایڑیاں رگڑ رہے ہیں ۔ روایت ہے کہ اُن دنوں کسی صاحب نظر صحابہ کرامؓ میں سے جناب خالدؓ کی بیمار پرسی کی ۔ راوی نام کے سلسلہ میں خاموش ہیں ۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ جناب ابو ذر غفاریؓ تھے کہ بچپن میں کہیں سے یہ بات سنی تھی ۔ چنانچہ روایت ہے کہ جناب خالدؓ نے اپنی پریشانی اُن کے آگے بیان فرمائی ۔ تو یہ عظیم صحابیؓ اس طرح گویا ہوئے "اے ابا سلیمان سنو :- یہ زندگی اس لئے اس قسم کی ہے کہ آپ جہاد کی زندگی اور چارپائی پر ایڑیاں رگڑنے کی زندگی میں فرق محسوس کر سکیں ۔ جب تک برائی اور بھلائی میں سے آدمی خود نہ گزرے یا اچھی اور بُری زندگی دونوں کا تجربہ نہ ہو تو صحیح موازنہ نہیں ہو سکتا ۔ اب آپؓ کو جہاد کی زندگی کا لطف یاد آتا ہوگا ۔ اور ہاں میدانِ جنگ کی موت آپؓ کے لئے نہ تھی ۔ جب ہمارے آقاؐ نے فرمایا کہ آپ اللہ کی تلوار ہیں اور آقاؐ جو فرما دیتے تھے وہ ہو جاتا تھا تو آپ خود ہی اس چیز کو سمجھیں کہ بھلا اللہ کی تلوار کو غیر کیسے توڑ سکتے تھے ؟"

جناب خالدؓ اٹھ کر بیٹھ گئے اور اللہ کے دربار میں عرض کی اے رب العالمین اگر جہاد کے میدان میں موت نہ تھی تو جہاد کی تیاری میں ہی موت ہو جاتی اور پھر اپنے بزرگ مہمان سے عرض کی کہ جہاد کہاں ہو رہا ہے کیا یہ بہتر نہیں کہ اُس علاقہ کا رختِ سفر باندھیں کہ موت کہیں میدانِ جنگ کے قریب آئے ۔ روایت ہے کہ آپؓ نے کلمہ شہادت پڑھا اور اُسی وقت روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

حضور پاکؐ کا فرمان ہے کہ مومن جہاد میں مصروف رہتا ہے ۔ اگر جہاد میں مصروف نہ ہو تو جہاد کی تیاری میں مصروف ہوتا ہے ۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو جہاد میں شمولیت یا تیاری کے بارے سوچتا ہے

Marfat.com

فتوحاتِ عراق و ایران اور شام و فلسطین کے

بڑے بڑے واقعات اور اُن کا تسلسل

نمبر شمار	واقعہ	ہجری	عیسوی
۱۔	حضورِ پاک کی وفات	۱۲ ربیع الاوّل گیارہ ہجری	مئی ۶۳۲ عیسوی
۲۔	جناب ابو بکر صدیقؓ کی خلافت	〃	〃
۳۔	جھوٹے نبی اسود عنسی کا یمن میں خاتمہ (حضورِ پاکؐ نے اپنی وفات سے پہلے اسود کو مرنے کی خبر بتا دی تھی)	۴ ربیع الاوّل	مئی ۶۳۲ عیسوی
۴۔	جناب اسامہؓ بن زیدؓ کے لشکر کی مدینہ شریف سے روانگی (واپسی تقریباً دو ماہ کے بعد ہوئی)	یکم ربیع الثانی گیارہ ہجری	جون ۶۳۲ عیسوی
۵۔	مرتدین اور باغیوں کا مدینہ شریف پر حملہ	آخر ربیع الثانی گیارہ ہجری	جون ۶۳۲ عیسوی
۶۔	جناب صدیقِ اکبرؓ کا ذوقصہ پر قبضہ اور نعمانؓ کی عملداری	۸ جمادی الاوّل گیارہ ہجری	جولائی ۶۳۲ عیسوی
۷۔	جناب صدیقِ اکبرؓ کا ذوقصہ کی کھلی فضاؤں میں۔ گیارہ لشکروں کو مقرر کرنا اور مرتدین کے قلع قمع کی حکمتِ عملی	شروع جمادی الثانی گیارہ ہجری	اگست ۶۳۲ عیسوی
۸۔	جناب خالدؓ بن ولید۔ بزرخا کی جنگ طلیحہ کا فرار۔ عینیہ کی گرفتاری	آخر جمادی الثانی گیارہ ہجری	اگست۔ستمبر ۶۳۲ عیسوی
۹۔	جناب خالدؓ بن ولید سلمہ پہاڑی اور ظفر کی جنگ۔ آم زمل کا خاتمہ	رجب گیارہ ہجری	اکتوبر ۶۳۲ عیسوی

Marfat.com

نمبر شمارہ	واقعہ	ہجری	عیسوی
۱۰۔	جناب خالدؓ بن ولید اور طریفہؓ بن حاجز الفجاہ کا خاتمہ	رجب گیارہ ہجری	اکتوبر ۶۳۲ عیسوی
۱۱۔	جناب عسکرمہؓ بن ابوجہل اور مسیلمہ کی جھڑپ (اس کے بعد جناب عسکرمہؓ مہرہ کی طرف چلے گئے)	شروع شعبان گیارہ ہجری	نومبر ۶۳۲ عیسوی
۱۲۔	جناب خالدؓ بن ولید کا بطحا پر قبضہ اور مالک بن نویرہ کا خاتمہ	شعبان گیارہ ہجری	نومبر ۶۳۲ عیسوی
۱۳۔	جناب عمروؓ بن عاص اور جناب خالدؓ بن سعید کا شام کی سرحدوں کی طرف کوچ	رمضان گیارہ ہجری	نومبر، دسمبر ۶۳۲ عیسوی
۱۴۔	جناب شرجیلؓ بن حسنہ کی مسیلمہ کذاب کے ساتھ جھڑپ	"	"	" ۶۳۲ عیسوی
۱۵۔	جناب خالدؓ بن ولید۔ یمامہ کی جنگ مسیلمہ کا خاتمہ اور جناب شرجیلؓ کی شام کی سرحد کی طرف روانگی	شوال گیارہ ہجری	دسمبر ۶۳۲ عیسوی
۱۶۔	جناب عسکرمہؓ بن ابوجہل۔ جناب عرفجہؓ بن ہرثمہ اور حذیفہؓ کا ملاپ دبا کی جنگ اور اومان میں مرتدین کا خاتمہ	رمضان گیارہ ہجری	نومبر دسمبر ۶۳۲ عیسوی
۱۷۔	جناب عسکرمہؓ بن ابوجہل اور مہرہ کے علاقہ میں جیروت کی جنگ	شوال گیارہ ہجری	دسمبر ۶۳۲ عیسوی
۱۸۔	جناب علاءؓ بن الحضرمی بحرین میں مرتدین کا خاتمہ	شوال ذی قعد گیارہ ہجری	دسمبر ۶۳۲ عیسوی
۱۹۔	جناب مہاجرؓ بن امیہ اور زیادؓ بن لبید۔ کندہ اذد کے مرتدین کا خاتمہ	شوال ذی قعد گیارہ ہجری	دسمبر ۶۳۲ عیسوی جنوری ۶۳۳ عیسوی

Marfat.com

نمبر شمار	واقعہ	ہجری	عیسوی
۲۰۔	جناب مہاجر رض بن امیہ۔عکرمہ رض بن ابوجہل کا ملاپ۔ بخران میں مرتدین کا خاتمہ	ذی قعد گیارہ ہجری	دسمبر ۶۳۲ عیسوی جنوری ۶۳۳ "
۲۱۔	جناب مہاجر رض اور جناب عکرمہ رض یمن اور حضرموت کے علاقوں میں مرتدین کا خاتمہ	ذوالحجہ گیارہ ہجری	جنوری " "
۲۲۔	جناب مثنیٰ رض بن حارث شیبانی کی جناب صدیق اکبر رض کی خدمت میں حاضری	آخر ذی قعد گیارہ ہجری	جنوری " "
۲۳۔	خلیفہ اوّل کے جناب خالد رض کو عراق کی فتح کیلئے احکام اور جناب مثنیٰ رض اور مدعور بن عدی کو ہدایات	شروع محرم بارہ ہجری	مارچ " "
۲۴۔	جناب خالد رض کا یمامہ سے کوچ	محرم بارہ ہجری	" " "
۲۵۔	جناب خالد رض۔جنگِ کاظمہ یا جنگ سلاسل	آخری ہفتہ محرم بارہ ہجری	" " "
۲۶۔	جناب خالد رض۔ثنیٰ یا فدار کی جنگ	شروع صفر بارہ ہجری	اپریل " "
۲۷۔	جناب خالد رض دلجہ کی جنگ	آخری ہفتہ صفر بارہ ہجری	مئی " "
۲۸۔	جناب خالد رض الیس کی جنگ	ربیع الاوّل بارہ ہجری	" " "
۲۹۔	حیرہ کی فتح (جناب خالد رض)	آخری ہفتہ ربیع الاوّل بارہ ہجری	جون " "
۳۰۔	جناب خالد رض۔انبار اور عین التمر کی فتح	ربیع الاوّل بارہ ہجری آخری ہفتہ	" " "
۳۱۔	دومۃ الجندل کی فتح اور جناب خالد رض اور عیاض رض بن غنم کا رابطہ	جمادی الثانی بارہ ہجری	اگست " "
۳۲۔	جناب خالد رض، حصید، خنافس، مصیخ الثنیٰ اور بشر کی فتوحات	رجب رمضان بارہ ہجری	ستمبر۔نومبر ۶۳۳ عیسوی
۳۳۔	جناب خالد رض فراض کی فتح	ذی قعد بارہ ہجری	جنوری ۶۳۴ "
۳۴۔	جناب خالد رض خاموشی سے حج پر روانگی	"	فروری " "
۳۵	جناب صدیق اکبر رض فریضہ حج	ذوالحجہ بارہ ہجری	آخر فروری " "

Marfat.com

نمبر شمار	واقعہ	ہجری	عیسوی
۳۶۔	جناب صدیق اکبرؓ اور شام کی فتوحات کی حکمت عملی اور چار لشکروں کے مقصود (جناب ابو عبیدہؓ، جناب یزیدؓ، جناب شرجیلؓ اور جناب عمروؓ بن عاص)	محرم تیرہ ہجری	مارچ ۶۳۴عیسوی
۳۷۔	جناب خالدؓ مدائن اور بغداد کے بازاروں پر چھاپے مارنا	محرم صفر تیرہ ہجری	مارچ ۶۳۴عیسوی
۳۸۔	اسلامی لشکروں کی شام میں پیش قدمی	صفر تیرہ ہجری	″ ″
۳۹۔	قیصر روم کا ردعمل اور جنوبی فلسطین میں رومیوں کا اجتماع	صفر تیرہ ہجری	مارچ اپریل ۶۳۴عیسوی
۴۰۔	جناب صدیق اکبرؓ کا جناب خالدؓ کو شام جانے کا حکم اور جناب مثنیٰؓ کی عراق میں سپہ سالاری	ربیع الاوّل تیرہ ہجری	اپریل ۶۳۴عیسوی
۴۱۔	جناب ابو عبیدہؓ، جناب یزیدؓ اور جناب شرجیلؓ وادیٔ یرموک میں	ربیع الاوّل تیرہ ہجری	″ ″
۴۲۔	جناب خالدؓ کا عراق سے شام کی طرف کوچ	ربیع الثانی تیرہ ہجری	مئی ″
۴۳۔	جناب خالدؓ کی مرج الراحت کی کارروائی۔ بصریٰ میں شرجیلؓ سے ملاپ اور جناب ابو عبیدہؓ سے ملاقات	جمادی الاوّل تیرہ ہجری	جون جولائی ۶۳۴عیسوی
۴۴۔	جناب مثنیٰؓ بن حارث (عراق کے محاذ پر بابل کی جنگ اور مسلمانوں کی فتح)	جمادی الاوّل تیرہ ہجری	″ ″
۴۵۔	جناب خالدؓ کی سپہ سالاری میں اسلامی لشکروں کا وادیٔ یرموک سے اجنادین کی طرف کوچ	جمادی الاوّل تیرہ ہجری	جولائی ″
۴۶	جنگِ اجنادین	جمادی الاوّل جمادی الثانی تیرہ ہجری	″ ″

Marfat.com

نمبر شمارہ	واقعہ	ہجری	عیسوی
۴۷۔	جناب مثنیٰ رض بن حارث کی خلیفہ اوّل کی خدمت میں حاضری اور جناب صدیق اکبر رض کے جناب فاروق اعظم رض کو عراق کے لئے احکام	جمادی الثانی تیرہ ہجری	اگست ۶۳۴ عیسوی
۴۸	جناب ابوبکر صدیق رض کی وفات اور جناب عمر رض کی خلافت	۲۲ جمادی الثانی تیرہ ہجری	اگست ۶۳۴ عیسوی
۴۹۔	یرموک کی پہلی جنگ جناب خالد رض کی جگہ جناب ابوعبیدہ رض کا سپہ سالار اعظم کے عہدہ پر تقرر	رجب تیرہ ہجری	اگست ستمبر ۶۳۴ عیسوی
۵۰۔	جناب ابوعبید رض ثقفی رض کا عراق کے سپہ سالار اعظم کے عہدہ پر تقرر اور عراق کی طرف کوچ	〃 〃	〃 〃 〃
۵۱۔	جناب ابوعبید ثقفی رض کا عراق کے محاذ پر غارق اور کسکر کی فتوحات اور جالینوس کا فرار	رجب شعبان تیرہ ہجری	ستمبر اکتوبر ۶۳۴ عیسوی
۵۲۔	جسر کی جنگ اور جناب ابوعبید ثقفی رض کی شہادت۔ جناب مثنیٰ رض کا شدت سے زخمی ہونا اور امارات بھی سنبھالنا	شعبان رمضان تیرہ ہجری	اکتوبر نومبر ۶۳۴ عیسوی
۵۳۔	جناب ابوعبیدہ رض۔ شام کے محاذ پر فحل کی پہلی جنگ	شوال ذی قعد تیرہ ہجری	دسمبر ۶۳۴ عیسوی جنوری ۶۳۵ عیسوی
۵۴۔	جناب ابوعبیدہ رض۔ دمشق کی طرف کوچ اور مرج الصفر کی جنگ	ذی الحجہ تیرہ ہجری	فروری ۶۳۵ عیسوی
۵۵۔	دمشق کا محاصرہ۔ جناب ابوعبیدہ رض، جناب خالد رض جناب یزید رض، جناب عمرو رض اور جناب شرجیل رض	محرم چودہ ہجری	مارچ ۶۳۵ عیسوی
۵۶۔	حضرت عمر رض کا عراق کے محاذ پر کوچ کا ارادہ اور صرار کے چشمہ پر قیام	محرم چودہ ہجری	〃 〃

Marfat.com

نمبر شمارہ	واقعہ	ہجری	عیسوی
۵۷۔	حضرت مثنیٰؓ بن حارث عراق کے محاذ پر بویب کی جنگ	صفر چودہ ہجری	اپریل ۶۳۵ عیسوی
۵۸۔	جناب سعدؓ بن ابی وقاص کا عراق کے محاذ پر سپہ سالارِ اعظم کے تقرر کے بعد عراق کی طرف کوچ	صفر۔ ربیع الاوّل چودہ ہجری	مئی 〃 〃
۵۹۔	جناب سعدؓ کا عراق کے محاذ پر زرود میں قیام	ربیع الثانی چودہ ہجری	جون 〃 〃
۶۰۔	جناب مثنیٰؓ بن حارث کی زخموں کی وجہ سے شراف کی مقام پر شہادت	جمادی الثانی چودہ ہجری	اگست ستمبر ۶۳۵ عیسوی
۶۱۔	دمشق کی فتح۔ جناب ابو عبیدہؓ بن جراح کی سپہ سالاری میں	رجب چودہ ہجری	ستمبر اکتوبر ۶۳۵ عیسوی
۶۲۔	جناب سعدؓ بن ابی وقاص عراق کے محاذ پر زرود سے شراف کی طرف کوچ	رجب شعبان چودہ ہجری	اکتوبر نومبر ۶۳۵ عیسوی
۶۳۔	فحل کی دوسری جنگ جناب ابو عبیدہؓ کی سپہ سالاری میں	ذی قعد چودہ ہجری	دسمبر ۶۳۵ عیسوی
۶۴۔	بیسان اور طبریہ کی فتح اور جناب شرجیلؓ اور جناب عمروؓ بن عاص کی فلسطین میں کاروائیاں	ذی قعد۔ ذی الحجہ چودہ ہجری	دسمبر ۶۳۵ عیسوی جنوری ۶۳۶ 〃
۶۵۔	جناب سعدؓ بن ابی وقاص کا قادسیہ کی طرف کوچ	ذی قعد۔ ذی الحجہ چودہ ہجری	دسمبر ۶۳۵ عیسوی جنوری ۶۳۶ 〃
۶۶۔	جناب ابو عبیدہؓ اور جناب خالدؓ کا حمص کی طرف کوچ اور دمشق کے نزدیک رومیوں کے ساتھ لڑائی۔	ذی الحجہ چودہ ہجری	جنوری فروری ۶۳۶ عیسوی

Marfat.com

نمبر شمار	واقعہ	ہجری	عیسوی
۶۷۔	ہاشمؓ بن عتبہ اور قعقاعؓ بن عمروؓ کے ماتحت عراق کی فوج کی شام سے قادسیہ کی طرف روانگی	ذی الحجہ چودہ ہجری	جنوری فروری ۶۳۶ عیسوی
۶۸۔	قادسیہ کی جنگ (جناب سعدؓ بن ابی وقاص)	محرم پندرہ ہجری	فروری مارچ ۶۳۶ عیسوی
۶۹۔	جناب ابوعبیدہؓ اور جناب خالدؓ شام کا محاذ بلبک اور حمص پر قبضہ۔	" " "	" " "
۷۰۔	قیصر روم کا ردعمل اور بھرپور جنگ کی تیاری	محرم صفر پندرہ ہجری	مارچ اپریل ۶۳۶ عیسوی
۷۱۔	قیصر روم کی فوجوں کی شام کے محاذ پر یلغار کے لئے پیش قدمی۔	ربیع الاوّل، ربیع الثانی پندرہ ہجری	اپریل مئی "
۷۲۔	جناب ابوعبیدہؓ اور جناب خالدؓ کا شمالی شام کو خالی کرنا۔	ربیع الثانی پندرہ ہجری	مئی جون "
۷۳۔	جناب یزیدؓ کا دمشق کو خالی کرنا اور جناب معاویہؓ کا قساریہ کو خالی کرنا۔	آخر ربیع الثانی پندرہ ہجری	جون "
۷۴۔	اسلامی لشکروں کا وادیٔ یرموک میں اجتماع	جمادی الاوّل پندرہ ہجری	جون "
۷۵۔	رومی فوجوں کی دمشق سے وادیٔ یرموک میں پیش قدمی	جمادی الثانی پندرہ ہجری	جولائی "
۷۶۔	یرموک کی دوسری جنگ، یا بڑی جنگ	رجب پندرہ ہجری	اگست "
۷۷۔	دمشق پر دوبارہ قبضہ۔ جناب یزیدؓ	رجب شعبان پندرہ ہجری	ستمبر اگست "
۷۸۔	جناب سعدؓ بن ابی وقاص کو مدائن کی طرف پیش قدمی کی اجازت	شعبان پندرہ ہجری	ستمبر "
۷۹	جناب سعدؓ کی پیش قدمی اور بابل کی جنگ اور کوثی۔ مقام ابراہیمؑ کی زیارت	رمضان شوال پندرہ ہجری	اکتوبر نومبر "
۸۰۔	جناب عمروؓ بن عاص اور جناب شرجیلؓ کی بیت المقدس کی طرف پیش قدمی	شوال ذی قعدہ پندرہ ہجری	نومبر دسمبر "

Marfat.com

نمبر شمار	واقعہ	ہجری	عیسوی
۸۱۔	جناب ابو عبیدہؓ اور جناب خالدؓ کی حمص کی طرف روانگی	شوال ذی قعد پندرہ ہجری	نومبر دسمبر ۶۳۶ عیسوی
۸۲۔	بیت المقدس کا محاصرہ جناب عمروؓ اور جناب شرجیلؓ	″ ″ ″	″ ″
۸۳۔	جناب سعدؓ کا ساباط پر قبضہ اور مدائن کا محاصرہ	ذی الحجہ پندرہ ہجری	جنوری ۶۳۷ عیسوی
۸۴	مدائن پر مسلمانوں کا قبضہ اور ایرانی دارالحکومت میں داخلہ	صفر سولہ ہجری	مارچ ″
۸۵۔	بیت المقدس کی فتح خلیفہ دوم جناب عمر فاروقؓ کی بیت المقدس میں نماز کی ادائیگی	ربیع الاول سولہ ہجری	اپریل ″
۸۶۔	قساریہ کا دوبارہ محاصرہ جناب امیر معاویہؓ	ربیع الثانی سولہ ہجری	مئی ″
۸۷۔	جناب ابو عبیدہؓ اور جناب خالدؓ کا شمالی شام کی طرف کوچ	ربیع الثانی سولہ ہجری	جون ″
۸۸۔	شمالی شام۔ قناسرین اور حلب پر قبضہ جناب ابو عبیدہؓ اور خالدؓ	جمادی الاول سولہ ہجری	جون ″
۸۹۔	شمالی شام انطاکیہ کی فتح ساحلی علاقے اور انطاکیہ وغیرہ پر قبضہ	رمضان شوال سولہ ہجری	ستمبر اکتوبر ″
۹۰۔	عراق کا محاذ جلولہ کا محاصرہ اور قبضہ ہاشمؓ بن عتبہ	ربیع الثانی شوال سولہ ہجری	مئی اکتوبر ″
۹۱۔	عراق کا محاذ۔ موصل پر قبضہ	ذی قعد سولہ ہجری	اکتوبر نومبر ″
۹۲۔	عراق۔ ایران کا محاذ قصر شیریں پر قبضہ	ذی الحجہ سولہ ہجری	نومبر دسمبر ″
۹۳۔	قیصر روم کی شمالی شام پر دوبارہ قبضہ کرنے کی کوشش جزیرے کے لوگوں کا حمص کی طرف کوچ۔ مسلمانوں کو دو محاذوں سے مل کر کارروائی	وسط سترہ ہجری	وسط ″

Marfat.com

نمبر شمار	واقعہ	ہجری	عیسوی
۹۴۔	ایران کے محاذ پر بصرہ سے آگے جنوبی علاقوں میں پیش قدمی	وسط سترہ ہجری	وسط ۶۳۸ عیسوی
۹۵۔	شام کے محاذ پر طاعون کی وبا (۱۰) دفعہ جناب ابوعبیدہؓ کی وفات اور متعدد عظیم صحابہ کی اموات	سترہ اٹھارہ ہجری	۶۳۸ ۔ ۶۳۹ء
۹۶۔	اھواز خوزستان کی فتح	وسط اٹھارہ ہجری	وسط ۶۳۹ عیسوی
۹۷	علاءؓ بن الحضرمی کی بحری جنگ کے ذریعہ سے فارس پر ناکام کوشش	شروع انیس ہجری	شروع ۶۴۰ ″
۹۸۔	تستر اور سوس کی فتح	آخری ایام انیس ہجری	آخری ایام ۶۴۰ ″
۹۹۔	مصر کی فتح (جس کا ذکر تیسرے حصہ میں ہے)	بیس ہجری	۶۴۱ ″
۱۰۰۔	نہاوند کی فتح (نعمانؓ بن مقرنؓ)	محرم اکیس ہجری	جنوری ۶۴۲ ″
۱۰۱۔	ایران میں عام لشکر کشی	اکیس ہجری	۶۴۲ ″
۱۰۲۔	جناب خالدؓ کی وفات	″	″ ″
۱۰۳۔	اصفہان، آذربائجان طبرستان اور رے کی فتح	بائیس ہجری	۶۴۳ ″
۱۰۴۔	فارس۔کرمان شاہ وغیرہ کی فتوحات	تیئس ہجری	۶۴۴

ختم شد

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خلفائے راشدینؓ (حصہ دوم)

اشاریہ

(الف)

ابراہیمؑ (پیغمبر) ص:- ۱۴، ۱۰۰، ۲۲۷، ۲۷۱

ابراہیمؒ بن طلحہؓ :- ص:- ۱۰۸

ابرہہ :- ص، ۵

ابلہ (مقام) :- ص، ۷

ابن اسحٰق :- ص، ۱۲، ۶۰، ۱۰۵، ۱۶۴

ابن ذالخمار :- ص، ۱۶۱

ابن سعد :- ص، ۴، ۶۰، ۱۶۴

ابوبکر صدیقؓ (خلیفہ اوّل، یارِ غار، صدیقِ اکبر)
ص، ۱۵، ۱۷، ۱۹ تا ۲۲، ۲۵ تا ۳۰، ۳۳ تا ۳۸، ۴۹، ۵۳، ۵۵، ۵۶، ۷۸، ۷۹، ۸۳ تا ۸۸، ۹۱، ۹۲، ۹۶، ۹۷، ۱۰۸، ۱۲۵، ۱۳۱، ۱۴۹، ۱۸۱، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۱۷، ۲۳۹، ۲۴۲، ۲۵۲، ۲۵۴، ۲۶۵، ۲۶۷، ۲۶۹

ابوبکرؒ بن زبیرؓ :- ص، ۱۰۸

ابوبکرؒ بن سعدؓ :- ص، ۱۰۸

ابوبکرؒ بن علیؓ :- ص، ۱۰۸

ابوجہل (عمرو بن ہشام) :- ص، ۲۰۰، ۲۰۲، ۲۵۶

ابوذر غفاریؓ :- ص، ۱۲۳، ۱۴۸، ۱۶۰، ۲۶۳

ابوسفیانؓ بن حارث :- ص، ۲۵؛

ابوسفیانؓ بن حرب :- ص، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۷، ۱۶۰، ۱۶۴، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۸، ۱۸۶، ۱۹۹

ابوعبید ثقفیؓ :- ص، ۹۸، ۱۰۲، ۲۶۹

ابوعبیدہؓ بن جراح (امین الامت) :- ص، ۳، ۲۵ تا ۲۷، ۳۰ تا ۳۵، ۴۴، ۴۵، ۴۷ تا ۴۹، ۵۰ تا ۵۳، ۵۵، ۶۵، ۷۴، ۸۴، ۸۷،

Marfat.com

۹۰ تا ۹۲، ۹۵ تا ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۵، ۱۰۷،
۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۲۰،
تا ۱۲۵، ۱۳۰ تا ۱۳۷، ۱۳۹ تا ۱۴۱، ۱۴۹،
۱۵۱ تا ۱۵۴، ۱۵۶، ۱۵۹ تا ۱۶۶، ۱۷۰،
۱۷۲، ۱۷۴ تا ۱۷۶، ۱۸۱، ۱۸۷ تا ۱۸۹،
۱۹۱ تا ۱۹۷، ۱۹۹، ۲۰۳ تا ۲۰۹، ۲۱۲،
۲۱۵، ۲۱۷، ۲۱۹، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۴،
۲۲۵، ۲۲۷ تا ۲۳۴، ۲۳۸، ۲۳۹،
۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۴ تا ۲۵۰، ۲۵۲،
۲۵۳، ۲۵۶، ۲۵۹ تا ۲۶۴، ۲۶۸ تا
۲۷۳۔

الولاعور سلمیؓ :- ص، ۹۸، ۱۰۷، ۱۲۹،
۱۳۰، ۱۶۰

ابو موسیٰ اشعریؓ :- ص، ۲۶۰

ابو ہریرہؓ :- ص، ۱۶۰، تا ۱۷۴

ابو واثلہ ہندیؓ :- ص، ۸، ۲۶۱

ابو یوسفؒ :- ص، ۲۹

ابی سینیا :- ۵۱، ۲۰۰

ابلہ (مقام) :- ص، ۱۲۳

اٹلی (اطالیہ) :- ص، ۸، ۹۹

اجنادین (مقام اور جنگ) :- ص، ۲۷، ۴۶،
۵۳ تا ۵۵، ۵۷ تا ۶۰، ۶۲، ۷۱،
۷۶ تا ۸۳، ۸۹ تا ۹۲، ۹۴، ۱۰۵، ۱۰۹ تا
۱۱۱، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۲۶، ۱۳۰، ۱۳۱،
۱۳۳، ۱۴۳، ۱۵۱، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۶۳،
۱۷۷، ۱۷۹، ۱۸۳، ۲۲۹، ۲۴۷، ۲۵۰،
۲۶۸

احد (جنگ) :- ص، ۱۲، ۵۲، ۷۷، ۱۶۴،
۱۷۱، ۱۸۷، ۲۰۰

آذربائیجان :- ص، ۲۷۳،

اردن :- ص، ۹، ۱۳، ۲۹، ۳۱، ۵۷، ۵۹،
۹۱ تا ۹۴، ۹۶، ۹۷، ۱۲۶، ۱۲۹، ۱۳۲ تا
۱۳۵، ۱۴۳، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۵۶، ۱۶۳،
۲۲۰، ۲۲۹، ۲۳۱، ۲۴۲

آرمینیا :- ص، ۱۵، ۶۶، ۱۳۰، ۱۴۲، ۱۴۸،
۱۵۲، ۱۷۳، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۵ تا
۱۹۸، ۲۱۰ تا ۲۱۳، ۲۲۲، ۲۲۴، ۲۴۹۔

اسامہؓ بن زیدؓ :- ص، ۱۷، ۱۹، ۸۵، ۱۰۰، ۱۴۷،
۲۴۲، ۲۶۵

استنبول (قسطنطنیہ) :- ص، ۱۰۰

اسد، بنو :- ص، ۶۳، ۱۶۷، ۲۶۱

اسحاقؑ (پیغمبر) :- ص، ۱۴

اسحاقؒ بن سعدؓ :- ص، ۱۰۸

اسرائیل یا بنی اسرائیل :- ص، ۱۴، ۱۴۹،
۲۲۰، ۲۳۱، ۲۴۷

اسکندریہ (بندرگاہ) :- ص، ۲۴۱

Marfat.com

اسمٰعیلؒ بن سعدؓ :- ص، ١٠٨

اسود عنسی (جھوٹی نبوت) :- ص، ٢٦٥

اشتر نخعی (مالک) :- ص، ٢٠١، ٢٤٦

اشعث بن قیس :- ص، ٢٥٥

اصبغ (سردار) :- ص، ١٢

اصغرؒ بن سعدؓ :- ص، ١٠٨

اصفہان :- ص، ٢٧٣

افغانستان :- ص، ١٠١

افریقہ :- ص، ٢، ٧، ٤٤، ٣٤، ١٢٤، ١٤٧، ٢٤٢، ٢٤٤

اقبالؒ (حکیم الامت) :- ص، ٢، ٦، ٩، ٢٠، ٢٨، ٣٦ تا ٣٩، ٤١، ٤٢، ٤٦، ٥٩، ٦٧ تا ٦٩، ٧٩، ٨١، ٨٦، ٨٨، ١٠٠، ١٠١، ١١٩، ١٢٤، ١٢٦، ١٢٧، ١٣٤ تا ١٤٥، ١٤٩، ١٥١، ١٥٦، ١٥٨، ١٦٠، ١٦٦، ١٦٨، ١٧٦ تا ١٧٩، ١٨٢، ٢١٧، ٢١٩ تا ٢٢١، ٢٣٦ تا ٢٣٨، ٢٤٠

اکرم۔ جنرل آغا اکرم (مبصر کے الفاظ بھی) ص، ٤٢، ٤٣، ٤٦، ٥٧، ٥٨، ٥٩، ٨٩ تا ٩١، ٩٣، ٩٥، ١٠٥ تا ١٠٧، ٢٢٩، ٢٣٠

الپ ارسلان :- ص، ٧٧

الثنی (مقام اور جنگ) :- ص، ٢٦٧

التمر (مقام) :- ص، ٤٥

اُلیس (مقام اور جنگ) :- ص، ٢٦٧

امرؤالقیس :- ص، ١٦١

اُم زمل :- ص، ٢٦٥

اُم حکیمؓ :- ص، ١٦٠، ١٩٠، ٢٠١ تا ٢٠٣

اُم فضلؓ :- ص، ١٦٠

امیہ۔ بنو :- ص، ١٢٥، ٢٦٢

انبار (مقام اور جنگ) :- ص، ٢٦٧

اناطولیہ :- ص، ٨، ١٥، ٥٤، ٦٦، ١٤٢، ٢٤٩

انطاکیہ :- ص، ١٠، ١٤، ١٠٩، ١٢٣، ١٢٦، ١٥٢، ١٥٩، ٢٣٠، ٢٣٢، ٢٤١، ٢٤٣، ٢٤٦، ٢٤٧، ٢٤٩، ٢٥٣، ٢٧٢

اوگ (بادشاہ) :- ص، ٢٣١

اہواز (مقام) :- ص، ٢٧٣

ایشیا :- ص، ٧، ٣٤، ٥٤، ٨٤، ١٠٩، ١٤٠، ١٤٤، ١٤٧، ١٤٨، ١٥١، ١٥٢، ١٥٤، ٢١٩۔

ایران :- ص، ١، ١٠، ١٤، ١٦، ٢٢، ٣٢، ٣٥، ٥٠، ٥٣، ٥٤، ٥٩، ٦٠، ٨٣، ٨٤، ٨٦، ٩٨، ٩٩، ١٠٣، ١١٠، ١١٣، ١١٥، ١١٨، ١٢٢، ١٢٤، ١٢٦، ١٣٨، ١٤١ تا ١٤٤، ١٤٩، ١٦٨، ١٦٩، ١٧٥

Marfat.com

۱۸۶، ۲۴۶، ۲۴۸، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۶۰،
۲۷۲، ۲۷۳
ایلہ (عقابہ) مقام :- ص ۱۹، ۲۰، ۲۷،
۵۴، ۲۳۰

(ب)

بابل (مقام اور جنگ) :- ص ۵۰، ۳، ۸۳،
۱۴۲، ۱۴۴، ۲۶۸، ۲۷۱
بازنطینی (چھوٹا روم) ص ۸، ۹، ۷۹، ۱۴۷،
باسفورس (آبنائے) ص ۱۴۷، ۲۲۱،
۲۴۹
باہان :- ص ۲۲، ۲۳، ۵۴، ۱۵۲، ۱۵۴،
۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۸ تا ۱۷۰، ۱۷۳، ۱۸۳،
۱۸۴، ۱۹۱ تا ۱۹۶، ۲۰۵، ۲۱۰ تا ۲۱۲،
۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۸
بحیرہ اوقیانوس :- ص ۱۰۱
بحیرہ مردار :- ص ۱۳، ۲۳، ۳۱، ۳۲،
۵۷ تا ۵۹، ۹۱، ۱۰۵، ۱۳۳
بخاریؒ (امام) :- ص ۱۲۷
بدر (جنگ یا صحابہ) :- ص ۱۲، ۴۵، ۷۷،
۷۸، ۱۶۴، ۱۷۱، ۱۷۵، ۲۰۰، ۲۲۳،
۲۳۵، ۲۵۶
برا (قبیلہ) :- ص ۴۵
برزوخاد (جنگ اور مقام) :- ص ۲۶۳، ۲۶۵
برہما :- ص ۹۹
بشر (مقام اور جنگ) :- ص ۲۶۷
بصریٰ (مقام اور جنگ) :- ص ۳۲، ۳۵،
۳۶، ۴۵، ۴۷ تا ۵۱، ۱۶۳، ۲۶۸
بصرہ (چھاؤنی) :- ص ۲۳۲، ۲۷۳
بطحا (مقام) :- ص ۲۶۶
بغداد :- ص ۲۶۶
بلال حبشیؓ :- ص ۸، ۱۶۰، ۲۳۵، ۲۳۶،
۲۶۱
بلاذری (مورخ) :- ص ۱۱۲
بلبک (بالبک) مقام :- ص ۱۰۶، ۱۲۴،
۱۳۹، ۲۳۰، ۲۷۱
بلقا (وادی) :- ص ۲۳، ۲۴، ۲۳۰
بلقان :- ص ۲، ۱۵، ۱۴۸
بمبئی :- ص ۹۹
بنت یعقوب (پل اور گاؤں) :- ص ۳، ۱۶۳،
۱۷۳، ۲۰۵، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۹
بویب (جنگ) : ص ۹۸، ۱۱۸، ۲۷۰
بھارت :- ص ۲۳۶
بیبرس (سلطان) :- ص ۸۰، ۲۲۰
بیت المقدس (یروشلم) :- ص ۱۰، ۱۳،
۲۷، ۳۲، ۵۷، ۵۹، ۷۶، ۷۹،
۹۱، ۱۰۰، ۱۲۶، ۱۳۳، ۱۴۴، ۱۵۳

Marfat.com

١٦٦، ١٧٥، ٢٢٠، ٢٢١، ٢٢٧ تا ٢٣٤،
٢٣٧، ٢٣٨، ٢٤٠ تا ٢٤٣، ٢٤٦،
٢٥٦، ٢٧٢

بیت جبرین :- ص ٦٠، ٦٢

بیر سبعہ (مقام) :- ص ١٤، ٣٢، ٥٧،
٥٨، ٢٢٩، ٢٣٠

بیروت (بندرگاہ) :- ص ١٤، ١١٥، ١٣٣،
١٣٥، ١٣٨، ١٤٨، ١٥٤، ٢٢٠، ٢٢٣،
٢٤٣، ٢٤٧

بیسان (مقام) :- ص ١٤، ٣٢، ٨١،
٩٤، ٩٥، ١٢٦، ١٢٩، ١٣٠، ١٣١،
١٣٢، ٢٢٩، ٢٣١، ٢٣٤، ٢٧٠

بیکر (پروفیسر) :- ص ١٤٨

(پ)

پاکستان :- ص ٧٨، ١٤٤، ١٥٥، ٢٢٣

پامر یا (مقام) :- ص ٤١، ٧٩

پرتھوی راج :- ص ١٢٠

(ت)

تبوک (مقام اور مہم) :- ص ١٦، ١٧، ٢٧،
٣٠، ٤١، ٦٠، ١٠٠، ١٤٧

تدمیر (مقام) :- ص ٤٥

توذرا (تذارق، تھیوڈرس) :- ص ٥٤،
٦٠، ١٣٥ تا ١٣٧، ١٥٢

ترکستان (چینی اور روسی) :- ص ١٠١

ترکی :- ص ٨، ١٠، ١٠١، ٢٢٠، ٢٤٩

ترکمان :- ص ٤١، ١١٣، ٢٤٩

تستر (مقام اور جنگ) :- ص ٢٧٣

تماضر رضی :- ص ١٢

تنوخ (بنو) :- ص ٢٥٢

تھامس :- ص ١٠٩، ١١٢، ١١٤، ١١٨،
١٢٠، ١٢٣

تیما (مقام) :- ص ٢٣، ٢٤

(ث)

ثنیٰ (مقام اور جنگ) :- ص ٢٢، ٢٦٧

ثمین (پہاڑی) :- ص ١٧١

(ج)

جابیہ (چھاؤنی) :- ص ١٤، ٣٢، ٤٥،
٤٨، ٥٦، ١٦٢، ١٦٣، ١٧٣، ٢٢٨،
٢٢٩، ٢٣٠، ٢٣١، ٢٣٢، ٢٣٤،
٢٤١، ٢٤٨، ٢٥١، ٢٥٨، ٢٥٩

جاریہ بن عبداللہ :- ص ١٦١

جافہ (مقام) :- ص ١٤

جالینوس :- ص ٩٨، ٢٦٩

جبل دروز :- ص ٤٥، ٤٩، ١٦٣

جبل حوران :- ص ٤١، ٤٥، ٤٩، ١٦٣

جبلہ (بندرگاہ) :- ص ٢٤٧

Marfat.com

جبلہ (غسانی) :- ص ۱۰۵، ۱۴۸، ۱۵۲،
۱۵۴، ۱۵۸، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۸، ۱۷۳،
۱۸۶، ۱۹۱، ۱۹۳، ۱۹۵، ۱۹۷
جرجہؓ (جارج) :- ص ۵۴، ۱۸۰ تا ۱۸۲
جرش (مقام) :- ص ۵۷، ۹۱، ۹۴
جرلیشو (مقام) :- ص ۵۷، ۹۱
جزیرہ (علاقہ) :- ص ۲۴۸ تا ۲۵۳،
۲۵۵، ۲۷۲
جسر (جنگ) :- ص ۹۸، ۱۰۲، ۲۶۹
جعفرؓ بن زبیرؓ :- ص ۱۰۸
جعفرؓ بن علیؓ :- ص ۱۰۸
جعفر طیارؓ :- ص ۷، ۱۰۸
جلولہ (مقام اور جنگ) :- ص ۲۴۸، ۲۷۲
جندب بن عمرو :- ص ۱۶۱
جودہ یا جودی (پہاڑی) :- ص ۵۷،
۱۰۵، ۲۳۴
جوشم :- ص ۲۴۵، ۲۴۶

(چ)

چرچل (وزیر اعظم برطانیہ) :- ص ۶۴

(ح)

حارثؓ بن عمیر :- ص ۱۰، ۱۵، ۱۴۷
حاضر (مقام و جنگ) :- ص ۲۴۴، ۲۴۵
حبیبؓ بن مسلمہ :- ص ۱۶۱
حجاج بن یوسف :- ص ۶۲
حجاز (علاقہ) :- ص ۶، ۳۴
حدیبیہ (صلح) :- ص ۱۰، ۱۲
حران (مقام) :- ص ۲۵۲
حربیس (ہربیس) :- ص ۱۰۹، ۱۴۰، ۱۴۱
حسنؓ (امام) :- ص ۱۰۸، ۱۲۴
حسینؓ (امام) :- ص ۱۰۸، ۱۲۴
حصید (مقام اور جنگ) :- ص ۲۶۷
حصینؓ بن حارث :- ص ۱۲۵
حضرموت (علاقہ) :- ص ۲۰، ۲۰۰، ۲۶۷
حلب (مقام) :- ص ۱۴، ۱۳۹، ۲۳۰،
۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۸، ۲۷۲
حمزہؓ بن عبدالمطلبؓ :- ص ۱۲۵
حمص (مقام) :- ص ۳، ۱۴، ۳۰، ۳۱، ۸۴،
۹۲، ۹۷، ۱۰۹، ۱۱۵ تا ۱۱۸، ۱۲۵،
۱۲۶، ۱۳۲ تا ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۳۹ تا ۱۴۱،
۱۴۳، ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۵۲، ۱۵۳،
۱۵۴، ۱۵۷، ۱۶۴، ۲۲۷، ۲۳۰،
۲۳۳، ۲۴۱، ۲۴۴، ۲۴۶، ۲۴۸،
۲۵۰، ۲۵۳، ۲۶۲، ۲۷۰، ۲۷۱،
۲۷۲ -
حنتمہؓ بنت ہشام :- ص ۲۰۲
حنیفہ (بنو) :- ص ۷۸

Marfat.com

حنین (جنگ) :- ص، ۵۸
حیرہ (مقام) ص ۱، ۲۱، ۲۴، ۳۰، ۴۲، ۴۴، ۷۹،
۸۳، ۱۲۶، ۱۴۴، ۲۶۷

(خ)

خالد، بیٹا :- ص ۱۰۸
خالد رض بن عرفطہ :- ص، ۲۵۱
خالد رض بن سعید :- ص، ۳، ۱۹ تا ۲۴، ۲۶،
۲۷، ۳۲، ۸۰، ۸۴، ۱۶۰، ۲۰۰، ۲۰۳،
۲۵۵، ۲۶۶
خالد رض بن ولید :- ص، ۳، ۱۵، ۱۹ تا ۲۱، ۲۴،
۲۵، ۳۰، ۳۴، ۳۵، ۳۸ تا ۵۴، ۵۵ تا
۵۷، ۶۱ تا ۶۳، ۶۶ تا ۷۱، ۷۳ تا ۷۶، ۷۸،
۷۹، ۸۳، ۸۴، ۸۹، ۹۰، ۹۲، ۹۵، ۹۹،
۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۱ تا ۱۱۷،
۱۲۰ تا ۱۲۵، ۱۳۱ تا ۱۳۹، ۱۴۱، ۱۴۷، ۱۴۹،
۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۹، ۱۶۲، ۱۶۳،
۱۶۵، ۱۷۰، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۸۱، ۱۸۲،
۱۸۷، ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۲، ۱۹۷، ۱۹۹ تا
۲۰۵، ۲۰۷ تا ۲۱۰، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۵ تا
۲۱۸، ۲۲۵، ۲۲۷ تا ۲۲۹، ۲۳۱، ۲۳۳
۲۳۴، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۴، ۲۴۵،
۲۴۷، ۲۵۰، ۲۵۲ تا ۲۵۷، ۲۶۱ تا
۲۶۳، ۲۶۵ تا ۲۶۹، ۲۷۱ تا ۲۷۳
حذیفہ رض بن الیمان رض :- ص ۸۴، ۱۳۱، ۲۶۶

خوزستان (خوزستان) صوبہ :- ص، ۲۴۳
خسرو پرویز :- ص، ۵۴
خنافس (مقام اور جنگ) :- ص، ۲۶۷
خندق (جنگ) ص ۱۲، ۷۷، ۱۷۱، ۲۰۰
خوشاب (ضلع) :- ص، ۲۱۹
خوشب :- ص، ۱۶۱
خولہ بنت ازور :- ص ۱۱۶، ۱۶۰، ۱۹۰، ۲۰۱
خیبر (مقام اور جنگ) :- ص ۴۸، ۵۲

(د)

دار ارقم رض :- ص، ۲۵۶
داؤد ع (پیغمبر) :- ص، ۱۴
داؤد (عرب سفیر) :- ص ۴۳، ۷۴
دروز (قبیلہ) :- ص ۱۴، ۶۶، ۲۴۹
درۂ مواب :- ص ۱، ۳۱، ۵۸، ۹۱، ۹۴
دومۃ الجندل :- ص، ۱۲، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۶،
۲۷، ۴۰، ۴۲، ۸۳، ۱۵۰، ۲۴۶،
۲۵۲، ۲۶۷ -
دمشق :- ص ۳، ۱۳، ۲۲، ۲۳، ۲۸،
۳۰، ۳۱، ۴۱، ۴۵ تا ۴۷، ۷۹، ۸۹ تا
۹۱، ۹۳ تا ۹۵، ۹۷ تا ۹۹، ۱۰۲، ۱۰۳
۱۰۵ تا ۱۰۷، ۱۰۹ تا ۱۱۲، ۱۱۴ تا ۱۲۰
۱۲۲ تا ۱۲۷، ۱۲۹ تا ۱۳۲، ۱۳۴ تا ۱۳۷
۱۴۰، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۸، ۱۸۰

Marfat.com

۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۷، ۱۵۹، ۱۶۲، ۱۶۳
۲۱۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۳۰، ۲۳۳، ۲۴۱
۲۴۶، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۶۲، ۲۶۹، ۲۷۱
دیرجان :۔ص، ۱۵۲، ۱۵۴، ۱۵۸، ۱۷۳،
۱۸۸، ۱۸۹، ۲۱۱
دیرہ :۔ص، ۴۵، ۵۳، ۹۴، ۱۶۲،
۲۲۹، ۲۳۱

(ذ)

ذکریاؑ (پیغمبر) :۔ص، ۱۴
ذوالکلاح رضؓ :۔ص، ۱۱۵، ۱۳۲، ۱۶۰
ذوالمرہ (مقام) :۔ص ۳۲
ذوالنطاقینؓ (اسماء بنت ابوبکرؓ) ص ۲۰۴
ذوقرد (مقام) :۔ص، ۵۸
ذوظلیم :۔ص، ۱۶۱
ذوقصہ (مقام) :۔ص، ۱۹، ۲۶۵

(ر)

رافع بن عمیرہؓ :۔ص، ۴۲، ۴۴،
راکھا (رہبر) :۔ص ۱۲۲
ربیعہ (بنو) قبیلہ :۔ص، ۲۵۲
رعانتین (مقام) :۔ص، ۴۵
رفاۃ (وادی) :۔ص ۱۶۳، ۱۷۳، ۲۱۲،
۲۱۴
رقہ (مقام) :۔ص، ۲۵۲

رملہ (مقام) :۔ص، ۱۴، ۳۲
روس :۔ص، ۱۵۵
روم (رومی یا اہل روم) :۔ص، ۲، ۷، ۱۳،
۱۴، ۱۶، ۲۲، ۲۳، ۳۱ تا ۳۳، ۳۵،
۳۶، ۴۷، ۴۹، ۵۰، ۵۳ تا ۵۵، ۶۰ تا
۶۳، ۶۵، ۶۶، ۶۹ تا ۷۳، ۷۵ تا ۷۷،
۷۹ تا ۸۱، ۸۴، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۶، ۱۱۰،
۱۱۲، ۱۱۴، ۱۱۶ تا ۱۱۸، ۱۲۰، ۱۲۲،
۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۹ تا ۱۳۳، ۱۳۵ تا ۱۳۷
۱۳۹ تا ۱۴۲، ۱۴۴، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۵۰،
۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۶، ۱۵۸، ۱۶۲، ۱۶۳
۱۶۶، ۱۷۰، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۷، ۱۷۹،
۱۸۰، ۱۸۳ تا ۱۹۴، ۱۹۶ تا ۱۹۹، ۲۰۱،
۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۷، ۲۰۹ تا ۲۱۴، ۲۱۶
۲۱۸، ۲۲۲، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۲، ۲۴۲
تا ۲۴۷، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۳
رومیؒ (مولانا جلال الدین) :۔ص، ۸۰
رومیل (جرمن جنرل) :۔ص، ۳۴
رہا (مقام) :۔ص، ۲۵۲
رے (مقام) :۔ص، ۲۷۳

(ز)

زارِ روس :۔ص، ۹۰
زبیرؓ بن عوام :۔ص، ۸۷، ۱۰۸، ۱۶۰،

Marfat.com

۱۶۸، ۱۹۰، ۲۰۴

زرود (مقام) :- ص ۱۲۲، ۲۷۰

زیاد بن حنظلہ :- ص، ۱۶۱

زیادؓ بن لبید :- ص، ۲۶۶

زیدؓ بن حارث :- ص ۲۴۲

زیدؓ بن زبیرؓ :- ص، ۱۰۸

زید بن عوف :- ص، ۱۶۱

(س)

سباط (چھاؤنی) :- ص ۲۷۲

سپین (ہسپانیہ) :- ص، ۱۰۰، ۱۴۷

سٹالن گراڈ (شہر) :- ص، ۲۴۷

سرخ (مقام) :- ص، ۲۲۹

سرسیّد :- ص، ۲۲۱

سسلی (جزیرہ) :- ص، ۲

سعدؓ بن ابی وقاص :- ص ۸۷، ۱۰۸، ۱۱۸،
۱۲۲، ۱۴۲، ۱۶۸، ۱۷۵، ۱۷۶، ۲۱۷،
۲۴۰، ۲۴۸، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۵، ۲۷۰
تا ۲۷۲

سعیدؓ بن عامر :- ص، ۶۵

سعیدؓ بن عمیر التمیمی :- ص، ۶۵

سقلار بن مخراق :- ص، ۱۳۰ تا ۱۳۲

سقیفہ بنو ساعدہ :- ص، ۳۰

سکندر یونانی :- ص، ۷

سلاسل، جنگ (کاظمہ) :- ص، ۲۲، ۷۷، ۲۶۷

سلمانؓ فارسی : ص، ۸، ۱۴۸، ۲۶۱

سلیمانؑ (پیغمبر) :- ص، ۱۴

سلاو - یا سلاف (قوم) :- ص ۱۵، ۶۶

سلمہ (علاقہ اور پہاڑی) :- ص ۶۳

سلمہؓ بن ہشام :- ص، ۲۵۶

سمط بن الاسود :- ص، ۱۶۱

سنجوگتا (پرتھوی راج) :- ص، ۱۶۰

سندوہہ (مقام) :- ص ۲۴

سنیت العقاب (جگہ) :- ص ۴۵، ۱۰۶،
۱۱۶، ۱۱۹

سوئی (مقام) :- ص ۴۱، ۴۲، ۴۴، ۴۸

سوفورینس (پادری) :- ص، ۲۳۱

سوہنی (مہینوال) :- ص، ۱۲۲

سویدؓ بن مقرنؓ :- ص، ۴۸

سہل بن عدی :- ص، ۲۵۲

سہیل :- ص، ۱۶۱

سیالکوٹ :- ص، ۱۴۴

سیواجی دغاباز مرہٹہ :- ص ۷۲

(ش)

شارلیمان (فرانس کا بادشاہ) :- ص، ۷

شام :- ص، ۱ تا ۴، ۷، ۹، ۱۲، ۱۳،
۱۵، ۱۶، ۱۹، ۲۱، ۲۲، ۲۴، ۲۵، ۲۶،

Marfat.com

۲۹، ۳۰، ۳۲، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۸، ۴۰
۴۱، ۴۴ تا ۴۶، ۵۰، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۹،
۶۰، ۶۳، ۷۴، ۷۷، ۷۹ تا ۸۱، ۸۳، ۸۴
۹۴، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۳، ۱۰۶، ۱۱۱،
۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۹، ۱۳۰، ۱۳۵، ۱۳۹، ۱۴۲
۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۱، ۱۵۲
۱۶۵، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۹
۱۸۳، ۱۹۴، ۲۰۰، ۲۰۳، ۲۱۷، ۲۱۹
تا ۲۲۲، ۲۲۷، ۲۲۹ تا ۲۳۲، ۲۳۸،
۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۶ تا ۲۴۸،
۲۴۹، ۲۵۲ تا ۲۵۴، ۲۵۸، ۲۶۰،
۲۶۱، ۲۶۶، ۲۶۸، ۲۷۱ تا ۲۷۳

شبلیؒ (مولانا) :- ص، ۲۲۹

شبیر مرتضے (بیٹیا) :- ص، ۱۰۸

شدادؓ بن اوس :- ص، ۹۲

شراف (مقام) :- ص ۱۲۲، ۲۷۰

شرجبیلؓ بن حسنہ :- ص، ۲۰، ۲۵، ۲۶، ۲۸،
۳۰، ۳۱، ۴۷ تا ۵۱، ۸۴، ۹۵، ۱۱۵،
۱۲۶، ۱۳۱ تا ۱۳۴، ۱۳۸، ۱۵۳، ۱۵۴
۱۵۶، ۱۵۹، ۱۷۲، ۱۷۸، ۱۸۵، ۱۹۱ تا
۱۹۸، ۲۱۲، ۲۲۷ تا ۲۳۰، ۲۳۲، ۲۳۳
۲۴۲، ۲۵۵، ۲۶۱، ۲۶۶، ۲۶۸ تا
۲۷۲

شرجبیل بن عمرو غسانی (مرتد) :- ص، ۹،
۱۵، ۱۴۷، ۱۵۲

شنس (جرنل) :- ص، ۱۳۵ تا ۱۳۷

شیراز (مقام) :- ص، ۱۳۹، ۱۴۰،
۱۴۲، ۲۴۴

شیرازی (حافظ) :- ص ۴۳

شیریں (فرہاد) :- ص ۱۲۲

(ص)

صالحؒ بن طلحہؓ :- ص، ۱۰۸

صامتؓ بن الاسود :- ص، ۱۱۷

صراصر کا چشمہ :- ص، ۹۸، ۱۱۵، ۲۶۹

صفوانؓ بن امیہ :- ص، ۱۶۰، ۱۹۰، ۲۰۰

صلاح الدین ایوبی :- ص، ۷۷، ۸۰، ۲۲۰

صوفیا (مسجد) :- ص، ۲۳۷

صہیب رومیؓ :- ص، ۸، ۲۶۱

(ض)

ضیاؓ بن خلیفہ (حضور پاکؐ کا سفیر) :-
ص، ۱۰، ۱۲، ۱۳

ضرارؓ بن ازور :- ص، ۴۹، ۵۰، ۶۲،
۶۳، ۶۵، ۷۰، ۷۴، ۷۵، ۸۰،
۱۱۲، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۳۹، ۱۶۰، ۱۶۷،
۱۷۲، ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۷، ۱۹۸، ۲۰۱،
۲۰۵، ۲۱۴، ۲۱۹، ۲۶۱

Marfat.com

(ط)

طبرستان : ص، ۲۷۳

طبری :۔ ص، ۴۴، ۵۰، ۵۴، ۵۹، ۹۸، ۱۰۵، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۳۲، ۱۵۹، ۱۶۰ تا ۱۶۲، ۱۶۹، ۲۰۲، ۲۲۹

طبریہ (جھیل اور مقام) :۔ ص، ۱۳، ۱۴، ۳۲، ۳۳، ۷۰، ۸۱، ۹۴، ۹۵، ۱۲۶، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۵۱، ۲۷۰

طریفہ رضؓ بن حاجز :۔ ص، ۸۴، ۲۶۶

طفیل رضؓ بن حارث :۔ ص، ۱۲۵

طلحہ رضؓ بن عبید اللہ :۔ ص، ۸۷، ۱۰۸

طلیحہ (بنو اسد) :۔ ص، ۱۶۷، ۲۶۵

(ع)

عاصم رضؓ بن عمرو :۔ ص، ۲۵۲

عامر رضؓ بن سعد رضؓ :۔ ص، ۱۰۸

عامر رضؓ بن طفیل :۔ ص، ۱۴۲

عباس (بنو) :۔ ص، ۱۲۵

عباس رضؓ بن عبدالمطلب رضؓ :۔ ص، ۱۰۸، ۱۲۵، ۱۶۰

عباس رحؒ بن علی رضؓ :۔ ص، ۱۰۸

عبدالرحمٰن رضؓ بن ابوبکر رضؓ :۔ ص، ۹۴، ۶۵، ۱۱۴، ۱۸۲

عبدالرحمٰن رضؓ بن خالد رضؓ :۔ ص، ۱۶۰، ۲۶۲

عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف :۔ ص ۱۲، ۱۰۸، ۲۳۴،

۲۵۸، ۲۵۹

عبدالقدس (ابلیہ) مقام :۔ ص، ۱۲۳

عبداللہ رضؓ بن عبدالمطلب رضؓ (سیدنا) :۔ ص، ۱۰۸

عبداللہ رضؓ بن جبیر :۔ ص، ۱۰۸

عبداللہ رضؓ بن جحش :۔ ص، ۱۰۸

عبداللہ رضؓ بن جعفر طیار رضؓ :۔ ص ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۶۰

عبداللہ رضؓ بن زبیر رضؓ :۔ ص، ۱۰۸، ۱۶۰

عبداللہ رضؓ بن عباس رضؓ :۔ ص ۱۲۵

عبداللہ رضؓ بن سفیان :۔ ص ۲۵۶

عبداللہ رضؓ بن سعد رضؓ :۔ ص، ۱۰۸

عبداللہ رضؓ بن عنبان :۔ ص، ۲۵۲

عبداللہ رضؓ بن علی رضؓ :۔ ص، ۱۰۸

عبداللہ رضؓ بن عمر رضؓ :۔ ص، ۶۵

عبداللہ بن قیس :۔ ص، ۱۶۱

عبداللہ رضؓ بن مسعود :۔ ص، ۶۵، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۴، ۱۶۹، ۱۷۵

عبداللہ رضؓ بن عبدالرحمٰن رضؓ :۔ ص، ۱۰۸

عبیداللہ رضؓ بن عباس رضؓ :۔ ص ۱۲۵

عبیدہ بن حارث (شہید بدر) :۔ ص ۱۰۸، ۱۲۵

عبیدہ رحؒ بن زبیر رضؓ :۔ ص ۱۰۸

عتبہ بن ربیعہ :۔ ص ۱۶۱

Marfat.com

عتبہ رضؓ بن غزوان :- ص ۸۴

عثمان رحؒ بن سعد رضؓ :- ص ۱۰۸

عثمان رضؓ بن عبدالرحمن رضؓ :- ص ۱۰۸

عثمان رضؓ بن عفان (خلیفہ سوم) :- ص ۳۷، ۸۷، ۱۰۸

عثمانیہ (سلطنت) :- ص ۷۷

عراق :- ص ۱، ۲، ۱۳، ۱۵، ۱۹، ۲۱، ۲۵، ۲۷، ۳۴، ۳۵، ۳۹، ۴۰، ۴۳، ۵۰، ۵۳، ۵۵، ۵۹، ۶۰، ۷۹، ۸۳، ۸۶، ۹۱، ۹۸، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۶، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۹، ۱۲۶، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۵۱، ۲۱۹، ۲۴۷ تا ۲۴۹، ۲۵۲، ۲۵۴، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹ تا ۲۷۲

عرفجہ رضؓ بن ہرثمہ :- ص ۸۴، ۱۳۱، ۲۶۶

عروہ رحؒ بن عبدالرحمن رضؓ :- ص ۱۰۸

عروہ رضؓ بن زبیر رضؓ :- ص ۱۰۸

عروہ رضؓ بن مسعود :- ص ۱۰۸

عزاز (مقام) :- ص ۲۴۶

عزازیر (جبل) :- ص ۱۰۹، ۱۱۲ تا ۱۱۴

عزرائیلؑ (فرشتہ) :- ص ۱۱۳

عصمۃ رضؓ بن عبداللہ :- ص ۱۶۱

عقبہ (عقابہ - عرباۃ کی وادی یا ایلہ) :- ص ۱۴، ۳۱، ۵۷، ۶۰

عقربہ (میدانِ جنگ یمامہ) :- ص ۷۸

عقرہ (مقام) :- ص ۱۳۳

عقیل رضؓ بن حمزہ رضؓ :- ص ۱۲۵

عکرمہ رضؓ بن ابوجہل :- ص ۲۰، ۲۳، ۲۴، ۲۶، ۸۴، ۱۶۰، ۱۷۲، ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۴، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۹ تا ۲۰۳، ۲۶۶، ۲۶۷

علا رضؓ بن الحضرمی :- ص ۸۴، ۸۵، ۲۵۵، ۲۶۶، ۲۷۳

علمین (مقام) :- ص ۴۵

علوی (اولادِ علی رضؓ) :- ص ۵۲

علی رضؓ بن ابوطالب رضؓ (خلیفہ چہارم) :- ص ۵، ۲۴، ۳۰، ۳۷، ۴۵، ۴۸، ۶۵، ۸۷، ۱۰۸، ۱۴۸، ۱۸۱، ۲۰۳، ۲۱۷، ۲۳۴، ۲۴۶-

عمادالدین زنگی رحؒ :- ص ۸۰، ۲۲۰

عمار رضؓ بن یاسر رضؓ :- ص ۲۵۵

عمارہ رضؓ بن حمزہ رضؓ :- ص ۱۲۵

عمان :- ص ۹، ۱۴، ۲۹، ۷۰، ۸۱، ۹۲، ۹۴، ۲۲۲

عمارہ بن مجبنشی :- ص ۱۶۱

عمر رضؓ بن خطاب (فاروق اعظم، خلیفہ دوم) ص ۵، ۲۴، ۳۰، ۳۶ تا ۳۸، ۸۶ تا ۸۸، ۹۰، ۹۲، ۹۳، ۹۵ تا ۹۹، ۱۰۱،

Marfat.com

۱۰۲، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۱۵، ۱۱۸، ۱۲۰ تا ۱۲۲
۱۲۴، ۱۲۵، ۱۳۸ تا ۱۴۰، ۱۴۲، ۱۴۹
۱۵۹، ۱۶۷، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۸، ۱۸۱،
۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۱۶، ۲۱۷،
۲۲۱، ۲۲۵، ۲۲۸ تا ۲۳۵، ۲۳۷، ۲۳۹
۲۴۱ تا ۲۴۳، ۲۴۵، ۲۵۰ تا ۲۵۲، ۲۵۴
تا ۲۶۰، ۲۶۹، ۲۷۲

عمران بن طلحہ رضؓ :- ص ۱۰۸

عمرؓ بن العذری :- ص ۲۷

عمرؓ بن عکرمہ رضؓ :- ص ۱۶۰، ۲۰۰ تا ۲۰۲

عمرو بن سعد رضؓ :- ص ۱۰۸

عمرو بن فلاں :- ص ۱۶۱

عمرو رضؓ بن عاص :- ص ۱۹ تا ۲۱، ۲۵ تا ۲۸،
۳۱ تا ۳۳، ۳۵، ۴۵، ۵۷ تا ۵۹، ۸۴،
۹۶، ۹۷، ۱۱۵، ۱۲۶، ۱۳۱ تا ۱۳۴، ۱۳۸،
۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۶، ۱۵۹، ۱۷۲، ۱۷۸،
۱۸۵، ۱۹۱ تا ۱۹۵، ۱۹۷، ۱۹۸، ۲۰۵، ۲۰۹
۲۱۲، ۲۲۷ تا ۲۳۰، ۲۳۲ تا ۲۳۴، ۲۴۱
۲۴۲، ۲۵۱، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۶، ۲۶۸
تا ۲۷۰، ۲۷۲

عمرو بن عتبہ :- ص ۱۶۱

عمیج القصر (مقام) :- ص ۴۲

عمیر بن ابو عبیدہ رضؓ :- ص ۲۶۲

عیاش بن ابی ربیعہ :- ص ۲۵۶

عیاض بن غنم :- ص ۲۰، ۲۷، ۸۴، ۱۶۰،
۲۵۱ تا ۲۵۳، ۲۵۵، ۲۶۷

عیسیٰؑ (پیغمبر) :- ص ۱۴، ۱۶، ۱۴۴

عیسیٰ بن طلحہ رضؓ :- ص ۱۰۸

عین التمر (مقام) :- ص ۴۲، ۸۳، ۲۹۷

عینیہ بن حصن (بنو فزارہ) :- ص ۲۶۵

(غ)

غازہ یا غزہ (مقام) :- ص ۱۴، ۲۷،
۳۱، ۷۹، ۱۳۳

غسان - بنو - یا غسانی :- ص ۱۵، ۱۶، ۲۲،
۱۵۲، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۹۳، ۱۹۵، ۱۹۷،
۲۰۵

(ف)

فاطمۃ الزہرہ رضؓ بنت رسولؐ :- ص ۲۵۶

فاطمہ (بیٹی) :- ص ۱۰۸

فاطمہ :- (بیوی) :- ص ۱۰۹

فارس (علاقہ اور خلیج) :- ص ۳۷،
۶۸، ۲۷۳

فاروق (بھتیجا) :- ص ۱۰۸

فحل (جنگ اور مقام) :- ص ۳، ۱۴، ۳۳
۸۱، ۹۰، ۹۲، ۹۵، ۹۷، ۹۸، ۱۰۱،
۱۰۲، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۱۰، ۱۱۶، ۱۲۶، ۱۲۹ تا

Marfat.com

۱۳۱، ۱۳۴، ۱۴۳، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۵۷،
۱۶۲، ۱۸۳، ۲۶۹، ۲۷۰
فرات (دریا) :- ص ۱۳، ۲۴، ۴۲، ۱۴۲،
۱۴۴، ۲۴۸
فراص (مقام) :- ص، ۱۵، ۴۰ تا ۴۲،
۸۳، ۲۶۷
فرانس :- ص، ۷
فرعون :- ص ۱۴
فرہاد (شیریں) :- ص ۱۲۲
فضل بن حمزہ رض :- ص ۱۲۵
فضل بن عباس رض :- ۲۵، ۱۶۰
فلر (میجر جنرل) :- ص ۳۹، ۶۰، ۷۶ تا
۷۹، ۱۴۷، ۱۴۸، ۲۱۸، ۲۱۹
فلسطین :- ص ۱ تا ۴، ۷، ۱۳ تا ۱۶، ۱۹،
۲۱، ۲۵، ۲۶، ۲۸، ۳۱ تا ۳۳، ۳۵،
۳۶، ۵۳، ۵۴، ۶۰، ۶۹، ۷۳،
۸۰، ۹۱، ۹۳، ۹۴، ۹۶، ۹۹، ۱۰۳
۱۰۵، ۱۱۵، ۱۲۶، ۱۲۹، ۱۳۲ تا ۱۳۵
۱۳۸، ۱۴۲ تا ۱۴۴، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۵۶
۲۲۰، ۲۲۷، ۲۳۰، ۲۳۲، ۲۳۸،
۲۴۱، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۸، ۲۵۱،
۲۵۴، ۲۶۸، ۲۷۰
فیاس (جنرل) :- ص ۲۴۴، ۲۴۵
فیثاریں مسطور :- ض ۵۴

(ق)

قادسیہ (مقام اور جنگ) :- ص ۹۴،
۷۷، ۹۹، ۱۰۲، ۱۰۹، ۱۲۲، ۱۳۸،
۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۴، ۱۶۸، ۱۷۵، ۱۷۶
۲۱۷، ۲۵۲، ۲۷۰، ۲۷۱
قبات :- ص، ۱۶۱
قبرص :- ص، ۱۴
قبو قلار :- ص، ۴۰، ۵۴، ۶۰، ۶۳، ۶۴، ۷۶
قراقر (مقام) :- ص ۴۰ تا ۴۳، ۵۶
قرقلیشیا (مقام) :- ص ۲۵۲، ۲۵۳
قریاطین (مقام) :- ص ۴۵
قرین (جنرل) :- ص ۱۸۹، ۱۹۱، ۱۹۶ تا
۱۹۹، ۲۱۰ تا ۲۱۳
قسادیہ (بندرگاہ) :- ص ۱۴، ۳۲، ۹۵،
۱۳۰، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۸، ۱۵۲ تا
۱۵۴، ۱۶۲، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۳۳،
۲۴۱، ۲۴۳، ۲۵۱، ۲۷۱، ۲۷۲
قسطنطنیہ (استنبول) :- ص ۲، ۷، ۸، ۹،
۱۶، ۵۴، ۱۲۴، ۱۴۴، ۱۴۹، ۲۲۱،
۲۳۷، ۲۴۶
قصر (مقام) :- ص، ۲۴
قصر شیریں (مقام) :- ص : ۲۷۲
قضاعہ (بنو) :- ص ۲۰، ۲۷

Marfat.com

قطب شہیدؒ :- ص ۸۱

قعقاعؓ بن عمرو :- ص ۱۰۹، ۲۵۰، ۲۵۲
۲۷۱

قلوس :- ص ۱۱۲ تا ۱۱۴

قناطیر :- ص ۱۵۴، ۱۷۳، ۱۸۵، ۱۹۱ تا
۱۹۳، ۱۹۵، ۱۹۷، ۱۹۸، ۲۰۵، ۲۰۹ تا
۲۱۱، ۲۱۳

قناسرین (قنسرین) مقام :- ص ۱۴،
۲۳۰، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۸، ۲۷۲

قونیا (مقام) : ص ۸

قیس بن ہبیرہ :- ص ۹۹

قیصر جرمنی :- ص ۹

قیصر روم :- ص ۱۰، ۱۲، ۱۷، ۶۱، ۱۰۹،
۱۲۳، ۱۴۸، ۱۵۱، ۱۷۷، ۲۱۹، ۲۲۱،
۲۳۸، ۲۴۵، ۲۴۹، ۲۶۸، ۲۷۱،
۲۷۲

قیصرۂ ہند: ص ۹

(ک)

کاظمہ (مقام اور جنگِ سلاسل) :-
ص ۸۳، ۲۶۷

کرد (قبیلہ) :- ص ۱۴

کرمان شاہ (مقام) :- ص ۲۷۳

کسکر (مقام) :- ص ۹۸، ۱۴۴، ۲۶۹

کسریٰ ایران :- ۱۴۸، ۲۳۸

کلاسوٹز :- ص ۳۹، ۵۶، ۸۹، ۱۰۳،
۱۰۶، ۱۱۰، ۱۳۵، ۱۵۵، ۲۱۸، ۲۲۲

کلب (بنو) :- ص ۱۲، ۲۷

کمال ترکی :- ص ۲۲۱، ۲۳۷

کوٹھی مقام ابراہیمؑ :- ص ۲۷۱

کوفہ (چھاؤنی) :- ص ۲۳۲

کوہستان نمک :- ص ۵۲، ۲۱۹

(گ)

گبن (مورخ) :- ص ۱۰۶، ۱۲۳، ۱۲۴، ۲۱۹

گلب (جنرل) :- ص ۴۰، ۴۱، ۴۳،
۴۴، ۴۷، ۵۷ تا ۵۹، ۷۷، ۸۹، ۹۰،
۹۳، ۹۴، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۶، ۱۴۰، ۱۴۸،
۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۵، ۱۶۷، ۱۷۷، ۱۹۰،
۲۱۹، ۲۲۱، ۲۲۹، ۲۳۱، ۲۳۳

گریگوری (رومی جنرل) :- ص ۱۵۲، ۱۵۴
۱۵۸، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۷۳، ۱۸۸، ۱۹۱ تا
۱۹۴، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۹ تا ۲۰۷، ۲۰۹ تا
۲۱۱ تا ۲۱۳

(ل)

لبنان :- ص ۱۳، ۱۴۹

لیبیا :- ص ۹۹

لقیط بن عبد القیس :- ص ۱۶۱

Marfat.com

لوطؑ (پیغمبر) :- ص ۱۴۴

لیڈل ہاوٹ :- ص ۳۹

لینن گراڈ :- ص ۲۴۷

(م)

محمد ﷺ - حضور پاک، سرکارِ دو عالم
حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم،
کتاب کے اکثر صفحات آپؐ کے کسی نہ کسی اسمِ
مبارک کے نور سے مزین ہیں اور ساری کتاب
آپؐ ہی کے جلال و جمال کا مظہر ہے۔ اسلئے
صفحات کا شمار نہیں کیا جا سکتا

محمدؒ بن حنیفہ :- ص ۱۰۸

محمدؓ بن طلحہؓ :- ص ۱۰۸

محمدؒ بن عبدالرحمنؓ :- ص ۱۰۸

محمد بخشؒ (میاں) :- ص ۳۴۳

مالک بن نویرہ :- ص ۲۶۶

مثنیٰؓ ابن حارث :- ص ۳۴، ۴۰، ۴۲، ۴۳، ۵۰، ۵۵، ۵۶، ۸۳، ۸۶، ۹۸، ۱۰۹، ۱۱۸، ۱۲۲، ۲۰۳، ۲۰۸، ۲۵۷، ۲۶۷ تا ۲۷۰

محمود غزنویؒ :- ص ۲۱۸

محراب گل افغان :- ص ۶۴، ۸۱

مخزوم (بنو) :- ص ۲۰۲، ۲۵۷

مختار ثقفی :- ص ۱۰۸

مخرز بن حریش (رہنما) :- ص ۲۰۲، ۲۵۷

مدغور بن عدی :- ص ۱۶۱، ۲۵۷

مدینہ شریف :- ص ۵، ۱۰، ۱۴، ۱۶، ۲۵، ۲۶، ۲۸، ۳۱، ۴۰، ۹۱، ۹۷، ۹۸، ۱۰۲، ۱۰۸، ۱۱۱، ۱۱۵، ۱۱۸، ۱۲۳، ۱۴۴، ۱۵۹، ۱۶۶، ۱۶۷، ۲۰۰، ۲۲۱، ۲۳۰، ۲۳۴، ۲۳۸، ۲۴۱، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۵، ۲۵۷، ۲۶۵،

مدائن :- ص ۸۴، ۱۲۶، ۱۴۲، ۱۴۹، ۱۶۸، ۲۴۰، ۲۴۸، ۲۵۰، ۲۶۸، ۲۷۱، ۲۷۲

مذار (مقام اور جنگ) :- ص ۲۶۷

مراکو :- ص ۱۰۱

مراش (مقام) :- ص ۲۵۴، ۲۵۵

مرج الراحت (مقام) :- ص ۴۵ تا ۴۷، ۴۹، ۱۰۶، ۱۱۲

مرج الروم (مقام اور جنگ) :- ص ۳۴، ۱۳۵، ۱۳۸، ۱۵۲

مرج الصفر (مقام اور جنگ) :- ص ۲۳، ۴۶، ۹۳، ۹۵، ۹۸، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۶۹

مسروق بن حلال : ص ۱۶۱

مسلمؒ (امام) :- ص ۱۲۷

مسلیمہ کذاب :- ص ۲۶۶

Marfat.com

مسولینی :- ص ۱۲۶ ، ۱۲۷

مصر :- ص ، ۲ ، ۱۴ ، ۱۵ ، ۹۹ ، ۲۴۱ ، ۲۴۲
۲۴۴ ، ۲۵۱ ، ۲۵۴ ، ۲۷۳

مصعبؓ بن زبیرؓ :- ص ، ۱۰۸

مصعبؒ بن سعدؓ :- ص ، ۱۰۸

مصعبؓ بن عمیر :- ص ، ۱۰۸

مصعفؒ بن عبدالرحمنؓ :- ص ، ۱۰۸

مصنیخ (مقام اور جنگ) :- ص ۱۴۱ ، ۲۴۲ ، ۲۶۷

معاذؓ بن جبل :- ص ۶۵ ، ۶۹ ، ۱۴۱ ، ۱۶۰ ، ۲۶۱

معان (مقام) :- ص ۲۹

معاویہؓ بن ابو سفیانؓ :- ص ۲۹ ، ۱۳۸
۱۵۲ ، ۱۵۳ ، ۱۶۰ ، ۲۳۴ ، ۲۴۱ ، ۲۴۳
۲۵۱ ، ۲۷۱ ، ۲۷۲

معاویہؓ بن خدیج :- ص ، ۱۶۱

معبدؓ بن عباسؓ :- ص ، ۱۲۵

مغیرہؓ بن شعبہ :- ص ۲۵۵

مکہ مکرمہ :- ص ، ۵ ، ۱۰ ، ۱۴ ، ۲۸ ، ۷۸
۱۴۲ ، ۱۶۰ ، ۲۰۰ ، ۲۲۷ ، ۲۳۴

ملایا (ملائشیا) :- ص ، ۹۹

موتہ (مقام اور جنگ) :- ص ۷ ، ۱۶ ، ۱۷
۱۹ ، ۲۹ ، ۳۱ ، ۴۰ ، ۶۰ ، ۷۷ ، ۷۸ ، ۹۴

۱۴۷ ، ۱۸۱ ، ۲۲۲

موسیٰؑ (پیغمبر) :- ص :- ۱۴

موسیٰؒ بن طلحہؓ :- ص ۱۰۸

موسیٰ بن سعدؓ :- ص ۱۰۸

موصل (مقام اور جنگ) ص ۸ ، ۷۴ ، ۲ تا ۲۴۹ ، ۲۷۲

مہاجرؓ بن امیہ :- ص ۸۴ ، ۲۶۶ ، ۲۶۷

مہرہ (علاقہ) :- ص ۲۰۰ ، ۲۶۶

مہینوال (سوہنی) :- ص ۱۲۲

میانوالی :- ص ۵۲

میسرہؓ بن مسروق :- ص ۲۷۲

میمونہؓ (ام المومنین) :- ص ۱۶۰

(ن)

نباج (مقام) :- ص ۱۲۲

نپولین :- ص ۱۵۵

ندوی (سید ابوالحسن) :- ص ۲۲۱

نسیم حجازی :- ص ۱۲۱

نصیبین (مقام) :- ص ۲۵۲

نعمانؓ بن مقرنؓ :- ص ۷۰ ، ۲۶۵ ، ۲۷۳

نقرہ (مقام) :- ص ۶۳

نمارق (مقام اور جنگ) :- ص ۲۶۹

نورالدین زنگیؒ :- ص ، ۸۰ ، ۲۲۰

نہاوند (مقام اور جنگ) :- ص ۷۰ ، ۷۷

Marfat.com

۱۶۷، ۲۷۳

(و)

واقدی :- ص ۴، ۲۹، ۴۶، ۵۰، ۵۱،
۵۳، ۶۰، ۹۰، ۱۰۵ تا ۱۰۷، ۱۱۷،
۱۲۲ تا ۱۲۴، ۱۸۷

واقوصہ (یا قوصہ) گھاٹی :- ص ۸۹، ۹۲،
۹۳، ۹۷، ۱۰۵، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۲۷، ۱۵۶،
۱۵۹ -

وحید بن خلیفہ :- ص ۱۶۱

وردن :- ص ۴، ۵، ۶۰، ۶۸، ۶۹، ۷۲
تا ۷۵

ولجہ (جنگ) : ص ۲۲، ۶۷

ولید رضؓ بن عقبہ :- ص ۲۰، ۲۴، ۲۶، ۸۴

ولید بن عتبہ :- ص ۲۵۲

ولید رضؓ بن ولید : ص ۲۵۶

دیول :- ۷۹

(ھ)

ہاشم بن عبد مناف :- ص ۱۲۴

ہاشم (بنو) :- ص ۲۶۲

ہاشم رضؓ بن ابی حذیفہ :- ص ۲۵۶

ہاشم رضؓ بن عتبہ :- ص ۱۳۸، ۲۵۱، ۲۵۲،
۲۷۱، ۲۷۲

ہارون ؑ (پیغمبر) :- ص ۱۴

ہبار رضؓ بن سفیان :- ص ۲۵۶

ہربیس (حربیس دیکھیں)

ہرقل :- ص ۲، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۶، ۱۷، ۵۴،
۷۳، ۷۹، ۸۹، ۹۲، ۱۰۹، ۱۱۶، ۱۲۱،
۱۲۳، ۱۳۰، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۴۲، ۱۴۴،
۱۴۷، ۱۴۹ تا ۱۵۴، ۱۶۵، ۱۶۷، ۱۷۷،
۲۱۸، ۲۴۶، ۲۵۰، ۲۵۳

ہسپانیہ (سپین) :- ص ۷۷

ہندو پاکستان (برصغیر) :- ص ۱۰۱

ہندہ رضؓ زوجہ ابوسفیان رضؓ :- ص ۱۶۰، ۱۸۶،
۱۸۷، ۱۹۰، ۲۰۱

ہیر (رانجھا) :- ص ۱۲۲

(ی)

یحیٰی ؑ (پیغمبر) :- ص ۱۴

یحیٰی رحؒ بن علی رضؓ :- ص ۱۰۸

یروشلم (بیت المقدس) :- ص ۷۹

یرموک :- ص ۳، ۱۵، ۲۲ تا ۲۴،
۲۶، ۲۹، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۵، ۳۶،
۴۵، ۴۶، ۴۸، ۵۴، ۵۷، ۶۰، ۷۷،
۸۱، ۸۹ تا ۹۷، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۵، ۱۱۱،
۱۱۶، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۶،
۱۴۲، ۱۴۷، ۱۵۵ تا ۱۵۷، ۱۵۹ تا
۱۶۶، ۱۶۹، ۱۷۱، ۱۷۳، ۱۷۵ تا ۱۷

Marfat.com

۱۷۹، ۱۹۰، ۲۰۰، ۲۰۹، ۲۱۴، ۲۱۶ تا
۲۱۸، ۲۲۰ تا ۲۲۵، ۲۲۷، ۲۲۹ تا
۲۳۳، ۲۴۱، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۶، ۲
۲۴۷، ۲۵۱، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۱
یزدجرد :- ص ۵۴، ۱۲۳
یزیدؓ بن ابوسفیانؓ :- ص ۲۵ تا ۲۷، ۲۹
تا ۳۳، ۶۵، ۷۶، ۸۴، ۹۷، ۱۱۵،
۱۲۵، ۱۲۶، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۳ تا ۱۳۸
۱۵۲ تا ۱۵۴، ۱۵۶، ۱۶۰، ۱۷۲، ۱۸۶
۱۹۴، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۹، ۲۰۱، ۲۰۳
۲۱۲، ۲۲۷ تا ۲۲۹، ۲۳۱، ۲۳۳، ۲۳۴
۲۴۱، ۲۴۷، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۶۱، ۲۶۸
۲۶۹، ۲۷۱
یزیدؒ بن ابوعبیدہؓ :- ص ۲۶۲
یزید بن نخیس :- ص ۱۶۱
یسوع مسیحؑ (حضرت عیسیٰؑ) :- ص ۱۱۴
یعقوبی (مورخ) :- ص ۱۱۲
یعقوبؒ بن طلحہؓ :- ص ۱۰۸
یعلیٰؓ بن حمزہؓ :- ص ۱۲۵
یمامہ (مقام اور جنگ) :- ص ۲۰، ۷۷ تا
۷۹، ۸۳، ۲۴۳، ۲۶۶، ۲۶۷
یمن :- ص ۲۰، ۴۶، ۱۶۶، ۲۰۰، ۲۶۷
یورپ یا یورپین وغیرہ :- ص ۲، ۷، ۸،
۹، ۱۳، ۶۴، ۶۹، ۷۶، ۱۰۰، ۱۰۳،
۱۴۲، ۱۴۵، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۵۳،
۱۵۴، ۱۷۰، ۱۸۸، ۲۱۹ تا ۲۲۲، ۲۴۶
یوسفؑ (پیغمبر) :- ص ۱۴
یوسف طاہر (بھتیجا) :- ص ۱۰۸
یونان :- ص ۷، ۱۴، ۶۶، ۹۹، ۱۳۰،
۱۴۸
یونسؒ :- ص ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۲
یہودی :- ص ۱۳، ۷۸

(نوٹ) صفحات نمبر ۱۸، ۱۰۴، ۱۲۸، ۱۴۶، ۲۲۶، ۲۶۳، ۲۷۴ جو خالی تھے، کتاب میں شامل نہیں کیے گئے۔ قارئین نوٹ فرمالیں۔

☆☆☆

تمام شد

Marfat.com

مطبوعات تصوّف فاؤنڈیشن

کلاسیک کُتب تصوّف کے مُستند اُردو تراجم

- طواسین — مصنف : ابن حلاج (۲۴۴ — ۳۰۹ھ) مترجم : عتیق الرحمٰن عثمانی — قیمت مجلد ۱۰۰/- روپے
- کتاب اللمع — مُصنف : ابونصر سراج (م — ۳۷۸ھ) مترجم : سید اسرار بخاری — قیمت مجلد ۳۰۰/- روپے
- تعرّف — مُصنف : امام ابوبکر کلاباذی (م — ۳۸۵ھ) مترجم : ڈاکٹر پیر محمد حسن — قیمت مجلد ۱۲۵/- روپے
- کشف المحجوب — مُصنف : سید علی ہجویری (۴۰۰ — ۴۶۵ھ) مترجم : سید محمد فاروق القادری — قیمت مجلد ۲۲۵/- روپے
- صد میدان — مُصنف : خواجہ عبداللہ انصاری (۳۹۶ — ۴۸۱ھ) مترجم : حافظ محمد افضل فقیر — قیمت مجلد ۱۰۰/- روپے
- فتوح الغیب — مُصنف : غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی (۴۷۰ — ۵۶۲ھ) مترجم : سید محمد فاروق القادری — قیمت مجلد ۷۵/- روپے
- آداب المریدین — مُصنف : ضیاء الدین سہروردی (۴۹۰ — ۵۶۳ھ) مترجم : محمد عبدالباسط — قیمت مجلد ۷۵/- روپے
- فتوحاتِ مکیہ — مُصنف : شیخ اکبر ابنِ عربی (۵۶۰ — ۶۳۸ھ) مترجم : مولوی محمد فضل خاں — قیمت مجلد ۳۰۰/- روپے
- فصوص الحکم — مُصنف : شیخ اکبر ابن عربی (۵۶۰ — ۶۳۸ھ) مترجم : برکت اللہ فرنگی محلی — قیمت مجلد ۱۵۰/- روپے
- رسائلِ ابنِ عربی — مُصنف : شیخ اکبر ابن عربی (۵۶۰ — ۶۳۸ھ) ———— — قیمت مجلد ۱۲۵/- روپے
- الاوراد — مُصنف : بہاء الدین زکریا ملتانی (۵۶۶ — ۶۶۱ھ) مترجم : ڈاکٹر محمد میاں صدیقی — قیمت مجلد ۱۲۵/- روپے
- لوائح — مُصنف : مولانا عبدالرحمٰن جامی (۸۱۷ — ۸۹۸ھ) مترجم : سید فیض الحسن فیضی — قیمت مجلد ۷۵/- روپے
- انفاس العارفین — مُصنف : شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴ — ۱۱۷۶ھ) مترجم : سید محمد فاروق القادری — قیمت مجلد ۱۵۰/- روپے
- الطاف القدس — مُصنف : شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴ — ۱۱۷۶ھ) مترجم : سید محمد فاروق القادری — قیمت مجلد ۷۵/- روپے
- رسائل تصوف — مصنف : شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴ — ۱۱۷۶ھ) مترجم : سید محمد فاروق القادری — قیمت مجلد ۱۵۰/- روپے
- مرآت العاشقین — مصنف : سید محمد سعید نبجانی (۱۲۵۱ — ۱۳۲۱ھ) مترجم : غلام نظام الدین مرولوی — قیمت مجلد ۱۵۰/- روپے

اہم کُتب تصوّف اور تذکرے

- کشفُ المحجوب فارسی (نسخہ تہران) مُصنف : شیخ علی بن عثمان ہجویری تصحیح و تحشیہ : علی قویم — قیمت مجلد ۱۷۵/- روپے
- کشفُ المحجوب انگریزی (نسخہ لاہور) مُصنف : شیخ علی بن عثمان ہجویری مترجم : آر اے نکلسن — قیمت مجلد ۱۷۵/- روپے
- تصوف اسلام ———— مؤلف : عبدالماجد دریابادی ———— — قیمت مجلد ۱۰۰/- روپے
- ارمغان ابنِ عربی ———— مُصنف : مولانا محمد اشرف علی تھانوی ———— — قیمت مجلد ۱۵۰/- روپے
- آئینہ تصوف ———— مُصنف : ضیاء الحسن فاروقی ———— — قیمت مجلد ۱۲۵/- روپے
- دعوتِ ارواح ———— مُصنف : محمد ارشد قادری ———— — قیمت مجلد ۱۵۰/- روپے
- شمائلِ رسول (اردو ترجمہ) مصنف : شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی مترجم : محمد میاں صدیقی — قیمت مجلد ۷۵/- روپے
- بیماری اور اس کا روحانی علاج ———— مُصنف : ڈاکٹر میر ولی الدین — قیمت مجلد ۱۰۰/- روپے
- تذکرہ مشائخ قادریہ فاضلیہ ———— مُصنف : اسرار الحسنین قادری فاضلی — قیمت مجلد ۱۵۰/- روپے
- سیرت فخر العارفین تذکرہ : شاہ محمد عبدالحی چاٹگامی مؤلف : سید سکندر شاہ — قیمت مجلد ۲۵۰/- روپے
- چراغ ابوالعلائی تذکرہ : صوفی محمد حسن و حضرت نقیب اللہ شاہ مؤلف : غلام آسی پیا — قیمت مجلد ۷۵/- روپے
- حدیقۃُ الاولیاء ———— مُصنف : مفتی غلام سرور لاہوری، حواشی : محمد اقبال مجددی — قیمت مجلد ۱۵۰/- روپے
- احوال و آثار حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ———— مُصنف : حمید اللہ شاہ ہاشمی — قیمت مجلد ۱۵۰/- روپے
- اخص الخواص — تذکرہ حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ — مُصنف : نواز رومانی — قیمت مجلد ۱۲۵/- روپے
- فاضلی انوار الٰہی — ملفوظات : حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ مرتب : حافظ نذر الاسلام — قیمت مجلد ۱۰۰/- روپے

ناشر : تصوّف فاؤنڈیشن، ۲۴۹ آر ون سمن آباد لاہور | واحد تقسیم کار : المعارف گنج بخش روڈ لاہور پاکستان

Marfat.com

Marfat.com